اردو میں اپنی نوعیت کی اولین پیش کش

اطلس القرآن

مقامات، اقوام اور شخصیات کا تذکرہ

جدید نقشوں اور جداول سے مزین قرآنی معلومات کا مستند ذخیرہ

تالیف: ڈکتور شوقی ابوخلیل

دار السلام

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com
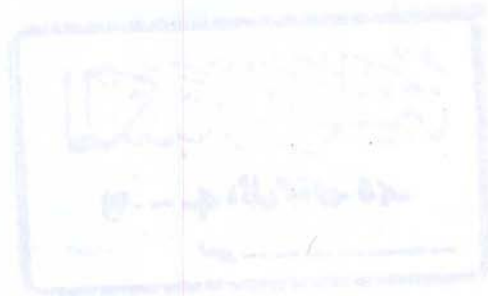
اطلس القرآن

مقامات، اقوام اور شخصیّات کا تذکرہ

© مكتبة دارالسلام ، ١٤٢٤هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

أبو خليل ، شوقي

أطلس القرآن الكريم. / شوقي أبو خليل - الرياض، ١٤٢٤هـ

ص٤٩٩ ٢٤×١٧ سم

ردمك: ٧-٤٢-٨٩٧-٩٩٦٠

(النص باللغة الأردية)

١-القرآن - كشافات ٢- القرآن- فهارس أ. العنوان

ديوي ٢٢١,٣ ١٤٢٤/٥٤٥١

رقم الإيداع: ١٤٢٤/٥٤٥١هـ

ردمك: ٧-٤٢-٨٩٧-٩٩٦٠

اُردو میں اپنی نوعیت کی اوّلین پیش کش

اَطلسُ القرآن

مقامات، اقوام اور شخصیات کا تذکرہ

جدید نقشوں اور جداول سے مزیّن قرآنی معلومات کا مستند ذخیرہ

تالیف: ڈکتور شوقی ابو خلیل

ترجمہ: شیخ الحدیث حافظ محمد امین

توضیح واضافہ: محسن فارانی

دارُالسّلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور

لندن • ہیوسٹن • نیو یارک

DARUSSALAM

سعُودی عرب (ھیڈآفس)

پوسٹ بکس: 22743 الرّیاض: 11416 سعودی عرب

فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa

Website: www.dar-us-salam.com

---

❶ طریق مکّہ - العُلیّا - الرّیاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945

❷ شارع الربعین - الملز - الرّیاض فون: 4735220 فیکس: 4735221

❸ جدّہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270

❹ الخُبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551

شارجہ فون: 5632623 6 00971 فیکس: 5632624

پاکستان (ھیڈآفس ومرکزی شورُوم)

❶ 36 - لوئر مال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092

فیکس: 7354072 E-mail: darussalampk@hotmail.com

❷ غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

❸ اُردو بازار گوجرانوالا فون: 741613-431-0092 فیکس: 741614

لندن فون: 5202666 208 0044 فیکس: 5217645 208

امریکہ ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001 فیکس: 7220431

❷ نیویارک فون: 6255925 718 001 فیکس: 6251511

فہرست

عرض ناشر

قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے نازل کی گئی اور رہتی دنیا تک ہدایت و معرفت کا بے مثال سرچشمہ رہے گی۔ اس کتاب عظیم کا ایک تابناک پہلو یہ ہے کہ یہ دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اور اپنے اندر علم و حکمت اور اسرار و غوامض کے گراں بہا موتی سموئے ہوئے ہے' لہٰذا اہل اسلام پر قرآن کریم کو پڑھنا اور اس کے مطالب و مفاہیم کو سمجھنا واجب ہے۔

دارالسلام جب سے قائم ہوا ہے قرآن اور قرآنی علوم و افکار کی اشاعت اس کا اولین مطمح نظر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہم عہد نو کے تقاضے ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تدریس و اشاعت میں ہر نوع کے جدید سائنسی وفنی ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔

قرآن کریم کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قرآنی تعلیمات' علم حدیث اور سیرت نبویہ کے حوالے سے عربی میں چھپنے والی ہر اچھی کتاب اردو' انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں کے قالب میں ڈھالی جائے' چنانچہ دو اڑھائی سال پہلے جب عربی کے بلند پایہ مصنف ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کی شاندار تصنیف ''اطلس القرآن . اماکن' اقوام' اعلام'' (قرآنی مقامات' اقوام اور شخصیات کا تذکرہ) میری نظر سے گزری تو میں نے اسے قرآنی آیات اور موضوعات کے ساتھ ساتھ رنگین نقشوں سے مزین پایا۔ مجھے اس کی ورق گردانی کر کے خوشگوار حیرت ہوئی اور اسے چیزے دگر جان کر وہیں میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ان شاء اللہ دارالسلام اسے اردو اور انگریزی کا جامہ ضرور پہنائے گا۔ چنانچہ کتاب کے ناشر ''دارالفکر' دمشق'' سے رابطہ کیا گیا۔ پہلے تو انہوں نے انکار کیا' کچھ دوستوں کی معرفت رابطہ کی کوشش کی' تحریری رابطہ بھی کیا گیا مگر کوئی بات فائنل نہ ہوسکی۔ گزشتہ سال دارالفکر کے مالک جناب محمد عدنان سالم کے بیٹے حسن سالم ریاض تشریف لائے۔ دارالسلام کے دفاتر کا دورہ کیا اور ادارے کے عزائم سے واقف ہوئے تو انہوں نے اپنے والد گرامی سے مذکورہ کتاب کے سلسلے میں بات کرنے کی حامی بھرلی۔ اس سال کے آغاز میں بطور خاص دمشق چلا گیا۔ دمشق میرے لیے دوسرے گھر کی طرح ہے۔ گزشتہ دس بارہ سالوں میں کم وبیش تیس پینتیس مرتبہ تو ضرور دمشق گیا ہوں گا۔ دمشق میں دارالسلام کا دوسرا نام دارالفیحاء ہے۔ اس کے مالک محمد یاسر طباع مجھے چھوٹے بھائیوں کی طرح عزیز ہیں' جاتے ہی میزبانوں کو مطلع کر دیا کہ میرے آنے کا بڑا مقصد دارالفکر والوں سے اطلس قرآن اور اطلس سیرۃ النبویہ کی بات کرنا ہے۔ اگلے دن دارالفکر کے دفاتر میں پہنچ گئے۔ حسن سالم بڑی محبت سے پیش آئے۔ میں نے کتاب کے سلسلے میں دوبارہ بات شروع کی۔ کہنے لگے' والد صاحب سے بات کرتے ہیں مگر وہ بڑے مشغول ہیں۔ میں نے کہا چلیے چند منٹ ہی سہی۔ ان کے سیکرٹری نے کہا کہ وہ خاصے مصروف ہیں مگر چند منٹ کے لیے آجائیں۔ وہ ملاقات جو چند منٹوں کے لیے طے ہوئی تھی ڈیڑھ گھنٹہ سے متجاوز ہوگئی۔

تاوقتیکہ محمد عدنان سالم کے سیکرٹری نے آکر کہا کہ وقت بہت گزر چکا ہے اور کئی لوگ منتظر ہیں۔ دارالفکر آج سے کم وبیش پچاس سال پہلے قائم ہوا تھا۔ محمد عدنان سالم زندگی کی 70 سے زیادہ بہاریں دیکھ چکے ہیں۔ بڑی اچھی صحت کے مالک ہیں اور ادارے کو بڑی محنت سے چلا رہے ہیں۔ کہنے لگے کہ مولانا مودودی رحمہ اللہ جب 1960 میں دمشق آئے تو میرے غریب خانے پر تشریف لائے تھے۔ میں نے ان کے اعزاز میں عشائیہ دیا تھا۔ جس میں علماء اور ادباء شریک ہوئے تھے۔ ہم ماضی میں کھو گئے۔ دنیائے اسلام میں کتب کی نشر و اشاعت کے حوالے سے ان کا خاصا تجربہ ہے۔ انہوں نے خوب مشورے دیے۔ بہر حال یہ ملاقات ان دونوں کتابوں کی اجازت پر ختم ہوئی۔ طے پایا کہ دارالسلام باقاعدہ رائلٹی طے کرے گا اور کچھ رقم

ایڈوانس دی جائے گی۔ اللہ کا شکر ہے کہ چند ہفتوں کے بعد جب وہ ادباء کی ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے ریاض تشریف لائے تو باقاعدہ معاہدہ پر دستخط ہوئے اور یوں میری دیرینہ خواہش پوری ہوگئی۔ میں محمد عدنان سالم صاحب کا شکر گزار ہوں انہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا اور کتاب کا ترجمہ شائع کرنے کی اجازت دی۔

میں نے دارالسلام لاہور برانچ کے جنرل مینجر حافظ عبدالعظیم صاحب سے رابطہ کیا اور انہیں اس کام کو ترجیحی بنیادوں پر مکمل کرنے کو کہا۔ انہوں نے بھی اس کام کی اہمیت کو محسوس کیا اور بعض کاموں کو مؤخر کر کے اس کام پر لگ گئے۔ کتاب کے اردو ترجمے کی نازک ذمہ داری شیخ الحدیث حافظ محمد امین حفظہ اللہ نے سنبھالی اور ترجمانی کا خوب حق ادا کیا۔

اب کتاب میں شامل نقشوں کو اردو میں ڈھالنے کا مرحلہ درپیش تھا اور ان میں دیے گئے علاقوں شہروں' دریاؤں' پہاڑوں' سمندروں' خلیجوں اور جھیلوں وغیرہ کے لیے مستعمل عربی ناموں کے اردو مترادفات ڈھونڈنے تھے اور ان کے حوالے سے اضافی توضیحات شامل کرنی تھیں۔ اس کام کے لیے ایک ایسے صاحبِ علم کی ضرورت تھی جو عربی سے بھی مناسب واقفیت رکھتا ہو اور دنیا کے جدید و قدیم جغرافیہ و تاریخ پر بھی اسے عبور حاصل ہو۔ یہ ایک کٹھن کام تھا کیونکہ قدیم جغرافیائی کتب اور اطلسوں میں دی گئی معلومات دنیا کی جدید جغرافیائی تقسیم سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ مثلاً ماضی میں بعلبک ملک شام کا ایک شہر تھا لیکن آج بعلبک شام کے کسی نقشے میں نہیں ملے گا کیونکہ وہ آج کے لبنان میں واقع ہے۔ پھر ملک شام کا نام بھی عربی' انگریزی اور دیگر زبانوں میں شام نہیں بلکہ انگریزی میں اسے ''سیریا'' اور عربی میں ''سوریہ'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حران یا حاران جہاں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام ''اُور'' (عراق) سے ہجرت کر کے پہنچے تھے' ماضی میں ''الجزیرہ'' کے علاقے میں شامل تھا لیکن آج وہ جنوبی ترکی میں واقع ہے اور خود جزیرہ عراق' شام اور ترکی تین ملکوں میں بٹا ہوا ہے۔ قرونِ وسطیٰ کا بحرین اور آج کا بحرین یکسر مختلف مقامات ہیں۔ یہ کام واقعی مشکل تھا مگر یہ مشکل کہنہ مشق صحافی جناب محسن فارانی نے حل کر دی۔ وہ اردو کے معروف ہفت روزہ ''ندائے ملت'' کے نائب مدیر ہیں اور اس سے پہلے طویل عرصے تک ماہنامہ اردو ڈائجسٹ میں ادارتی فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ علوم جغرافیہ و تاریخ کے ماہر اور محقق بھی ہیں۔ اردو اور انگریزی پر کامل عبور رکھتے ہیں اور عربی سے بھی انہیں شغف ہے۔ انہوں نے عربی نقشوں کو اردو میں ڈھالنے اور ان کے حوالے سے قارئین کو اضافی توضیحات اور جغرافیائی معلومات فراہم کرنے کا بیڑا اٹھایا اور چھ ماہ کی شبانہ روز کاوشوں سے یہ کٹھن کام پایہ تکمیل کو پہنچا دیا۔ اس سلسلے میں دارالسلام شعبۂ تحقیق و تصنیف کے علمائے کرام حافظ اقبال صدیق مدنی' حافظ عبدالرحمٰن ناصر اور پروفیسر محمد ذوالفقار نے ان کی معاونت کی اور عربی مراجع و مصادر سے معلومات اور حوالے اخذ کرنے میں مدد دی۔ ترجمہ شدہ مسودے کی تصحیح کے فرائض مولانا عبدالجبار نے انجام دیے۔ کمپوزنگ' نقشوں کی تیاری اور پروف ریڈنگ کے مراحل خوش اسلوبی سے طے پائے اور پروف ریڈنگ محسن فارانی' حافظ محمد آصف اقبال اور حافظ اقبال صدیق مدنی نے مل کر کی۔ ساتھیوں کے تعاون اور شب و روز کی محنت شاقہ سے' بحمد اللہ جو چیز پیش کی جارہی ہے اس سے پہلے اردو میں اس کی مثال نہیں ملتی بلکہ اضافی جغرافیائی و تاریخی توضیحات شامل کرنے نیز متن اور نقشوں میں پائی جانے والی بعض غلطیوں کی تصحیح اور اشکالات دور کرنے کے بعد اس کی افادیت اصل کتاب سے بھی دوچند ہوگئی ہے۔

جناب محسن فارانی صاحب نے اطلس القرآن (عربی) کے نقشوں میں پروف کی اغلاط درست کرنے کے علاوہ بعض نقشوں میں پائی جانے والی بعض غلطیوں کی تصحیح بھی کی ہے' مثلاً ان کی تحقیق کے مطابق:

1۔ اطلس القرآن (عربی) میں اصحاب کہف کے شہر افسوس کی جائے وقوع کا تعین جنوبی ترکی کے شہر طرسوس کے شمال مغرب

میں کیا گیا ہے جب کہ تمام مروجہ نقشوں اور اطلسوں میں اِفسُوس کو ترکی کے مغربی ساحل پر ازمیر (سمرنا) کے جنوب میں دکھایا جاتا ہے اور درست بھی یہی ہے۔ (اِفسُوس کی جگہ کے تعین کے لیے انہوں نے ایک اضافی نقشہ بھی شامل کیا ہے)

2۔ اطلس القرآن (عربی) کے کئی نقشوں میں خلیج عقبہ کے تاریخی شہر ایلہ (موجودہ ایلات) کو اردن کی بندرگاہ عقبہ کی جگہ دکھایا گیا ہے جب کہ اصحاب سبت اور قوم لوط والے نقشوں میں بالترتیب العقبہ (ایلہ) اور ایلہ (العقبہ) لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔ دراصل ایلہ' عقبہ کے شمال مغرب میں کچھ فاصلے پر ہے جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے سفرنامہ ارض القرآن میں لکھا ہے: ''عقبہ کے بالمقابل مغرب کی طرف ہمیں اسرائیل کی بندرگاہ ایلات بھی نظر آرہی تھی۔'' (ص 229) اور المنجد فی الاعلام میں مرقوم ہے: ''ایلات بندرگاہ ہے جو بحیرہ احمر (خلیج عقبہ) پر عقبہ کے شمال میں واقع ہے۔ ایلات میں رومی عہد کے ایلہ کے کھنڈر واقع ہیں۔'' (ص 95)

3۔ شام کے شہر اذرعات کا موجودہ نام درعا ہے جبکہ اطلس القرآن (عربی) کے نقشوں میں ''اذرعات'' کو ''ازرع'' کی جگہ دکھایا گیا ہے جو کہ اذرعات (درعا) کے شمال میں دمشق کی شاہراہ پر واقع ایک الگ شہر ہے۔ اذرعات کا دمشق سے فاصلہ 100 کلومیٹر سے زیادہ ہے جبکہ ازرع' دمشق سے تقریباً 100 کلومیٹر جنوب میں ہے۔

4۔ بحیرہ ارال (Aral) اور دریائے یورال (Ural) کا فرق یاجوج ماجوج والے نقشے میں واضح کیا گیا ہے جبکہ اطلس القرآن (عربی) میں دونوں کو ارال لکھا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔

محسن فارانی صاحب نے مجمع البحرین والے نقشے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کی ممکنہ جائے ملاقات خلیج قلزم (سویز) اور خلیج عقبہ کے اتصال اور آبنائے جبل طارق (طنجہ) کے علاوہ نیل ابیض اور نیل ازرق کے سنگم (خرطوم) پر بھی دکھائی ہے جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں اس کی تصریح کرتے ہیں۔

اطلس القرآن (اردو) کے نقشوں میں ''سودان'' کو انگریزی تلفظ ''سوڈان'' کی بجائے اس کے اصل عربی تلفظ کی پیروی میں ''سودان'' ہی لکھا گیا ہے۔

اطلس القرآن (اردو) کی تیاری کے فنی مراحل کمپوزنگ اور ڈیزائننگ وغیرہ میں محمد عامر رضوان اور محمد ندیم کامران نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے لیے یہ بات نہایت سعادت اور خوشی کی ہے کہ محترم پروفیسر محمد یحییٰ صاحب اور پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب نے اس کتاب میں اپنی تقاریظ لکھ کر اس کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ کیا۔ اس عنایت کے لیے وہ میرے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کی دوسری گرانقدر تصنیف ''اطلس السیرۃ النبویہ'' پر کام جاری ہے اور جلد ہی وہ بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کی دسترس میں ہوگی۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہماری ان کاوشوں کو پذیرائی بخشیں تو اللہ ارحم الراحمین سے ہمارے حق میں قبولیت و مغفرت کی دعا ضرور فرمائیں۔

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

جنرل مینجر دارالسلام

رمضان المبارک 1424ھ بمطابق نومبر 2003ء

حرف آغاز

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھانے کے لیے زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچی' پھر اس سے نکلتی ہوئی کئی لکیریں کھینچیں اور اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ سیدھی لکیر صراطِ مستقیم ہے جو چلنے والے کو سیدھا منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس سیدھی لکیر سے نکلنے والی دوسری سب لکیریں دوسرے راستے ہیں جو خواہ اسی سیدھے راستے سے نکلتے ہیں لیکن منزل پر پہنچانے کی بجائے کہیں اور لے جاتے ہیں۔'' (مسند احمد: 1/435)

عرب ایسے قادر الکلام ہیں کہ لفظوں میں ہو بہو تصویر کھینچ دیں۔ رسول اللہ ﷺ تو دنیا کی فصیح ترین ہستی تھے۔ آپ ﷺ نے بات سمجھانے کے لیے لکیریں کھینچ کر نہ صرف اپنی بات زیادہ واضح فرما دی بلکہ وضاحت کرنے اور سمجھانے کے اس مؤثر ذریعے کی طرف بھی اشارہ فرما دیا جو لکیروں کے استعمال سے اختیار کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے معنوی راستے کو لکیروں کے ذریعے واضح فرمایا جس کا مشاہدہ آپ ﷺ کا قلب اطہر کرتا تھا ﴿ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴾ کے مطابق اس مشاہدے میں کوئی غلطی نہ تھی۔ بعد میں آپ کی امت کے اہل علم نے حج و زیارت مسجد نبوی کے لیے جانے والوں اور جہاد' حصول علم' تجارت اور تبلیغ وغیرہ کی غرض سے سفر کرنے والوں کے لیے ان زمینی اور بحری راستوں کے نقشے بنائے جن کا ان کی آنکھوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں ان نقشوں کے ساتھ راستے کے شہروں' قصبوں اور منزلوں کی تفصیلات بیان کر کے سالکوں' مسافروں' مجاہدوں اور طالبان علم کی خدمت انجام دی۔

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے جغرافیہ دانوں یعقوبی' مسعودی' اصطخری' ابن حوقل اور مقدسی سے لے کر آخری عباسی دور کے الجیہانی' البکری اور الادریسی تک اکثر مصنفین نے اپنی کتابوں کے لیے بار بار ایک ہی نام ''المسالک والممالک'' یا اس سے ملتے جلتے نام اختیار کیے۔ ابن حوقل نے اپنی کتابوں میں عالمِ اسلام کے ہر خطے کے الگ الگ مفصل نقشے بھی پیش کیے۔ لیکن اس کے باوجود قرآن اور سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے متعلق مقامات' آبادیوں' دریاؤں' راستوں اور قوموں کے حوالے سے نقشہ سازی پر کوئی زیادہ کام نہ ہوا۔

اردو میں اگرچہ سید سلیمان ندوی کی جغرافیۂ ارض القرآن اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے لیکن اس میں بھی نقشوں کا فقدان ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اصحاب کہف کے وطن' ذوالقرنین کی سلطنت اور یاجوج ماجوج کے علاقوں کے آگے تعمیر کی جانے والی دیوار' جسے قرآن مجید نے ''رَدْم'' کہا' کے محل وقوع کے بارے میں بہت وقیع کام کیا ہے لیکن انہوں نے بھی مفصل نقشے استعمال نہیں کیے۔'' اس کی غالباً یہ وجہ تھی کہ نقشہ نویسی ایک ٹیکنیکل کام ہے جس کے لیے ماہر ٹیم کا ملنا خاصا مشکل تھا۔

مولانا مودودی نے اپنی تفسیر کے لیے شرق اوسط کے پورے علاقے کا تفصیلی دورہ کیا' اور اس دورے کے احوال سفر

نامہ ارض القرآن میں رقم کیے۔ یہ انوکھا سفرنامہ مشاہدات اور علمی معلومات سے مالا مال ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں بھی بعض مقامات پر سادہ نقشوں کے ذریعے بڑے بڑے واقعات کے جغرافیائی محل وقوع کو واضح کیا ہے۔ علم تفسیر کے حوالے سے یہ ایک اچھوتا اور مفید کام ہے، لیکن جیسا کہ ''اطلس القرآن'' کے مصنف ڈاکٹر شوقی ابو خلیل نے کہا ہے، قرآن اور سیرت نبوی کے حوالے سے کوئی مکمل اطلس آج تک سامنے نہیں آئی۔

اس اطلس کی تیاری کا پس منظر بھی نہایت روح پرور ہے۔ مسجد نبوی میں حاضری اور مواجہہ شریف کے سامنے کھڑے ہو کر درود و سلام پیش کرنے کے دوران میں مصنف کے دل میں، جو یقیناً رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مودت، عقیدت اور اطاعت کے جذبے سے سرشار تھا، سیرت طیبہ کے حوالے سے کوئی انوکھی اور وقیع خدمت انجام دینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ ان کی یہ خواہش اللہ کے حضور حرفِ دعا میں بدل گئی، اللہ کی طرف سے اس دعا کو شرف قبولیت عطا ہوا اور ''اطلس القرآن'' اور ''اطلس السیرۃ النبویہ'' کا منصوبہ ان کے ذہن میں آیا۔ پھر یہ منصوبہ اللہ کی خصوصی توفیق سے سرانجام پایا۔ اسی خوبصورت سلسلے کی پہلی کتاب آپ کے پیش نظر ہے۔

اس بات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن میں جن شخصیات، اقوام، واقعات اور مقامات کا تذکرہ ہے ان کی اطلس مرتب کرنا معمولی بات نہ تھی۔ مصنف نے یقیناً اپنی قوت خیال کے ذریعے وقت میں پیچھے کی طرف سفر کر کے اس علاقے کی اس صورت کا تصوراتی مشاہدہ کیا جو قرآن کے بیان کردہ عظیم واقعات کے زمانے میں موجود تھی۔ خود قرآن کے علاوہ دوسری الہامی کتابوں، تاریخ، روایات اور عہد حاضر کے علم طبقات الارض اور علم الآثار کے مطالعے نے ماضی کے اس سفر اور اس دور کے مناظر کا مشاہدہ کرنے میں ان کی مدد کی۔ کئی جہات پر مشتمل یہ سفر یقیناً ان کی زندگی کا ایک بڑا تجربہ ہوگا جو بذاتِ خود اس ضمن میں کی گئی جدوجہد کا عمدہ انعام ہے۔ اس خوبصورت تجربے میں ڈوب کر انہوں نے اپنی دونوں اطلس مرتب کی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دونوں اطلس اپنے ہر قاری کے لیے اسی ذہنی اور روحانی سفر کے دروازے کھول دیں گی جو مصنف کو نصیب ہوا ہے۔

اس کتاب کے اردو ناشرین نے کتاب کو مزید مفید اور دلچسپ بنانے کے لیے قرآن کے بیان کردہ واقعات، شخصیات، اقوام اور مقامات کے حوالے سے انتہائی مفصل اور مستند معلومات کے ایک نئے ذخیرے کا اضافہ کرا دیا ہے۔ جناب محسن فارانی نے، جو ملک کے معروف قلمکار ہیں، ''دارالسلام'' کی فرمائش پر یاقوت حموی کی معجم البلدان، مکتبہ لبنان (بیروت) کی جدید ''اطلس العالم''، مڈل ایسٹ ورلڈ ٹریول میپ، اردو و عربی کی کتب تفسیر و سیرت خصوصاً مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی تصنیف قصص القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی تفہیم القرآن اور سفر نامۂ ارضِ القرآن اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا نچوڑ انتہائی دلآویز اسلوب میں اس کتاب میں شامل کر دیا ہے۔

''معجم البلدان'' قرون وسطیٰ کے عالم اسلام اور اس کے اماکن و امصار کے بارے میں جغرافیائی و تاریخی معلومات کا نادر خزانہ ہے۔ قصص القرآن میں قرآن کے بیان کردہ واقعات کے جغرافیائی پس منظر کے حوالے سے معلومات کے علاوہ

جدید آراء ونظریات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح مولانا مودودی نے قدیم وجدید مطالعہ کے علاوہ خود جا کر ان مقامات کا گہرا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ ان حضرات کی تحقیقات کے اضافے نے اطلس القرآن کی افادیت کو کئی گنا کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ جب اطلس القرآن انگریزی زبان میں شائع ہوگی تو دنیا عربی مصادر کے علاوہ برصغیر میں ہونے والے انتہائی اہم کام سے بھی مستفید ہوگی۔

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل اس موضوع پر باقاعدہ کام کرنے والے پہلے شخص ہیں۔ ان کے کام پر جناب محسن فارانی کے مرتب کردہ نوٹس قارئین کے لیے غور وفکر کے نئے زاویے پیش کرتے ہیں۔ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والے یقیناً اس مفید کام کو مزید آگے بڑھائیں گے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مزید معلومات سامنے آئیں گی اور نئے انکشافات ہوں گے۔ قافلۂ علم وتحقیق اگر چلتا اور آگے بڑھتا رہے تو انسانی معلومات اور افکار کبھی ٹھہراؤ اور جمود کا شکار نہیں ہوتے۔ ان کی تازگی ہر دور میں برقرار رہتی ہے۔ موجودہ کتاب اس اہم سفر کا ایک سنگ میل ہے۔

مجھے یقین ہے کہ قارئین کے ہاتھ میں پہنچ کر یہ کتاب نہ صرف غور وفکر کے بہت سے نئے دروازے کھول دے گی بلکہ سنجیدہ طالب علموں کے لیے قرآن فہمی کو بھی آسان کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اصحاب کو جزائے خیر عطا کرے جنہوں نے اس کتاب کی تالیف، ترجمہ، اضافہ اور اشاعت میں حصہ لیا۔ واللّٰه وليّ المؤمنين.

پروفیسر محمد یحییٰ۔ لاہور
4 اکتوبر 2003ء

اطلس القرآن......تذکارِ جلیل

امتِ مسلمہ کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید کے نام سے اپنے متن کے تمام تر تقاضوں کے ساتھ محفوظ ہے۔ یہ افتخار کسی دوسرے آسمانی مذہب کو حاصل نہیں ہے۔ قرآن مجید سے قبل سیکڑوں صحائف اور تین مستقل کتابوں کے متن معدوم ہو چکے ہیں۔ ان مذاہب کی اپنی روایات کے مطابق اب جو کچھ ان کے پاس ہے، وہ محض روایات یا ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید آج لاکھوں حفاظ کے سینے میں محفوظ ہے۔ جہاں تک اس کے قلمی مصاحف کا تعلق ہے، دنیا کے عجائب گھروں، سرکاری کتب خانوں، دینی مدارس اور ذاتی ذخائر میں کم از کم اس کے دو لاکھ سے زائد نسخے، جو مختلف صدیوں اور ادوار میں لکھے گئے، موجود ہیں۔

قرآن مجید کے حوالے سے متعدد علوم وفنون پیدا ہوئے۔ ان میں سے بعض کا تعلق اس کے علمی مباحث، تفسیری نکات، شرعی احکام اور موضوعاتی تشریحات سے ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ متنوع فنون بھی پیدا ہوئے، جن میں کتابت و خوشنویسی، نقاشی وتذہیب کاری، جلد سازی، تجوید وقراءت اور رحل سازی وغیرہ آج تک معروف اور مقبول ہیں۔ ان فنون میں ایک اور نئے فن کا اضافہ ہوا ہے، جو بیسویں صدی عیسوی کے اختتام تک تو جغرافیۂ قرآن، تذکرہ انبیائے کرام، اماکنِ قرآن اور اعلامِ قرآن کے حوالے سے بیسیوں کتابوں کی صورت میں ملتا ہے، مگر عالمی تہذیب کے تیسرے ہزاریے میں یہ فن قرآن فہمی کے ایک نئے اسلوب کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ قرآن مجید میں جن مقامات، شخصیات یا اقوام کا ذکر آیا ہے، انہیں جدید نقشوں اور جداول کے حوالے سے پیش کرنے کی پہلی مرتبہ ایک کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ یہ کوشش عالمِ عرب کے علمِ جغرافیہ کے ایک محقق دکتور شوقی ابو خلیل کی ''اطلس القرآن'' ہے۔

مذہبی کتب کی تشریح وتوضیح کے لیے عہد نامہ قدیم اور جدید میں مستشرقین نے جو کام کیا ہے، وہ اپنی علمی اور تحقیقی افادیت کے لحاظ سے قابلِ اعتنا ہے۔ تورات میں جن اماکن اور شخصیات کا ذکر ملتا ہے، یا اناجیلِ اربعہ میں جن اعلام، مقامات اور شخصیات کا تذکرہ ہے، وہ ایک درجن سے زائد جغرافی نقشوں کی کتابوں میں جنہیں اٹلس (Atlas) کہتے ہیں، بڑی خوبی کے ساتھ موجود ہے، مگر قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں عرب وحجاز کی جن اقوام، مقامات، شخصیات، سمندروں، دریاؤں، خلیجوں، جھیلوں، پہاڑوں، صحراؤں، غاروں، شہروں اور بستیوں کا ذکر ہے، ان کا تفصیلی مطالعہ تو سیکڑوں مصنّفین نے کیا ہے اور اس پر بہت مفید تحقیقی کتب بھی تحریر کی گئی ہیں، مگر ان معلومات کو جداول یا نقشوں کی مدد سے پیش کرنے کی کوئی معیاری کوشش ابھی تک ہمارے سامنے نہیں تھی، جس کے نتیجے میں قرآن مجید کا ایک قاری جب ایسے سب مقامات کا تذکرہ متنِ قرآن میں پڑھتا یا دیکھتا ہے، تو اس کے ذہن کے حاشیے پر تعیّن کے ساتھ کوئی تصویر نہیں ابھرتی۔ ہمیں تسلیم ہے کہ

مسلمان محققین اور علمائے کرام نے عرب وحجاز کی تاریخ وثقافت اور تہذیب وتمدن پر بہت معیاری کتابیں لکھی ہیں۔ عبید بن شریہ کی ''کتاب الملوك و اخبار الماضين'' ابوعبیدہ کی ''کتابِ مغازات'' مبرّد کی ''کتاب ایّام بنی مازن، نسب قحطان و عدنان'' ہشام کلبی کی مختلف کتابیں، ابن ہشام کی ''السیرۃ النبویۃ'' ابن الحائک ہمدانی کی '' صفة جزيرة العرب'' اور ''اکلیل'' ''ابن اسحاق کی ''کتاب السیرۃ'' ابوولید ازرقی کی ''اخبار مکّۃ'' ابنِ قتیبہ کی ''کتاب المعارف'' ابن واضح یعقوبی کی ''تاریخ یعقوبی'' ابوجعفر طبری کی ''تاریخ الرسل والملوك'' حمزہ اصفہانی کی ''تاریخ سنی ملوك الارض، مسعودی کی ''مروج الذهب'' ابوالفداء کی ''المختصر فی اخبار البشر'' ابن خلدون کی ''کتاب العبرو دیوان المبتداء والخبر'' اور ابن عساکر کی ''تاریخ دمشق'' کے نام سے مفید کتابیں لکھی گئیں، جن میں قرآن مجید میں بیان کردہ مقامات، شخصیات اور اعلام کے بارے میں مفید معلومات میسر آتی ہیں۔ اسی طرح جغرافیہ وتاریخ کے موضوع پر ہشام بن محمد کلبی، ابوسعید الاصمعی، سعدان ابن مبارک، ابوسعید حسن السکری، عمر بن رستہ، ابوزید بلخی، ابوسعید السیر افی، حسن بن محمد المعروف، محمود بن عمر زمخشری، البکری، امام سیوطی، ابن خردازبہ، ابن فقیہ ہمدانی، اصطخری، ابن مردویہ، ابن حوقل، مقدسی، ادریسی، یاقوت حموی، زکریا قزوینی اور شمس الدین دمشقی جیسے علما نے بہت مفید تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔ ادریسی کا بنایا ہوا نقشۂ عالم تو آج بھی ایک تاریخی اوّلیت کا حامل ہے۔ ابوریحان البیرونی کی ''الآثار الباقية عن القرون الخالية'' بھی بہت مفید معلومات فراہم کرتی ہے۔ ان سب کتب میں کسی نہ کسی درجے میں وہ افادیت ہے، جسے قرآن مجید کے مقامات، اقوام اور اشخاص کو سمجھنے میں گہری معاونت فراہم ہوسکتی ہے۔

گذشتہ صدی میں معروف محقق سید سلیمان ندوی نے ''تاریخ ارض القرآن'' کے عنوان سے 1912ء میں ایک کتاب لکھنا شروع کی، جس کی پہلی جلد اپریل 1915ء میں مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے تحقیقی مقدّمے میں انہوں نے جغرافیۂ قرآن اور تاریخ القرآن کے حوالے سے بہت اہم معلومات فراہم کی ہیں۔ گذشتہ صدیوں میں اس موضوع پر جن لوگوں نے علمی اور تحقیقی کام کیا ہے، ان کا اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ مستشرقین میں سے ریونڈ فاسٹر کی کتاب جو تاریخی اغلاط کا پلندہ ہے، اس کا ذکر کرنے کے بعد نولدیکی اور روبرٹس سمتھ نے عربوں کے قبائل اور انساب کے سلسلے میں قدرے درست اور زیادہ تر غلط باتوں کی نشاندہی کی۔

''تاریخ ارض القرآن'' کی پہلی جلد میں ارض قرآن کا جغرافیہ، اقوامِ عرب کے سیاسی، تاریخی، نسبی اور قومی حالات و واقعات کی تفصیل فراہم کی گئی ہے، مگر اس پوری کتاب میں صرف چند جداول اور نقشے آپ کو ملیں گے، جو مصنّف موصوف کے ذاتی ذوق وشوق کے آئینہ دار تو ہیں، مگر ہم انہیں علم جغرافیہ کے اصول وضوابط سے بہت دور پاتے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے حصّے میں اقوامِ عرب کے السنہ، علاقائی ادیان و مذاہب، تمدن وثقافت اور تجارت و معاشرت کے علاوہ اصحاب الحجر، بنوقیدار، قریش مکّہ، انصار مدینہ اور بعض دوسرے موضوعات پر قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

جغرافیۂ قرآن اور عرب وحجاز کے آثار وعتیقیات پر دوسری اہم کتاب محمد عاصم الحداد کا ''سفر نامۂ ارض القرآن''

ہے۔ یہ سفر سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (م 1979ء) نے تفہیم القرآن کے تاریخی مقامات، آثار اور عمارات کی تفہیم کے لیے 3 نومبر 1959ء سے 4 فروری 1960ء تک اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اختیار کیا۔ اس مفید سفرنامے میں نثری تفصیلات کے علاوہ 56 تصاویر اور تین نقشے پیش کیے گئے ہیں۔ انہی جغرافیائی معلومات اور آثار کی مدد سے سید مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''تفہیم القرآن'' کی چھ جلدوں میں سے پہلی چار جلدوں میں 27 نقشے اور کچھ تصاویر پیش کی ہیں۔ یہ نقشے درست معلومات تو فراہم کرتے ہیں مگر فنی پختگی سے محروم ہیں۔

اردو زبان میں ''جغرافیۂ قرآن'' کے عنوان سے ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی فرمائش پر انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی نے ایک مختصر کتاب لکھی ہے، جسے انجمن ترقی اردو، کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی ایک بڑے سائز کا نقشہ شامل ہے، جسے نقشۂ ارضِ قرآن کہا گیا ہے، مگر یہ بھی قرآنی مقامات، شخصیات یا اعلام کے بارے میں واضح معلومات سے محروم ہے۔ البتہ مصنف نے اس میں لکھا ہے کہ اس نے اس جغرافیۂ قرآن کو جغرافیۂ بائبل کی طرز پر مرتب کیا ہے اور اس سلسلے میں قدیم و جدید اثری تحقیقات سے مدد لی گئی ہے۔ سرسید احمد خاں نے بھی 1870ء میں جب ''الخطبات الاحمدیة فی سیرة المحمدیة'' لکھی تو اس میں کچھ جداول اور نقشے شامل کیے۔ اس سے قبل اردو تصنیفات سرے سے قرآنی معلومات کو جداول یا نقشوں کی مدد سے پیش کرنے کے ذوق سے خالی اور عاری دکھائی دیتی ہیں۔

الدکتور شوقی ابوخلیل کی ''اطلس القرآن: اماکن، اقوام، اعلام'' عربی زبان میں دارالفکر المعاصر، بیروت اور دارالفکر، دمشق سے شائع ہوئی ہے۔ یہ پہلی قرآنی اطلس ہے، جسے جدید فنی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے اس مقصد کے لیے قرآن مجید کی آیات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، اور ان تمام آیات کو جمع کیا، جن میں اماکن، اقوام، اعلام یا دوسری جغرافیائی معلومات کے بارے میں ذکر ملتا ہے۔ پھر ہر موضوع پر متعلقہ آیات کا انتخاب، معلومات کے جداول اور بعد ازاں ان کے فنِ جغرافیہ کی روشنی میں واضح رنگدار نقشے ترتیب دیے، جن سے قرآن مجید کے اس متعلقہ متن میں موجود مقامات، شخصیات اور اعلام کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس اطلس میں نقشوں کی تعداد 75، جداول کی تعداد 31 اور تصاویر کی تعداد 21 ہے۔

مصنف کا دعویٰ ہے کہ گزشتہ صدیوں اور دور حاضر میں اس فنی نوعیت کا کام کہیں موجود نہیں ہے۔ ہر چند زمخشری کی ''الجبال والأمکنة والمیاه'' اور یحیٰ بن عبداللہ معلّمی کی ''الاعلام فی القرآن الکریم'' جیسی مفید کتابیں موجود ہیں، مگر ان کے مطالعے سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو دکتور شوقی ابوخلیل کی اطلس کے مطالعے سے پیدا ہوتی ہے۔ البتہ انہیں بھی بعض قرآنی مقامات اور اشخاص کے بارے میں معلومات فراہم نہ ہو سکیں اور اس سلسلے میں انہیں بہت سی تحقیقی دقتیں اور علمی دشواریاں درپیش رہیں۔ ایسے مقامات و اشخاص میں سدرة المنتہیٰ، اصحاب الاعراف، اصحاب الیمین، کوثر، تسنیم، ابلیس، ابولہب، اسباط اور اصحاب الشمال جیسے عنوانات ہنوز تحقیق طلب ہیں۔

اہل علم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ قرآنی مقامات و اشخاص اور اعلام کی وضاحت کے سلسلے میں ہم تورات اور بائبل

کی جغرافیائی معلومات پر آنکھیں بند کر کے یقین نہیں کر سکتے۔ہم بغیر کسی علمی تعصب کے ان کی بعض تحقیقی کوششوں اور آثار کی دریافتوں کو بنظرِ تحسین دیکھتے ہیں، مگر ان معلومات پر کلیۃً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔خود قرآن مجید کے تفسیری سرمائے میں اسرائیلیات کی بھرمار نے قرآن فہمی کے راستے میں دیواریں حائل کر دی ہیں۔بعض آیات کی تشریح و توضیح میں مفسّرین کے ہاں اختلاف رائے پایا جاتا ہے، ایسی تمام صورتوں میں دکتور شوقی نے اپنا الگ نقطۂ نظر تشکیل دینے کی کوشش کی ہے اور اس کے لیے اپنا استدلال بخوبی واضح کیا ہے۔

اس موضوع کے شائقین کو اس حقیقت کی بھی خبر ہوگی کہ ہمارے قدیم تاریخی اور جغرافیائی ذخیرے میں جو معلومات جن ناموں اور اصطلاحات کے ساتھ درج ہیں، دورِ جدید میں بعض نام بالکل تبدیل ہو چکے ہیں۔ایک مزید دقت یہ بھی ہے کہ بعض مقامات ماضی میں تو موجود تھے مگر اب ان میں سے بہت کم ایسے ہیں کہ جن کے آثار موجود ہیں۔ماضی میں یہ مقامات اگر کسی ایک مملکت کی حدود میں واقع تھے تو اب ملکوں کی سیاسی اور تاریخی تقسیم نے ان مقامات کے ممالک کی نوعیت اور حدود کو تبدیل کر دیا ہے۔مثال کے طور پر ''بعلبک'' کو ہماری معجم البلدان کی کتابوں میں ملکِ شام کے ایک شہر کے بطور متعارف کرایا گیا ہے، مگر ان دنوں وہ ملکِ شام کے بجائے لبنان کی مملکت میں موجود ہے۔اسی طرح بعض ملکوں اور شہروں تک کے ناموں میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے، جیسے قدیم شام کو اب عربی میں سوریہ اور انگریزی میں سیریا (SYRIA) لکھا جاتا ہے۔دکتور شوقی ابوخلیل نے ایسے تمام عقدوں اور مشکلات کو جدید معلومات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے تیار کردہ رنگدار نقشوں میں بھی ان تمام تغیرات کی مناسب اور موزوں توضیحات اور متن میں ضروری تشریحات اور تعلیقات موجود ہیں۔ایسی سب درست معلومات فہم قرآن کے عمل کو آسان بنا دیتی ہیں۔

ادارۂ دارالسلام نے ''اطلس القرآن'' کے اس اہم ترین تحقیقی مأخذ کو اردو خواں دنیا کی معلومات اور رہنمائی کے لیے اردو زبان کے قالب میں ڈھالا ہے۔اس نوع کی علمی اور تحقیقی کتابوں کا ترجمہ کوئی آسان کام نہیں، بلکہ اس کے فنی تقاضے، عام دوسری کتابوں سے دو چند ہوتے ہیں۔مقامِ مسرّت ہے کہ ہمارے دوست شیخ الحدیث حافظ محمد امین حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس فنی کتاب کے اردو ترجمے میں ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہے۔راقم نے عربی متن اور اس کے اردو ترجمے کے تقابل میں یہ محسوس کیا ہے کہ پوری کتاب میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جس کے اردو ترجمے میں اب کسی نوعیت کا کوئی ابہام موجود ہو۔اس ترجمے میں مزید خوبی کا عنصر فاضل اہلِ علم محسن فارانی صاحب کی ان اضافی توضیحات و تشریحات سے پیدا ہوا ہے جن کی نوعیّت بعض مقامات پر اگر توضیح کی ہے، تو چند مقامات پر ان کی تحقیقات کا درجہ تصحیح کا مرتبہ رکھتا ہے۔یہ علمی بخل ہوگا کہ اگر ان کی اس تحقیقی مساعی کی کماحقہٗ داد نہ دی جائے۔محسن فارانی صاحب نے اس متن کے جغرافیائی تعیّنات کے سلسلے میں جن مصادر اور مراجع کی طرف توجہ دی ہے، ان میں متعدد تفاسیر، کتبِ تاریخ و رجال، جامعہ پنجاب کے دائرۃ المعارف، اطلس العربی الاسلامی اور بلدان و جغرافیہ کی متعدد کتابیں شامل ہیں۔فارانی صاحب نے ان کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے، جن کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں۔اس تحقیقی نظر سے کم از کم پانچ مقامات کے بارے میں وہ وضاحت ملتی

ہے جسے فارانی صاحب کے حقیقی اضافات قرار دیا جا سکتا ہے۔

''اطلس القرآن'' اردو زبان کے ذخیرے میں تحقیقی مراجع اور مصادر کا استناد رکھتی ہے۔ ایسی علمی اور تحقیقی کاوشوں کے اردو ترجمے سے نہ صرف ہماری معلومات میں گرانقدر اضافہ ہوتا ہے، بلکہ خود اردو زبان کا دامن بھی نئے الفاظ و اصطلاحات کا خزینہ دار بن جاتا ہے۔ ادارۂ دارالسلام نے اس ترجمے کو اصل عربی اشاعت سے بھی بہتر بنانے کی کوشش کی ہے، جس کے باعث یہ تحقیقی کاوش اپنی علمی افادیت اور حسنِ طباعت کے باعث ایک تخلیقی شاہکار بن گئی ہے۔ راقم الحروف کے لیے یہ سعادت کیا کم ہے کہ مجھے اس کے ترجمہ و تحقیق کے بعض مراحل میں مشاورت کا اجر حاصل ہوا اور اس گرانقدر تحقیقی اور علمی سوغات کا مقدّمہ لکھنے کی عزت بھی حاصل ہوئی۔ دارالسلام کی جانب سے ''اطلس القرآن'' کا یہ تحفہ قرآن فہمی کے اردو خواں شائقین، علما اور طلبہ کے لیے لائق مبارک ہے۔ میرے نزدیک اس امر کی ضرورت ہے کہ اس درجہ مفید کتاب کے تراجم دنیا کی دوسری علمی زبانوں میں بھی کیے جائیں۔ عالمِ اسلام میں دارالسلام ہی کو یہ فنی اور تحقیقی ماحول میّسر ہے کہ وہ اس نوعیّت کے علمی کارناموں کو دوسری زبانوں میں متعارف کرا سکے۔ اللہ تعالیٰ برادرم عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ اور دارالسلام کے شعبۂ تحقیق کے اراکین کی ان کوششوں کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

العبد المذنب

پروفیسر عبدالجبار شاکر

بیت الحکمت، لاہور

14/ اکتوبر 2003ء

بمطابق 17 شعبان 1424ھ

تقدیم

الحمد للّٰہ' والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا رسول اللّٰہ' وعلیٰ آلہ واصحابہ ومن والاہ' امابعد!

اس اٹلس، جس میں قرآنِ عظیم میں مذکور مقامات' اقوام اور شخصیات سے متعلق نقشہ جات ہیں' کی سوچ میرے ذہن میں ۱۹۹۰ء میں پیدا ہوئی جب میں نے شبہ جزیرۂ عرب کا ایک نقشہ دیکھا جس میں ایک مقام پر ''قبر ہود'' لکھا تھا۔ علیہ السلام یہ مقام علاقہ ''حضرموت'' کے ایک شہر ''تریم'' کے مشرقی جانب واقع تھا۔ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ جب کوئی مسلمان قرآن مجید پڑھتا ہے اور اس کے سامنے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ آتا ہے تو کیا اس کے دل میں کبھی یہ خیال آتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کہاں رہتے تھے یا جب وہ احقاف کا واقعہ سنتا ہے تو کیا اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہاں واقع ہے؟

اور پھر جب میں نے شہر ''باکو'' کے قریب آتش پرستوں کا ایک معبد دیکھا تو یہ سوچ اور بڑھی۔ میں نے اپنے آپ سے پھر وہی سوال کیا کہ جب کوئی مسلمان قرآن مجید میں مجوسیوں اور صابیوں کا تذکرہ پڑھتا ہے تو کیا اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی کہاں رہتے تھے؟ اور صابیوں کا ٹھکانا کہاں تھا؟ اور کیا اب بھی ان میں سے کوئی باقی ہے؟

پھر یہ سوچ بڑھتی گئی حتیٰ کہ نقطۂ کمال تک پہنچ گئی اور اس کا طریق کار واضح ہو گیا اور سب نین نقشہ سامنے آ گیا، تو میں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا منصوبہ شروع کر دیا۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گذشتہ اسلامی تاریخ میں اس انداز کا کام نہیں ہوا اگرچہ مؤرخین نے اس بارے میں چند باتیں لکھی ہیں اور قرآنی مقامات کے بارے میں لغات کے انداز میں کچھ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ مگر ایک تو ان میں استیعاب نہیں دوسرے ان میں نقشہ جات کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ مثلاً: علامہ زمخشری کی کتاب ''**الجبال والأمكنة والمياه**'' اور یحییٰ عبداللہ معلّمی کی ''**الأعلام في القرآن الكريم**'' وغیرہ۔

میں نے قرآن مجید کو اس نقطۂ نظر کے ساتھ پورے غور وفکر سے پڑھا ہے اور ان تمام آیات کو الگ جمع کر لیا جن میں کسی بھی مقام' قوم یا شخصیت کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر ان کی مختصر تشریح کے ساتھ متعلقہ نقشہ جات تیار کیے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ سب کام بغیر کسی رکاوٹ اور مشکل کے سرانجام پا گئے' بلکہ بعض مقامات پر سخت مشکلات پیش آئیں مثلاً: سدرۃ المنتہیٰ' اصحاب الاعراف' اصحاب الیمین' نہر کوثر' تسنیم' ابلیس' ابولہب' اسباط' اصحاب الشمال وغیرہ یہ اور اس قسم کی بعض دوسری چیزوں کا تو کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔ میں سوچتا رہا کہ ان کے نقشوں کی کیا سبیل ہو؟

ایک اور بہت بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ قرآنی واقعات سے متعلقہ بہت سی کتابیں حتیٰ کہ بعض تفاسیر بھی ان اسرائیلی روایات سے بھرپور ہیں جن کا انحصار تورات پر ہے' تو کیا ان کو معتبر سمجھا جائے؟ اس اشکال کا فوری جواب تو یہی ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ صرف انہی روایات کو تسلیم کیا جائے جو ہماری معتبر کتب میں درج ہیں کیونکہ قرآن مجید کی تفسیر کے ضمن میں تورات پر اعتماد کرنا بہت خطرناک چیز ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کوئی روایت کسی اسلامی عقیدے کے خلاف

نہ ہوتو اس کو ایک قول اور احتمال کے طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔ ویسے یہ بہت کم ہوا ہے۔ اگر کسی معاملے میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں تو میں نے ان سب کا ذکر کر دیا ہے' البتہ ان میں سے مدلل رائے کو ترجیح دی ہے۔

ایک مشکل یہ تھی کہ ابتدا کہاں سے کی جائے؟ اس سلسلے میں میں نے انبیاء علیہم السلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے متعلقہ نقشہ جات اور ان کی وضاحت پیش کرتے ہوئے زمانی ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے جس طرح قرآن مقدس میں وارد ہے۔ اور پھر اٹلس کے آخر میں تفصیلی فہرست ذکر کر دی ہے جس کی مدد سے قاری اپنے مطلوب تک بآسانی پہنچ سکتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ اٹلس قصص الانبیاء یا قرآنی واقعات کی کتاب نہیں نہ یہ تفسیر کی کتاب ہے کیونکہ قصص الانبیاء اور قرآنی واقعات سے متعلقہ کتابیں تو بہت زیادہ ملتی ہیں اور بہتر سے بہتر تفاسیر بھی موجود ہیں' بلکہ یہ کتاب قرآن مجید کا جغرافیہ ہے جسے رنگدار نقشہ جات اور ضروری تشریحات کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔ میں نے نقشہ جات کے علاوہ متعلقہ نام کے بارے میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ وہ نام قرآن مجید میں کتنی دفعہ آیا ہے' نیز موضوع سے متعلق چند منتخب آیات بھی ذکر کر دی ہیں تا کہ اختصار کے ساتھ مقصود واضح ہو جائے۔

اس اٹلس میں سمندروں' دریاؤں اور اہم شہروں کو آج کی موجودہ صورت میں ظاہر کیا گیا ہے تا کہ قاری ان کے حقیقی مقام کو جان سکے۔ البتہ تاریخی مقامات کو قدیم ناموں سے ظاہر کیا گیا ہے جس طرح میں نے اپنی کتاب ''اطلس التاریخ العربی الاسلامی'' میں کیا ہے۔ اسی طرح میں نے خلیج عربی کی وہ پیمائش ظاہر کی ہے جو آج سے پانچ ہزار سال پہلے تھی تا کہ قاری اس دور کی خلیج عربی کا تصور کر سکے اور پھر آج کی جغرافیائی حدود سے اس کا تقابل کر سکے۔ کہیں کہیں نقشہ جات کو دوبارہ پیش کرنے کی بجائے صرف حوالہ دیا گیا ہے کیونکہ ایک ہی نقشہ بار بار پیش کرنا مناسب نہ تھا۔ بعض مقامات پر کسی معمولی مناسبت کی وجہ سے نقشہ لگا دیا گیا ہے' اگر چہ ضروری نہ تھا' تا کہ اچھی طرح وضاحت ہو سکے اور عمومی فائدہ حاصل ہو۔ اس قرآنی اٹلس میں میں نے ایسا طریق کار اختیار کیا ہے کہ جس کے بارے میں میرا دعویٰ ہے کہ میرے علم کے مطابق اس سے پہلے ایسا کام نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اور وہی ارادے کو عملی جامہ پہنانے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبوب کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہونے والی اس الٰہی کتاب کی کسی بھی لحاظ سے خدمت اس خادم کے لیے شرف عظیم کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اتنا احسان ہی بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کام کا خیال پیدا فرمایا اور اپنی عظیم الشان کتاب کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائی۔ زہے عز وشرف جس کو نصیب ہو۔ ناشکری ہوگی اگر میں اس اٹلس کی تیاری کی سلسلے میں مکتبہ دارالفکر کی خدمات کا تذکرہ نہ کروں جنھوں نے ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی اور تمام ضروری سہولیات بہم پہنچائیں اور اس کام کی نگرانی کی تا کہ یہ کتاب بھی اس مکتبہ کی دوسری کتب کی طرح بہترین انداز میں شائع ہو۔

ڈاکٹر شوقی ابوخلیل

دمشق ۲۲ جمادی الآخر ۱۴۲۱ھ / ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء

جنوبی میسوپوٹیمیا
(مابین النهرین)
سن ۳۲۰۰ ق م
موجودہ بغداد
سبار (ابوحبہ)
دگلت (دریائے دجلہ)
کوثیٰ
ہندیہ
بابل
کیش
احمیر
باسہا
موجودہ نجف
شط العمارہ
جنوبی میسوپوٹیمیا
نیبور (نیفر)
ارب
عمارہ
اومّا (جوہا)
لیرا
شروباک (فارہ)
لاکاش (تلو)
شط الہندیہ
خلیج فارس (خلیج عربی) کی حدود
۳۲۰۰ ق م میں
سماوہ
اوروک (اورکاء)
لارسا (سنکرہ)
اور (المقیّر)
وہ مقام جہاں اب دجلہ اور فرات
مل کر شط العرب بناتے ہیں
اریدو (ابوشہرین)
120
80
40
کلومیٹر
موجودہ بغداد
۳۵۰۰ ق م میں
خلیج کی حدود موجودہ
نیفر تک وسیع تھیں
خلیج کی حدود
۳۵۰۰ ق م میں
خلیج فارس
خلیج فارس (خلیج عربی) اور دجلہ وفرات کے طاس
[محکمۂ آثار قدیمہ (بغداد) کے ریکارڈ میں]

مابین النهرین (میسوپوٹیمیا)

دجلہ اور فرات نامی دو دریاؤں کے درمیان واقع سرزمین زمانۂ قدیم سے میسوپوٹیمیا یا الجزیرہ یا ''مابین النہرین'' کہلاتی ہے۔ میسوپوٹیمیا یونانی نام ہے جو دو لفظوں Mesos (درمیان) اور Potomos (دریا) سے مرکب ہے' گویا میسوپوٹیمیا کے معنی ہیں ''دریاؤں کے مابین سرزمین۔'' اس سرزمین میں مختلف زمانوں میں اکاڈی' سُمیری' بابلی (کلدانی) اور اشوری تہذیبیں پروان چڑھیں۔ اشوری تہذیب جو دریائے فرات کے مشرق اور مغرب میں پھلی پھولی' اس کی نسبت ہی سے ملک شام اب السوریہ (Syria) کہلاتا ہے۔ میسوپوٹیمیا کا بیشتر علاقہ اب عراق میں شامل ہے۔ میسوپوٹیمیا کو عربی میں ''بِلادُ الرَّافِدَیْن'' بھی کہتے ہیں کیونکہ دجلہ وفرات کو رافدَین (دو دھارے) کہا جاتا ہے۔

سمیری اور اشوری دجلہ کو ''دگلت'' یا ''ادگلت'' اور فرات کو ''پوراتو'' کے نام دیتے تھے۔ اور ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے (3200 ق م میں) یہ دونوں دریا آج کی طرح قرنہ کے مقام پر نہیں ملتے تھے جو خلیج فارس (خلیج عربی) سے تقریباً 160 کلومیٹر دور ہے بلکہ اس زمانے میں خلیج فارس ''اُور'' (ابراہیم علیہ السلام کا مسکن) تک وسیع تھی جبکہ آج کل اُور ساحل سمندر سے تقریباً 260 کلومیٹر دور ہے۔ یوں دجلہ اور فرات کا سنگم یعنی ''قرنہ'' کا مقام اس عہد میں خلیج فارس کے اندر ڈوبا ہوا تھا۔ آج کل دجلہ اور فرات کا مشترکہ دھارا ''قرنہ'' سے عراقی بندگاہ ''الفاؤ'' تک تقریباً 150 کلومیٹر طویل ہے اور اسے شط العرب کہا جاتا ہے لیکن زمانۂ قدیم میں دجلہ اور فرات الگ الگ سمندر میں گرتے تھے۔ دجلہ کا زیریں دھارا شط العمارہ کہلاتا تھا اور فرات کے زیریں دھارے کو شط الہندیہ کہتے تھے۔ اس سے بھی پہلے 3500 ق م میں خلیج کی حدود موجودہ نیفر تک وسیع تھیں۔

میسوپوٹیمیا کے بعض قدیم شہروں اور قصبوں کے قدیم اور موجودہ نام (قوسین میں) یوں ہیں:

اُور (تل المقیَّر)' اوروک (الورکاء)' لاکاش (تلو)' شروباک (فارہ)' سبار (ابوحیّہ)' نیبور (نیفر)' اُوما (جوھا)' سماوہ (السماوہ)' اریدو (ابوشھرین)' لارسا (سنکرہ)' اشور (قلعہ شرقاط)۔

دریائے فرات: یہ تاریخی دریا شمال مشرقی ترکی میں آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلتا ہے۔ قرہ صو (450 کلومیٹر) اور مرادصو (650 کلومیٹر) دو دریا الازغ کے شمال مغرب میں ملتے ہیں تو دریائے فرات بنتا ہے۔ دریائے فرات کی کل لمبائی 2780 کلومیٹر ہے جس میں سے 650 کلومیٹر شام میں اور 1200 کلومیٹر عراق میں ہے۔ کوہستانی علاقے سے نکل کر فرات الجزیرہ میں داخل ہوتا ہے اور شام میں الرّقہ اور دیرالزور کے پاس بہتا ہے۔ حاران کی طرف سے آنے والا دریا بلیخ' الرقّہ کے پاس فرات سے ملتا ہے اور بصیرہ کے مقام پر دریائے خابور کا اس سے ملاپ ہوتا ہے۔ ابوکمال سے ذرا آگے

فرات، عراق میں داخل ہوتا ہے اور پھر سینکڑوں کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے القرنہ کے مقام پر دریائے دجلہ سے آملتا ہے۔ **القائم، عنة، حديثه، خان البغدادى، هيت، رمادى، فَلُّوجه، المسيب، الهنديه، كوفه، ابوصحير، سماوه، الناصريه،** اور **سوق الشيوخ** نامی عراقی شہر فرات کے کنارے واقع ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اُور (**تـل الـمُقيَّر**) الناصریہ کے بالمقابل فرات سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ سدّ الہندیہ کے قریب فرات کی ایک شاخ شط الحلہ نکلتی ہے جس پر بابل کے کھنڈر اور حِلہّ، ہاشمیہ اور دیوانیہ نامی شہر آباد ہیں۔ ہاشمیہ، خلافت عباسیہ کا پہلا دارالخلافہ تھا۔ یہ شاخ سماوہ سے آگے پھر دریائے فرات سے جاملتی ہے۔ دجلہ وفرات کے سنگم القرنہ سے آگے دریا شط العرب کہلاتا ہے جو بصرہ (عراق) اور خرم شہر اور عبادان (ایران) کے پاس سے بہتا ہوا خلیج فارس میں جا گرتا ہے۔ عراق میں دریائے فرات میدانی علاقے میں بہتا ہے۔ فرات کی شاخ شط الحلّہ پر بخت نصر کا دارالحکومت بابل اور پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس السّفاح کا تعمیر کردہ دارالحکومت ہاشمیہ واقع ہیں۔

فرات (شط الہندیہ) کے مغربی کنارے پر القادسیہ سے کچھ دور کوفہ کا مشہور شہر ہے جسے 656ء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دارالخلافہ بنایا تھا۔ اس کے قریب ہی 657ء میں صفین کے مقام پر علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے مابین جنگ ہوئی تھی۔ کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان کا مزار قریب ہی نجف اشرف میں واقع ہے۔ کوفہ سے 40 کلومیٹر شمال مغرب کی جانب فرات کے مغربی کنارے پر ہٹ کر کربلا کا شہر ہے جہاں 680ء میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ قادسیہ جہاں 16ھ-637ء میں مسلمانوں اور ایرانیوں کی مشہور جنگ ہوئی تھی، کوفہ سے پانچ فرسخ یعنی 24 کلومیٹر دور ہے جبکہ عذیب کوفے سے چھ سات کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ فرات کے مغربی کنارے پر، بابل کے بالمقابل، کوفہ اور نجف کے درمیان حیرہ کے کھنڈر ہیں جو لخمی عرب سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ نعمان بن منذر کی نسبت سے اسے حیرۃ النعمان بھی کہتے ہیں۔ حیرہ کے حکمران نسطوری عیسائی تھے۔

دریائے فرات پر شام میں ''طبقہ'' کے مقام پر اور عراق میں رمادی، حبانیہ اور ہندیہ کے مقامات پر بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ فرات کا پانی جھیل حبانیہ (نزد رمادی) اور ہور الحمار (بصرہ اور سوق الشیوخ کے مابین دلدل نما جھیل) کو بھی سیراب کرتا ہے۔

دریائے دجلہ: عراق کا یہ دریا 1950 کلومیٹر طویل ہے۔ یہ الازغ کے قریب ترکی کے پہاڑوں سے نکلتا ہے جہاں اس کا منبع دریائے فرات سے محض بیس پچیس کلومیٹر دور ہے۔ یہ دیار بکر کے نزدیک سے گزر کر شام کی سرحد کو چھوتا ہوا عراقی الجزیرہ میں داخل ہوتا ہے۔ پھر موصل، تکریت، سامرّاء، بَلَد، بغداد، الکوت اور العمارہ کے پاس سے گزرتا ہوا القرنہ کے مقام پر دریائے فرات سے آملتا ہے اور آگے خلیج فارس تک دونوں کے مجموعی دھارے کا نام شط العرب ہے۔ اس میں سد الکوت سے آگے جہاز رانی ہوتی ہے۔ الکوت سے ذرا پہلے دجلہ کی ایک شاخ نکلتی ہے جو الحی، الرفاعی اور الشطرہ کے پاس سے گزر کر سوق الشیوخ سے آگے فرات میں جاملتی ہے۔ خابور، زاب کبیر، زاب صغیر، العظیم اور دیالی اس کے معاون دریا ہیں۔ خابور

کے سوا باقی سب ایران سے بہہ کر آتے ہیں۔ دجلہ پر سامرّاءٗ کوت اور عمارہ کے قریب بند باندھے گئے ہیں۔ کئی رابطہ نہریں دجلہ کو فرات سے ملاتی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی شط الغراف کہلاتی ہے۔ دجلہ کے مشرقی کنارے پر موصل کے بالمقابل قدیم تاریخی شہر نینویٰ کے کھنڈر ملتے ہیں۔

مدائن: دیالی اور دجلہ کے سنگم سے نیچے دجلہ کے مشرقی کنارے پر اکاسرۂ فارس (ساسانیوں) کے دارالحکومت مدائن کے آثار ملتے ہیں جسے یونانی میں ''طیسفون'' کہا جاتا ہے۔ آج کل وہاں قصبہ سلمان پاک یا سلمان باک آباد ہے۔ دراصل سکندر اعظم کے ایک جانشین سلیوکس اوّل نے یہاں دجلہ کے کنارے 307ق م میں اپنا دارالحکومت ''سلوکیہ'' آباد کیا تھا۔ 140ق م میں پارتھیوں (پارسیوں یا فارسیوں) نے اس پر قبضہ کرلیا۔ پارتھیوں نے اس کے پاس اپنا دارالحکومت طیسفون آباد کیا۔ عربوں نے سلوکیہ اور طیسفون کو مجموعی طور پر مدائن کہنا شروع کیا جوکہ ساسانیوں کا بھی دارالحکومت رہا۔ یہیں 628ء میں ساسانی شہنشاہ خسرو پرویز کو نبی کریم ﷺ کا دعوتی خط ملا تھا جسے پھاڑ کر اس نے اپنی اور اپنی سلطنت کی تباہی پر مہر ثبت کردی تھی۔ 15ھ (637ء) میں مسلمانوں نے مدائن فتح کرلیا جب انہوں نے اپنے گھوڑے دجلہ میں ڈال دیے تھے اور ایرانی دیواں آمدند دیواں آمدند (دیو آگئے' دیو آگئے) کہتے ہوئے مدائن سے بھاگ نکلے تھے۔ سلمان پاک (مدائن) میں کسریٰ کے قصر سفید (طاق کسریٰ) کے آثار قابل دید ہیں۔

نینویٰ: اسے نینوہ یا نینواہ بھی کہتے ہیں (جغرافیہ خلافت مشرقی)۔ اشُوریوں نے اسے گیارہویں صدی ق م میں دارالحکومت بنایا تھا۔ شمالی عراق میں نینویٰ کے کھنڈر دجلہ کے مشرق میں ''تل قویونجیق'' کے مقام پر ملتے ہیں جو موصل کے قریب واقع ہے۔ شاہ سنحارب (704 تا 681ق م) کے عہد میں اس نے بہت شہرت پائی۔ یہاں سنحارب اور اشور بنی پال کے محلات قابل دید ہیں۔ نینویٰ شمالی عراق کا ایک صوبہ بھی ہے جس کا دارالحکومت موصل ہے جو دجلہ کے مغربی کنارے پر ہے۔

اَشُور: صوبہ نینویٰ میں شرقاط کے قریب دجلہ کے مغربی کنارے پر اَشُوریوں کا تاریخی شہر ہے جو نینویٰ سے پہلے ان کا دارالحکومت تھا۔ اس کی بنیاد تیسری ہزاری ق م میں پڑی تھی۔ یہاں اٹھارویں صدی ق م میں اشوری سلطنت قائم ہوئی۔ یہاں بہت بڑا اشوری معبد بھی تھا۔ 612ق م میں اشور پر بابلی غالب آئے۔ 140ق م میں پارتھیوں نے اس پر قبضہ کر کے اسے ترقی دی مگر روم وایران کی جنگوں میں اسے نقصان پہنچا حتیٰ کہ شاپور (شاہ پور) اول ساسانی نے 257ء میں اسے تباہ و برباد کردیا۔

حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید کی پچیس آیات میں پچیس بار آیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	31...37
آل عمران	3	33‘59
المائدة	5	27
الاعراف	7	11‘19‘26‘27‘31‘35‘172
الاسراء	17	61‘70

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الکھف	18	5
مریم	19	58
طٰهٰ	20	115‘116‘117‘120‘121
یٰسٓ	36	60

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ
نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ
فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾
قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ
مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ
مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ
فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ
فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا
اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

”ذرا تصور کیجیے جب آپ کے رب کریم نے فرشتوں کو بتلایا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے لگا ہوں۔ وہ کہنے لگے: کیا آپ ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو زمین میں فساد برپا کرے گی اور خون ریزی کرے گی؟ جبکہ ہم ہر قسم کی تحمید

وتقدیس وتسبیح میں مشغول رہتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔'' اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام ناموں کا علم عطا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کیں اور فرمایا: ''مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو (کہ اس مخلوق سے ہم افضل ہیں)۔'' فرشتے کہنے لگے: ''مولا! نقص سے پاک تو آپ ہی ہیں ہمیں تو بس اتنا ہی علم ہے جو آپ نے ہم کو دیا ہے۔ بلاشبہ آپ ہی سب کچھ جاننے والے اور خوب حکمت والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آدم! ان کو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔'' جب آدم (علیہ السلام) نے ان کو ان چیزوں کے نام بتادیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میں آسمان وزمین کی تمام چھپی چیزوں کو جانتا ہوں اور تمہارے ظاہر و باطن کو بھی خوب جانتا ہوں؟'' پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اس طرح وہ کافر ہو گیا۔ ہم نے کہا: ''آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور اس میں جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ البتہ فلاں درخت کے قریب نہ جانا ورنہ ظالم بن جاؤ گے۔'' لیکن شیطان نے ان کو پھسلا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ ہم نے کہا: ''اتر جاؤ' تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ زمین میں تم ایک مقررہ وقت تک رہو گے اور فائدہ اٹھاؤ گے۔

پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھ لیے (اور توبہ کی) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

ہم نے کہا: ''تم سب یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس ہماری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (اس پر عمل کرنا کیونکہ) جو شخص میری ہدایت پر عمل کرے گا اسے کسی قسم کا خوف و غم نہ ہوگا۔'' (البقرۃ 2/30...38)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلَىٰٓ ءَادَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِىَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُۥ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَٰٓئِكَةِ ٱسْجُدُوا۟ لِءَادَمَ فَسَجَدُوٓا۟ إِلَّآ إِبْلِيسَ أَبَىٰ ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يَٰٓـَٔادَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ ٱلْجَنَّةِ فَتَشْقَىٰٓ ﴿١١٧﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا۟ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ ٱلشَّيْطَٰنُ قَالَ يَٰٓـَٔادَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ ٱلْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿١٢٠﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءَٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ ٱلْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰٓ ءَادَمُ رَبَّهُۥ فَغَوَىٰ ﴿١٢١﴾ ثُمَّ ٱجْتَبَٰهُ رَبُّهُۥ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿١٢٢﴾ قَالَ ٱهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًۢا ۖ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّى هُدًى فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾

''ہم اس سے پہلے آدم کو تاکیدی حکم دے چکے تھے مگر وہ بھول گئے۔ ہم نے ان میں عزم نہ پایا۔ اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ ہم نے کہا: ''اے آدم! یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے کہیں یہ تمہیں جنت سے نکلوا نہ دے کہ تم مصیبت میں پھنس جاؤ۔ یہاں تو تجھے سہولت حاصل

ہے کہ تو اس میں نہ بھوک محسوس کرتا ہے نہ ننگا ہوتا ہے نہ تجھے پیاس لگتی ہے اور نہ دھوپ۔'' لیکن شیطان نے اسے بہکایا کہ آدم! کیا میں تجھے وہ درخت نہ بتلاؤں جس سے تو ہمیشہ رہے گا اور کبھی ختم نہ ہونے والی بادشاہت نصیب ہوگی؟'' اس طرح وہ دونوں ممنوعہ درخت کھا بیٹھے۔ نتیجتاً انہیں ایک دوسرے کی شرمگاہیں نظر آنے لگیں تو وہ لگے جنت کے پتوں سے اپنے آپ کو ڈھانپنے۔ گویا آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ راست سے بھٹک گئے (مگر ان کے توبہ کرنے پر) اللہ تعالیٰ نے انہیں (نبوت کے لیے) منتخب فرمایا اور توبہ قبول کر کے ان کو راہ راست پر لے آئے۔

فرمایا: ''تم دونوں جنت سے اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے' پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو (اس پر عمل پیرا ہونا کیونکہ) جو شخص میری ہدایت پر عمل پیرا ہوگا وہ نہ راہ راست سے بھٹکے گا نہ مصیبت میں پڑے گا۔'' (طٰہٰ: 123...115/20)

تفسیر ''درِ منثور'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان ہے: ﴿اِهْبِطُوْا﴾ میں خطاب حضرت آدم وحواء علیہما السلام' ابلیس اور سانپ سے ہے۔ نیز آدم علیہ السلام مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان علاقہ ''دجنا'' میں اترے تھے۔'' بعض نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام صفا پہاڑ پر اترے تھے اور حضرت حواء مروہ پہاڑ پر۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ بھی آتی ہے: ''انہیں ہندوستان کے علاقہ میں اتارا گیا تھا۔''

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اور حضرت حواء علیہا السلام کو جدہ کے مقام پر اتارا گیا تھا۔ وہ ان کی تلاش میں چلے تو مزدلفہ کے مقام پر حضرت حواء سے ان کی ملاقات ہوئی۔ اس مقام کو مزدلفہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے' کیونکہ عربی میں اس کا معنیٰ ''قرب والی جگہ'' ہے۔ اس مقام کو ''جمع'' بھی کہتے ہیں' کیونکہ یہاں حاجی لوگ ایک رات کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کو مشعر حرام کہا گیا ہے۔

علامہ طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے' ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے (حِلْیَہ میں) اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نَزَلَ آدَمُ علیہ السلام بِالْهِنْدِ) ''حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے تھے۔'' ابن عساکر نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے: ''حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر بھیجے گئے تو انہیں ہندوستان میں اتارا گیا۔''

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اتارا تو انہیں ہندوستان میں اتارا تھا' پھر وہ مکہ مکرمہ آگئے' پھر وہاں سے شام چلے گئے اور وہاں فوت ہوئے۔''

اس بارے میں وارد روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین میں آئے تو ہندوستان کے علاقہ سیلون کے جزیرہ سراندیپ میں بوذ پہاڑ پر اترے تھے۔ ابن بطوطہ اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں:

''میں اس جزیرے میں گیا تو میرا اصل مقصد حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کی زیارت کرنا تھا۔ اس جزیرے کے لوگ حضرت آدم کو ''بابا'' اور حضرت حواء کو ''ماما'' کہتے ہیں۔''

قدم مبارک کی زیارت کا آغاز حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ آپ کو ابوقبیس پہاڑ (بیت اللہ سے قریب ترین پہاڑ) پر دفن کیا گیا۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ آپ کی قبر مبارک اسی جگہ بوذ پہاڑ پر ہے جہاں آپ اترے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان تھمنے کے بعد آپ کو دوبارہ بیت المقدس کے علاقہ میں دفن کیا۔

علامہ طبری، ابن اثیر اور یعقوبی کی روایات کی بنا پر ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ توبہ کی قبولیت کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو اٹھا کر عرفات میں لائے اور افعال حج سکھائے۔ پھر آپ فوت ہوئے تو آپ کو ابوقبیس پہاڑ کے دامن میں دفن کیا گیا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

- الدر المنثور في التفسير بالمأثور: 55/1
- رحلة ابن بطوطة : 584، 585
- قصص الأنبياء ابن كثير: 34
- قصص الأنبياء الطبري: 38
- القاموس الإسلامي: 56/1
- مختصر تاريخ دمشق ابن عساكر: 224/4
- معجم البلدان : 163/2، 215/3 ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام سراندیپ میں ''رہون'' نامی پہاڑ پر اترے۔
- قصص الأنبياء (المسمى: العرائس) الثعلبي: 36
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 24
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 38

آدم علیہ السلام
سراندیپ (سیلون یا سری لنکا)، مکہ مکرمہ اور جدہ
یورپ
روس
سائبیریا
وسط ایشیا
بحیرہ اسود
ایشیائے کوچک
خوارزم
آذربائیجان
ترکستان
ماوراء النہر
شام
بحیرہ روم
عراق
چین
فارس (ایران)
کشمیر
سندھ
مکہ مکرمہ
خلیج فارس
جزیرہ نمائے عرب
خلیج عمان
ہندوستان
خلیج عدن
بحیرہ عرب
دکن
قرن افریقہ
خلیج بنگال
افریقہ
بحر ہند
2000 1500 1000 500 0
کلومیٹر
سراندیپ (سیلون)
ایشیائے کوچک (ترکی)
نینوی
موصل
حلب
فارس
قبرص
شام
دریائے دجلہ
دریائے فرات
بحیرہ روم
دمشق
صحرائے شام
بابل
عمان
بیت المقدس
(القدس)
اور
ایلہ
سیناء
صحرائے نفوذ
مدین
مصر
جزیرہ نمائے عرب
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
حجاز
دریائے نیل
مکہ مکرمہ
جدہ
صحرائے نوبیہ
سودان
عسیر
0 200 400 600 800 1000
کلومیٹر

ہبوط آدم علیہ السلام

مجمل روایات میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم ملا تو وہ ہند (ہندوستان) میں اترے اور ہندوستان میں ان کے اترنے کا جو معروف مقام بتایا جاتا ہے وہ موجودہ بھارت کے جنوب میں جزیرۂ سراندیپ ہے جسے ماضی قریب میں ''لنکا'' یا ''سیلون'' کہتے تھے اور اب اس کا نام سری لنکا ہے جو ایک آزاد ملک ہے۔ برطانوی دور میں سیلون انتظامی لحاظ سے برطانوی ہند میں شامل تھا۔

عام روایت کے مطابق حضرت آدم کو ہندوستان کی سرزمین پر اور حضرت حوا کو جدّہ کی سرزمین پر اتارا گیا اور پھر چل کر دونوں عرفات میں آملے۔ اسی لیے میدان عرفات کا نام عرفات ہوا کیونکہ دونوں نے اسی مقام پر ایک دوسرے کو پہچانا۔ (قصص القرآن)

سراندیپ (سری لنکا): یہ ملک جزیرہ نمائے دکن (ہند) کی جنوبی راس ''کماری'' کے جنوب مشرق میں بحر ہند کے اندر واقع ہے۔ اس کا دارالحکومت کولمبو ہے۔ آبنائے پاک اس کو بھارت سے جدا کرتی ہے۔ اس میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک انسانی قدم کا نشان ہے جو مقامی مسلمانوں کے نزدیک آدم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان ہے۔ جبکہ بدھ مت کے پیروکار اسے مہاتما بدھ کا نشان خیال کرتے ہیں اور ہندو اسے اپنے دیوتا سے منسوب کرتے ہیں۔ یاد رہے سری لنکا کی آبادی میں اکثریت بدھ سنہالیوں کی ہے جبکہ مسلمانوں کی آبادی 10 فیصد ہے اور تامل ہندو 25 فیصد کے لگ بھگ ہیں جنہوں نے پندرہ بیس سال تک سری لنکا کے شمال مشرق میں ''تامل ایلام'' کے نام سے ایک ہندو ریاست قائم کرنے کے لیے خونریز گوریلا جنگ لڑی اور حال ہی میں وہ جنگ کا راستہ ترک کر کے کولمبو حکومت سے اپنے حقوق حاصل کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔

سراندیپ میں اسلام پہلی صدی ہجری میں وارد ہوا تھا۔ سراندیپ (لنکا) میں عرب تاجر آباد ہو گئے تھے جن کے فوت ہونے پر ان کے بیوی بچے بصرہ جا رہے تھے کہ دیبل کے قریب بحری ڈاکوؤں نے انہیں لوٹ کر قید کر لیا تھا۔ اس پر گورنر عراق حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو لشکر دے کر بھیجا تھا جنہوں نے سندھ فتح کر لیا تھا (93ھ/712ء)۔ ان دنوں سری لنکا کی آبادی میں 10 فیصد مسلمان ہیں۔

جَدّہ: فصحاء اسے جُدّہ بولتے ہیں۔ یہ سعودی عرب کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی پندرہ سولہ لاکھ ہے یہ نہ صرف حجاز کا دروازہ ہے بلکہ زمانۂ قدیم سے حج کا دروازہ چلا آرہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جدہ کی بنیاد رکھی گئی ورنہ اس سے پہلے یہ محض مچھیروں کی بستی تھی۔ جدہ کے لغوی معنی ہیں ''کشادہ طویل راستہ''۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ جدہ شہر جدہ بن حزم بن ریان قضاعی سے موسوم ہے جو یہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ بحیرۂ قلزم کے ساحل پر سعودی عرب کی مشہور بندرگاہ ہے۔

جدہ مکہ مکرمہ کے مغرب میں 70 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ جدہ ائیر پورٹ کا حج ٹرمینل 5 لاکھ مربع میٹر سے زیادہ رقبے پر محیط ہے۔

بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم): آج کل اسے بحیرۂ احمر (Red sea) کہا جاتا ہے۔ ماضی میں اسے بحیرۂ قلزم اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کی شمال مغربی خلیج (سویز) کے سرے پر قلزم نامی مصری بندرگاہ تھی۔ قلزم ہی کے مقام پر بعد میں السویس (سویز) شہر آباد ہوا' اس لیے اب اس خلیج کا نام خلیج سویز ہے۔ خلیج سویز ہی سے بحیرۂ روم تک 69-1859ء میں 163 کلومیٹر لمبی نہر سویز نکالی گئی۔ بحیرۂ احمر کی وجہ تسمیہ اس کے کناروں کی سرخ ریت ہے اور اس سمندر میں مرجان بھی ملتا ہے جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے۔

بحیرۂ احمر کے مشرق میں جزیرہ نمائے عرب (سعودی عرب اور یمن) ہے اور مغربی ساحل پر مصر' سوڈان' اریٹریا اور جبوتی (سابق فرانسیسی صومالی لینڈ) واقع ہیں۔ عہد نبوی میں اور اس سے پہلے اور بعد اریٹریا اور جبوتی' حبشہ (ایتھوپیا) میں شامل تھے۔ بحیرۂ احمر شمال میں اب نہر سویز کے ذریعے بحیرۂ روم سے ملا ہوا ہے اور جنوب میں اس کا پانی باب المندب اور خلیج عدن کے راستے بحیرۂ عرب سے جاملتا ہے۔ باب المندب کے معنی ہیں ''آنسوؤں کا دروازہ'' کیونکہ اس تنگ آبی راستے (آبنائے) میں بحری جہاز ڈوب جایا کرتے تھے۔ شمال میں جہاں بحیرۂ قلزم دوشاخ ہوجاتا ہے وہاں دائیں طرف اس کی دوسری خلیج واقع ہے جس کو خلیج عقبہ کہا جاتا ہے۔ اس کے سرے پر عقبہ (اردن) اور ایلات (اسرائیل) کی بندرگاہیں ہیں۔ خلیج عقبہ اور بحیرۂ احمر کے درمیان تنگ آبی راستہ آبنائے تیران کہلاتا ہے۔ 1967ء میں مصر کے صدر ناصر نے اسی آبنائے تیران کی ناکہ بندی کی تھی جس پر اسرائیل نے حملہ کر کے بیت المقدس اور دیگر علاقے چھین لیے۔

بحیرۂ احمر کا رقبہ 4 لاکھ 37 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اس کی لمبائی 1925 کلومیٹر اور چوڑائی 200 تا 325 کلومیٹر ہے۔ باب المندب پر جاکر چوڑائی 29 کلومیٹر ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی 2635 میٹر ہے۔ اس میں مونگے (مرجان) کے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں: قمران' فرسان' دھلک' پریم (بریم)' تیران' شدوان' صنافیر' طویلہ' زبایر۔ اس کی بندرگاہوں میں عقبہ (اردن)' ینبع' جدہ (سعودیہ)' الحدیدہ' مخا (یمن)' مصوّع (اریٹریا)' پورٹ سوڈان' سواکن (سوڈان)' القصیر' الغردقہ' السُّوَیس (مصر) اور جبوتی شامل ہیں۔ بحیرۂ احمر کے ساحل پر مصری صوبہ بھی البحر الاحمر کہلاتا ہے جس کا دار الحکومت الغردقہ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل اور ہابیل

ان کا قصہ سورۃ المائدہ میں یوں مذکور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿٣١﴾

''لوگوں کے سامنے آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کا واقعہ صحیح بیان کیجیے۔ جب ان دونوں نے اللہ کے حضور اپنی قربانی پیش کی تو ایک (ہابیل) کی قربانی قبول ہوگئی دوسرے (قابیل) کی نہیں۔ وہ (غصے میں) کہنے لگا: ''میں تجھے قتل کر کے رہوں گا۔'' ہابیل نے کہا: ''(اس میں میرا کیا قصور ہے؟) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں ہی کی قربانی قبول فرماتا ہے۔ اگر تو نے مجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ تو ہی اپنے اور میرے گناہ اٹھا کر جہنم رسید ہو جائے کیونکہ ظالموں کو ایسا بدلہ ہی ملتا ہے۔''

قابیل کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا تو بالآخر اس نے اسے قتل کر ڈالا، لیکن اس کام سے وہ بہت خسارے میں پڑ گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ وہ اسے اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ سمجھائے۔ وہ چیخا: ''ہائے افسوس! میں تو اس کوے جیسا بھی نہ بن سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو از خود دفن کر دیتا'' پھر وہ بہت نادم ہوا۔'' (المائدۃ:5/27...31)

ہمارے نزدیک راجح بات یہ ہے کہ اس قصے سے متعلقہ واقعات مکہ مکرمہ ہی میں وقوع پذیر ہوئے کیونکہ حضرت آدم اور حواء علیہما السلام یہیں رہتے تھے، اسی لیے روایات میں ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو وہ یمن بھاگ گیا۔

تاریخ طبری میں ہے: ''قابیل اپنے والد حضرت آدم علیہ السلام سے ڈرتا ہوا یمن بھاگ گیا۔'' شہر دمشق کے شمال میں قاسیون نامی پہاڑ میں ایک مشہور غار ہے جسے ''خونی غار'' کہا جاتا ہے۔ وہاں کے عام لوگوں کا خیال ہے کہ قابیل نے اس غار کے پاس اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔

دمشق سے زبدانی اور بلودان کو جانے والے راستہ کے دائیں جانب علاقہ ''تکیہ'' میں دریائے بردی کی وادی کے

کنارے بلند پہاڑ پر ایک قبر ہے جس کی لمبائی تقریباً 15 میٹر ہے، بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ ہابیل کی قبر ہے۔

❀ قص الأنبياء۔ ابن كثير: 52
❀ قصص الأنبياء۔ الطبرى: 74
❀ قصص الأنبياء۔ الثعلبي: 44
❀ قصص الأنبياء۔ النجار: 22

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل دو مقامات میں آیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ۫ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿56﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿57﴾

''اس مقدس کتاب (قرآن مجید) میں ادریس کا ذکر کیجیے بلاشبہ وہ انتہائی سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو بلند مرتبہ پر فائز فرمایا تھا۔'' (مریم:19/56`57)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿85﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿86﴾

''اور اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے۔ یہ سب صابر لوگ تھے۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمایا، بلاشبہ یہ نیک لوگ تھے۔'' (الانبیاء:21/85`86)

حضرت ادریس علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے۔ لوگ انہیں ''هرمس الهرا مسة'' کہتے تھے۔ یہ سریانی زبان میں ایک نام ہے۔ ہرموس کا معنی ''تجربہ کار مضبوط رائے والا'' ہے۔ آپ کی پیدائش مصر کے شہر ''منفیس''، یعنی ''منف'' میں ہوئی۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ آپ بابل شہر میں پیدا ہوئے تھے، پھر ہجرت کر کے مصر پہنچے۔ جب انہوں نے دریائے نیل کو دیکھا تو فرمایا: ''بابلیون'' (بابرکت بڑا دریا)۔ کہا گیا ہے کہ ان کے دور میں 188 شہر آباد ہوئے جن میں سے چھوٹا ''رُھا'' ہے۔ آپ نے سب سے پہلے حکمت اور علم نجوم کی کھوج لگائی۔ آپ کی طرف بہت سے حکیمانہ اقوال منسوب ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ اس کی مخلوق پر احسان کرنا ہے۔
- جب تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارو تو نیت خالص رکھو۔
- روح کی زندگی حکمت سے ہے۔
- لوگوں کی خوش نصیبی پر حسد نہ کیا کرو کیونکہ یہ ایک وقتی اور عارضی فائدہ ہے۔
- جو شخص بقدر ضرورت روزی سے زیادہ حاصل کر لے اسے کوئی چیز کفایت نہیں کرتی۔

❀ قصص الأنبياء۔ ابن كثير: 63
❀ قصص الأنبياء۔ النجار: 24
❀ قصص الأنبياء۔ الثعلبي: 50
❀ اللسان:هرمس
❀ قصص الأنبياء۔ الطبري :80
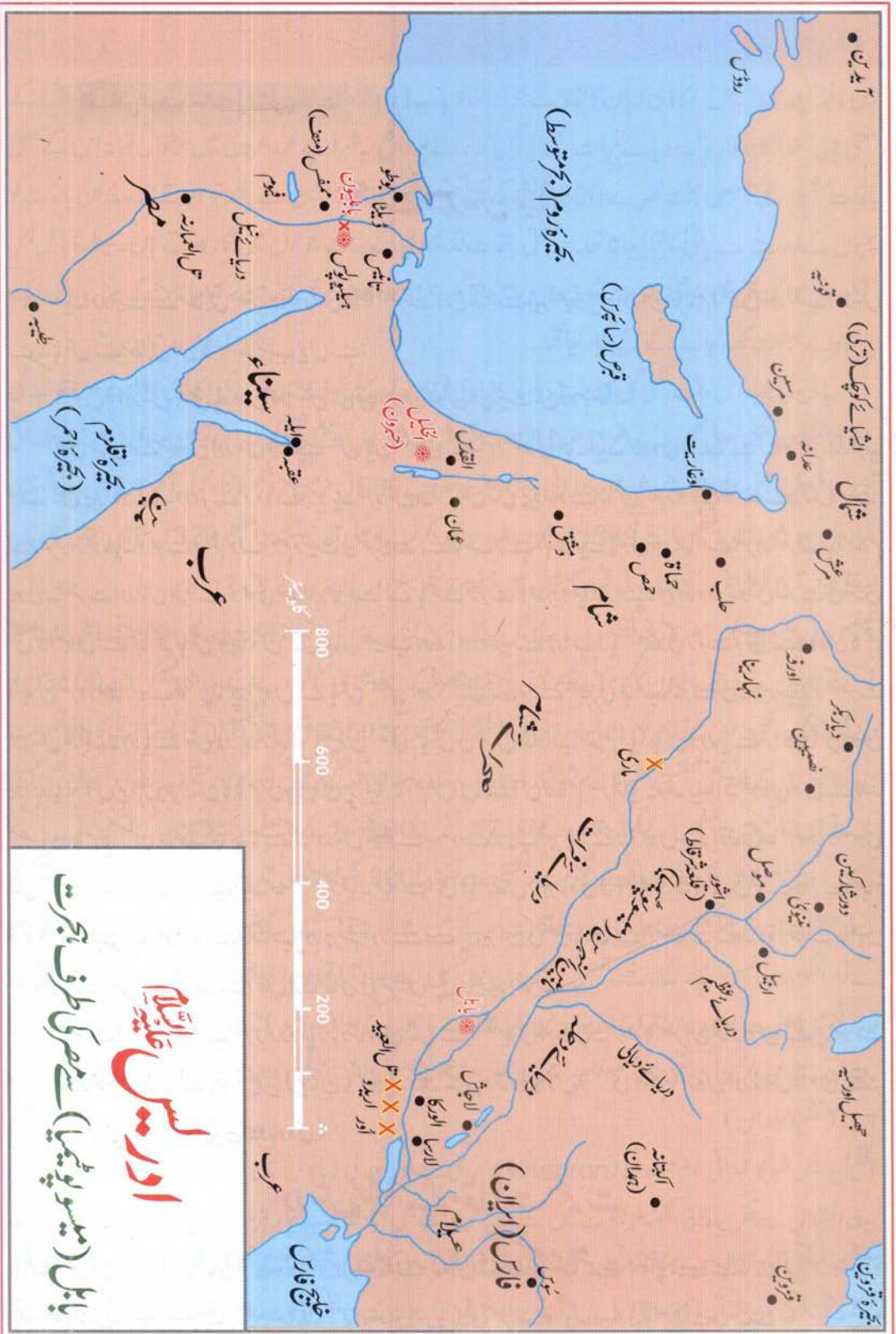
ادریس علیہ السلام
بابل (میسوپوٹیمیا) سے مصر کی طرف ہجرت
شمال
آیدین
قونیہ
اشیائے کوچک (ترکی)
مرعش
عدانہ
مرسین
روڈس
قبرص (سائپرس)
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
حلب
اوغاریت
حماۃ
حمص
شام
دمشق
القدس
عمان
الخلیل
(حبرون)
بوطو
ڈیلٹا
تانیس
بابلیون
ہیلیوپولس
ممفس (منف)
فیوم
دریائے نیل
تل العمارنہ
مصر
طیبہ
ایلہ
عقبہ
سیناء
عرب
یمن
بحیرۂ قلزم
(بحیرۂ احمر)
دیار بکر
دور شارکین
اورفہ
نصیبین
نینوئی
نہارینا
موصل
اربیل
اشور
(قلعہ شرقاط)
دریائے عظیم
ماری
صحرائے شام
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دریائے دیالی
جھیل اورمیہ
بحیرۂ قزوین
قزوین
اکبتانہ
(ہمدان)
سوس
فارس (ایران)
بابل
لاجاش
الورکا
لارسا
عیلام
تل العبید
اریدو
اُور
800
600
400
200
کلومیٹر
خلیج فارس

حضرت ادریس علیہ السلام

ایک روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے جد امجد ہیں اور ان کا نام اخنوخ اور لقب ادریس ہے۔ بائبل کے مطابق ان کا سلسلہ نسب یوں ہے:

اخنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام

ابن حبان کے مطابق ادریس علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے قلم استعمال کیا۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ وہ مصر کے قریہ منف میں پیدا ہوئے۔ دوسرے گروہ کے نزدیک ادریس علیہ السلام' بابل میں پیدا ہوئے۔ سنِ شعور کو پہنچے تو اللہ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا۔ قوم کے اکثر لوگ آدم وشیث کی شریعت کے مخالف رہے' البتہ ایک چھوٹی سی جماعت ضرور مشرف بہ اسلام ہوئی۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے قوم کی ضد اور مخالفت کے باعث ہجرت کا ارادہ کیا اور اپنے پیروکاروں کو بھی ہجرت کی تلقین کی تو انہوں نے کہا کہ بابل جیسا وطن ہمیں کہاں نصیب ہوگا؟ ادریس نے جواب دیا: ''اللہ کی رحمت وسیع ہے' وہ اس کا نعم البدل ضرور عطا کرے گا'' چنانچہ انہوں نے بابل' حمص اور فلسطین کے راستے مصر کی جانب ہجرت کی۔ مصر پہنچے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے دریائے نیل کو دیکھ کر کہا: ''بابلیون'' یعنی ''بابل کی طرح شاداب مقام'' یا ''بابل (دریائے فرات) کی طرح بڑا دریا۔'' اس پر اس سرزمین کا نام ہی بابلیون پڑ گیا' تاہم عربوں نے اس کا نام مصر بتایا کیونکہ یہ علاقہ طوفان نوح کے بعد مصر بن حام کا مسکن بنا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ادریس علیہ السلام نے دوسو کے قریب شہر بسائے۔ انہوں نے اقطاع عالم کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصے کے لیے ایک حاکم مقرر کیا۔ عبادت الٰہی' ایام بیض (ہر ماہ کی 13' 14' 15 تاریخ) کے روزے' جہاد' زکوٰۃ' طہارت' کتے اور سؤر سے اجتناب اور ہر نشہ آور شے سے پرہیز ان کی تعلیمات کے اہم نکات تھے۔ وہ اکناف عالم کی سیر وتبلیغ سے مصر لوٹے تو اللہ نے انہیں 82 سال کی عمر میں اپنی جانب اٹھالیا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے مقرر کردہ چار بادشاہوں میں سے اسقلیوس بہت پختہ عزم کا حکمران تھا وہ اس خطے پر حکومت کرتا تھا جو طوفان نوح کے بعد آئیونیا (یونان) کہلایا۔ دیگر تین بادشاہ ایلاوس (بمعنی رحیم)' زوس اور زوس امون تھے۔
(قصص القران از محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

ادریس علیہ السلام کے مقامات ہجرت

بابل: یہ میسوپوٹیمیا (عراق) کا ایک قدیم شہر ہے جو دوسری ہزاری قبل مسیح میں شہرت کو پہنچا جب یہاں حمورابی حکومت کرتا تھا۔ شاہ حمورابی نے اسے اپنی سلطنت کا دارالحکومت بنایا۔ یہ پہلا حکمران تھا جس نے باقاعدہ ایک آئین وضع کر کے ملک

میں نافذ کیا۔ لفظ ''بابل'' اکاڈی زبان کا لفظ ہے جو دو الفاظ باب (دروازہ) اور ایل (خدا) سے مرکب ہے، یعنی بابل کے معنی ہیں ''خدا کا دروازہ''۔ دریائے فرات کے بائیں کنارے پر واقع یہ شہر اپنے عہدِ عروج میں خوشحال تھا۔ اس کے معلق باغات مشہور تھے جنہیں بخت نصر نے 600 ق م کے لگ بھگ تعمیر کیا تھا۔ زمین سے بلند تر ہوتے ہوئے ان باغات کو پمپوں کے ذریعے سے پانی پہنچایا جاتا تھا۔ یہ معلق باغات قدیم دنیا کے سات عجوبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مینارۂ بابل بھی مشہور ہوا جو ایک مخروطی سیڑھی دار مینار تھا جسے عربی میں الزّکورہ (Ziggurat) کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مینارۂ بابل ایک بادشاہ نے بہشت تک جانے کے لیے تیار کیا تھا۔

بابل کی بنیاد اس وقت رکھی گئی تھی جب دوسری ہزاری ق م کے پہلے نصف میں شمال کی اکاڈی سلطنت اور جنوب کی سمیری سلطنت متحد ہوئی تھیں۔ چودھویں صدی ق م میں بابل کو اشوریوں نے فتح کرلیا۔ ساتویں صدی ق م میں کلدانی تختِ بابل پر قابض ہوئے۔ اس دوران کلدانی بادشاہ بخت نصر نے 586 ق م میں یروشلم کو تباہ کیا۔ آخر کار فارس کے شہنشاہ کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے 539 ق م میں بابل پر قبضہ کرلیا۔ یونانی فاتح سکندر اعظم 323 ق م میں بابل ہی میں فوت ہوا۔ آج کل بابل کے کھنڈر حلّہ شہر کے شمال میں آٹھ دس کلومیٹر دور پائے جاتے ہیں۔

ممفس (بابلیون): مصر کا یہ قدیم شہر دریائے نیل کے بائیں کنارے پر آباد تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام جب بابل سے مصر آئے تو انہوں نے اسے بابلیون کا نام دیا تھا۔ اس کی بنیاد مصر کے پہلے شاہی خانوادے کے بادشاہ مینس نے 3100 ق م کے لگ بھگ رکھی۔ اس نے مصر کی بالائی اور زیریں سلطنتوں کو متحد کیا۔ 1550 ق م میں تھیبس نئی بادشاہت کا دارالحکومت بن گیا تو اس کے بعد بھی ممفس مصر کا اہم شہر شمار ہوتا رہا۔ سقارہ اور جیزہ کے فرعونی اہرام اور مشہور بت ابوالہول بھی اسی علاقے میں واقع ہیں۔ ممفس کے کھنڈر قاہرہ کے جنوب میں تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ملتے ہیں۔

حمص: یہ شام کا تاریخی شہر ہے جو دارالحکومت دمشق سے تقریباً 300 کلومیٹر شمال میں دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اپنے مولد بابل سے ہجرت کرکے حمص کے راستے فلسطین کے شہر الخلیل پہنچے تھے اور وہاں سے مصر کے دارالحکومت ممفس چلے گئے تھے۔ حمص کو حمص بن مہر عملیقی نے آباد کیا تھا اور اسی کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ شہر عہد فاروقی میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں فتح ہوا (14ھ)۔ یہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ اور بیٹے عبدالرحمٰن، عیاض بن غنم، عبیداللہ بن عمر، سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابودرداء اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔ (معجم البلدان)

الخلیل: اس شہر کا عبرانی نام حبرون (Hebron) یا حبری ہے اور یورپی زبانوں میں (Hebron) رائج ہے۔ الخلیل، بیت المقدس سے تقریباً 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ یہ اس وقت بھی آباد تھا جب چار ہزار برس پہلے ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے تھے اور انہی کے لقب سے موسوم ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ ''یہاں ایک غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبریں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی اسی غار میں

ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق ان انبیاء کی قبروں پر قبہ نما چھت بنادی۔سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام' ربقہ زوجہ اسحٰق علیہ السلام اور ایلیا زوجہ یعقوب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی غار کے اندر ہیں۔تورات میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عَفرُون بن صوحار الحیثی سے زمین کا ایک ٹکڑا چار سو نقرئی درہموں میں خریدا تھا اور اس میں حضرت سارہ کو دفن کیا اور پھر یہ قصبہ عفرون کے حوالے سے حبرون کہلانے لگا۔'' الخلیل یا حبرون کی آبادی تقریباً ایک لاکھ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں 43 مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	22	الشعراء	26	116`106`105
النساء	4	163	العنكبوت	29	14
الأنعام	6	84	الأحزاب	33	7
الأعراف	7	69`59	الصّافّات	37	79`75
التوبة	9	70	ص	38	12
يونس	10	71	المؤمن	40	31`5
هود	11	‘42‘36‘32‘25 89‘48‘46‘45	الشّورىٰ	42	13
إبراهيم	14	9	ق	50	12
الإسراء	17	17`3	الذّاريات	51	46
مريم	19	58	النّجم	53	52
الأنبياء	21	86	القمر	54	9
الحج	22	42	الحديد	57	26
المؤمنون	23	23	التَّحريم	66	10
الفرقان	25	37	نوح	71	26`21`1

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿25﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
اَلِيْمٍ ﴿26﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ

أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ۚ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ
عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَا قَوْمِ
لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُم مُّلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ
قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِن طَرَدتُّهُمْ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي
خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَن يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ
خَيْرًا ۖ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنفُسِهِمْ ۖ إِنِّي إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا
فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُم بِهِ اللَّهُ إِن شَاءَ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٣﴾
وَلَا يَنفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدتُّ أَنْ أَنصَحَ لَكُمْ إِن كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَن يُغْوِيَكُمْ ۚ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ ﴿٣٤﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾ وَأُوحِيَ إِلَىٰ
نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ
بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ
مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ
مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا
مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ
ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادَىٰ
نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَآوِي إِلَىٰ جَبَلٍ يَعْصِمُنِي
مِنَ الْمَاءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَن رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ﴿٤٣﴾
وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ۖ وَقِيلَ
بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ
الْحَاكِمِينَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ
إِنِّي أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا
تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُن مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٤٧﴾ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّن
مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٨﴾

''بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (کہ انہیں کہو:) ''میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ تم پر ایک دردناک عذاب آئے گا۔'' اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ''ہم تجھے اپنے جیسا ایک انسان دیکھتے ہیں اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ تیری پیروی کرنے والے بھی ہم میں سے نیچ لوگ ہیں سادہ عقل والے۔ پھر ہم تم میں اپنے سے بڑھ کر کوئی فضیلت بھی نہیں دیکھتے' بلکہ ہم تو تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔'' نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے میری قوم! مجھے بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا کی ہو مگر وہ تمہیں نظر نہ آتی ہو تو کیا ہم اسے زبردستی تمہارے گلے میں ڈال دیں جبکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو؟ اور اے میری قوم! میں تم سے اس کام کے عوض کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے۔ اور میں (تمہارے اعتراضات کی بنا پر) ایمان لانے والوں کو بھگا نہیں سکتا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے (وہ خود ان سے حساب لے گا) بلکہ میں سمجھتا ہوں تم جاہل ہو۔ اور اے میری قوم! اگر میں انہیں بھگا دوں تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا؟ کیا تم نہیں سمجھتے؟ میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے قبضے میں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں۔ میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور جن کو تم حقیر سمجھتے ہو میں ان کے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کوئی نعمت عطا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے خوب واقف ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو میرا شمار ظالموں میں ہوگا۔''

وہ کہنے لگے: ''اے نوح! تو نے ہم سے بحث کر لی اور بہت بحث کر لی' اب تو ہمارے پاس وہ عذاب لے آ جس کی تو ہمیں دھمکیاں دیتا رہتا ہے اگر تو سچا ہے۔'' نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''وہ تو اللہ تعالیٰ ہی لائے گا' اگر اس کی مرضی ہوئی۔ پھر تم اللہ تعالیٰ کو روک نہیں سکو گے۔ میں جس قدر بھی تمہاری خیر خواہی کروں تمہیں فائدہ نہیں ہوگا' اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری گمراہی کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ آخر وہ تمہارا پروردگار ہے اور تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔''

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ کلام خود ہی گھڑ لیا ہے؟ کہہ دیجیے ''اگر میں نے اسے خود گھڑا ہے تو میرا جرم مجھے ہی بھگتنا ہوگا' اسی طرح میں تمہارے جرائم سے بری ہوں۔''

نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ ''تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی اور شخص ایمان نہ لائے گا' لہٰذا تو ان کے طرز عمل پر غمگین نہ ہو۔ بلکہ ہماری نگرانی اور ہدایات کے تحت ایک کشتی تیار کر اور ان ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی سفارش نہ کرنا کیونکہ ان کے غرق کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔''

نوح (علیہ السلام) کشتی بنانے لگ گئے۔ جب بھی ان کی قوم کے سردار لوگ ان کے پاس سے گذرتے' ان کا مذاق اڑاتے۔ وہ کہتے: ''اگر آج تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو (وقت آنے پر) ہم بھی اسی طرح تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ عنقریب تم جان لو گے کس کے پاس رسوا کن عذاب آتا ہے؟ اور کس پر مستقل عذاب ڈیرے ڈالے گا؟''

حتیٰ کہ جب ہمارے فیصلے کا وقت آ پہنچا اور تنور ابلنے لگا تو ہم نے کہا: ''کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا

لا دلو نیز اپنے گھر والوں اور تمام ایمان لانے والوں کو بھی سوار کر لو سوائے ان کے جن کی ہلاکت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔''
حقیقت یہ ہے کہ ان پر بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ یہ اللہ کے نام سے چلے گی اور اسی کے نام سے رکے گی۔ بلاشبہ میرا رب کریم بہت زیادہ معاف فرمانے والا' نہایت رحم فرمانے والا ہے۔''
کشتی ان کو پہاڑوں جیسی موجوں میں لے کر چل رہی تھی۔نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو' جو کنارے پر تھا' بلند آواز سے پکارا: ''اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔'' اس نے کہا: ''میں کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔'' نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں' بس وہی بچے گا جس پر اللہ تعالیٰ خود رحم فرمائے۔'' اتنے میں ایک موج ان کے درمیان آ گئی اور وہ پلک جھپکتے غرق ہو گیا۔
حکم دے دیا گیا اے زمین! اپنا سارا پانی نگل لے اور اے آسمان! برسنے سے رک جا' اس طرح پانی سکھا دیا گیا' کام پورا ہو چکا تھا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری اور اعلان ہو گیا کہ ظالم قوم تباہ و برباد ہو گئی ہے۔
نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا: ''رب کریم! میرا بیٹا میرے گھر والوں میں شامل تھا (پھر غرق کیوں ہو گیا؟) بلاشبہ تیرا وعدہ سچا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ (جو چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔)''
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے نوح! وہ تیرے گھرانے میں شامل نہ تھا کیونکہ اس کے کام اچھے نہ تھے' لہٰذا جو چیز تجھے معلوم نہیں اس کا مجھ سے سوال نہ کر۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں جیسا کام نہ کرنا۔''
نوح علیہ السلام نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میں تجھ سے (اس بات کی معافی مانگتا ہوں اور آئندہ کے لیے بھی) پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو مجھے معاف کر کے مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں خالص خسارے میں رہوں گا۔''
حکم ہوا: ''اے نوح! میری طرف سے سلامتی اور برکت (کی خوشخبری) کے ساتھ اترو جو تمہیں اور تمہارے ساتھ ایمان لانے والے لوگوں کی نسلوں کو حاصل ہو گی' جبکہ دوسرے لوگوں کو ہم کچھ دیر کے لیے دنیا سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب جھیلنا پڑے گا۔'' (ہود: 11/25......48)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ﴿٩﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ﴿١٠﴾ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ﴿١١﴾ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿١٢﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿١٣﴾ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٥﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٦﴾

''ان (مشرکین مکہ) سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم نے بھی ان کی تکذیب کی تھی۔ انہوں نے ہمارے بندے کو جھوٹا

کہا' پاگل بتایا اور اسے دھمکیاں دی گئیں۔ اس نے اپنے رب تعالیٰ کو پکارا ''مولا! میں بے بس ہوں' میری مدد فرما۔'' پھر ہم نے موسلا دھار برسنے والے پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین میں جگہ جگہ چشمے جاری کر دیے' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فیصلہ پورا کرنے کے لیے زمین وآسمان کا پانی مل گیا۔ لیکن ہم نے نوح کو تختیوں اور کیلوں سے بنی ہوئی کشتی پر چڑھا دیا جو ہماری نگرانی میں چلتی رہی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ تھا اس شخص کے لیے جس (کی نبوت) کا انکار کیا گیا تھا۔''

یقیناً ہم نے اس کشتی (کے تحفظ) کو رہتی دنیا تک کے لیے نشانی بنا دیا' کیا کوئی ہے اس سے نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر کیسا رہا میرا عذاب اور میری دھمکیاں؟'' (القمر:54/9...16)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اتَّقُوْهُ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَ اِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿٩﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿١٠﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿١٢﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿١٤﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾ وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾ وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ۬ وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ۬ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾

''بلاشبہ ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو تنبیہ کر دو اس سے پہلے کہ ان کے پاس دردناک عذاب

آ جائے۔نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے میری قوم! میں تمہیں صاف صاف تنبیہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں ایک مقررہ وقت تک مہلت دے گا۔ یقیناً جب اللہ کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو ٹلتا نہیں۔ کاش! تم یہ حقیقت جان لیتے۔'' نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے رب کریم! میں نے اپنی قوم کو دن رات (دین کی) دعوت دی' مگر یہ لوگ اور زیادہ دور بھاگنے لگے۔ جب بھی میں نے ان کو تیری بخشش کی طرف بلایا' انہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور کپڑے لپیٹ لیے اور اپنی جہالت پر ڈٹے رہے اور بہت بڑا تکبر کیا۔ میں نے انہیں بلند آواز سے پکار کر بھی دیکھ لیا' انہیں علانیہ تبلیغ بھی کی اور چپکے چپکے سمجھا کر بھی دیکھ لیا۔ میں نے کہا اپنے رب کریم سے معافی مانگو' وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا' تمہارے مال واولاد میں اضافہ کرے گا' تمہارے لیے باغات بنائے گا اور نہریں چلائے گا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تمہیں اللہ کی عظمت کا خوف نہیں' جبکہ اس نے تم کو مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے ہیں۔ پھر ان میں چاند کی روشنی رکھی اور سورج کو روشن چراغ بنایا۔ پھر اس نے تمہاری نشوونما زمین سے رکھی' پھر وہ تمہیں دوبارہ مٹی میں ملائے گا اور پھر تمہیں دوبارہ مٹی ہی سے نکالے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو پھرو۔''

نوح (علیہ السلام) نے کہا: ''اے میرے پرودگار! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان سرداروں کے پیچھے لگے جن کے مال واولاد نے ان کے نقصان وخسارے میں اضافہ کیا ہے۔ اور انہوں نے بہت بڑا مکر کیا اور کہنے لگے: ''(ساتھیو!) کسی بھی صورت میں اپنے معبودوں خصوصاً وَدّ' سُواع' یغوث' یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔ اس طرح انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ لہٰذا ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ ہی کرنا۔''

بالآخر وہ اپنے گناہوں کی بنا پر غرق کر دیے گئے اور جہنم رسید ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ پایا۔

نوح (علیہ السلام) نے دعا کی: ''اے میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کسی کو روئے زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ کہ اگر تو انہیں چھوڑے گا تو یہ دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور فاجر کافر اولاد ہی جنیں گے۔ رب کریم! مجھے اور میرے والدین کو معاف فرما اور ان کو بھی جو ایمان لا کر میرے گھر میں داخل ہوئے' غرض تمام صاحبِ ایمان مردوں اور عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی تباہی اور بربادی ہی میں اضافہ فرما۔'' (نوح: 1/71...28)

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ جنوبی عراق میں رہتے تھے جہاں آج کل کوفہ واقع ہے۔ اور جودی' دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر جزیرہ ابن عمر کے سامنے ایک پہاڑ ہے جہاں شامی اور ترکی حدود ملتی ہیں۔ شام کے شہر ''عین دیوار'' سے جودی پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ تاریخی لحاظ سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس علاقے (رافدین) کی قدیم تاریخ پر مندرجہ ذیل ادوار گزرے ہیں:

۱- پتھر کا قدیم دور: مستشرق سُوَیلی نے 1954ء میں اس دور کے کچھ آثار معلوم کیے۔

۲- پتھر کا نیا دور: (جرموکی تہذیب) مستشرق بریڈوڈ نے 1948ء میں سلیمانیہ شہر کے مغرب میں واقع بستی جرمو میں اس دور کے ایک عظیم مرکز کا سراغ لگایا۔ اہل علم نے اس مرکز کا زمانہ 6500ق-م بتلایا ہے۔ اس وقت بستیوں کی صورت میں آبادی کی ابھی ابتدا ہی ہوئی تھی۔

پتھر کے اس نئے دور ہی میں ''تلَ حَسُّونہ'' کی تہذیب کا آغاز ہوا۔ یہ شہر موصل کے جنوب میں واقع تھا۔ اس تہذیب کا زمانہ 5750 ق۔م کے قریب قریب ہے۔ مستشرق مالوان نے 1931ء میں موصل کے قریب نینویٰ کے مقام پر ''تلَ حَسُّونہ'' کی تہذیب سے ملتے جلتے آثار دیکھے۔ اس تہذیب کے دوسرے نمونے شمالی عراق کے بہت سے مقامات پر پائے گئے۔ شام کے شہر ''رَأس العین'' کے قریب' جہاں سے دریائے خابور پھوٹتا ہے' ایک جرمنی عالم پارون نے پتھر کے اس نئے دور کی تہذیب سے ملتے جلتے آثار معلوم کیے۔

۳- وادیٔ رافدین میں پتھر اور پیتل کا مشترکہ دور: اس دور کی شہریت کے تین بڑے مرکز اس ترتیب سے تھے:

- علاقۂ رافدین کے جنوب میں شہر قدیم ''اُور'' کے قریب تل العبید: اس مرکز کا انکشاف برطانوی عجائب گھر کے وفد نے کیا جن کی قیادت ڈاکٹر ہول کر رہے تھے۔ پھر مشہور مؤرخ لیونارڈ وولی نے تفتیش جاری رکھی۔ انہیں ''اُور'' کے مقام پر مٹی کی مورتیاں ملیں جو دینی مقاصد کے لیے بنائی گئی تھیں۔
- اوروک یعنی ورکاء کے زمانہ کی تہذیب: اس کا انکشاف ایک جرمن ٹیم نے کیا۔
- جمدۂ نصر کے دور کی تہذیب: اس دور کے آثار کا انکشاف آثار قدیمہ کے ایک ماہر لنگڈن نے 1920ء میں ایک چھوٹے سے ٹیلے میں کیا جو ''کیش'' شہر کے قریب واقع ہے جسے قدیم دور میں جمدۂ نصر کہا جاتا تھا۔

تاریخی کتابوں کے مطابق اس دور کے آخر میں عظیم طوفان آیا جس نے دجلہ وفرات کے درمیانی علاقے کو لپیٹ میں لیا۔ اُور' اوروک' کیش اور شورباک کے مقامات پر مختلف جگہوں کی کھدائی سے ثابت ہوا کہ دور عبید اور ابتدائی نسلِ انسانی کے دور کے مابین ایک بہت بڑا سیلاب آیا تھا۔ اسی طرح جمدۂ نصر کے آخری دور میں بھی ایک عظیم سیلاب آیا۔ آثار قدیمہ کے ایک ماہر لیونارڈ وولی نے اُور شہر میں اڑھائی میٹر کی گہرائی میں چکنی مٹی کی موٹی موٹی تہوں کا انکشاف کیا۔ نیز اس (وولی) کو ان تہوں کے اوپر اور نیچے انسانی رہائش کے آثار بھی ملے۔ اس لیے اس نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ چکنی مٹی دجلہ اور فرات کے سیلابی پانیوں سے بنی۔

بہت ممکن ہے کہ آسمانی کتابوں میں مذکور طوفان کا واقعہ اس طوفان سے بہت پرانا ہو۔ آثار قدیمہ کے ایک ماہر کنٹو نے آثار قدیمہ کے ایک اور ماہر ڈی مارگن کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اس طوفان کا تعلق چوتھے دور کے آخر میں ''بارشوں والے زمانے'' سے ہے جس میں بڑی تعداد میں لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔ مکتبۂ ''آشور بانیبعل'' میں موجود تختیاں اس طوفان کی تصدیق کرتی ہیں۔ خبر رساں ایجنسیوں نے 13 ستمبر 2000ء بروز بدھ ایک خبر شائع کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے:

بحر اسود کی تہہ میں ڈوبے ہوئے کئی مکمل شہر معلوم ہوئے ہیں۔ آثار قدیمہ کی تحقیق کرنے والے ماہرین نے کہا ہے کہ ان شہروں سے اس عظیم طوفان کی تصدیق ہوتی ہے جس کا ذکر تمام آسمانی کتابوں میں ہے۔ بی بی سی لندن نے یہ خبر 14 ستمبر 2000ء بروز جمعرات اپنے پروگرام ''آج کا دن'' (یعنی آج کے دن دنیا میں کیا ہوا تھا؟) میں نشر کی' جبکہ خلائی سیاروں نے اس خبر سے متعلق تصویریں گذشتہ دن کی شام نشر کر دی تھیں۔

❀ الشرق الأدنى القديم' عبدالعزيز عثمان: 312
❀ قصص الأنبياء' ابن كثير: 65
❀ قصص الأنبياء الثعلبي: 55
❀ قصص الأنبياء الطبري: 86
❀ قصص الأنبياء' النجار: 30
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 1268
❀ وكالات الأنباء العالمية مساء 13/9/2000م

نوح علیہ السلام
جنوبی عراق میں قوم نوح کا علاقہ جہاں آج کوفہ آباد ہے
کوہ جودی (ترکی)
موجودہ ماردین
موجودہ نصیبین
جزیرہ ابن عمر
کوہ جودی
جھیل اورمیہ
کوہستان کردستان
دریائے قزل اوزون
دریائے خابور
موجودہ سنجار
دریائے زاب کبیر
موقع نینویٰ
دریائے زاب صغیر
شام
الجزیرہ
وادی ثرثار
عراق
دریائے فرات
بین النہرین (میسوپوٹیمیا)
صحرائے شام
نشیب ثرثار
دریائے عظیم
دریائے دیالی
فارس (ایران)
کوہستان زاغروس
موجودہ بغداد
جبل حمرین
دریائے سیمرہ
دریائے کرخان
حبانیہ
دریائے دجلہ
موقع بابل
سعدیہ
سواد
موجودہ کوفہ
قوم نوح
دریائے کرخہ
دریائے کارون
100
200
300
کلومیٹر

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ نبی تھے جو آج سے تقریباً سات ہزار سال پہلے مابین النہرین (عراق) میں مبعوث ہوئے۔آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

نوح بن لامک بن متوشالح بن اخنوخ بن یارُد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کی نافرمان تھی۔آپ نے ساڑھے نوسو سال رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیا مگر قوم بت پرستی سے باز نہ آئی اور اس نے پیغام حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔تب اللہ تعالیٰ نے اس سرکش قوم کو طوفانِ باد و باراں اور سیلاب میں غرق کر کے تباہ و برباد کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور تقریباً 40 مومنوں کی مختصر جماعت ہی ان کی تیار کردہ کشتی میں بچ سکی جن سے آگے نسل انسانی کا سلسلہ چلا۔(قصص القرآن از سیوہاروی)

طوفان نوح علیہ السلام کی وسعت: طوفان نوح کسی خاص خطۂ زمین پر آیا تھا یا تمام کرہ ارض پر؟ اس سلسلے میں دو آراء ہیں:

علمائے اسلام کی ایک جماعت' علمائے یہود ونصاریٰ اور ماہرین طبقات الارض وطبیعیات کی رائے میں یہ طوفان صرف اس خطہ تک محدود تھا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ مساحت کے اعتبار سے ایک لاکھ چالیس ہزار مربع کلومیٹر بنتا ہے۔اس کی ایک دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ابھی حضرت آدم کی اولاد کا سلسلہ اس سے زیادہ وسیع نہ ہوا تھا جو کہ اس علاقے میں آباد تھی' لہٰذا انہی پر طوفان کا عذاب بھیجا گیا۔اور بعض علماء اور ماہرین کے نزدیک یہ طوفان تمام کرۂ ارض پر حاوی تھا۔اس کی ایک دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ''جزیرہ'' (عراق عرب) کے علاوہ بلند پہاڑوں پر بھی آبی حیوانات کے ڈھانچے پائے گئے ہیں۔

کرۂ ارض کے دور دراز کے علاقوں اور جزائر مثلاً جزیرۂ نیوگنی اور جزائر انڈیمان کی اقوام میں رائج داستانوں میں بھی ایک سیلاب عظیم کا ذکر ملتا ہے۔تحریک مجاہدین ہند کے مولانا محمد جعفر شاہ تھانیسری جو کالا پانی (انڈیمان) میں قید رہے وہ اپنی داستان اسیری میں لکھتے ہیں کہ مقامی باشندوں کی قدیم کہانیوں میں طوفانِ نوح جیسے سیلاب کا ذکر آتا ہے لیکن اس کے بارے میں علماء کا کہنا ہے کہ ان دور دراز علاقوں میں بسنے والی اقوام بھی حضرت نوح اور ان کے ساتھی مومنین کی اولاد میں سے ہیں' چنانچہ جب ان کی نسل دور دور تک پھیلی تو ان کے ساتھ ایک طوفان عظیم کا تذکرہ بھی ان علاقوں تک پہنچا' لہٰذا راجح بات یہ ہے کہ طوفان نوح کا عذاب دجلہ وفرات کی وادی ہی میں نازل ہوا تھا۔

سید ابونصر احمد حسین بھوپالی ''تاریخ الادب الہندی'' میں لکھتے ہیں کہ ہندومت کی کتابوں میں بھی ایک بہت بڑے سیلاب کا ذکر ہے' اس میں حضرت نوح کو ''مانو'' یعنی ''خدا کا بیٹا'' یا ''نسل انسانی کا جدِّ اعلیٰ'' کہا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ اس سرزمین سے وابستہ تھی جو دجلہ و فرات کے درمیان (مابین النہرین یا میسوپوٹیمیا) ہے۔ یہ دونوں دریا آرمینیا اور ترکی کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور جدا جدا بہہ کر زیریں عراق میں القرنہ کے پاس آ ملتے ہیں اور پھر خلیج فارس میں جا گرتے ہیں۔ آرمینیا کے پہاڑ شمال مشرقی ترکی اور آرمینیا کی سرحد پر پھیلے ہوئے ہیں اور وہیں ارارات کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کی ایک چوٹی جودی پر کشتی نوح اتری تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی تک اس جگہ ایک معبد اور ہیکل موجود تھا جسے "کشتی کا معبد" کہا جاتا تھا۔ (قصص القرآن حصہ اول از مولانا سیوہاروی)

قوم نوح کے مقامات اور کوہ جودی

کوفہ: قوم نوح دریائے فرات کے مغرب میں جس مقام پر آباد تھی وہ موجودہ کوفہ کے آس پاس کا علاقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں 17 ھ میں یہاں کوفہ کا شہر آباد کیا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فتح مدائن کے بعد فرات کے پار ایک فوجی شہر آباد کرنا چاہا اور اس سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو امیر المومنین نے لکھ بھیجا کہ "عربوں کو وہ شہر راس آتے ہیں جہاں ان کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں چر سکیں، لہٰذا انہیں دریا (فرات) کے پار آباد کرنے کی بجائے اس طرف اونچی جگہ پر آباد کرو۔" چنانچہ ابن بُقیلہ کی نشاندہی پر فرات کے دائیں کنارے موجودہ کوفہ کی جگہ شہر بسانے کے لیے چنی گئی جسے اس وقت سُورستان کہا جاتا تھا۔ ریت کے گول ٹیلوں (کوفان) کے باعث اس کا نام کوفہ رکھا گیا۔ کوفہ کے آس پاس بادشاہ حیرہ نعمان بن منذر کے محلات، حیرہ، نجف، خورنق، سدیر اور غریّان آباد تھے۔ (معجم البلدان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد (35 تا 40ھ) میں کوفہ اسلامی خلافت کا دارالحکومت رہا۔ کوفہ کی جامع مسجد میں علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس میں زخمی ہو کر آپ نے شہادت پائی اور ایک روایت کے مطابق کوفہ سے دس پندرہ کلومیٹر جنوب میں نجف میں دفن ہوئے جبکہ معجم البلدان میں حمص میں مشہد علی کا ذکر کیا گیا ہے جس میں ایک ستون کے اندر مبینہ طور پر ان کی ایک انگلی رکھی ہوئی ہے، انہیں کسی نے خواب میں دیکھا تھا۔ اسی طرح حلب میں بھی ایک مشہد علی بتایا جاتا ہے۔

نینویٰ: یہ قدیم شہر دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجودہ شہر موصل کے بالمقابل واقع تھا۔ ایک روایت کے مطابق قوم نوح یہاں آباد تھی۔ حضرت یونس بن متیٰ علیہ السلام بھی شہر نینویٰ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ اشوری سلطنت کا قدیم ترین شہر تھا اور اس کا دارالحکومت رہا حتیٰ کہ 612ق م میں بابل اور ماد (فارس) کی متحدہ افواج نے اسے تباہ کر دیا۔ فرانسیسی ماہرین نے 1820ء میں دریائے دجلہ سے کچھ فاصلے پر اس کے کھنڈر دریافت کیے۔ یاقوت حموی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے مضافات میں بھی ایک قصبہ نینویٰ کہلاتا ہے۔

جودی: قرآن کریم کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کوہ جودی پر اتری تھی۔ بائبل میں اسے کوہ ارارات کہا گیا ہے جس کی بلندی 16946 فٹ (5165 میٹر ہے)۔ کہا جاتا ہے کہ اس برف پوش چوٹی پر نوح علیہ السلام کی کشتی آج بھی موجود ہے۔ ماہرین کی جدید تحقیق یہ ہے کہ کوہ ارارات (یا جودی) مشرقی ترکی میں اس مقام پر ہے جہاں ترکی، آرمینیا اور ایران کی

سرحدیں ملتی ہیں۔ ترکی میں کوہ ارارات کو بیوق آغری داغ کہا جاتا ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کوہ جودی دریائے دجلہ پر واقع شہر جزیرہ ابن عمر کے سامنے واقع ہے اور جودی کی چوٹی شام کے شہر ''عین دیوار'' سے صاف نظر آتی ہے۔ (دلچسپ بات یہ ہے کہ علامہ اقبال نے شاعری کے جوش میں بانگ درا کی نظم ''ہمالہ'' میں کشتی نوح کے اترنے کا مقام کوہ ہمالیہ میں بتایا...... ''نوح نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینہ''...... حالانکہ یہ بے اصل بات ہے)۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد دوم حاشیہ نمبر 47 میں لکھتے ہیں: ''جو روایات کردستان اور آرمینیا میں قدیم ترین زمانے سے نسل در نسل چلی آ رہی ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ طوفان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی علاقے میں کسی مقام پر ٹھہری تھی۔ موصل کے شمال میں جزیرۂ ابن عمر کے آس پاس' آرمینیا کی سرحد پر کوہ ارارط کے نواح میں نوح علیہ السلام کے مختلف آثار کی نشان دہی اب بھی کی جاتی ہے اور شہر نخچیوان کے باشندوں میں آج تک مشہور ہے کہ اس شہر کی بنا حضرت نوح نے ڈالی تھی۔'' یاد رہے نخچیوان' آذربائیجان کا علاقہ ہے جو آرمینیا' ترکی اور ایران کے درمیان واقع ہے۔

جزیرۂ ابن عمر: ترکی کا یہ شہر دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر شام کے سرحدی شہر عین دیوار کے بالمقابل واقع ہے۔ اسے حسن بن عمر بن خطاب تغلبی (250ھ) نے آباد کیا تھا۔ اس کے تین طرف ہلال کی شکل میں دجلہ بہتا ہے اور چوتھی جانب خندق کھود کر اس میں پانی چھوڑ دیا گیا تھا' یوں شہر جزیرہ کی شکل میں آباد تھا۔ ترکی زبان میں اسے جزرے (Cizre) لکھا جاتا ہے۔

وادیٔ دجلہ (رَافدَین) کے قدیم مقامات

جرمو: یہاں عراق کی ایک قدیم تہذیب 6500ق م کے لگ بھگ پروان چڑھی۔ اس کے آثار عراقی کردستان کے شہر سلیمانیہ کے مغرب میں ملتے ہیں۔ کرکوک شمال مشرقی عراق میں تیل کے کنووں کا مرکز ہے جبکہ سلیمانیہ' کرکوک سے ایک سو کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

تل حَسُّونہ: اس کے آثار موصل کے جنوب میں کچھ فاصلے پر واقع ہیں اور ان کا تعلق 5750ق م سے ہے۔

تل حَلَف: شام کے قصبہ تل حلف میں اس کے آثار ملتے ہیں۔ راس العین اس جگہ واقع ہے جہاں دریائے خابور دریائے دجلہ سے ملتا ہے۔ یاد رہے ''تل'' کے معنی ٹیلے کے ہیں۔

تل العبید: اس کے آثار قدیم تاریخی شہر اُور کے پاس جنوبی عراق میں پائے جاتے ہیں۔ یہ دریائے فرات کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔

اوروک (الورکاء): سواد (جنوبی عراق) میں اوروک کے آثار دریائے فرات کے بائیں طرف ملتے ہیں جو دجلہ سے 70 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ بعض کہتے ہیں حضرت ابراہیم الورکاء میں پیدا ہوئے تھے۔

جمدہ نَصَّر : بابل کے مشرق میں تقریباً 125 کلومیٹر کے فاصلے پر شہر کیش واقع ہے۔ کیش کے قریب تل صغیر میں تاریخی آثار ملتے ہیں جنہیں جمدہ نصّر کہا جاتا ہے۔

اَشُّور (قلعہ شرقاط): یہ موصل اور تکریت کے وسط میں دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر آباد تھا۔

نینویٰ: یہ موصل کے بالمقابل دجلہ کے بائیں کنارے پر تھا۔ اس کے کھنڈر موصل کے مشرق میں کچھ فاصلے پر ملتے ہیں۔ نینویٰ کے آثار تل قویونجیق کہلاتے ہیں۔ اَشُّوریوں نے اَشُّور کے بعد نینویٰ کو دارالحکومت بنایا تھا۔

اُور: بائبل کے مطابق ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش اُور تھا۔ اس کے آثار دریائے فرات کے جنوب میں الناصریہ شہر کے بالمقابل واقع ہیں۔ ان دنوں اسے **تَلُّ المقیّر** کہتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر سات دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأعراف	7	65	الشعراء	26	124
هود	11	89`60`58`53`50			

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَ يَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَ لَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَ لَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَ نَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَ تِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

''اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بلاشبہ تم اللہ پر بہتان باندھ رہے ہو۔ اے میری قوم! میں تم سے تبلیغ کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اس ذات کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ کیا تم نہیں سمجھتے؟ اے میری قوم! اپنے رب سے

معافی مانگو۔ اس کے سامنے توبہ کرو۔ وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری قوت میں اضافہ کرے گا۔ تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔''

وہ کہنے لگے: ''اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے سے رہے اور نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے، بلکہ ہمارا تو خیال یہ ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے کوئی بیماری لگائی ہے۔''

ہود (علیہ السلام) نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان تمام سے بیزار و لاتعلق ہوں جن کو تم نے (عبادت میں) اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے۔ تم سب مل کر میرے خلاف منصوبہ بنالو پھر مجھے بالکل مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ جو بھی چیز حرکت کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ کو اس پر قبضہ وقدرت ہے۔ بلاشبہ میرا پروردگار سیدھے راستے پر ہے۔ (سیدھا راستہ اختیار کر کے ہی اس تک پہنچا جاسکتا ہے۔) اگر تم روگردانی کرو تو تمہاری مرضی، میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو مجھے دے کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو تمہارا جانشین بنادے گا، پھر تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بلاشبہ میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔''

جب ہمارا فیصلہ آ پہنچا، ہم نے ہود اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے نجات دی اور ان کو سخت عذاب سے محفوظ رکھا۔ یہ تھی قوم عاد جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا، اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کے حکم کی پیروی کی۔ اس دنیا میں بھی ان پر لعنت مسلط کر دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ خبردار! عاد نے اپنے رب کا انکار کیا۔ خبردار! ہود کی قوم، عاد ہمیشہ کے لیے دور دفع ہو گئے۔'' (ھود:11/50...60)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ۚ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ۭ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ۚ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ۚ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ۚ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ۚۙ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ۭ قَالُوْا سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ۙ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ۚ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ۧ

''قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا: ''کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ میں تمہاری طرف امانتدار پیغمبر ہوں، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ نیز میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے پاس ہے۔ کیا تم ہر ہر ٹیلے پر بے فائدہ عمارتیں بناتے ہو؟ اور ایسے مضبوط محل تعمیر

کرتے ہو گویا کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے۔ اور جب تم کسی (غریب اور کمزور) پر ہاتھ ڈالتے ہو تو جبار بن کر ڈالتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میرے پیچھے لگ جاؤ۔ اس ہستی سے ڈرو جس نے تمہیں وہ کچھ دیا جو تم جانتے ہو۔ اس نے تمہیں جانور دیے، بیٹے دیے، باغیچے دیے اور چشمے دیے۔ مجھے تم پر کسی عظیم دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔"

وہ کہنے لگے: "نصیحت کر یا نہ کر ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پہلے لوگوں کے ساتھ یہی کچھ ہوتا آیا ہے۔ ہمیں عذاب نہیں دیا جا سکے گا۔"

چنانچہ انہوں نے ہود کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ بلاشبہ اس واقعہ میں بہت بڑی نشانی ہے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ تیرا رب ہی غالب نہایت رحم کرنے والا ہے۔" (الشعراء: 123/26......140)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "حضرت ہود علیہ السلام عربی بولنے والے پہلے شخص ہیں۔" قوم عاد کی رہائش احقاف کے علاقے میں تھی جو حضر موت کے شمال میں واقع ہے۔

احقاف کے شمال میں خالی ریگستان ہے جسے ربع خالی کہا جاتا ہے۔ مشرق میں عمان ہے۔ یہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے جن کے نام یہ ہیں: وَدّ، سُواع، یَغُوث، یعُوق، نَسْر. (شبہ جزیرۂ عرب کے نقشہ میں ان بتوں کے مقامات ملاحظہ کیجیے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ انہوں نے ایک اور بت بھی بنا رکھا تھا جس کا نام "هَتّار" تھا۔ یاد رہے کہ یہ عاد جو ہلاک ہوئے انہیں عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔ باقی رہے دوسرے عاد جو بعد میں ہوئے، وہ یمن کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق قحطان اور سبأ وغیرہ سے تھا۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ ثمود کو عاد ثانی کہا جاتا ہے۔

حضر موت والے کہتے ہیں کہ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضر موت کے علاقے میں رہنے لگے تھے حتیٰ کہ وہیں فوت ہوئے اور انہیں مشرقی علاقے میں وادی برہوت کے قریب شہر تریم سے 32 میل کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔ فلسطین کے علاقے میں بھی ایک قبر حضرت ہود علیہ السلام کی قبر کے نام سے مشہور ہے مگر اس کی نسبت حضرت ہود علیہ السلام کی طرف صحیح نہیں۔

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير: 93
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي: 62
❀ قصص الأنبياء، الطبري: 118
❀ قصص الأنبياء، النجار: 49
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 739
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 1294

ہود علیہ السلام
اور
عاد اُولیٰ کی بستیاں
روم
بحیرہ
بحیرہ مردار
ایلہ
سیناء
مصر
مغربی صحرا
مشرقی صحرا
دریائے نیل
صحرائے نوبیہ
سودان
مدین
صحرائے نفود
مدینہ منورہ
(یثرب)
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
بحیرہ قلزم (احمر)
جزیرہ نمائے عرب
نجد
عسیر
الاحساء
فرات
ابلہ
کاظمہ
بوشہر
شیراز
زاہدان
فارس (ایران)
خلیج فارس
دارین
دبا
صحار
مسقط
خلیج عمان
عمان
مصیرہ
ربع الخالی
ظفار
جزائر خوریا موریا
احقاف
قبر ہود
تریم
حضرموت
صنعاء
مکلا
حدیدہ
مصوع
مخا
عصب
عدن
خلیج عدن
حبشہ
قران افریقہ
سقوطرہ
بحیرہ عرب
بحر ہند
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

اضافی توضیحات وتشریحات

ہود علیہ السلام اور قوم عاد کا مسکن احقاف

قوم عاد کو قرآن مجید میں ﴿مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ﴾ یعنی قومِ نوح کے خلفاء میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام عاد کی سب سے معزز شاخ خلود کے ایک فرد تھے۔ عاد کا سلسلۂ نسب یوں ہے:

عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔ یوں عاد بنو سام میں سے تھے۔

قوم ہود یا عاد، عرب کا ایک قدیم قبیلہ تھا۔ یہ امم سامیہ (سامی اقوام) کے صاحب قوت واقتدار افراد تھے۔ تاریخ عرب کی قدیم اقوام کو عرب عاربہ (خالص عرب) یا عرب بائدہ (مٹ جانے والے عرب) کہتی ہے اور ان کے مختلف گروہوں کو عاد، ثمود، طسم اور جدیس کے نام دیتی ہے۔ مستشرقین یورپ انہیں امم سامیہ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو عاد اولیٰ کہا گیا ہے۔ عاد کا زمانہ تقریباً ساڑھے چھ ہزار قبل مسیح جانا جاتا ہے۔

احقاف: عادِ اولیٰ کا مسکن احقاف تھا جو جزیرۂ نمائے عرب کے جنوب میں ربع الخالی اور حضر موت کے درمیان واقع ہے۔ اس کے مشرق میں عمان، مغرب میں یمن، شمال میں ربع الخالی اور جنوب میں حضر موت ہے۔ بعض مؤرخین کے مطابق عاد اولیٰ، عرب کے بہترین حصے حضر موت اور یمن سے لے کر خلیج فارس اور عراق تک آباد ہو گئے تھے۔ ان کے معبودان باطل بھی قوم نوح کی طرح ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ان کے ایک بت کا نام صمود اور ایک کا نام ہتار بھی تھا۔

احقاف حقف کی جمع ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے اونچے ٹیلے۔ جو عمان سے یمن تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہیں سے نکل کر عاد گردوپیش کے ممالک میں پھیلے اور کمزور قوموں پر چھا گئے۔ بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع یمن کے موجودہ شہر مکلا سے تقریباً 200 کلومیٹر شمال کی جانب حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام ہی سے مشہور ہے۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں، تاہم مقامی روایات اسی علاقے کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ حضر موت میں کئی کھنڈر ایسے ہیں جن کو مقامی باشندے آج تک دارِ عاد کے نام سے جانتے ہیں۔

ہزاروں برس پہلے احقاف میں شاندار تمدن رکھنے والی قوم آباد تھی اور یہ علاقہ سر سبز وشاداب تھا مگر آج ایک لق ودق ریگستان ہے جس کے اندرونی حصوں میں جانے کی کوئی ہمت نہیں رکھتا۔ 1843ء میں بویریا (جرمنی) کا ایک فوجی آدمی اس کے جنوبی کنارے پر پہنچ گیا تھا۔ اس کے بقول حضر موت کی شمالی سطح مرتفع پر سے کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو یہ صحرا ایک ہزار فٹ نشیب میں نظر آتا ہے۔ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید ریتلے قطعے ہیں جن میں کوئی چیز گر جائے تو وہ ریت میں غرق

ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہاں کی ریت بالکل باریک سفوف کی طرح ہے۔ اس جرمن نے ایک شاقول اس ریت میں پھینکا تو وہ 25 منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا حتیٰ کہ اس رسّی کا سرا گل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔ (''قصص القرآن'' حصہ اول از مولانا سیوہاروی)

شبام اور تریم: یمن کی بندرگاہ عدن سے تقریباً 500 کلومیٹر شمال مشرق میں مکلا کی بندرگاہ ہے۔ مکلا سے 65 کلومیٹر مشرق میں الشّحر کی بندرگاہ ہے۔ مکلا اور الشحر سے 200 کلومیٹر شمال میں وادی حضر موت ہے۔ اس وادی کے کنارے البحر الصافی، شبام اور تریم کے قصبے ہیں۔ شبام اہل شبوہ نے حضر موت آ کر آباد کیا تھا۔ شبام کے مشرق میں تقریباً 40 کلومیٹر دور تریم واقع ہے جس کے پاس حضرت ہود کی قبر بتائی جاتی ہے۔ یہی احقاف کا علاقہ تھا۔ یہیں سے وادی المسیلہ نامی ندی نکلتی ہے جو جنوب مشرق کا چکر کاٹ کر مصینعہ کے قریب بحیرۂ عرب میں جا گرتی ہے۔ مصینعہ کی قدیم بستی بھی ان دنوں کھنڈروں کی شکل میں موجود ہے۔ احقاف کے مشرق میں مہرہ کا علاقہ ہے جو عُمان کی سرحد اور بحیرۂ عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ آج یہاں وادی المُسَیلہ کے سوا کوئی اور ندی یا دریا نہیں۔ کہیں کہیں برساتی نالے ضرور موجود ہیں۔ حضر موت کے شمال میں کثیر نامی سطح مرتفع ہے۔

عاد کی تباہی: اللہ کی باغی قوم عاد تند و تیز منحوس آندھی کے عذاب سے تباہ ہو گئی۔ یہ عذاب سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل آیا جس نے اس سرکش قوم کو مکمل طور پر ہلاک کر کے رکھ دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مخلص پیروانِ اسلام عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے۔ اہل حضر موت کا دعویٰ ہے کہ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام حضر موت کے شہروں میں ہجرت کر آئے تھے۔ وہیں ان کی وفات ہوئی اور حضر موت کے مشرقی حصے میں وادی برہوت کے قریب شہر تریم سے تقریباً دو مرحلے پر دفن ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر منقول ہے کہ ہود علیہ السلام کی قبر حضر موت میں کثیب احمر (سرخ ٹیلے) پر ہے اور ان کے سرہانے جھاؤ کا درخت ہے جبکہ اہل فلسطین کا دعویٰ ہے کہ وہ فلسطین میں دفن ہیں، چنانچہ حضر موت اور فلسطین دونوں مقامات پر ہود علیہ السلام کی مبیّنہ قبروں پر عرس ہوتا ہے۔ قبر ہود سے متعلّق حضر موت والی روایت درست اور معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان کی قوم کی تباہی اور ہلاکت کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے قریب ہی حضر موت کی آبادیوں میں قیام فرمایا ہوگا۔ (قصص القرآن جلد اول)

عاد اِرَم: اس سے مراد وہی قدیم قوم ہے جسے عاد اولیٰ کہا جاتا ہے۔ سورۂ فجر آیت 7 میں اسے عادِ اِرَم اور سورۂ نجم آیت 50 میں عادِ اولیٰ کا نام دیا گیا ہے۔ اسے عاد اِرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ سامی نسل کی اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو اِرَم بن سام بن نوح علیہ السلام سے چلی تھی۔ انہی عاد ارم کی ایک ضمنی شاخ ثمود ہیں اور دوسرے آرامی ہیں جو ابتداء میں شام کے شمالی علاقوں میں آباد تھے اور جن کی زبان آرامی سامی زبانوں میں بڑا اہم مقام رکھتی ہے۔ سورۂ فجر میں عاد ارم کا وصف ذات العماد (ستونوں والے) بتایا گیا ہے کیونکہ وہ اونچے اونچے ستونوں پر بلند عمارتیں بناتے تھے۔

سید حامد عبدالرحمٰن الکاف اپنے ایک مضمون ''ارض الاحقاف کا سفر اور مشاہدات'' میں لکھتے ہیں:

''تریم'' کے شہر سے باہر نکلنے پر ہمیں وہ منظر دکھائی دیا جو ہم ایک زمانے سے وادیٔ احقاف کے تصور میں دیکھتے آئے تھے۔ یعنی اونچے اونچے تہ بہ تہ پہاڑوں کے ایک دامن سے لے کر دوسرے دامن تک ریت کے اونچے اونچے اور اونچے نیچے' بالکل سمندری موجوں کی طرح تودے اور ان کے درمیان تارکول کی سڑک اور کہیں کہیں خودرو کھجور کے جھنڈ' ایک آدھ اونٹ اور کہیں کہیں دو چار کچے مکانات۔

وادیٔ احقاف اپنے وسیع تر معنوں میں وادی برہوت' قبر ہود علیہ السلام (جو ربع الخالی میں کم از کم پچاس ساٹھ کلومیٹر اندر واقع ہے) سے شروع ہو کر مغرب میں وادی عمد' وادی ایمن اور وادی یسر اور وادی عین کے آخر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی لمبائی کا اندازہ کچھ اس طرح لگایا جا سکتا ہے۔

قبر ہود علیہ السلام سے تریم 100 کلومیٹر تریم سے سیئون 35 کلومیٹر سیئون سے انتہائے وادیٔ عمد 150 کلومیٹر۔ وادی یسر کے خاتمہ تک مزید 50 کلومیٹر۔ اس طرح کوئی 335 کلومیٹر بنتے ہیں۔ اس سے وہ علاقے خارج ہیں جو قبر ہود علیہ السلام سے شمال مشرق اور مشرق میں واقع ہیں اور وادی برہوت اور مہرہ کے شمالی علاقوں سے شروع ہو کر عمانی سرحد تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا مرکز شمالی مہرہ کے ریت کے تودوں میں دبے ہوئے شہر ''ارم ذات العماد'' اور اس کے قرب و جوار کے علاقے تھے۔

پندرہ منٹ کی ڈرائیو پر ایک گاؤں ہے جسے ''عسینیات'' کا نام دیا جاتا ہے۔ ''عسینیات'' سے کچھ آگے بڑھے تو داہنے ہاتھ پر ایک اور شہر آیا جہاں اچھی خاصی آبادی ہے۔ اس کے بعد ایک پولیس چوکی ہے جس کو السوم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس سڑک کو سیئون (تریم) السوم نبی اللہ ہود علیہ السلام کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ سڑک ابھی قبر ہود سے پہلے کوئی 20 کلومیٹر دور تک پہنچی ہے مگر منصوبہ یہ ہے کہ اس کو ربع الخالی میں یمنی علاقے ''ثمود'' تک پہنچایا جائے۔ یہ ثمود وہ ثمود نہیں ہے جو قوم صالح کا علاقہ تھا اور جو جزیرہ عرب کے شمال مغرب میں واقع ہے۔

وادیٔ برہوت کا ریتلا میدان شمالی مہرہ سے ہوتا ہوا عمان سے جا ملتا ہے۔ ریت کے اس وسیع و عریض سمندر میں کہیں قوم عاد کا وہ شہر دبا پڑا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اونچے اونچے ستونوں والا ایک ایسا شہر جس جیسا اور ملکوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔'' (الفجر: 7'8)

قبر ہود (علیہ السلام) کی طرف چلیں تو جھاڑیوں والا علاقہ شروع ہو جاتا ہے اور وہاں زمین سے جھرنے اس زور اور کثرت سے نکلتے ہیں کہ وہ ایک ندی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جو قبر ہود (علیہ السلام) کے دامن سے ہوتی ہوئی ربع الخالی میں کہیں غائب ہو جاتی ہے۔ مقامی حضرات کے بقول یہ چھوٹا سا دریا ہزاروں برس سے یوں ہی بہ رہا ہے۔

جب عاد کی تباہی کا حکم صادر ہوا اور سیدنا ہود (علیہ السلام) اور آپ پر ایمان لانے والوں سے کہا گیا کہ وہ عذاب زدہ علاقہ چھوڑ دیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو وادیٔ برہوت سے متصل مغرب میں واقع وادی میں پناہ لینی پڑی۔ اللہ نے اپنے ان نیک اور مومن بندوں کے لیے ریت کے ان تودوں میں پانی کا اس طرح انتظام فرما دیا: ''اور جب ہمارا حکم صادر ہوا تو ہم

نے ہود اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر اس کے ساتھ ہو گئے تھے' اپنی رحمت سے نجات دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے نجات دی۔'' (ہود:58) تب ہی تو یہ پاک نفوس یہاں رہ سکے' یہاں تک کہ حضرت ہود (علیہ السلام) کی وفات کا وقت آ گیا اور آپ کو انہوں نے اس پہاڑی پر دفن کیا جو ان جھرنوں سے جیپ پر کوئی پندرہ بیس منٹ کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام اور ثمود کا علاقہ

حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں نو دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأعراف	7	77`75`73	الشعراء	26	142
هود	11	89`66`62`61	النمل	27	45

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ﴿٧٩﴾

''ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے عظیم الشان نشانی ہے۔ اسے کھلا چھوڑ دو' اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چرلے۔ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ تمہیں دردناک عذاب گھیر لے گا۔ یہ بات ذہن نشین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کی ہلاکت کے بعد جانشین بنایا ہے اور تمہیں اس علاقے میں آباد کیا ہے۔ تم میدانی علاقے میں بڑے بڑے محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش

کر گھر بنا لیتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔"
اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے ایمان لانے والے کمزور لوگوں سے کہا: "کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے رب کا پیغمبر ہے؟" انہوں نے کہا: "ہم تو ان کے لائے ہوئے پیغام پر بھی بھرپور یقین رکھتے ہیں۔" متکبرین کہنے لگے: "جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم واضح طور پر اس کا انکار کرتے ہیں۔" پھر انہوں نے (اسی پر بس نہیں کی بلکہ) اللہ کی اونٹنی کو زخمی کر دیا اور اپنے رب کے حکم سے علانیہ سرکشی کی اور کہنے لگے: "اے صالح! اگر تو واقعی پیغمبر ہے تو وہ عذاب لے آ جس سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے۔"
بالآخر ایک زبردست زلزلے نے ان کو آلیا اور وہ اپنے گھروں ہی میں ڈھیر ہو گئے۔ (حضرت) صالح ان سے ایک طرف ہو کر (افسوس سے) کہنے لگے: "اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور تم سے خیر خواہی کی تھی، لیکن تم اپنے خیر خواہوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔" (الاعراف: 73/7......79)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۣ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿٦٣﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾

"ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا: "اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور تمہیں زمین میں آباد کیا، لہٰذا اس سے معافی مانگو، پھر (آئندہ کے لیے) اس کے سامنے توبہ کرو۔ بلاشبہ میرا پروردگار بہت قریب ہے اور فریادرس ہے۔"
وہ کہنے لگے: "صالح! ہم کو تو تم سے بہت امیدیں تھیں، لیکن تعجب کی بات ہے کہ تو ہمیں ان بتوں کی پوجا کرنے سے روکتا ہے جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد بھی کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ ہمیں تیری دعوت میں واضح شک ہے۔"
"صالح علیہ السلام فرمانے لگے: "اے میری قوم! ذرا بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کریم کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہوں اور

اس نے مجھے اپنی عظیم رحمت سے سرفراز فرمایا ہے پھر بھی میں اسکی نافرمانی کروں تو اللہ کے عذاب سے بچاؤ میں کون میری مدد کرے گا؟ اس طرح تو تم مجھے زبردست خسارے میں مبتلا کر دو گے۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے واضح نشانی ہے۔ اسے کھلا چھوڑ دو' اللہ کی زمین میں جہاں چاہے چر لے۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا ورنہ تمہیں فوری عذاب آ لے گا۔''

لیکن انہوں نے اسے زخمی کر دیا تو حضرت صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''تین دن تک اپنے گھروں میں مزے لوٹ لو۔ یہ وعدہ جھوٹا نہیں۔'' پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آن پہنچا' ہم نے صالح اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ اس دن کی رسوائی وذلت سے محفوظ رکھا۔ بلاشبہ تیرا رب ہی قوت اور غلبے والا ہے۔ آخر کار ان ظالموں کو ایک زبردست چیخ نے اپنی گرفت میں لے لیا اور وہ اپنے گھروں ہی میں ڈھیر ہو گئے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ کبھی یہاں آباد ہی نہیں ہوئے۔ خبردار! قوم ثمود نے اپنے رب کریم کا انکار کیا۔ خبردار! ثمود بھی دفع ہو گئے۔'' (ہود: 68...61/11)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٤١﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٤٢﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٤٤﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٤٥﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿١٤٦﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿١٤٧﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿١٤٨﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿١٤٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٥٠﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿١٥١﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿١٥٢﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿١٥٤﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿١٥٥﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

''ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی (ہم نسب) صالح نے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ بلاشبہ میں تمہاری طرف امانتدار پیغمبر ہوں' اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس تبلیغ کے سلسلے میں تم سے کسی اجرت کا طلبگار نہیں۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے ذمے ہے۔ کیا تم یہاں ہمیشہ کے لیے امن وامان کے ساتھ رہو گے؟ ان باغیچوں اور چشموں میں' ان کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ (یعنی رس بھرے ہیں) تم بلاضرورت تکلف کرتے ہوئے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے پیچھے لگو۔ ان ظالموں کی بات نہ مانو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔'' وہ کہنے لگے: ''تو تو جادو کے زیر اثر (ایسی باتیں کرتا) ہے ورنہ تو ہم جیسا ایک انسان ہے۔ اگر تو واقعتاً سچا ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔'' صالح (علیہ السلام) نے فرمایا: ''یہ ایک اونٹنی ہے جو اپنی باری پر پانی پیے گی اور تمہیں بھی ایک معین

دن ہی پانی لینا ہوگا۔ اسے برے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک عظیم دن کا عذاب گھیر لے گا۔"

لیکن انہوں نے اس کو زخمی کر دیا۔ پھر وہ جلد ہی نادم ہو گئے۔ بالآخر ان کو عذاب نے آلیا۔ اس واقعہ میں بہت بڑی نشانی ہے، مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ تیرا رب ہی غالب نہایت رحم کرنے والا ہے۔" (الشعراء:141/26...159)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا رہائشی علاقہ حجاز اور شام کے درمیان حجر کا علاقہ ہے جسے مدائن صالح بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علاقہ خلیج عقبہ کے مشرق میں واقع شہر مدین کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ قوم ثمود کے مکانات اس علاقے میں پہاڑوں میں کھدے ہوئے صاف نظر آتے ہیں۔

ثمود بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور واعظ بنا کر بھیجا۔ ان کا معجزہ وہ اونٹنی تھی جو ان کے سامنے پتھر سے نکلی تھی۔ جب انہوں نے اسے قتل کر دیا تو انہیں ایک کڑک دار آواز کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے بچ گئے، جو قوم کی ہلاکت کے بعد فلسطین کے علاقے رملہ میں چلے گئے۔ یہ قوی ترین قول ہے کیونکہ ان کے قریب زرخیز علاقہ یہی تھا۔ عرب لوگ اپنے جانوروں کو چرانے کی خاطر گھاس اور پانی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔

لیکن حضر موت کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ حضر موت جا کر رہنے لگے کیونکہ وہ اصلاً اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے یا وہ احقاف والوں کی نسل سے تھے۔ وہاں ایک قبر بھی ہے جسے وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قوم کی ہلاکت کے بعد بھی وہ اپنے علاقے ہی میں رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اور پھر وہیں رہے حتی کہ فوت ہوئے اور ان کی قبریں کعبہ کے مغربی جانب ہیں۔

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير: 106
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي: 68
❀ قصص الأنبياء، الطبري: 126
❀ قصص الأنبياء، النجار: 58
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 410
❀ المعجم المفهرس لمعاني القران العظيم: 657

صالح علیہ السلام اور قوم ثمود
قلزم (سویز)
معان
اردن
ایلہ
خلیج سویز
حمیدہ
صحرائے نفود
جزیرہ نمائے سیناء
(مصر)
مدین
البدع
مقنا
خلیج عقبہ
خریبہ
تبوک
قلیبہ
مدین
ترپم
مصر
مویلح
ضبا
تیماء
عرب
دارالحمراء
دیار ثمود
مدائن صالح (حجر)
العلاء (وادی القریٰ)
الوجہ
بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر)
بحیرۂ روم
شام
فارس
خلیج فارس
مصر
جزیرہ نمائے عرب
بحیرۂ قلزم
سوڈان
نیل ازرق
بحیرۂ عرب
حبشہ
قرن افریقہ
بحر ہند
400
300
200
100
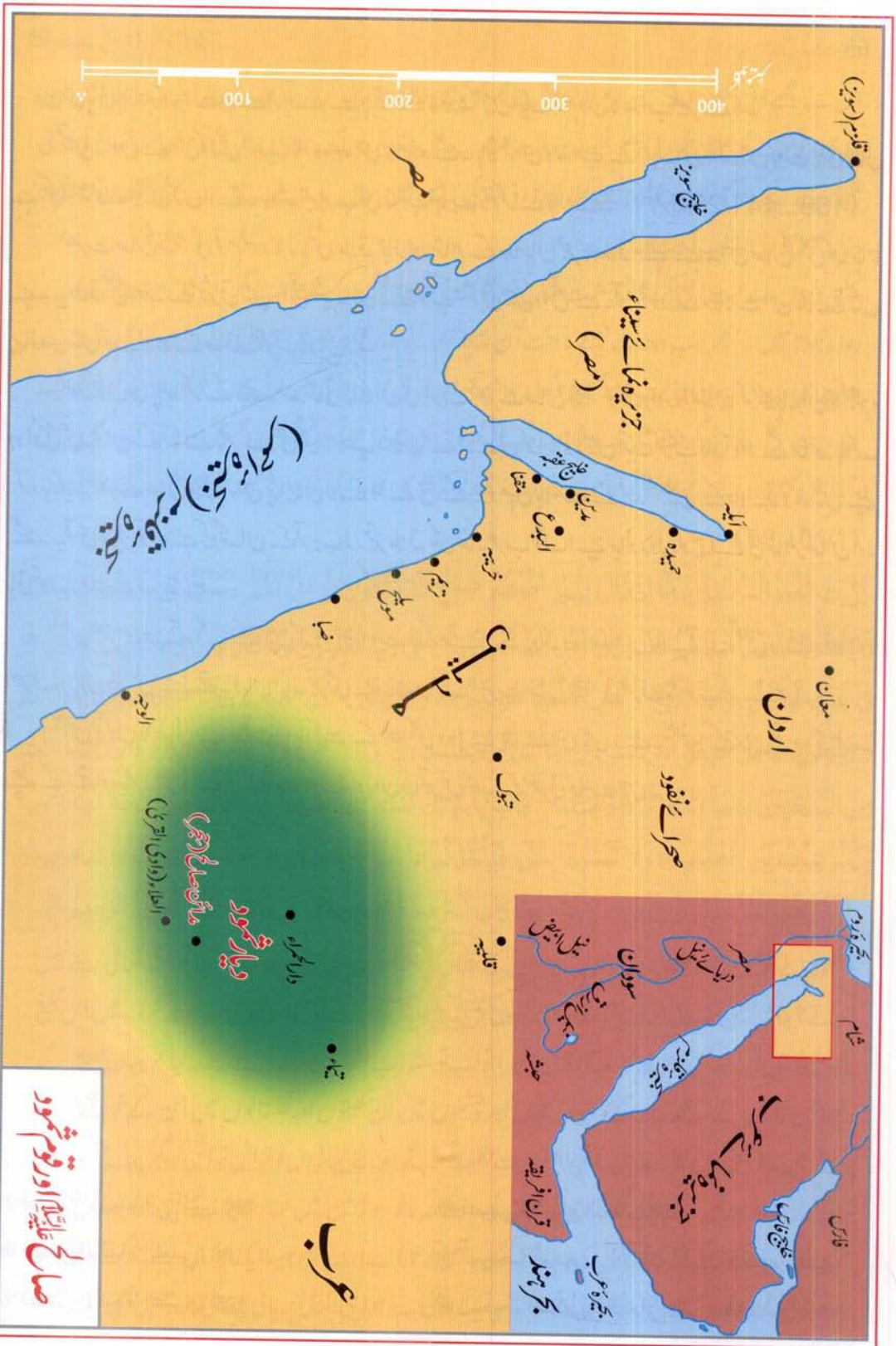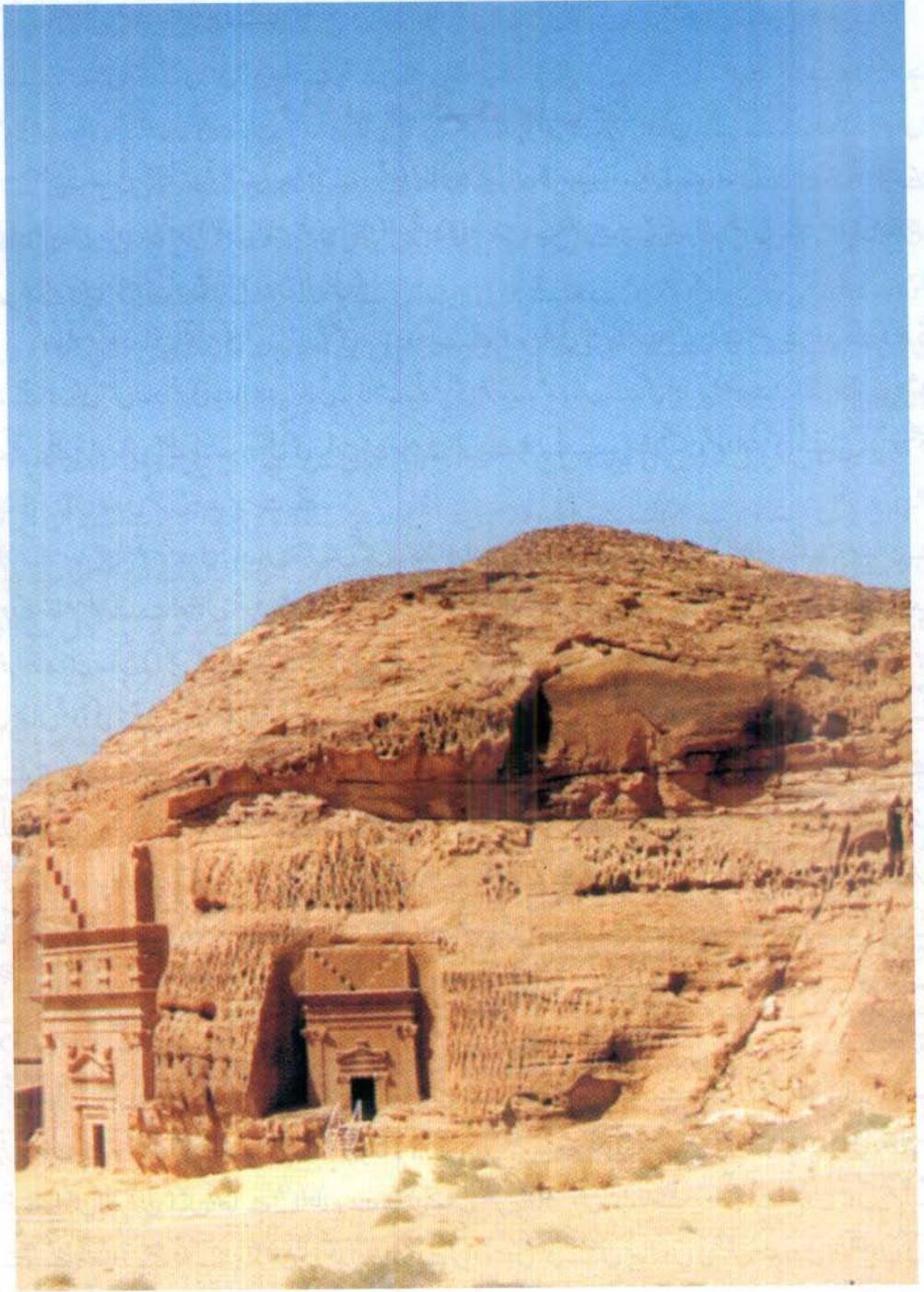
صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کی بستی

قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام

حضرت صالح علیہ السلام جس قوم میں پیدا ہوئے وہ ثمود کہلاتی ہے۔ ان کا نسب نامہ یوں ہے: صالح بن عبید بن آسف بن ماشح بن عبید بن حادر بن ثمود (بقول امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ) اور ثمود کا سلسلۂ نسب حضرت نوح تک اس طرح ہے: ثمود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام (روح المعانی)

گویا قوم ثمود سامی اقوام کی ایک شاخ تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو عاد اولیٰ کی ہلاکت کے وقت حضرت ہود کے ساتھ بچ گئے تھے اور یہی نسل عاد اخریٰ یا عاد ثانیہ کہلائی۔ بلاشبہ یہ قوم بھی عرب بائدہ میں سے تھی اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت سے تقریباً 2 ہزار سال پہلے ہلاک ہو چکی تھی۔ ارم بن سام کی نسل سے ہونے کے باعث انہیں ثمود ارم بھی کہتے ہیں۔ ثمود بھی اپنے پیشروؤں عاد کی طرح بت پرست تھے۔

ثمود کے مساکن: قوم ثمود کی آبادیاں الحجر میں تھیں۔ حجاز اور اردن کے درمیان وادی القریٰ (العلاء) تک جو میدان ہے یہ ثمود کا مقام سکونت ہے جو شمال مشرق میں تیماء سے لے کر سعودی ساحلی شہر الوجہ تک چلا گیا ہے۔ اس کے وسط میں الدار الاحمر اور مدائن صالح (الحجر) کے مقامات ہیں جبکہ جنوب میں العلاء واقع ہے۔ آج کل دیار ثمود فج الناقہ کے نام سے مشہور ہیں جہاں ثمود کی بستیوں کے کھنڈر اور آثار ملتے ہیں۔ ثمود کی آبادیوں کے قریب بعض قبروں پر آرامی زبان میں کتبے لگے ہوئے ہیں۔ یہ دراصل ان لوگوں کی قبریں ہیں جو قوم ثمود کی ہلاکت کے ہزاروں برس بعد اتفاقاً یہاں آ کر بس گئے تھے۔ بقول جورجی زیدان ''ان کتبوں کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بستیاں ولادت مسیح سے کچھ پہلے نبطیوں کے زیر اقتدار آ گئی تھیں اور یہ لوگ دراصل ''بطرا'' یا ''پٹرا'' (اردن) کے باشندے تھے' چنانچہ انہوں نے اہل بطرا کی طرح ہی حجری مساکن تعمیر کیے۔ ان میں اہم ترین وہ کھنڈر ہیں جو قصر بنت' قبر باشا' قلعہ اور برج کے ناموں سے موسوم ہیں۔'' ایک کتبے پر نبطی حروف میں ان کے معبودوں ذوالشریٰ' ہبل' لات اور منوۃ کے نام آئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ مقبرے کو وھب اللاۃ بن عبادہ نے بنایا تھا۔ (العرب قبل الاسلام بحوالہ قصص القرآن)

مدائن صالح: اس کا قدیم نام الحجر ہے جو قرآن مجید اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں آج سے 6 ہزار سال پہلے قوم ثمود آباد تھی۔ یہ خیبر سے تقریباً 115 میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی کی روداد سفر (سفر نامہ ارض القرآن) میں لکھا ہے: ''العلاء سے مدائن صالح تقریباً 30 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جوں جوں ہم آگے بڑھتے گئے' بلند اور پھٹے ہوئے پہاڑوں کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ بعض پہاڑوں کی شکل مندروں اور قلعوں کی سی تھی۔ انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ شاید ثمود نے ان پر اپنے محلات' قلعے اور مندر بنائے ہوں جو زلزلے (صاعقہ) کی وجہ سے پھٹ گئے ہوں۔''

اور پروفیسر عبدالرحمٰن عبد ''حرم مدینہ'' میں لکھتے ہیں: ''العلاء جتنا سرسبز وشاداب ہے' مدائن اتنا ہی بے آب وگیاہ ہے۔ العلاء سے گزرنے والے قدیم کاروانی راستے کے پہلو میں بلند پہاڑ عجیب شکلوں میں ہیں۔ دراصل سخت زلزلے نے اس سارے علاقے کے پہاڑوں کو دامن سے چوٹی تک جھنجھوڑ کر قاش قاش کر دیا ہے۔ رابغ سے عقبہ تک اور مدینہ وخیبر سے تیماء اور تبوک تک کا سارا علاقہ ثمود کے ان آثار سے بھرا ہوا ہے۔ جنوب میں خیبر تک اور شمال میں اردن کے اندر 50 کلومیٹر تک قاش قاش پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ گویا عہد قدیم میں یہاں جو زبردست زلزلہ آیا تھا اس نے تقریباً 500 کلومیٹر لمبے اور تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر چوڑے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ الحجر کے باشندے چٹانیں کاٹ کاٹ کر ان میں گھر بنانے کے غالباً موجد تھے۔ ان کے سینکڑوں برس بعد نبطیوں نے دوسری اور پہلی صدی ق م میں بطرا (اردن) کا عالیشان دارالحکومت بنایا تھا۔

مدائن صالح کی سنگی عمارتوں کی پیشانیوں پر نبطی خط اور آرامی زبان میں کتبے درج ہیں۔ ایک عمارت قصر البنت (شہزادی کا محل) کے نام سے معروف ہے۔ ایک کا نام بیت الشیخ اور دوسرے کا نام بیت الخریمات ہے۔ ان میں کسی دروازے کی دہلیز نہیں۔ ایک وسیع عمارت محل مجلس یعنی ثمود کا اسمبلی ہال تھا۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ قوم ثمود اپنے رہائشی مکانات اور محلات میدان میں بناتی تھی جیسا کہ سورۃ الفجر کی آیت 9 میں ہے: ''اور ثمود کے ساتھ کیا کیا جنھوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں۔'' یہاں وادی سے مراد وادی القریٰ ہے۔ (آنحضور ﷺ کے نقش قدم پر جلد 2)

العلاء (وادی القریٰ) بحیرۂ قلزم کے ساحلی شہر الوجہ سے تقریباً 150 کلومیٹر مشرق میں ہے۔ اب ایک جدید سڑک العلاء کو خیبر سے ملاتی ہے۔ العلاء سے خیبر کا فاصلہ بھی 150 کلومیٹر کے قریب ہے جبکہ مدینہ منورہ خیبر سے 150 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ خیبر مدینہ منورہ سے تیماء اور تبوک کو جانے والی سڑک پر واقع ہے۔

مدائن صالح' العلاء سے 40 کلومیٹر شمال مشرق میں ہے اور العلاء سے تیماء کا فاصلہ تقریباً 110 کلومیٹر ہے۔

ثمود کی تباہی: جب قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز نہ آئی تو ایک خوفناک زلزلے کے عذاب نے اس قوم کو نیست ونابود کر کے رکھ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ثمود کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھی مومنین فلسطین میں جا آباد ہوئے جہاں رملہ اور اس کے مضافات ان کا نیا وطن بنے (خازن) دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حضر موت (احقاف) چلے آئے جہاں سے ان کے آباؤ اجداد الحجر گئے تھے' چنانچہ حضر موت میں ایک قبر کے متعلق مشہور ہے کہ یہ صالح علیہ السلام کی قبر ہے۔ (قصص القرآن)

ایک اور قول یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھی مکہ معظمہ چلے آئے تھے اور وہیں حضرت صالح علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور ان کی قبر کعبہ سے غربی جانب حرم ہی میں ہے۔ علامہ آلوسی اسی کو راجح سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ جو مومنین عذاب سے محفوظ رہے ان کی تعداد تقریباً 120 تھی۔

اللہ کی باغی قوم ثمود کے مطالبے پر جب اونٹنی کی نشانی یعنی معجزہ سامنے آیا تو بدبختوں نے اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں تین دن بعد نہ ٹلنے والا عذاب آنے کی وعید سنائی۔ پہلے روز ان سب کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے، دوسرے دن سرخ ہوئے اور تیسرے روز ان پر سیاہی چھا گئی جو خوف و دہشت کی انتہا یعنی موت کی علامت تھی۔ (روح المعانی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

آپ کو ''انبیاء کا باپ'' اور ''خلیل اللہ'' کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسم گرامی قرآنِ مجید کی پچیس سورتوں میں 69 دفعہ آیا ہے۔ تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	124، 125(دو دفعہ)، 126، 127، 130، 132، 133، 135، 136، 140، 258، 260(تین دفعہ)	الشعراء	26	69
آل عمران	3	33، 65، 67، 68، 84، 95، 97	العنكبوت	29	16، 31
النّساء	4	54، 125(دو دفعہ)، 163	الأحزاب	33	7
الأنعام	6	74، 75، 83، 161	الصّافّات	37	83، 104، 109
التّوبة	9	70، 114(دو دفعہ)	ص	38	45
هود	11	69، 74، 75، 76	الشّورٰى	42	13
يوسف	12	6، 38	الزّخرف	43	26
إبراهيم	14	53	الذّاريات	51	24
الحجر	15	51	النّجم	53	37
النّحل	16	120، 123	الحديد	57	26
مريم	19	41، 46، 58	الممتحنة	60	4(دو دفعہ)
الأنبياء	21	51، 60، 62، 69	الأعلىٰ	87	19
الحج	22	26، 43، 78			

چند متعلقہ آیات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ

أَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (٥٢) قَالُوْا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ (٥٣) قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (٥٤)
قَالُوْا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ أَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ (٥٥) قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ
وَأَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (٥٦) وَتَاللّٰهِ لَأَكِيْدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (٥٧) فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا
إِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ (٥٨) قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (٥٩) قَالُوْا
سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرٰهِيْمُ (٦٠) قَالُوْا فَأْتُوْا بِهِ عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ (٦١) قَالُوْا ءَأَنْتَ
فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰإِبْرٰهِيْمُ (٦٢) قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (٦٣) فَرَجَعُوْا
إِلٰى أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (٦٤) ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُوْنَ (٦٥)
قَالَ أَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (٦٦) أُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (٦٧) قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ (٦٨) قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى
إِبْرٰهِيْمَ (٦٩) وَأَرَادُوْا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَخْسَرِيْنَ (٧٠) وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ (٧١)
وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (٧٢)

''بلاشبہ ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے ہدایت سے نواز رکھا تھا اور ہم اسے خوب جانتے تھے۔ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: ''ان بتوں اور مجسموں میں کیا خوبی ہے جو تم ان کے سامنے جھکتے ہو؟'' وہ کہنے لگے: ''ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پوجا کرتے پایا ہے۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''کوئی شک نہیں کہ تم اور تمہارے آباء واجداد واضح طور پر گمراہی میں مبتلا ہیں۔'' وہ کہنے لگے: ''کیا تو سچ کہتا ہے یا صرف ہنسی مذاق کر رہا ہے؟'' وہ کہنے لگے: ''حقیقت تو یہ ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں اس بات پر تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔ اور اللہ کی قسم! میں تمہارے جانے کے بعد تمہارے بتوں سے ضرور دو دو ہاتھ کروں گا۔'' پھر اس نے بتوں کو پاش پاش کر دیا البتہ بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ وہ اس سے آ کر پوچھیں۔ وہ (آئے تو) کہنے لگے: ''ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ یقیناً وہ بہت بڑا ظالم ہے۔'' پھر خود ہی کہنے لگے: ''ہم نے ایک نوجوان کو بتوں کا تذکرہ کرتے سنا تھا۔ اس کا نام ابراہیم ہے۔ اسے لوگوں کے سامنے لاؤ تاکہ لوگ دیکھ لیں (کہ ہم کیا کرتے ہیں۔)'' انہوں نے پوچھا: ''اے ابراہیم! ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک تو نے کیا ہے؟'' ابراہیم کہنے لگے: ''اس بڑے بت نے کیا ہوگا لہٰذا انہیں سے پوچھ لو اگر یہ بتا سکتے ہیں۔'' وہ سر جھکا کر سوچنے لگے اور آپس میں کہنے لگے: ''حقیقت تو یہی ہے کہ تم ہی ظالم ہو۔'' پھر شرمندہ ہو کر کہنے لگے: ''تجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ یہ بولتے نہیں۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرتے ہو جو تمہیں کچھ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان؟ افسوس تم پر اور تمہارے معبودوں پر! کیا تمہیں ذرہ بھر بھی عقل نہیں؟'' مگر وہ (ڈھٹائی سے) کہنے لگے: ''اس کو آگ میں جلا دو

اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کچھ کر سکتے ہو۔''
ادھر ہم نے فرمایا: ''اے آگ! ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔'' انہوں نے تو اپنے طور پر ابراہیم کے خلاف بڑا منصوبہ بنایا تھا مگر ہم نے ان کو مکمل طور پر ناکام کر دیا۔ پھر ہم نے ابراہیم اور لوط کو ان سے بچا کر اس علاقے میں بھیج دیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے لیے برکات رکھی ہیں۔ وہاں ہم نے اس کو نہ صرف (بیٹا) اسحٰق بلکہ پوتا یعقوب بھی عطا فرمایا اور ان سب کو نیک اور صالح بنایا۔'' (الانبیاء: 51/21...72)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۤلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْۤءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَاۤجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَاۤجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَاۤءَ رَبِّيْ شَيْئًا ؕ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰۤئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيْنٰهَاۤ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۤءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

''جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''کیا آپ بے جان مورتیوں کو معبود بناتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم واضح گمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم اس طرح ابراہیم کو آسمان و زمین کے حقائق دکھاتے رہتے تھے تاکہ وہ یقین رکھنے والوں میں شامل ہو جائے۔ (اور ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت ہوا) جب رات چھا گئی تو اس نے ایک ستارہ دیکھ کر کہا: ''یہ میرا رب ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہنے لگے: ''میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کر سکتا۔'' پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو کہنے لگے: ''یہ میرا رب ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے: ''اگر میرے پروردگار نے میری رہنمائی نہ فرمائی تو میں سیدھے راستے تک نہ پہنچ سکوں گا۔'' پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے' کہ یہ ان سے بڑا ہے۔ لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہنے لگے: ''اے میری قوم! میں ان تمام چیزوں سے بری ہوں جن کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ میں تو ان سب کو چھوڑ کر اپنا چہرہ سیدھا کرتا ہوں اس ذات کی طرف جس نے تمام آسمان و زمین پیدا فرمائے اور میں مشرک نہیں۔''

اس کی قوم نے اس سے بہت جھگڑا کیا تو ابرہیم نے کہا: ''کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھی راہ دکھادی ہے۔ اور مجھے ان چیزوں سے کوئی ڈر نہیں جنہیں تم نے شریک بنا رکھا ہے' الا یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے۔ میرے پروردگار کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ میں تمہارے شریکوں سے کیسے ڈر سکتا ہوں جبکہ تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنا رکھا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی؟ اگر تمہیں کچھ بھی علم ہے تو بتاؤ ہم دونوں میں سے کون سا فریق مطمئن اور بے خوف ہونے کا حقدار ہے؟ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا' انہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔''

یہ حجت اور دلیل ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف سمجھائی تھی۔ ہم جسے چاہتے ہیں بلند درجات عطا کرتے ہیں۔ بلاشبہ تیرا پروردگار بہت حکمت و دانش اور سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام: 6/74...83)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿۸۲﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

''ان کے سامنے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا واقعہ بیان کیجیے۔ جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا: ''تم کس کی پوجا کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔'' ابراہیم نے کہا: ''کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم انہیں بلاتے ہو؟ یا کیا یہ تمہیں نفع نقصان دیتے ہیں؟'' وہ کہنے لگے: ''کچھ بھی نہیں بس ہم نے اپنے آباء واجداد کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''پھر سن لو کہ جن کی تم یا تمہارے آباء واجداد پوجا کرتے رہے ہیں یہ سب میرے دشمن ہیں سوائے اس ذات کے جو تمام دنیا جہاں کا پالنہار ہے' جس نے مجھے پیدا کیا اور میری رہنمائی کرتا رہتا ہے' جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوجاتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے' جو مجھے موت دے گا پھر زندگی دے گا' اور جس سے مجھے توقع ہے کہ قیامت کے دن میرے گناہ معاف کرے گا۔''

''اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما اور نیک لوگوں سے ملا۔ اور بعد میں آنے والوں میں میرا ذکر خیر برقرار رکھ۔ مجھے نعمتوں والی جنت کا وارث بنا۔ میرے باپ کو بخش دے' بلاشبہ وہ گمراہ تھا۔ جس دن لوگ قبروں سے اٹھیں گے مجھے رسوا نہ کرنا جس دن مال اور بیٹے کچھ فائدہ نہ دیں گے مگر اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر جائے گا۔'' (الشعراء:69/26...89)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۗ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

''تصور کیجیے جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دعا کی: ''اے میرے پرودگار! اس شہر (مکہ) کو امن کا گہوارہ بنانا۔ مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی پوجا سے محفوظ رکھنا۔ اے میرے پرودگار! بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے' لہٰذا جو شخص میری پیروی کرے گا تو یقیناً وہ مجھ سے تعلق رکھے گا اور جو میری نافرمانی کرے گا (وہ تیرے سپرد ہوگا اور) تو بہت معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے پالنہار! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک بیٹے کو تیرے قابل احترام گھر کے پاس ایک بے آب وگیاہ وادی میں لاٹھہرایا ہے تاکہ وہ (اور اس کی نسل) اقامت صلوٰۃ کا فریضہ سرانجام دیں' لہٰذا لوگوں کے دل ان کی طرف مائل فرمادے اور ان کو پھلوں والا رزق عطا فرما تاکہ وہ شکرگزار بنیں۔ اے ہمارے پروردگار! تو جانتا ہے جو بھی ہم چھپائیں یا ظاہر کریں اور حقیقت یہ ہے کہ آسمان وزمین کی کوئی چیز اللہ پر مخفی نہیں۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بلاشبہ میرا رب خوب دعائیں سننے والا ہے۔ اے میرے رب کریم! مجھے نماز کا پابند بنا اور میری اولاد کو بھی۔ اے ہمارے پروردگار! میری دعائیں قبول فرما۔ اے ہمارے پالنہار! جس دن حساب کتاب ہوگا مجھے' میرے ماں باپ اور ایمان لانے والوں کو معاف فرمادینا۔'' (ابراہیم:35/14...41)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾
فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾
وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا
عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ
اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ
لُوْطٍ ؕ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ
اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

''بلاشبہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے اور سلام کہا۔ ابراہیم نے جوابی سلام کہا اور تھوڑی دیر بعد ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آیا لیکن جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں دشمن سمجھا اور خوف زدہ ہوا۔ وہ کہنے لگے: ''مت گھبرایئے۔ ہمیں تو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔'' ابراہیم (علیہ السلام) کی بیوی (پاس) کھڑی تھی، وہ ہنس دی۔ ہم نے (ہمارے فرشتوں نے) اسے اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔

وہ کہنے لگی: ''ہائے افسوس! کیا میں اس بڑھاپے میں بچہ جنوں گی جبکہ میرا یہ خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے؟ بلاشبہ یہ عجیب بات ہوگی۔'' فرشتے کہنے لگے: ''کیا تو اللہ کے فیصلے پر تعجب کرتی ہے؟

نبی کے گھر والو! ''تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ بلاشبہ وہ قابل تعریف اور بڑی شان والا ہے۔'' جب ابراہیم سے گھبراہٹ دور ہوئی اور خوشخبری سن چکا تو قوم لوط کے بارے میں فرشتوں سے بحث کرنے لگا۔ بلاشبہ ابراہیم بہت نرم دل، اللہ کے ڈر سے رونے والا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا تھا۔ (فرشتوں نے کہا) جناب ابراہیم! اس بحث کو چھوڑیئے، آپ کے رب کا حکم آ چکا ہے۔ ان پر بہر صورت عذاب آ کر رہے گا، رکے گا نہیں۔''
(ہود: 76...69/11)

حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق میں پیدا ہوئے اور کلدانی شہر اُور میں رہے۔ آپ کے والد کا نام آزر بن ناحور تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ دراصل آپ کا چچا تھا اور عرب لوگ چچا کو باپ کہہ لیا کرتے تھے۔ کوفے کے علاقے کی ایک بستی کُوثی سے تعلق رکھتے تھے۔ کُوثی، بابل یا ورکاء میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلانے کا واقعہ کُوثی ہی میں ہوا۔ اس جلانے والے ہنگامہ کے فرو ہونے کے بعد جزیرہ کے شمالی علاقے حرّان میں چلے گئے، پھر وہاں سے فلسطین چلے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجا لوط علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی بھی تھیں۔ پھر قحط سالی کی بنا پر چرواہے بادشاہوں (ہیکسوس) کے دور میں مصر منتقل ہو گئے۔

پھر حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ جنوبی فلسطین میں لوٹ آئے اور محبت اور رشتہ داری قائم رکھتے ہوئے الگ الگ رہائش رکھی تاکہ ہر ایک کو اپنے مویشیوں کے لیے گھاس اور پانی مل سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بئر سبع میں اور حضرت لوط علیہ السلام بحیرہ مردار کے جنوب میں رہنے لگے جسے بحیرۂ لوط کہا جاتا ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دوسری زوجۂ محترمہ ہاجرہ کے ساتھ مکہ مکرمہ گئے۔ ان کے ساتھ ان کے شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو ان دونوں کو اس بے آب و گیاہ وادی میں ٹھہرا کر واپس چلے گئے۔ پھر وہاں زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑا اور کداء کے راستے سے بنو جُرہُم آکر وہاں آباد ہو گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے شہر الخلیل (حبرون) میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

مؤرخین نے عربوں کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کیا ہے:

عرب بائدہ: یہ وہ ہیں جو کلیتاً تباہ و برباد ہو گئے اور ان کے نشانات تک مٹ گئے۔ مثلاً: عاد، ثمود، جدلیس، اور اولین جُرہُم۔

عرب باقیہ: غلطی سے مورخین نے ان کی دو بڑی شاخیں بنائی ہیں:

① ''عرب عاربہ'' یہ قحطانی ہیں، ان کا اصلی وطن علاقۂ یمن تھا۔ ان کے مشہور قبیلے دو تھے۔ جُرھُم اور یَعرُب۔ یعرب سے بے شمار قبیلے اور خاندان پھیلے جن کی دو بڑی نسلیں تھیں۔ کھلان اور حِمیَر۔ کہلان کے مشہور قبیلے اَزد......اوس اور خزرج ان میں سے ہیں......اولاد جفنہ......جنہیں غسانی کہا جاتا تھا......طیٔ، مذحج، نخع، عنس، ھمدان، کندہ اور لخم ہیں۔ حمیر کے مشہور قبیلے قُضاعہ......بَلّی اور جُھَینَہ اسی قبیلے کی شاخیں ہیں...... کَلب اور بَھراء ہیں۔

② عرب مُستَعرَبَہ (یامتعربہ): یہ عدنان کی نسل سے ہیں۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ ان کو مستعربہ اس لیے کہا گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سریانی زبان بولتے تھے...... جب بنو جرہم، جو کہ قحطانی تھے، مکہ مکرمہ آکر ان کے ساتھ رہنے لگے تو حضرت اسماعیل کی شادی ان کی کسی عورت کے ساتھ ہوئی اور حضرت اسماعیل اور ان کے بیٹوں نے عربی زبان سیکھ لی، اس لیے ان کو عرب مستعربہ (بعد میں عرب بننے والے) کہا گیا جبکہ عرب عاربہ کا معنی اصل عرب ہے۔ اکثر عرب اسی قسم میں شامل ہیں۔ شہری بھی اور بدوی بھی جو شبہ جزیرۂ عرب اور حجاز و شام کے علاقوں میں رہتے ہیں۔ مآرب کا بند ٹوٹنے کے بعد یمن کے عرب بھی آخر کار انہی کے ساتھ خلط ملط ہو گئے۔

عدنان کی اولاد میں اہم شخصیت مَعَدّ کی ہے۔ انہی سے عدنان کی پوری نسل چلی۔ مَعَدّ کے چار بیٹے تھے ایاد، نزار، قنص اور انمار۔ عرب کے دو بڑے قبیلے ربیعہ اور مُضر نزار کی نسل سے ہیں۔ قبیلہ ربیعہ کی رہائش نجد کے علاقوں سے لے کر تہامہ کے نشیبی علاقوں تک تھی اور قبیلہ مضر حجاز میں پھیل گیا۔ اس کی نسل بہت بڑھی اور پھلی پھولی حتیٰ کہ انہوں نے نجد وغیرہ کے بہت سے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا اور آخر کار مکہ مکرمہ میں حرم کی سیادت کا شرف انہیں ہی حاصل ہوا۔

مُضر کی دو بڑی شاخیں بنیں، قیسِ عیلان اور الیاس۔ قیسِ عیلان کے قبائل ہوازن، سُلیم اور ثقیف ہیں۔ الیاس کے

تین بیٹے تھے جن سے کثیر قبائل بنے مثلاً: اسلم' خزاعہ' مزینہ' تمیم' خزیمہ' ہون' اسد اور کنانہ۔ کنانہ کی اولاد میں نضر اہم شخصیت ہیں اور نضر کی اولاد میں سے مالک اور مالک کی اولاد میں سے فِهر اہمیت رکھتے ہیں۔ فِهر ہی کو قریش کہا گیا ہے

عرب مستعربہ ایک خود ساختہ کہانی ہے جسے بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے' اس لیے میں نے بھی ذکر کر دی۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام کا دور خالص عربی دور ہے جو عربیت میں کسی کا محتاج نہیں تھا۔ اور اس کا سُریان یا یہود سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور وہ اب بھی علمی لحاظ سے ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام کی قوم' موسیٰ علیہ السلام کی قوم' یہود اور عبرانیوں میں ممتاز ہے۔ چونکہ یہ ایک اہم بات ہے اس لیے ہم اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

عبری یا عبرانی کی اصطلاح کا اطلاق دوسری ہزاری قبل مسیح کے زمانے میں جزیرۂ عرب کے شمالی علاقے اور صحرائے شام میں رہنے والے عربی قبائل اور اس علاقے کی دوسری عربی اقوام پر کیا جاتا تھا' حتیٰ کہ لفظ ''عبری'' صحرائی اور بدوی کا ہم معنیٰ بن چکا تھا۔ فرعونی اور مسماری نوشتوں میں ''اِبْـری'' ھبیـری'' خبیرو'' اور ''عبیرو'' کے الفاظ بھی اسی معنیٰ میں استعمال کیے گئے ہیں۔ اس وقت اسرائیلیوں' موسویوں یا یہودیوں کا وجود تک نہ تھا۔

عبری یا عبرانی کا لفظ قرآن مجید میں ایک دفعہ بھی نہیں آیا۔ قرآن مجید میں تو بنی اسرائیل' قوم موسیٰ' یہود یا ﴿اَلَّـذِیْـنَ هَـادُوْا﴾ کے الفاظ آئے ہیں۔ یہودیوں کے لیے ''عبری'' یا عبرانی کی اصطلاح بہت عرصہ بعد حاخامون نے فلسطین میں استعمال کی۔

آثار قدیمہ کے آخری انکشافات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ''اسرائیل'' فلسطین میں ایک مقام کا نام تھا اور یہ کنعانی نام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کے فرعونی نوشتوں میں یہ لفظ (اسرائیل) اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے' جیسا کہ انھی نوشتوں میں ابرام (ابراہیم) یعقوب اور یوسف کا بھی ذکر ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسرائیل کا لفظ بھی کنعانی ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ فلسطین حضرت ابراہیم' ان کے بیٹے اسحاق اور ان کے پوتے یعقوب (اسرائیل علیہم السلام) کا اصل وطن نہیں' بلکہ وہ وہاں اجنبی تھے۔ تورات بھی اس بات کو صراحتاً بیان کرتی ہے۔ کیونکہ یہ حضرات فلسطین کے اصلی باشندوں کنعانیوں کے ساتھ اجنبی کی حیثیت سے رہتے تھے۔ خصوصاً بنو اسرائیل تو سب کے سب حـرّان میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ اور یہ دور اس وقت ختم ہوا جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا خاندان ہجرت کر کے مصر چلا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگا۔ حتیٰ کہ مصری ماحول میں گھل مل گیا۔

غرض لفظ ''اسرائیل'' سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی نسل ہے۔ ان کا اصلی وطن علاقۂ ''حـرّان'' ہے جہاں وہ پیدا ہوئے اور بڑھے پھولے۔ باقی رہا فلسطین! تو وہ ان کے لیے اجنبی علاقہ تھا۔ بنو اسرائیل کا وجود سترہویں (۱۷) صدی قبل مسیح میں ہوا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دور تھا۔ اس وقت اس علاقہ میں ایک ہی زبان رائج تھی یعنی ''اصلی زبان''۔ اور یہ وہی زبان تھی جو جزیرۂ عرب کے لوگ بولتے تھے۔ اس وقت تک ابھی کنعانی' آرامی اور عمّوری لہجے وجود میں نہیں آئے تھے۔ اسی طرح آرامی قبائل کی زبان بھی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب تھی اور

فلسطین میں کنعانی اور عموری یہی زبان بولتے تھے اور یہ ''اصلی زبان'' سے انتہائی قریب تھی۔

باقی رہی ''قوم موسیٰ!'' تو...... راجح احتمال کے مطابق...... یہ بھاگے ہوئے لوگ تھے۔ ان کے ساتھ چرواہے بادشاہوں (ہیکسوس) کی باقی ماندہ نسل کے بہت سے لوگ تھے۔ یہ تیرھویں صدی قبل مسیح کی بات ہے۔ یہ لوگ توحید خالص کے قائل و عامل تھے، جب کہ یہود کا دین اس سے مختلف ہے، کیونکہ وہ تو اپنے ایک خاص معبود ''یَھْـوَہْ'' کی عبادت کے داعی ہیں اور اپنے آپ کو ''اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم'' سمجھتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور تعلیم ''ہیروغلوفی'' زبان میں لکھی گئی تھی۔ آج اس زبان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ پھر ان ''موسویوں'' نے کنعان کی زبان اور ثقافت اپنالی اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور تعلیم کو چھوڑ دیا۔ انہی لوگوں کو بعد میں ''یہودی'' کہا گیا۔

یہود کا لفظ یہوذا کی باقی ماندہ نسل پر بولا گیا جن کو بخت نصر گرفتار کر کے 586 ق-م میں بابل لے گیا۔ ان کا یہ نام یہوذا کی تباہ شدہ حکومت کی مناسبت سے رکھا گیا۔ ان لوگوں نے قید ہونے سے پہلے آرامی لہجہ اختیار کر لیا تھا اور ہمارے سامنے جو موجودہ تورات ہے، وہ انہوں نے بابل کی قید کے دوران میں اسی زبان میں لکھی اور مدون کی تھی۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد کی بات ہے۔ اسی لیے اس لہجہ کو ''تورات کی آرامی زبان'' کا نام دیا گیا۔ اس کے لیے انہوں نے قدیم آرامی خط استعمال کیا جسے خط ربع کہا جاتا تھا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہ شریعت نہیں تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، بلکہ اسے ''تورات موسیٰ'' کے مقابلہ میں ''تورات یہود'' کہا جا سکتا ہے۔

ان یہودیوں نے جب تورات کو مدون کیا تو ان کے دو بنیادی مقصد تھے۔ پہلا مقصد تو یہ تھا کہ اپنی تاریخ کو بزرگی کا لبادہ پہنایا جائے اور اپنے آپ کو تمام انسانی نسلوں میں سے بہترین اور اعلیٰ نسل ثابت کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ نے بھی باقی قوموں کی بجائے منتخب فرمایا تھا، اسی لیے وہ اپنے آپ کو ''شَعْب مُختار'' (اللہ کی پسندیدہ قوم) کہتے تھے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو کسی قدیم مقدس شخصیت کی طرف منسوب کریں اور وہ شخصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کی شہرت ان دنوں چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی تھی، لہٰذا یہودیوں نے بڑی مہارت کے ساتھ اپنی تاریخ اپنی خواہشات کے مطابق جوڑی اور اس کو دینی رنگ میں رنگ دیا تا کہ اسے قابل قبول بنایا جا سکے۔ اس طرح انہوں نے اپنی تاریخ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ جوڑ لی اور قوم موسیٰ کی بجائے اپنا نام بنی اسرائیل رکھ لیا حالانکہ وہ حضرت اسرائیل علیہ السلام سے تقریباً چھ سو سال بعد ظہور پذیر ہوئے۔

ان کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ فلسطین کو اپنا اصلی وطن ظاہر کیا جائے حالانکہ تورات اس بات کی بتاکید صراحت کرتی ہے کہ فلسطین حضرت ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹوں کا اصلی وطن نہیں بلکہ وہ وہاں اجنبی تھے، خصوصاً حضرت یعقوب (اسرائیل) کے بیٹے تو پیدا ہی ''حران'' میں ہوئے اور ان کی نشو نما وہیں ہوئی۔

ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام عربی آرامی قبائل کی طرف منسوب ہیں اور ان

قبائل کا وجود اسرائیلیوں، موسویوں اور یہودیوں سے کئی صدیاں پہلے کا تھا، لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ خالص عربی زمانہ تھا جس کا یہودیوں کے زمانے سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن مجید نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيٓ إِبْرٰهِيْمَ وَمَآ أُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْإِنْجِيْلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٥﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ إِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کا نام لے کر کیوں جھگڑتے ہو؟ جبکہ تورات وانجیل تو اس کے بہت بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تمھیں عقل نہیں؟ تم عجیب لوگ ہو! اس چیز کے بارے میں تو جھگڑتے ہی رہتے ہو جس کا تمھیں علم ہے، اس چیز کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جس کا تمھیں سرے سے علم ہی نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ سنو! ابراہیم یہودی تھا نہ عیسائی، بلکہ وہ تو خالص مسلمان تھا۔ وہ مشرک بھی نہیں تھا۔'' (آل عمران:3/65.......67)

باقی رہا سامی اور غیر سامی! تو یہ صرف فرضی نام ہیں۔ اس کی تاریخی لحاظ سے کوئی حقیقت نہیں۔ یہ لفظ ایک جرمن مستشرق اے۔ ایل۔ شلوتسر نے گھڑا اور اسے اپنی تصنیف ''**فهرس الأدب التوراتي والشرقي**'' میں ذکر کیا۔ یہ 1781ء کی بات ہے۔ اس نام کو قبول کرنا یا اس پر خاموشی اختیار کرنا گمراہی اور جہالت ہے اور جھوٹے صہیونی دعووں کی تصدیق کرنے کے مترادف ہے۔ یہودیوں کے تو مخصوص مقاصد ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ نیز ہم ان کا مشاہدہ فی الوقت مغرب (یورپ) میں خصوصاً اور ساری دنیا میں عموماً کرتے رہتے ہیں۔

- بلوغ الأرب في معرفة أحوال العرب: 8/1
- تاريخ الإسلام: 8/1
- دائرة المعارف البريطانية: 379/11 (طبعة 1965م)
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 59
- مفصل العرب واليهود في التاريخ: 86 وما بعدها
- قصص الأنبياء، الطبري: 134
- قصص الأنبياء، النجار: 70
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 1
- قصص الأنبياء، ابن كثير: 117
- قصص الأنبياء، الثعلبي: 74

ابراھیم علیہ السلام
ابوالانبیاء — خلیل الرحمن
قریباً 1800 ق م
اناطولیہ (ترکی)
دریائے فرات
جھیل وان
جھیل اورمیہ
بحیرۂ قزوین (بحیرۂ خزر)
طبرستان
فدان آرام حران
حلب
نینوی
جزیرہ
شام
قبرص
بحیرۂ روم
دمشق
دریائے فرات
عراق
بیت المقدس
الخلیل
صحرائے شام
بابل
دریائے کارون
فارس (ایران)
اُور
اتت تاوی (جیزہ کے آثار)
ایلہ
فیوم
سیناء
مصر
جزیرہ نمائے عرب
طیبہ (اُقصر)
افریقہ
یثرب
فراعنہ
حجاز
صحرائے نوبیہ
مکہ مکرمہ
جدہ
1000
800
600
400
200
کلومیٹر
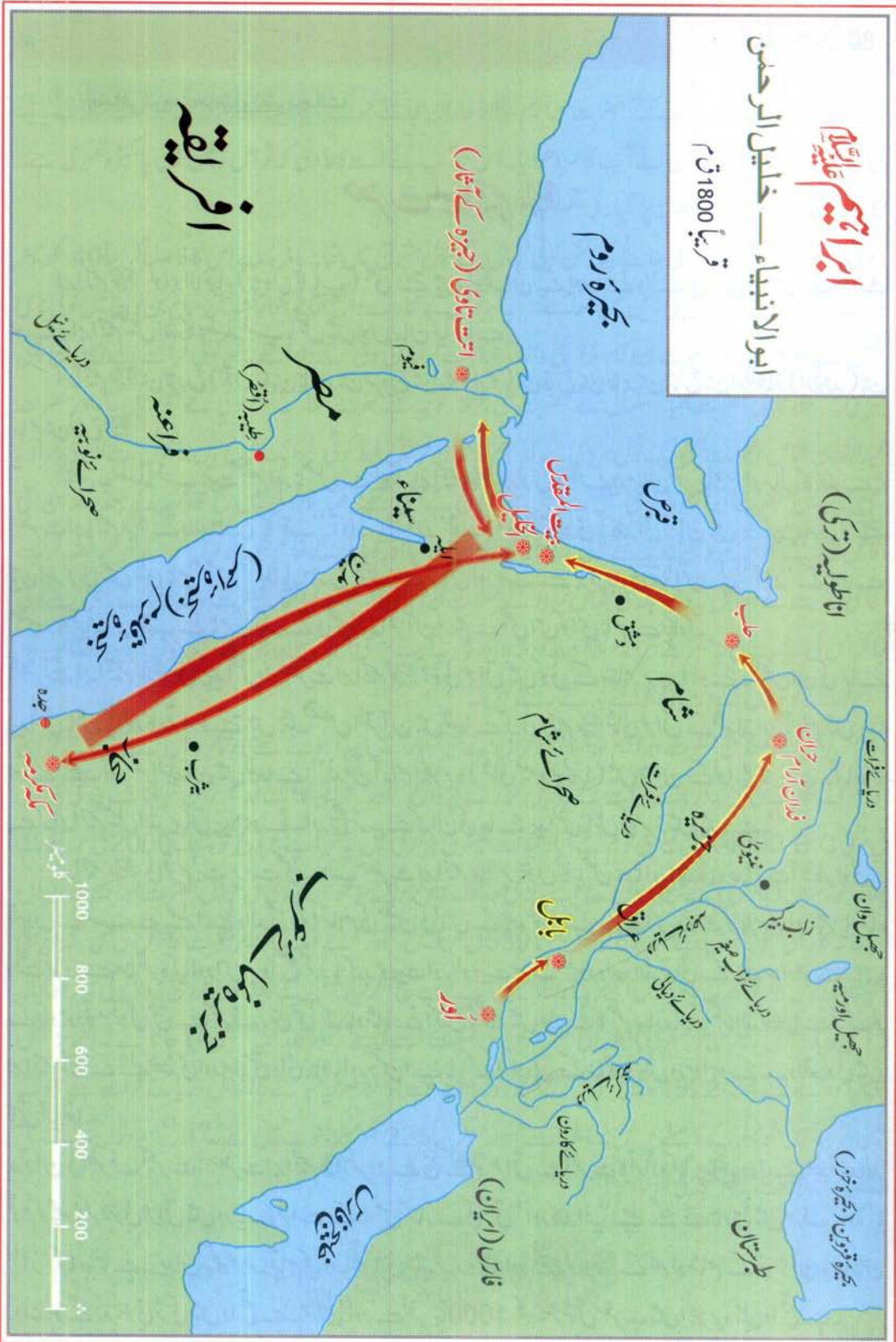
حضرت ابراہیم علیہ السلام

ابراہیم علیہ السلام کو ابوالانبیاء (نبیوں کا باپ) بھی کہتے ہیں کیونکہ ان کے بعد آنے والے نبی انہی کی نسل سے مبعوث ہوئے۔ ابراہیم خلیل اللہ کا سلسلۂ نسب بائبل میں یوں بیان کیا گیا ہے:

ابراہیم علیہ السلام بن تارخ (آزر) بن ناحور بن سروج بن رعو (ارغو) بن فالج بن عابر بن شالح بن ارفکشاذ (ارفخشد) بن سام بن نوح علیہ السلام

لیکن یہ سلسلۂ نسب بہت مختصر اور نامکمل ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان تقریباً 3 ہزار سال کا بُعد ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ کا لقب ''آدار'' یا ''آزر'' تھا۔ ''آدار'' کالدی یا کلدانی زبان میں بڑے پجاری کو کہتے ہیں اور عربی میں یہی نام ''آزر'' کہلایا۔ تارخ چونکہ بت تراش اور سب سے بڑا پجاری تھا' اس لیے ''آزر'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس لقب نے نام کی جگہ لے لی تھی' لہٰذا قرآن کریم نے بھی اس کو اسی نام سے پکارا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش: حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق میں کوثیٰ کے مقام پر پیدا ہوئے۔ بعض ان کی جائے پیدائش بابل یا الور کا قرار دیتے ہیں جبکہ قصص القرآن میں لکھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام شمالی عراق کے شہر فدّان آرام میں پیدا ہوئے تھے۔ اور معجم البلدان میں لکھا ہے: ''فدان آرام الجزیرہ (شمالی میسوپوٹیمیا) میں حرّان کے نواح میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ یہاں پیدا ہوئے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ ان کی جائے پیدائش بابل کی سرزمین میں ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی قوم بت پرست تھی۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بتوں کا باطل ہونا اور اللہ کی وحدانیت آشکار ہو گئی تو انہوں نے سب سے پہلے اپنے والد آزر کو اسلام کی تلقین کی' اس کے بعد عوام کے سامنے اس دعوت کو عام کیا اور پھر بادشاہ وقت نمرود سے مناظرہ کیا اور اس پر واضح کر دیا کہ ربوبیت اور الوہیت صرف معبود واحد اللہ تعالیٰ کے لیے سزاوار ہے۔ اس کے باوجود قوم قبول حق سے منحرف رہی حتیٰ کہ بادشاہ نے انہیں آگ میں جلانے کا حکم صادر کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آگ کو ابراہیم علیہ السلام کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بنا دیا اور دشمن اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ ذلیل و رسوا ہوئے۔ یہ واقعہ کوثیٰ میں پیش آیا تھا۔

حاران کی طرف ہجرت: حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود سے بچ نکلے تو عراق سے ہجرت کا ارادہ کیا' چنانچہ وہ اپنے والد آزر اور قوم کو چھوڑ کر جنوبی عراق میں دریائے فرات کے دائیں کنارے کی بستی ''اُور کلدانیہ'' چلے گئے جسے تاریخ میں صرف ''اُور'' یا ''اُر'' کہا جاتا ہے۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور پھر اپنی اہلیہ سارہ رضی اللہ عنہا اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے ہمراہ شام کے شہر حرّان یا حاران روانہ ہو گئے جو جنوبی ترکی میں واقع ہے۔ حران' اُور سے تقریباً 1000 کلومیٹر شمال مغرب میں الجزیرہ میں واقع ہے۔

ابن عیینہ سے روایت ہے کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام (حاران جاتے ہوئے) قادسیہ سے گزرے اور اسے شاداب پایا۔ یہاں انہیں ایک بڑھیا ملی جس نے آپ کا سر دھو دیا۔ اس پر آپ نے اسے دعا دی کہ تو اس زمین میں پاکیزہ ٹھہری ہے۔ اسی وجہ سے اس قصبے کا نام قادسیہ پڑ گیا۔ (معجم البلدان جلد 4)

کوثی: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش کوثی' بابل کے شمال مشرق میں تھا۔ بابل سے اس کا فاصلہ تقریباً 40 کلومیٹر بنتا ہے۔ معجم البلدان میں کوثی کی ذیل میں لکھا ہے: ''یہ نہر کوثی کے کنارے واقع تھا جو بنوارفخشد بن سام بن نوح میں کوثی نامی شخص سے موسوم تھی۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ' بونا بنت کرنابن کوثی' کے دادا تھے۔ نہر کوثی فرات سے نکالی گئی پہلی نہر تھی۔ مشہور تابعی حضرت عبیدہ سلمانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ''ہم کوثی کے نبطی ہیں۔'' اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قول مروی ہے کہ ''ہم خاندان قریش' نبط کوثی کی ایک شاخ ہیں۔'' اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ قریش' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں جو کہ کوثی کے نبطی تھے۔ عہد فاروقی میں فتح قادسیہ کے بعد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حکم پر زہرہ بن جویہ نے کوثی کے تاریخی شہر پر حملہ کیا اور وہاں کے حاکم شہر یار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ مقامی روایت کے مطابق یہ وہی جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بابل سے کوثی جا کر اس کی زیارت کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیجا اور پھر یہ آیت پڑھی: ﴿ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾ ''ہم زمانے کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔''

اُور: بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی عراق کے شہر ''اُور'' میں پیدا ہوئے تھے اور پھر وہیں سے آپ نے حرّان کی طرف ہجرت کی تھی۔ دریائے فرات کے دائیں کنارے پر واقع ''اُور'' عراق کا ایک قدیم ترین شہر تھا جسے چوتھی ہزاری ق م (4000 B.C.) میں سمیری قوم نے آباد کیا تھا۔ تیسری ہزاری میں یہ شہر اپنے عروج کو پہنچا۔ 2000ق م کے لگ بھگ خوزستان (فارس) کے عیلامیوں نے اسے بڑی حد تک تباہ کر دیا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے۔ کلدانی بادشاہوں کے عہد (626ق م تا 539ق م) میں ''اُور'' نے ایک بار پھر شہرت حاصل کی حتیٰ کہ ایرانی شہنشاہ کوروش کبیر (خورس یا سائرس اعظم یا ذوالقرنین) نے اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد اُور بتدریج زوال کی نذر ہو گیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری) کلدانی حکمرانوں کی نسبت سے اسے ''اُور کلدانیہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ انگریز محقق لیونارڈ وولے نے 34-1922ء میں ''اُور'' کے کھنڈر دریافت کیے جو الناصریہ شہر کے بالمقابل دریائے فرات کے جنوب میں تقریباً بیس کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ بابل سے ''اُور'' تقریباً 225 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ ''اُور'' ان دنوں تلّ المُقَیّر کہلاتا ہے۔ (المنجد فی الاعلام)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سفر ہجرت اور مقامات

بابل: یہ تاریخی شہر وسطی عراق میں دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر آباد تھا۔اس کے کھنڈر الحلّہ نامی شہر کے شمال میں ملتے ہیں۔اسے سُمیری قوم نے آباد کیا تھا۔2000ق م کے لگ بھگ بابل کی پہلی سلطنت پھلی پھولی۔یہیں نمرود راملیس حکمران تھا جس کے حکم پر ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔حمورابی (1711 تا1669ق م) بابل کا عظیم حکمران تھا جس نے تاریخ میں پہلی بار ایک باقاعدہ آئین نافذ کیا۔بابل کی کلدانی سلطنت 626 تا539ق م کے دوران پروان چڑھی جس کا مشہور ترین بادشاہ بخت نصر تھا جس نے 586ق م میں ہیکل سلیمانی مسمار کیا تھا۔اس سے پہلے سنحارب اشوری نے 689ق م میں بابل کو تباہ کیا تھا۔شاہ فارس کوروش کبیر (ذوالقرنین) نے 539ق م میں بابل پر قبضہ کیا۔اور سکندر اعظم یونانی نے 331ق م میں بابل فتح کیا اور یہیں 323ق م میں سکندر کی وفات ہوئی۔

بابل قدیم زمانے کا غالباً واحد شہر ہے جسے ہو بہو از سر نو تعمیر کیا گیا ہے۔شہر کی فصیل بنا کر اس کے وسط میں عشتار گیٹ بنایا گیا ہے۔یہاں تیس چالیس فٹ گلی کے دونوں طرف تین چار منزلہ مکانات تعمیر کیے گئے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ایک مکعب کمرے کے اوپر دوسرا مکعب کمرہ رکھا ہوا ہو۔گویا ملک سبا کی طرح بابل کے مکانات بھی مکمل مکعب شکل کے ہوتے تھے یعنی ان کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی برابر ہوتی تھی۔بابل میں بخت نصر نے 600ق م کے لگ بھگ معلق باغات تعمیر کیے تھے جو قدیم دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتے ہیں۔

حرّان: یہ شہر جنوبی ترکی میں شام کی سرحد کے قریب بلیخ دریا پر واقع ہے جو دریائے فرات کا معاون ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اُور سے ہجرت کر کے حرّان (یا حاران) چلے آئے تھے۔حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی اہلیہ ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ تھے اور ایک مدت یہاں قیام کے بعد انہوں نے حلب کی راہ لی تھی۔عہد فاروقی میں عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں حران فتح ہوا۔مشہور طبیب ثابت بن قرّہ اور مفسّر قرآن ابو جعفر الخازن کا تعلق حرّان سے تھا۔آج کل حرّان کی آبادی دس بارہ ہزار ہے۔جغرافیائی لحاظ سے حران، الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) میں واقع ہے۔اس کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران (حاران) کے نام پر رکھا گیا تھا جس نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے جو شہر بسا وہ حران تھا۔(معجم البلدان)

حلب: شمالی شام کا یہ تاریخی شہر یورپی زبانوں میں الیپو (Aleppo) کہلاتا ہے۔یہ حرّان سے تقریباً 300 کلومیٹر کے فاصلے پر دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔معجم البلدان کے مطابق "اس کا نام حلب (دودھ) اس لیے رکھا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں قیام کے دوران بھیڑ بکریاں دوہا کرتے اور دودھ فقیروں میں

بانٹ دیتے تھے' تب فقراء ''حلب' حلب'' پکارتے جمع ہو جاتے تھے۔ حلب کے قلعے میں آج بھی دو مقامات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہیں جن کی زیارت کی جاتی ہے۔ قلعہ حلب میں ایک صندوق میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے سر کا ایک حصہ دفن ہے۔ حلب حضرت عیاض بن غنم فہری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ باب الجنان کے پاس مبینہ طور پر مشہد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہے جس کی نشاندہی کسی کو خواب میں کرائی گئی تھی۔ باب الیہود کے پاس ایک پتھر ہے جو مسلمانوں' یہودیوں اور عیسائیوں سب کے لیے زیارت گاہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے نیچے بعض انبیاء کی قبریں ہیں۔''

فلسطین: اس خطۂ زمین کے شمال میں لبنان' شمال مشرق میں شام' مشرق میں اردن اور بحیرۂ مردار' مغرب میں بحیرۂ روم' جنوب میں خلیج عقبہ اور جنوب مغرب میں صحرائے سیناء (مصر) واقع ہیں۔ دریائے اردن فلسطین اور اردن کے مابین حد فاصل ہے۔ ماضی میں فلسطین شام کا ایک حصہ ہوتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام فلسطین بن سام بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ (معجم البلدان) جبکہ کتاب ابن الفقیہ میں لکھا ہے کہ یہ فلسطین بن کسلوخیم بن صدقیا بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فلستی یا فلسطی قوم 13 ویں صدی ق م میں اناطولیہ یا جزیرہ کریٹ سے آ کر بحیرۂ روم کے ساحل پر عسقلان اور غزہ کے درمیان آباد ہوئی۔ انہوں نے کنعانیوں کو نکال باہر کیا جو 3000 ق م سے یہاں آباد تھے۔ فلسطینیوں کے نام پر اس علاقے کو فلسطین کہا جانے لگا جبکہ پہلے یہ کنعان کہلاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام 1800 ق م کے لگ بھگ فلسطین میں وارد ہوئے۔

فلسطین کا زیادہ تر علاقہ پہاڑی ہے اور میدانی کم۔ اس کے ساحلی شہروں میں عکّا' حیفا' قیساریہ اور تل ابیب یافا شامل ہیں۔ ماضی کے فلسطینی شہر یافا کا نام اب تل ابیب یافا ہے۔ بیت المقدس یا القدس فلسطین کے وسط میں واقع ہے جو مسلمانوں' عیسائیوں اور یہودیوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے۔ دیگر مشہور شہر الخلیل' نابلس' جنین' رام اللہ' رملہ' ناصرہ' لُدّ' اریحا' بیت اللحم' بئر سبع' غزہ' بیت جبرین' خان یونس اور عسقلان ہیں۔ عسقلان حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا شہر ہے۔ بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور اریحا (جریکو) کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا قدیم ترین مسلسل آباد شہر ہے جو تقریباً سات ہزار سال سے آباد ہے۔

فلسطین کا علاقہ زیادہ تر پہاڑی ہے' ان میں جبال الخلیل' جبال کرمل' جبال نابلس اور جبال الجلیل مشہور ہیں۔ یہاں رومی خطے کے پھل بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب کے علاقے میں صحرائے نقب ہے۔ فلسطین کا جنوبی گوشہ خلیج عقبہ سے جا لگتا ہے جہاں اسرائیلی بندرگاہ ایلات اردنی بندرگاہ عقبہ کے بالمقابل واقع ہے۔ بحیرۂ مردار (میت) دنیا کا پست ترین مقام ہے جو عالمی سطح سمندر سے 1200 فٹ نیچے ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حاران سے حلب کے راستے فلسطین پہنچے تھے۔ یہاں وہ جبل بیت المقدس پر مقیم رہے۔ پھر مصر تشریف لے گئے تھے اور ایک عرصے بعد فلسطین لوٹ آئے اور بئر سبع میں قیام فرمایا۔ اس ہجرت کے دوران میں حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ تھے۔ تاریخی طور پر اردن کا دارالحکومت عمان بھی فلسطین میں شمار ہوتا ہے۔

فلسطین میں دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی سلطنت قائم ہوئی تھی جو 930 ق م میں ''اسرائیل'' اور ''یہودیہ'' دو سلطنتوں میں بٹ گئی۔ ''اسرائیل'' کو 721 ق م میں اشوریوں نے اور یہودیہ کو 586 ق م میں بخت نصر نے تباہ کر دیا۔ یوں مختلف زمانوں میں فلسطین پر مصری، اشوری، کلدانی (بابلی)، ایرانی، یونانی اور رومی حکمران رہے حتیٰ کہ 634ء میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں فلسطین فتح کر لیا۔ 1197-1098ء کے دوران یورپی صلیبی فلسطین پر قابض رہے۔ 1516ء سے 1918ء تک فلسطین عثمانی ترک سلطنت میں شامل رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانویوں نے اس پر تسلط جمالیا اور پھر ایک سازش کے تحت یہودیوں کو غاصبانہ طور پر یہاں لا بسایا جن کے آباؤ اجداد کو 1780 سال پہلے بت پرست رومی شہنشاہ ہیڈرین نے جلاوطن کر دیا تھا۔ آخر کار برطانوی اور امریکی سرپرستی میں صہیونی یہودی مئی 1948ء میں فلسطین میں اسرائیل کے نام سے اپنی مملکت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے پہلے اقوام متحدہ نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو مسلمانوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا تھا مگر اسرائیلیوں نے تین چار جنگوں میں اسرائیل کو وسعت دے کر پورے فلسطین پر تسلط جمالیا جبکہ 40 لاکھ سے زائد مسلمان جنہیں یہودیوں نے دہشت گردی کے ذریعے سے ان کے گھروں سے نکال دیا، کیمپوں میں تکلیف دہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

فلسطین کا رقبہ 27 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اقوام متحدہ نے نومبر 1947ء میں فلسطین کا 55 فیصد علاقہ سوا چھ لاکھ یہودیوں کو دے دیا جبکہ 45 فیصد رقبہ ساڑھے بارہ لاکھ فلسطینیوں کے لیے چھوڑا گیا مگر اسرائیل نے 1948ء کی جنگ میں اپنا زیر قبضہ علاقہ 78 فیصد تک بڑھا لیا اور بقیہ 22 فیصد (غرب اردن، مشرقی بیت المقدس اور غزہ کی پٹی) جون 1967ء کی جنگ میں ہتھیا لیا۔ یوں اب پورا فلسطین یہود کے غاصبانہ تسلط میں ہے۔ 1948ء میں اسرائیل نے تل ابیب (یافا) کو دارالحکومت بنایا تھا مگر اب بیت المقدس (یروشلم) کو دارالحکومت بنا رکھا ہے۔

بیت المقدس: بیت المقدِس یا بیت المقدّس کو القدس بھی کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں۔ اسے یورپی زبانوں میں Jerusalem (یروشلم) اور عبرانی میں اور شلیم کہتے ہیں۔ ''بیت المقدس'' سے مراد ''مبارک گھر'' یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ پہلی صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ شہر بیت المقدس 31 درجے 45 دقیقے عرض بلد شمالی اور 35 درجے 13 دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ بیت اللحم اور الخلیل اس کے جنوب میں ہیں اور رام اللہ شمال میں ہے۔ بیت المقدس پہاڑوں پر آباد ہے، چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں تشریف لائے تو انہوں نے ایک پہاڑی (جبل بیت المقدس) پر قیام کیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہاں مسجد تعمیر کی اور اس جگہ کا نام بیت ایل رکھا جو اب بیت المقدس کہلاتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے مسجد اور شہر کی تعمیر نو کی اس لیے یہودی اس مسجد کو ہیکل سلیمانی کہتے تھے۔ بیت المقدس کی انہیں پہاڑیوں میں سے ایک کا نام کوہ صہیون (Zion) ہے جس کے نام پر

یہودیوں کی عالمی تحریک ''صہیونیت'' کا آغاز ہوا۔ 620ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچے اور پھر معراج آسمانی کے لیے تشریف لے گئے۔ حلب سے القدس تک تقریباً 600 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ 1187ء۔ 1099ء کے دوران بیت المقدس پر یورپی صلیبیوں کا قبضہ رہا حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے انہیں نکال باہر کیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران دسمبر 1917ء میں اس پر برطانوی مسلط ہوگئے اور جون 1967ء سے اسرائیلی اس پر قابض ہیں۔

الخلیل: اسے عبرانی اور انگریزی میں حبرون (Hebron) کہتے ہیں۔ الخلیل، بیت المقدس سے 35 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ یہ اس وقت بھی آباد تھا جب چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہاں آئے تھے اور انہی کے لقب الخلیل سے موسوم ہے۔ یہاں ایک غار میں حضرت ابرہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قبریں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر بھی اسی غار میں ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق ان انبیائے کرام کی قبروں پر قبہ نما چھت بنا دی۔ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم علیہ السلام، ربقہ زوجہ اسحٰق علیہ السلام اور ایلیا زوجہ یعقوب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی غار کے اندر ہیں۔ تورات میں ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عفرون بن صوحار حیثی سے زمین کا ایک ٹکڑا چار سو نقرئی درہموں میں خریدا تھا اور اس میں سارہ کو دفن کیا۔ (معجم البلدان)

مصر: شمال مشرقی افریقہ کا یہ ملک بحیرۂ روم اور بحیرۂ قلزم کے ساحلوں پر واقع ہے۔ مصر کی تقریباً 6 کروڑ آبادی میں سے زیادہ تر وادئ نیل میں مرتکز ہے۔ مصر کی تاریخ 5000 سال سے زیادہ عرصے پر محیط ہے۔ 3100 ق م کے لگ بھگ بالائی اور زیریں مصر کی بادشاہتیں شاہ مینس کے تحت متحد ہوگئیں جو مصر کے 31 شاہی خانوادوں میں سے پہلے خانوادے کا بانی ٹھہرا۔ معجم البلدان کے مطابق مصر کا نام مصر بن مصرایم بن حام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا۔ مصر کی قدیم بادشاہت (2575 تا 2134 ق م) میں اہرام تعمیر ہوئے۔ اس کا دارالحکومت ممفس تھا۔ وسطی بادشاہت (2040 تا 1640 ق م) کے زمانے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر گئے تھے۔ پھر ہکسوس (چرواہے) بادشاہوں کے دور میں بنی اسرائیل (یوسف اور ان کے بھائی) مصر پہنچے۔ نئی بادشاہت (1550 تا 1070 ق م) کا دارالحکومت تھیبس تھا جہاں تیرھویں صدی ق م میں فرعون (بادشاہ) رعمسیس ثانی کے گھر میں حضرت موسیٰ نے پرورش پائی اور اس کے بیٹے فرعون منفتاح نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرایا۔ آخر کار منفتاح بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو واپس فلسطین لے آئے۔ مصر پر چوتھی صدی ق م سے یونانی اور پہلی صدی ق م سے رومی حکمران رہے۔ رومی عیسائیوں سے 642ء میں مسلمانوں نے مصر چھین لیا۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے۔ 969ء سے 1071ء تک مصر فاطمی (عبیدی) خلفاء کے تسلط میں رہا۔ 1517ء میں یہ عثمانی سلطنت کا حصہ بن گیا۔ 1869ء میں نہر سویز جاری کی گئی جس نے بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملا دیا۔ 1882ء سے 1936ء تک مصر پر برطانیہ کا تسلط رہا حتیٰ کہ اسے آزادی مل گئی۔

ممفس: مصر کا قدیم دارالحکومت ممفس (بابلیون) تھا جسے شاہ مینس نے 3100 ق م کے لگ بھگ دارالحکومت بنایا تھا

اگر چہ اس سے بہت پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے بابلیون کا نام دیا تھا۔ ممفس کو منف بھی کہتے ہیں۔ یہ مصر کے صوبہ جیزہ میں دریائے نیل کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور قاہرہ سے 30 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ 1550 ق م میں نئی بادشاہت کا دارالحکومت اگر چہ بالائی مصر میں طیبہ یا تھیپس (قاہرہ سے 675 کلومیٹر جنوب میں) منتقل ہو گیا مگر مدتوں ممفس کی مذہبی، تجارتی اور جنگی اہمیت برقرار رہی۔ ممفس کے شمال میں جیزہ کے اہرام اور جنوب میں سقارہ کے اہرام ایستادہ ہیں۔

جیزہ: یہ قاہرہ (فسطاط) کے بالمقابل دریائے نیل کے مغربی کنارے پر ممفس کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے مغرب میں کچھ فاصلے پر فراعنہ مصر کے مخروطی مقابر (اہرام) اور ابوالہول واقع ہیں۔ جیزہ صوبائی صدر مقام ہے اور اس کی آبادی 13 لاکھ سے زائد ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فتح اسکندریہ سے واپس آ کر لشکر کا ایک حصہ جیزہ میں تعینات کیا تھا اور پھر اس کے بالمقابل دریا پار فسطاط شہر آباد کیا تھا۔

مصر اور مصر الجدیدہ: مصر اگر چہ بطور ملک ہی مشہور رہا ہے مگر مشہور مستشرق بٹلر کی رائے میں کم از کم رومی شہنشاہ ڈائیوکلیٹن (284ء تا 305ء) کے عہد میں دریائے نیل کے دائیں کنارے پر بعد کے بابلیون کے جنوب میں ''مصر'' نامی شہر آباد تھا، تاہم مسلمانوں کی فتح مصر کے وقت کسی شہر کا نام مصر نہ تھا اگر چہ ساتویں صدی عیسوی کے آخری حصے میں بابلیون اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بنا کردہ شہر فسطاط میں سے کسی ایک یا دونوں پر مصر (شہر) کا اطلاق ہونے لگا حتیٰ کہ دسویں صدی عیسوی میں جب قاہرہ آباد ہوا تو اسے مصر القاہرہ کہنے لگے اور فسطاط کو مصر القدیمہ کہا جانے لگا۔ مقریزی اور مسعودی نے فسطاط مصر (شہر) کو ارض مصر (ملک) سے ممیّز کیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 21)

جہاں آج قاہرہ ہے وہاں عہدِ اسلام سے پہلے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر اُمّ دُنین نامی قلعہ اور شہر تھا۔ یہی بعد میں مقس کہلایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے 20ھ میں اسے فتح کر کے قلعے کے باہر جہاں اپنا خیمہ (فسطاط) نصب کیا تھا وہیں فسطاط نامی شہر آباد کر کے اسے خلافت اسلامیہ کے صوبے مصر کا دارالحکومت بنایا۔ فسطاط ان دنوں قاہرہ کے اندر واقع ہے جہاں مسجد عمرو موجود ہے۔ یاد رہے مقس، فسطاط اور قاہرہ نیل کے بائیں یعنی مشرقی کنارے پر آباد ہوئے جبکہ بابلیون یا جیزہ دریا کے دائیں یعنی مغربی کنارے پر آباد تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب مصر گئے ان دنوں بابلیون ہی مصر کا دارالحکومت تھا۔

مصر الجدیدہ، قاہرہ سے آٹھ دس کلومیٹر شمال مشرق میں واقع ہے جہاں سے دریائے نیل کا ڈیلٹا شروع ہوتا ہے۔ ماضی قدیم میں اسے ہیلیو پولس کہا جاتا تھا۔ یہ یونانی نام ہے جس کے معنی ہیں ''سورج کا شہر'' کیونکہ یہاں ''سورج دیوتا'' کا مندر تھا۔ ہیلیو پولس کو اب عین شمس کہا جاتا ہے اور یہ مصر الجدیدہ کا ایک حصہ ہے۔ یہاں قدیم دور کے ستون ہیں جنہیں ''قلوپطرہ کی سوئیاں'' کہا جاتا ہے۔ بیت المقدس سے عین الشمس کا فاصلہ تقریباً 450 کلومیٹر بنتا ہے۔ مصر الجدیدہ کی آبادی 5 لاکھ سے زیادہ ہے۔

بئر سَبُع: مصر سے واپس آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام جنوبی فلسطین کے شہر بئر سبع میں مقیم رہے جو غزہ کے پٹی کی شہر رفح سے

پچاس کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔ الخلیل سے اس کا فاصلہ تقریباً 50 کلومیٹر اور القدس سے 75 کلومیٹر ہے۔ یہاں سات کنویں تھے لہٰذا یہ نام رکھا گیا۔ ابن اعرابی کے قول کے مطابق اس جگہ روز قیامت حشر برپا ہوگا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کی حکومت سے واپس آ کر یہاں مقیم رہے اور کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے یہیں وفات پائی۔ ان دنوں بئر سبع اسرائیل کا اہم فوجی مرکز ہے اور اسے انگریزی میں بیر شیبہ (Beersheba) لکھا جاتا ہے۔

بحیرۂ میت: عربی میں البحرالمیت اور اسے اردو میں بحیرۂ مردار کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل نمکین پانی کی جھیل ہے۔ اس کے مشرق میں اردن ہے اور مغرب میں غرب اردن اور اسرائیل واقع ہیں۔ لبنان کے پہاڑوں سے آنے والے دریائے اردن اور اس کے معاونوں دریائے یرموک اور دریائے زرقاء کا پانی بحیرۂ مردار میں گرتا ہے۔ وادی العربہ، وادی الحسا، وادی الموجب اور وادی زرقا معین نامی ندیاں جنوب اور مشرق سے آ کر اس میں گرتی ہیں۔ اس کا رقبہ 1000 مربع کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ گہرائی 40 میٹر ہے۔ بحیرۂ میت چونکہ ایک بند جھیل ہے لہٰذا ان دریاؤں اور ندیوں کے ساتھ آنے والے نمک کے باعث اس کی نمکینی بہت بڑھی ہوئی ہے، چنانچہ کوئی جاندار اس بحیرے کے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ بحیرۂ میت کی ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ سطح ارض پر سب سے زیادہ نشیب میں واقع ہے اور اس کی سطح عالمی سمندر کی سطح سے 400 میٹر نیچے ہے۔ یاد رہے دنیا کے تمام سمندر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یوں اس عالمی سمندر کی سطح کو سطح سمندر کہا جاتا ہے۔

قوم لوط اور شہر سدوم: حضرت لوط علیہ السلام، مصر سے واپس آ کر بحیرۂ میت کے جنوب میں سدوم شہر میں مقیم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہلِ سدوم کی طرف نبی مبعوث کیا مگر وہ قوم اپنی مخصوص علّت ''اغلام بازی'' سے باز نہ آئی اور پھر اس پر پتھروں کا عذاب نازل ہوا اور وہ تباہ ہوگئی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد دوم میں لکھتے ہیں: ''یہ قوم اس علاقے میں رہتی تھی جسے آج شرق اردن (موجودہ اردن) کہا جاتا ہے اور عراق و فلسطین کے درمیان واقع ہے۔ بائبل میں اس قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے جو یا تو بحیرۂ مردار کے قریب کسی جگہ واقع تھا یا اس میں غرق ہو چکا ہے۔ تلمود میں لکھا ہے کہ ان کے چار بڑے شہر اور بھی تھے........ اب صرف بحیرۂ مردار ہی اس قوم کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے آج تک بحیرہ لوط کہا جاتا ہے۔''

مکہ مکرمہ: یہ حجاز (سعودی عرب) میں واقع ہے اور بیت اللہ کے حوالے سے مسلمانوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ بقول سید سلیمان ندوی یہ مقدس شہر ایک مردِ ضعیف (ابراہیم علیہ السلام) کا بنا کردہ، ایک نوجوان پیغمبر (اسمٰعیل علیہ السلام) کی ہجرت گاہ اور ایک یتیم نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جائے ولادت ہے۔'' مکہ سطح سمندر سے تقریباً 330 میٹر بلند ہے۔ ابتداءً شہر شرقاً غرباً تقریباً 3 کلومیٹر لمبا اور شمالاً جنوباً ڈیڑھ کلومیٹر چوڑا تھا۔ شہر مکہ کو اس لحاظ سے حرم کہتے ہیں کہ یہ حرمت اور عزت والا مقام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ڈھائی ہزار برس پہلے یہ مقام تجارتی قافلوں کی ایک منزل گاہ تھا۔ سترھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ ہاجرہ اور اپنے فرزند اسمٰعیل (علیہ السلام) کو حکم ربی سے یہاں لا کر آباد کیا۔ باپ بیٹے نے اللہ

کے نام پر یہاں ایک عبادت گاہ بنائی جسے کعبہ کہا جانے لگا کیونکہ اس مقدس عمارت کی ساخت مکعب نما ہے۔ عربی میں چھ یکساں پہلوؤں والا پانسا مکعب یا کعبہ کہلاتا ہے۔ فرزندان اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ایک مدت یہاں بالا دست رہی۔ کعبہ کی تولیت انہی کے پاس تھی۔ اس کے بعد قحطانی قبیلے بنو جرہم نے غلبہ حاصل کرلیا اور بنو اسمٰعیل کو مکہ سے نکال دیا کیونکہ انہوں نے ابھی تک بت پرستی میں بنو جرہم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ پھر صدیوں بعد 440ء میں قُصَیّ نے جو بنو اسمٰعیل میں سے عدنان کی پندرہویں پشت میں تھے دوبارہ مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے یہاں مشترکہ حکومت کی بنیاد رکھی اور درج ذیل عہدے قائم کیے: (1) رفادہ (2) سقایہ (3) حِجابہ (غلاف کعبہ) (4) قیادہ (5) قومی نشان لواء (پرچم) کو بلند رکھنا (6) قومی مجلس جسے ندوہ یا دارالندوہ کہتے تھے۔ (رحمۃ للعلمین از قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

امور مملکت اور حکومتی عہدے ایک ایک شیخ خاندان کے سپرد کیے گئے۔ شہر کے علاوہ بنو اسمٰعیل شہر کے آس پاس بھی آباد تھے۔ مکہ کے جنوب کی پہاڑیاں قبیلہ ہُذَیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف وادی القریٰ قدیم قبائل کا مسکن تھی۔ اس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔ مکہ کے پاس جبل حبشی کے دامن میں حبشی قبائل آباد تھے۔

مکہ مکرمہ کے حدود: مکہ کا قدیم اور اصلی نام بکہ ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت نمبر 96 میں ارشاد باری ہے: ''پہلا متبرک گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ بکّہ میں تھا۔'' یہ شہر تہامہ کے مشرق میں جدہ سے تقریباً 64 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مکہ مکرمہ کو بلد الامین، ام القریٰ، بیت العتیق اور بیت الحرام بھی کہا جاتا ہے۔ ام القریٰ کی نسبت سے یہاں جامعہ ام القریٰ قائم کی گئی ہے۔ یاقوت حموی ''معجم البلدان'' میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں حرم کعبہ کا نام مکہ تھا، بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ مکہ معظّمہ جغرافیائی لحاظ سے 21 درجہ 38 دقیقہ عرض بلد شمالی اور 40 درجہ 9 دقیقہ طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً 330 میٹر ہے۔ مکہ وادی ابراہیم میں ہے جو دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ہے۔ شمال میں جبل قُعَیقِعَان اور شعب بنی عامر ہیں جنوب میں جبل حدیدہ اور جنوب مغرب میں جبل عمر ہے۔ جنوب میں غار ثور کی سمت جبل کدی ہے۔ مشرق میں شعب ابی طالب اور جبل حرا ہیں جبکہ مشرق میں جبل خندمہ اور شمال مشرق میں جبل ابی قبیس واقع ہیں۔ مکہ معظّمہ کا وسط بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے اور القشاشیہ، شعب علی (شعب ابی طالب)، الشامیہ اور الشبکیہ کی پہاڑیوں کے درمیان تقریباً 200 میٹر مربع وادی ہے جس کے چاروں جانب اونچے پہاڑ ہیں جن میں اونچے نیچے مکانات ہیں۔

مکہ شہر کے وہ علاقے جو بیت اللہ سے بھی نشیب (گہرائی) میں ہیں، مسفلہ (نشیبی) کہلاتے ہیں اور بلندی والے علاقوں کو المعلیٰ (اونچے) کہا جاتا ہے۔ المعلیٰ کی طرف ہی الحجون کا علاقہ ہے۔ 622ء میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ چھوڑ کر جانے لگے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کی جانب رخ کر کے فرمایا تھا: ''اے مکہ! مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر تجھ سے محبت ہے مگر تیرے بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔'' اس کے آٹھ سال بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ المعلیٰ (جبل کداء) کی جانب سے آئے تھے۔

کعبہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ گھر ایسا سادہ تعمیر ہوا

تھا کہ اس کی نہ چھت تھی، نہ کواڑ اور نہ چوکھٹ تھی۔ جب قصی بن کلاب کو کعبہ کی تولیت حاصل ہوئی تو انہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سرے سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ تعمیر کعبہ کے بعد سب سے پہلے یہاں قبیلہ جرہم آ کر آباد ہوا اور بنو جرہم ہی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی۔

حرم کعبہ پر سب سے پہلے جس نے غلاف چڑھایا وہ یمن کا حمیری بادشاہ اسعد تبع تھا۔ نبی کریم ﷺ کی عمر جب 35 برس تھی اور سیلاب سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تھا، قریش نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر از سر نو تعمیر کیا لیکن دس سال بعد 74ھ میں حجاج بن یوسف نے پھر اسے قریش کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔ شعبان 1039ھ میں موسلا دھار بارش سے کعبہ زمین بوس ہو گیا تو عثمانی خلیفہ مراد چہارم نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا، چنانچہ کعبہ کی موجودہ عمارت عثمانی تعمیر ہے۔ اس کی اونچائی 15 میٹر، لمبائی تقریباً 12 میٹر اور چوڑائی تقریباً 11 میٹر ہے۔

صفا اور مروہ: یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ پانی کی تلاش میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھیں اور انہی کی یاد تازہ کرنے کے لیے حاجی ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہما السلام

حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں سترہ دفعہ مذکور ہے۔ تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	133'136'140
آل عمران	3	84
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
هود	11	71 (دو دفعہ)
يوسف	12	6'38
إبراهيم	14	39
مريم	19	49
الأنبياء	21	72
العنكبوت	29	27
الصّافّات	37	112'113
صٓ	38	48

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۙ﴿۸۴﴾

''ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہر ایک کو ہدایت بخشی۔ ہم نے اس سے قبل نوح کو ہدایت دی اور یعقوب کی اولاد میں سے داود، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام) کو بھی ہدایت دی اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیتے ہیں۔'' (الانعام 84/6)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

''اس کی عورت (پاس) کھڑی تھی، وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔''

(ہود 71/11)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

''اسی طرح تیرا رب تجھے (نبوت کے لیے) منتخب فرمائے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر سکھائے گا۔ نیز تجھ پر اور آل یعقوب پر اپنی نعمت مکمل فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے بزرگوں ابراہیم اور اسحاق پر اپنی نعمت پوری کی۔ بلاشبہ تیرا رب بہت علم و حکمت والا ہے۔'' (یوسف:6/12)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝

''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے۔ بلاشبہ میرا رب خوب دعائیں سننے والا ہے۔'' (ابراہیم:39/14)

حضرت اسحاق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی رہے۔ بعض تاریخی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بیوی کا تعلق شمالی عراق کے ایک شہر ''فَدّان آرام'' سے تھا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام ''الخلیل'' یعنی حبرون شہر میں فوت ہوئے اور وہیں ''مکفیلہ'' غار میں دفن ہوئے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں بارہ دفعہ مذکور ہے۔ اور وہ مقامات یہ ہیں:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	125، 127، 133، 136، 140
آل عمران	3	84
النساء	4	163
الأنعام	6	86
إبراهيم	14	39
مريم	19	54
الأنبياء	21	85
صٓ	38	48

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

14256

لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

''کافروں نے ابراہیم کے خلاف بڑی سازشیں کی لیکن ہم نے ان (کافروں) کو ذلیل وخوار کیا۔ ابراہیم نے کہا: ''میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں۔ ان شاءاللہ وہ مجھے راہ راست پر چلائے گا۔ اے میرے رب! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔''

ہم نے اسے ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔ پھر جب وہ بیٹا اس کے ساتھ کام کاج کرنے اور دوڑنے بھاگنے کے قابل ہوگیا تو ابراہیم نے کہا: ''اے بیٹا! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں بتا تیرا کیا خیال ہے؟''

بیٹے نے کہا: ''ابا جان! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کرگزریں۔ ان شاءاللہ مجھے صابر پائیں گے۔''

پھر جب وہ دونوں (باپ بیٹا) اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے فرماں بردار ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو پہلو کے بل لٹالیا تو ہم نے پکارا: ''ابراہیم! تو نے واقعتاً خواب سچا کر دکھایا۔'' ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ ہم نے اسماعیل کی جان بچالی اور اس کی یادگار کے طور پر عظیم قربانی رائج کی اور بعد میں آنے والوں کی زبان پر اس کی اچھی تعریف جاری کی۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔''
(الصافات:98/37...110)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾

''ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لیے مرکز اور گہوارۂ امن بنایا۔ تم مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کرو۔ ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع وسجدہ میں مشغول رہنے والوں کے لیے پاک صاف رکھا کرو۔

ذرا تصور کیجیے جب ابراہیم نے دعا کی تھی ''اے میرے پروردگار! اس جگہ کو پرامن شہر بنادینا اور یہاں رہنے والوں کو

پھلوں کا رزق عطا فرمانا، خصوصاً جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور جو شخص کفر کرے گا میں اسے بھی کچھ دیر کے لیے یہ فوائد عطا کروں گا، پھر اسے (موت کے بعد) آگ کے عذاب کی طرف کھینچ لاؤں گا۔ اور یہ بدترین ٹھکانا ہے۔'' اس وقت کو یاد کیجیے جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور ساتھ ساتھ دعا کرتے تھے:) ''اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ کام قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی خوب سننے جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ''اُمَّتِ مُسْلِمَه'' پیدا فرما اور ہمیں مناسک حج سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بلاشبہ تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرة:125/2...128)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زندگی کے واقعات اپنے والد محترم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ منسلک رہے ہیں مثلاً: ذبح وغیرہ کے واقعات جن کی بنا پر آپ ''ذبیح'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ اسی طرح آپ کا اپنے والد محترم اور والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ مکہ کا سفر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ میں کئی بار تشریف لائے۔ ایک دفعہ جب وہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کعبہ تعمیر کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔ عام خیال یہ ہے کہ وہ اور ان کی والدہ محترمہ بیت اللہ کے ساتھ حِجر (حطیم) میں مدفون ہیں۔ واللہ اعلم.

- قصص الأنبیاء، ابن کثیر: 133
- قصص الأنبیاء، الثعلبي: 81
- قصص الأنبیاء، الطبري: 168
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الکریم: 33، 347
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظیم: 103، 126
- قصص الأنبیاء، النجار: 98، 103

اسحٰق علیہ السلام

الخلیل (فلسطین) اور فدان آرام (حرّان)
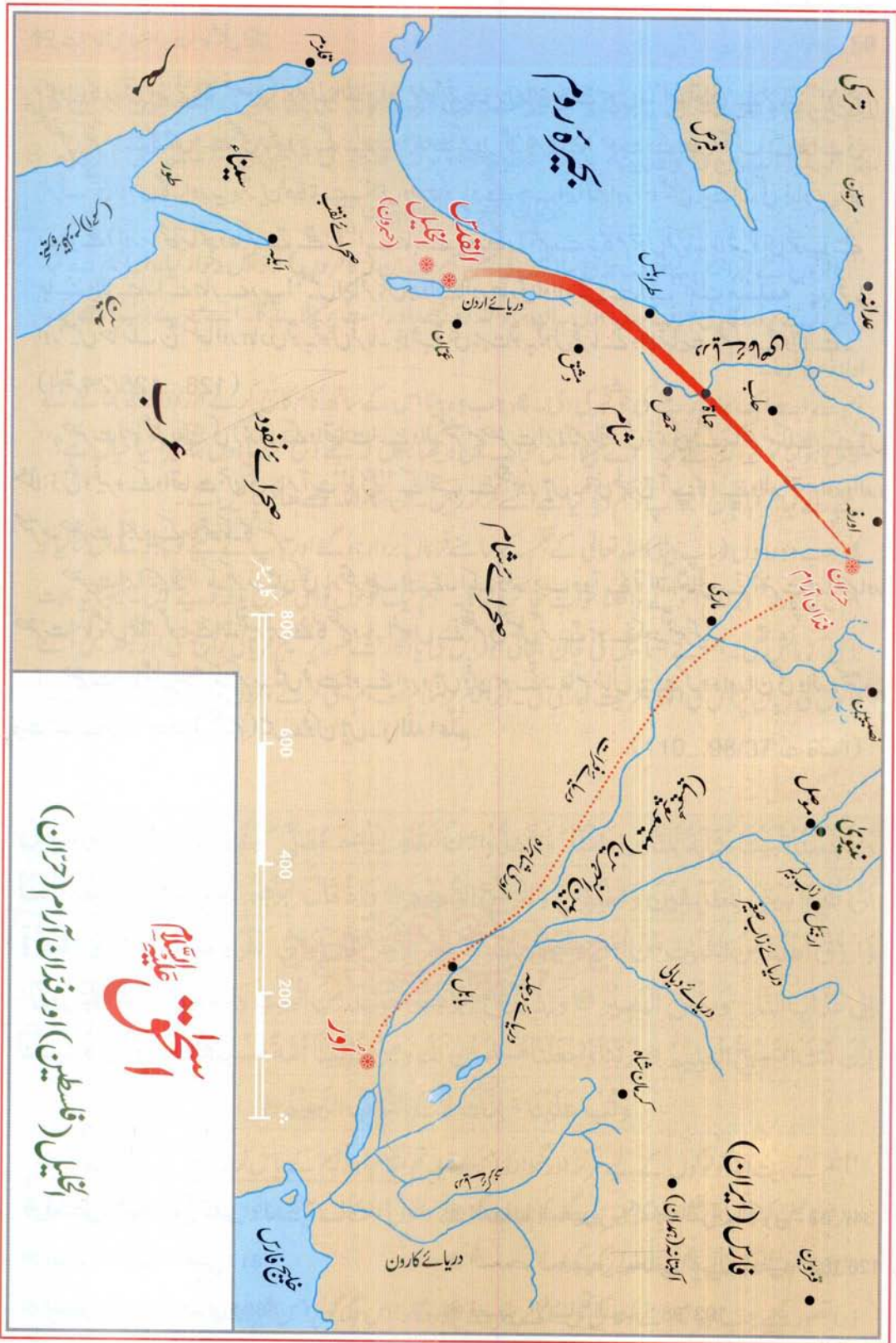
بیت اللہ میں مقام ابراہیم

الخلیل شہر (فلسطین)

حضرت اسحٰق علیہ السلام

حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سارہ کے فرزند تھے۔ اسحٰق اصل عبرانی تلفظ کے لحاظ سے ''یصحق'' ہے جس کا عربی ترجمہ یضحک (وہ ہنستا ہے) بنتا ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق ''یصحق'' مضارع کا صیغہ ہے جو اہل عرب کے دستور کے مطابق بطور نام استعمال ہوا ہے۔ اسے انگریزی میں آئزک (Issac) کہتے ہیں۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے 13 برس چھوٹے تھے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام فلسطین میں الخلیل (حبرون) کے مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی زوجہ رِبقہ کا تعلق فدّان آرام سے تھا۔ اس طرح رِبقہ بنو اسرائیل کی جدّہ ماجدہ تھی۔ حضرت اسحٰق اور رِبقہ کی قبریں بھی حبرون میں غار کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبروں کے ساتھ موجود ہیں۔

فدّان آرام: یہ نواح حرّان میں واقع تھا اور انتظامی طور پر سلطنت بابل میں شامل تھا۔ فدان آرام کا نام بنوارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے باعث پڑا۔ ارَم کی جمع آرام ہے۔ اسی سے آرامی زبان مشہور ہوئی۔

ماری: شام میں دریائے فرات کے مغربی کنارے پر واقع سُمیری شہر ماری ان دنوں ''تلّ الحُریری'' کہلاتا ہے۔ یہ دوسری تیسری ہزاری ق م میں ایک رستا بستا شہر تھا۔ اب اس کے کھنڈر ہی موجود ہیں۔ ماری، بابل سے حران جانے والے راستے پر دریائے خابور اور دریائے فرات کے سنگم کے قریب واقع تھا۔ حرّان سے ماری کا فاصلہ اڑھائی تین سو کلومیٹر جبکہ بابل سے ماری سات آٹھ سو کلومیٹر دور تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام ''اُور'' اور بابل سے حاران جاتے ہوئے ماری سے گزرے تھے۔

حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد: بائبل کے مطابق حضرت اسحٰق علیہ السلام 180 برس کی عمر میں فوت ہوئے، ان کے دو بیٹے تھے: عیسو اور یعقوب۔ عیسو کی تین بیویوں سے الیفز، رعوایل، یعوس، یعلام اور قورح پیدا ہوئے۔ رعوایل کی ماں بشامہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں (عہد نامہ عتیق، پیدائش)۔

عیسو اور اس کے بیٹے فلسطین سے ترک وطن کر کے کوہ شعیر (جنوبی اردن) کے علاقے میں جا آباد ہوئے۔ یہ علاقہ بحیرۂ مردار کے جنوب میں ہے۔ چونکہ عیسو کا ایک نام ادوم بھی تھا، اس لیے کوہ شعیر کا علاقہ بھی ادوم کہلایا۔ بائبل کے مطابق بالع بن بعور، ادوم میں ایک بادشاہ تھا اور اس کے شہر کا نام دنہابا تھا۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے دوسرے بیٹے یعقوب علیہ السلام نبی تھے اور ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ان کے بڑے بیٹے کے نام یہودا کی نسبت سے بنی اسرائیل کو یہود بھی کہا جاتا ہے۔ ''یہود'' کا واحد ''یہودی'' ہے۔

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر 86 برس تھی جب ان کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے تھے کیونکہ اسحٰق علیہ السلام نے بعد میں سارہ کے بطن سے جنم لیا۔ بشری تقاضے سے سارہ کو اپنی لونڈی ہاجرہ کے حاملہ ہونے پر رشک ہوا تو ہاجرہ مجبوراً حبرون سے صور (لبنان کی بندرگاہ) کی طرف چلی گئیں اور وہاں ایک چشمے پر اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور انہوں نے فرشتے کی بشارت کے مطابق بیٹے کا نام اسمٰعیل رکھا۔ یہ ''اسمع'' اور ''ایل'' سے مرکب نام ہے۔ ''ایل'' عبرانی میں ''اللہ'' کے مترادف ہے اور عربی کے ''اسمع'' اور عبرانی کے ''شماع'' کے معنی ہیں ''سن''۔ چونکہ ان کی ولادت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی' اس لیے یہ نام رکھا گیا۔ انگریزی میں اسے اشمائیل (Ishmael) لکھتے ہیں۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش پر ان کی سوتیلی ماں سارہ دونوں ماں بیٹے کو کسی اور جگہ چھوڑ کر آنے کا تقاضا کرنے لگیں تو حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو وادی غیر ذی زرع (سرزمین مکہ) میں چھوڑ گئے جہاں ننھے اسمٰعیل کے ایڑیاں رگڑنے سے زمزم کا چشمہ جاری ہوا۔ یہ فاران کا بیابان تھا۔ وہیں بعد میں قبیلہ بنی جرہم آبسا اور اسمٰعیل علیہ السلام کے بڑے ہونے پر بنو جرہم میں ان کی شادی ہوئی۔ مکہ ہی میں اسمٰعیل علیہ السلام کے لڑکپن میں ذبح اسمٰعیل علیہ السلام کا واقعہ پیش آیا جب حکم الٰہی کے مطابق ان کی جگہ دنبہ ذبح کیا گیا۔ یہ واقعہ منیٰ کے قریب پیش آیا تھا۔ اسی لیے اسمٰعیل علیہ السلام کو ''ذبیح اللہ'' کہا جاتا ہے۔ پھر حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کی روایت کے مطابق کعبہ کی سب سے پہلی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام کے ہاتھوں رکھی گئی تھی مگر پھر مرور ایام سے وہ بے نشان ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے وحی الٰہی سے اس جگہ کو کھودا تو سابق تعمیر کی بنیادیں نظر آئیں اور انہی پر بیت اللہ کی تعمیر نو کی گئی۔ جس پتھر پر چڑھ کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی دیوار کو بلند کیا وہ مقام ابراہیم ہے۔ جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں حجر اسود کو ایک پہاڑی سے نکال کر کعبہ کی دیوار میں نصب کیا گیا۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد: ذبیح اللہ کے بارہ بیٹے اور ایک بیٹی بشامہ یا محلاۃ تھی۔ بیٹوں کے نام نابت یا نبایوت' قیدار' اوبئیل' ہشام' مشماع' رومہ' منشا' عدار' تیما' یطور' نافیش اور قید ما تھے۔ بائبل کے مطابق یہ اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے۔ ان میں نابت اور قیدار بہت مشہور ہوئے۔ نابت کی اولاد اصحاب الحجر کہلائی اور قیدار کی نسل اصحاب الرس کے نام سے مشہور ہوئی (قصص القرآن)۔ رحمۃ للعلمین کے مصنف نے قریش مکہ کو عدنان کے واسطے سے قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد بتایا ہے جبکہ امام بخاری تاریخ الکبیر میں عدنان کو نابت کی اولاد بتاتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر 136 سال تھی جب ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت ان کی نسل حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل چکی تھی۔ بائبل کے مطابق اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر فلسطین میں ہے جبکہ عرب مؤرخین کہتے ہیں کہ وہ اور ان کی والدہ ہاجرہ دونوں بیت اللہ کے قریب حرم کے اندر مدفون ہیں۔ (تاریخ طبری)

صور: جنوبی لبنان کی بندرگاہ صور، اسماعیل علیہ السلام کی جائے پیدائش ساحل بحیرۂ روم پر واقع ہے۔ یہ حبرون (الخلیل) سے تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر شمال میں ہے۔ یورپی زبانوں میں اسے Tyre (طائر) لکھا جاتا ہے۔ لبنانی بندرگاہ صیدا (Sidon) صور کے شمال میں ہے اور عکا (اسرائیل) کی بندرگاہ صور کے جنوب میں ہے۔ صُور کی آبادی 40 ہزار سے زائد ہے۔ اس کی بنیاد فینیقیوں نے تیسری ہزاری میں رکھی تھی۔ یہاں کا بادشاہ حیرام اول سلیمان علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ صور کی ملکہ دیدون نے افریقہ جا کر 813 ق م میں شہر قرطاجہ (Carthage) آباد کیا جس کے کھنڈر تونس میں ہیں۔ 8 ویں صدی ق م میں اشُوریوں نے، 573 ق م میں بخت نصر نے اور 332 ق م میں اسکندر اعظم نے صُور پر حملہ کیا۔ صلیبی جنگوں کے دوران عیسائی اس پر قابض رہے۔

بیت اللہ: مسلمانوں کے قبلہ کو بیت اللہ یا کعبہ کہتے ہیں جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے۔ مروہ پہاڑی کعبہ کے شمال میں ہے جبکہ صفا کعبہ کے جنوب میں ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان المسعی یعنی سعی کا راستہ ہے جو قدرے جنوب مشرق سے شمال کو چلا گیا ہے۔ ہلکے نیلے رنگ کے سخت پتھر سے بنے ہوئے بیت اللہ کو کعبہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی شکل مکعب ہے۔ بظاہر اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی برابر ہیں مگر غور سے دیکھیں تو ایسا نہیں۔ بیت اللہ زمین سے پندرہ میٹر (49 فٹ 3 انچ) بلند ہے۔ حطیم کی جانب اور اس کے مقابل کی دیواریں 35'35 فٹ لمبی ہیں جبکہ دروازے والی اور اس کے مقابل کی غربی دیوار چالیس چالیس فٹ کی ہیں۔ دروازہ فرش مطاف سے چھ فٹ بلند ہے۔ خود دروازے کی بلندی ساڑھے چھ فٹ ہے اور اس کے بائیں ہاتھ زمین سے قریباً پانچ فٹ بلندی پر حجر اسود ہے (''حرم کعبہ'' از پروفیسر عبدالرحمٰن عبد)۔ کعبے کا دروازہ مشرقی جانب ہے۔ اس کے مشرقی گوشے میں حجر اسود ہے اور جنوبی گوشہ رکن یمانی کہلاتا ہے۔

بیت اللہ کے اردگرد مسجد حرام واقع ہے جس میں کئی دروازے ہیں، مثلاً باب فتح (مسعیٰ کی جانب)، باب عمرہ (مغرب میں)، باب عبدالعزیز (جنوب میں)، باب الصفا (جنوب مشرق میں)، باب الفتح (شمال مغرب میں) اور باب السلام (مشرق میں)۔ باب کعبہ کے دائیں ہاتھ مقام ابراہیم ہے جو شیشے کے خول میں بند اور قابل دید ہے۔ کعبے کے مشرق میں تھوڑے فاصلے پر چاہ زمزم ہے۔

منٰی: مکہ سے منٰی کا فاصلہ سات آٹھ کلومیٹر ہے اگرچہ گنبد صفا کے قریب اور کوہ ابوقبیس کے نیچے بنی ہوئی سرنگوں میں سے جائیں تو یہ فاصلہ تین ساڑھے تین کلومیٹر رہ جاتا ہے۔ مکہ سے منٰی کے نیم دائرے کے راستے میں محلہ شعب ابی طالب (شعب علی) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد مبارک، مسجد جن، محلہ شعب بنی عامر، محلہ الجعفر یہ، الروضہ، خنساء، کوہ حرا کو جانے والی سڑک، فیصلیہ، دائیں ہاتھ جدید آبادی العزیزیہ اور آگے وہ سڑک ہے جو منٰی میں سیدھی قربان گاہ پہنچتی ہے، اسی لیے اس

کا نام مجر الکبش ہے۔منیٰ میں دائیں بائیں پہاڑیوں کے سلسلے ہیں جس کی آغوش میں ایک ڈیڑھ کلومیٹر چوڑی وادی ہے۔ منیٰ میں بائیں ہاتھ تین جمرات ہیں جہاں ابلیس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا ذبح کرنے کے ارادے سے بہکانے کی کوشش کی تھی اور خلیل اللہ نے اسے کنکریاں مار کر بھگا دیا تھا' چنانچہ حجاج جمرات پر کنکریاں مار کر وہی سنت ابراہیمی ادا کرتے ہیں۔

جمرات سے آگے مسجد خیف ہے جس میں ایک بڑے گنبد والی بارہ دری ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ زن ہوئے تھے۔ وادیٔ منیٰ کی گزرگاہ کے عین درمیان دس بارہ فٹ اونچی اور چھ فٹ چوڑی وہ دیوار ہے جو اصحاب الفیل کے واقعے کی نشاندہی کے لیے بنائی گئی ہے۔قریباً سو میٹر آگے ایسی ہی ایک اور دیوار کھڑی ہے۔ان دونوں نشانات کے درمیان وادیٔ محسّر ہے۔یہیں ہاتھی والوں کا واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ستائیس دفعہ مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	86
الأعراف	7	80
هود	11	89‘81‘77‘74‘70
الحجر	15	61‘59
الأنبياء	21	74‘71
الحج	22	43
الشُّعراء	26	167‘161‘160
النَّمل	27	56‘54
العنكبوت	29	33‘32‘28‘26
الصَّافّات	37	133
صٓ	38	13
قٓ	50	13
القمر	54	34‘33
التَّحريم	66	10

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

”(حضرت) لوط (علیہ السلام) کا تذکرہ کیجیے۔ اس نے اپنی قوم سے کہا: ”کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے (کسی دور میں) کسی شخص نے نہیں کی؟ تم عورتوں کی بجائے مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو۔ تم تو حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔“ اس کی قوم کا جواب ایک ہی تھا کہ ”ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔“

پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو نجات دے دی لیکن اس کی بیوی انہی میں رہ گئی۔ پھر ہم نے ان پر پتھروں کی بارش برسائی۔ دیکھو! ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟“ (الاعراف: 7/80...84)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ط اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ط اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ط اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ط وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾

''فرشتوں نے کہا: ''اے لوط! ہم تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ تو اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے کسی حصے میں نکل جا اور تم سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ البتہ تیری بیوی کو وہی عذاب پہنچے گا جو ان کیلئے مقدر ہو چکا۔ ان کے عذاب کیلئے صبح کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ کیا صبح قریب نہیں؟ پھر جب ہمارا عذاب آ گیا ہم نے ان کی بستی الٹ دی اور اس پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھروں کی بارش برسا دی جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے۔ یہ تباہ شدہ بستی ان ظالموں (مشرکین مکہ) کے راستے سے کوئی زیادہ دور نہیں۔'' (ہود:11/81...83) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

''جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آل لوط کے پاس پہنچے تو لوط نے کہا: ''تم اجنبی لوگ ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''ہم تو وہ (عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے تھے۔ ہم تیرے پاس حق لے کر آئے ہیں اور بالکل سچ کہتے ہیں۔ رات کو کسی وقت اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جانا اور خود سب سے پیچھے رہنا اور کوئی آدمی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے اور وہاں چلے جانا جہاں تمہیں جانے کا حکم دیا گیا ہے۔'' ہم نے اسے صاف صاف بتا دیا کہ صبح ان کی جڑ تک کٹ جائیگی۔ شہر والے لوگ بڑے خوش خوش آئے (تاکہ اجنبی لوگوں سے بدکاری کریں۔) لوط نے کہا: ''یہ لوگ میرے مہمان ہیں تم مجھے رسوا نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو۔'' وہ کہنے لگے: ''کیا ہم نے تجھے ہر ایرے غیرے کو مہمان

بنانے سے روکا نہیں ہوا؟'' لوط کہنے لگے: ''اگر تم نے ایسا کرنا ہی ہے تو تمہارے پاس میری بیٹیاں (تمہاری بیویاں) موجود ہیں۔'' تیری زندگی کی قسم! وہ لوگ اپنے نشے میں مدہوش تھے' اس لیے پو پھٹتے ہی ان کو ایک زبردست چنگھاڑ نے اپنی گرفت میں لے لیا' پھر ہم نے اس بستی کوتلپٹ کر دیا اور ان پر کھنگروں کی بارش برسائی۔

بلاشبہ اس واقعہ میں سمجھدار لوگوں کے لیے عبرت کا سامان ہے۔ یہ بستی تو معروف تجارتی راستے کے عین اوپر واقع ہے۔ بلاشبہ اس میں صاحب ایمان لوگوں کے لیے عظیم نشانی ہے۔'' (الحجر:15/61...77)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطِ ۨالْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ ۚ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٧٠﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٧٢﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٤﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٧٥﴾

''قوم لوط نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے (ہم نسب) بھائی لوط نے ان سے کہا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ بلاشبہ میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں' اس لیے اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے اجرت نہیں مانگتا۔ میرا ثواب تو اللہ رب العالمین کے ہاں مقرر ہے۔ کیا عالم میں سے صرف تم ہی مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو اور تمہارے رب نے تمہارے لیے جو بیویاں پیدا کی ہیں' انہیں چھوڑے رکھتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل گئے ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''اے لوط! اگر تو ایسی باتوں سے باز نہ آیا تو تجھے بستی سے نکال دیا جائے گا۔'' لوط نے کہا: ''کوئی شک نہیں مجھے تمہارے اس کام سے شدید نفرت ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کی بدکرداریوں سے نجات دے۔'' ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دے دی' لیکن اس کی بوڑھی بیوی انہی میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اس کی قوم کو تباہ و برباد کر دیا اور ان پر عجیب بارش برسائی جو یقیناً بہت بری بارش تھی۔ بلاشبہ اس واقعہ میں عبرت ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بلاشبہ تیرا رب بہت قوت اور غلبے والا ہے اور رحم بھی وہی کرتا ہے۔'' (الشعراء:26/160...175) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۙ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنْكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا

جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۚ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڭ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

''اور لوط کا تذکرہ کیجیے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ''تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی شخص نے نہیں کی۔ تم مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو' ڈاکے ڈالتے ہو' اور اپنی مجالس میں بہت برے کام کرتے ہو۔'' لیکن اس کی قوم کا بس ایک ہی جواب تھا: ''اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔'' لوط نے کہا: ''اے میرے پروردگار! ان فسادیوں کے خلاف میری مدد فرما۔'' پھر جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس (بیٹے کی) خوشخبری لے کر آئے تو (ساتھ ہی) کہنے لگے: ''ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ بلاشبہ اس میں رہنے والے ظالم لوگ ہیں۔'' ابراہیم کہنے لگے: ''اس بستی میں تو لوط بھی ہے۔'' انہوں نے کہا: ''ہم وہاں کے رہنے والوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ ہم لوط اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے' لیکن اس کی بیوی عذاب میں پھنس جانے والوں میں شامل ہے۔'' پھر جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو انہیں دیکھ کر اسے دکھ ہوا' بلکہ دل میں گھٹن پیدا ہوگئی۔ فرشتے کہنے لگے: ''نہ ڈر نہ غمگین ہو' ہم تجھے اور تیرے گھر والوں کو بچالیں گے' لیکن تیری بیوی پیچھے رہ جائے گی۔ ہم اس بستی والوں پر آسمان سے عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ یہ فاسق لوگ ہیں۔'' ہم نے اس بستی کو تباہ کر کے عقلمند لوگوں کے لیے واضح عبرت بنا دیا۔'' (العنکبوت: 28/29...35)

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہی کے ساتھ رہے۔ البتہ مصر سے واپسی کے بعد باہمی رضامندی سے الگ ہوگئے کیونکہ ایک محدود علاقہ ان دونوں کے جانوروں کے لیے کافی نہ تھا' لہٰذا وہ بحیرۂ مردار (بحیرۂ لوط) کے انتہائی جنوب میں فروکش ہوئے جہاں سدوم اور عامورہ بستیاں آباد تھیں۔ یہی دو بستیاں زلزلے کے ساتھ ایسی تباہ ہوئیں کہ تلپٹ ہوگئیں۔ البتہ صوغر بستی کو کوئی نقصان نہ پہنچا جہاں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے پناہ حاصل کی تھی۔

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير : 132
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 654
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 105
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 186
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1047
❀ قصص الأنبياء، النجار : 112

شام
قنیطرہ
حولہ
صفد
عکا
حیفا
بحیرۂ روم
عتلیت
طبریہ
جھیل طبریہ
ناصرہ
شہبا
ازرع
سویداء
دریائے یرموک
بیسان
اذرعات
(درعا)
اربد
قیساریہ
جنین
بصری الشام
دریائے اردن
طولکرم
عجلون
نابلس
عوجا
زرقاء
قصر الحلابات
یافا (تل ابیب)
لُد
فلسطین
زرقاء
رملہ
اریحا
سلط
عمان
اردن
ازرق
القدس (یروشلم)
قصر عمرہ
مادبا
غزہ
الخلیل (حبرون)
بحیرۂ لوط
بر سبع
وادی غزہ
کرک
سدوم
ضوغر
عامورہ
عوجا
اردن
شوبک
صحرائے نقب
اذرح
پٹرا
جفر
معان
لوط علیہ السلام
بحیرۂ لوط (بحیرۂ مردار)
سدوم، عامورہ اور ضوغر
عقبہ
ایلہ (ایلات)
سیناء
عرب
خلیج عقبہ

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت لوط علیہ السلام اور قوم سدوم

حضرت لوط علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ان کے والد کا نام عمران تھا۔ لوط علیہ السلام کی نشوونما حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی' چنانچہ وہ اور حضرت سارہ ملت ابراہیمی کے پہلے مسلم اور السابقون الاولون ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی ''اُور'' (جنوبی عراق) سے حاران کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہاں سے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی جبل بیت المقدس آئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی اہلیہ بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ چرواہے بادشاہوں کے دور میں وہ لوگ مصر پہنچے۔ وہاں حالات ناسازگار پائے تو واپسی کی راہ لی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بئر سبع (فلسطین) میں مقیم ہو گئے مگر حضرت لوط سدوم (اردن) چلے آئے جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں بگڑے ہوئے اہل سدوم کی ہدایت کے لیے نبی مبعوث فرمایا۔ وہ قوم اغلام بازی اور دیگر گناہوں میں مبتلا تھی اور ان کے اس برے فعل کا نام ہی سدومیّت پڑ گیا۔

شہر سدوم: سدوم بحیرۂ میت (بحیرۂ لوط) کے جنوب میں آباد تھا۔ اس کے قریب عامورہ نامی ایک بڑا شہر تھا جبکہ تلمود کے مطابق سدوم کے علاوہ اس علاقے میں چار بڑے شہر تھے۔ انہیں میں سے ایک شہر صُغر یا ضوغر تھا۔ بائبل میں اس قوم کے صدر مقام کا نام سدوم بتایا گیا ہے۔ قوم لوط علیہ السلام کی بداعمالی کی سزا اسے پتھروں کی بارش کے خوفناک ترین عذاب کی شکل میں ملی۔ اس عذاب کی لپیٹ میں حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمان بیوی بھی آ گئی اور صرف حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے پیروکار مومن بچے جنھوں نے صُغر نامی بستی میں جا پناہ لی تھی۔ (حضرت لوط علیہ السلام کی نسبت سے ان کی قوم کے فعلِ بد کو ''لواطت'' اور ایسا عمل کرنے والے کو ''لوطی'' کہنا انتہائی معیوب ہے بلکہ اس نہایت برے فعل کو سدومیت کہنا چاہیے جیسا کہ انگریزی میں اسے Sodomy کہا جاتا ہے۔) ''سفرنامہ ارض القرآن' روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی'' میں لکھا ہے: ''......ہم بحر میت کے مشرقی ساحل پر اس جگہ پہنچے جسے اللسان کہا جاتا ہے۔ اسی کے قریب جنوب کی طرف بحر میت کا وہ حصہ واقع ہے جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہاں سدوم اور قوم لوط کے دوسرے شہر غرق ہوئے تھے اور اسی لیے بحر میت کے اس حصے کو بحر لوط کہا جاتا ہے۔ بحر میت کے گردوپیش پورے علاقے کو دیکھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں زبردست عذاب نے زمین کو جگہ جگہ سے شق کر دیا ہے اور جگہ جگہ زمین دھنس گئی ہے۔'' بائبل کے مطابق ''اللہ نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی'' اور ابراہام نے دیکھا کہ ''زمین پر سے دھواں اٹھ رہا ہے جیسے بھٹی کا دھواں۔''

بحیرۂ مردار کے جنوبی کنارے پر جہاں ضغر واقع تھا' وہاں آج کل غور الصافی نامی قصبہ آباد ہے۔ اس سے تقریباً 30 کلومیٹر شمال مشرق میں الکرک واقع ہے جو صلیبی جنگوں کے زمانے میں سلطان صلاح الدین ایوبی کا ایک مضبوط قلعہ تھا۔ (قصص القرآن حصہ اول میں تورات (پیدائش باب 19 آیت 22) کے حوالے سے حضرت لوط کی جائے پناہ کا نام ضُوعر

یا ضُغر لکھا ہے اور آخر الذکر ہی درست ہے۔ اطلس القرآن (عربی) میں دیا ہوا نام ''صوغر'' درست نہیں ہے کیونکہ بائبل سوسائٹی کی شائع کردہ ''کتاب مقدس'' میں بھی ''ضغر'' ہی لکھا ہے۔)

قصص القرآن میں ''بستانی'' جلد 9 کے حوالے سے درج ہے: ''یہ مقام شروع سے سمندر نہیں تھا بلکہ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلے اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً چار سو میٹر سمندر کے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا۔ اسی لیے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔''

صاحب قصص القرآن نے مزید لکھا ہے: ''گزشتہ دو سال کی اثری تحقیق نے بحر میت کے ساحل پر قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کے تباہ شدہ آثار ہویدا کر کے اس علم و یقین کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے جس کا اعلان ساڑھے تیرہ سو سال پہلے قرآن عزیز نے کر دیا تھا۔''

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام کا نام قرآن مجید میں ان سولہ مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	140'136'133'132
آل عمران	3	84
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
هود	11	71
يوسف	12	68'38'6
مريم	19	49'6
الأنبياء	21	72
العنكبوت	29	27
صٓ	38	45

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ۭ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ښ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾

''ابراہیم اور یعقوب نے اپنے اپنے بیٹوں کو اسی دین کی وصیت کی۔'' اے میرے بیٹو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے یہ دین منتخب فرمایا' لہٰذا تمہیں جب بھی موت آئے اسلام پر آئے۔

(اے یہودیو!) کیا تم اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کو موت آئی اور اس نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا: ''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟'' ان سب نے بیک زبان کہا: ''ہم اس ایک معبود کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم' اسماعیل اور اسحاق کا بھی معبود ہے۔ یقیناً ہم اس کے فرمانبردار رہیں گے۔''

(البقرۃ:2/132'133)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ

وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾

''یہ ہماری طرف سے ایک حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف سجھائی تھی۔ ہم جس کے چاہیں درجات بلند کرتے ہیں۔ بلاشبہ تیرا پروردگار بہت حکمت وعلم والا ہے۔ پھر ہم نے اسے اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت فرمائے۔ ہم نے ان سب کو ہدایت بخشی اور اس سے قبل ہم نے نوح کو بھی ہدایت عطا کی تھی۔ نیز ابراہیم کی اولاد میں سے داود' سلیمان' ایوب' یوسف' موسیٰ اور ہارون کو بھی ہدایت بخشی۔ ہم نیکو کار لوگوں کو اسی طرح جزائے خیر عطا فرماتے ہیں۔ اور (ان کے بعد ہم نے) زکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس کو بھی ہدایت سے سرفراز فرمایا۔ یہ سب نیک لوگ تھے۔ ان کے علاوہ ہم نے اسماعیل' یَسَع' یونس اور لوط کو بھی نور ہدایت بخشا اور ان سب کو ہم نے (اپنے اپنے دور میں) دنیا جہان پر فضیلت عطا فرمائی۔'' (الانعام:6/83...86)

حضرت یعقوب علیہ السلام پہلے شمالی عراق کے شہر ''فدان آرام'' گئے۔ پھر واپس فلسطین لوٹ آئے۔ پھر مصر منتقل ہوئے اور وہیں فوت ہوئے۔ لیکن ان کے جسد مبارک کو محفوظ رکھا گیا اور عرصہ دراز کے بعد فلسطین لا کر ان کی وصیت کے مطابق شہر ''الخلیل'' (حبرون) میں ''مکفیلہ'' غار کے اندر دفن کیا گیا جہاں ان کے والد محو آرام تھے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 188
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 773
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 110
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 209
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1332
❀ قصص الأنبياء' النجار : 119
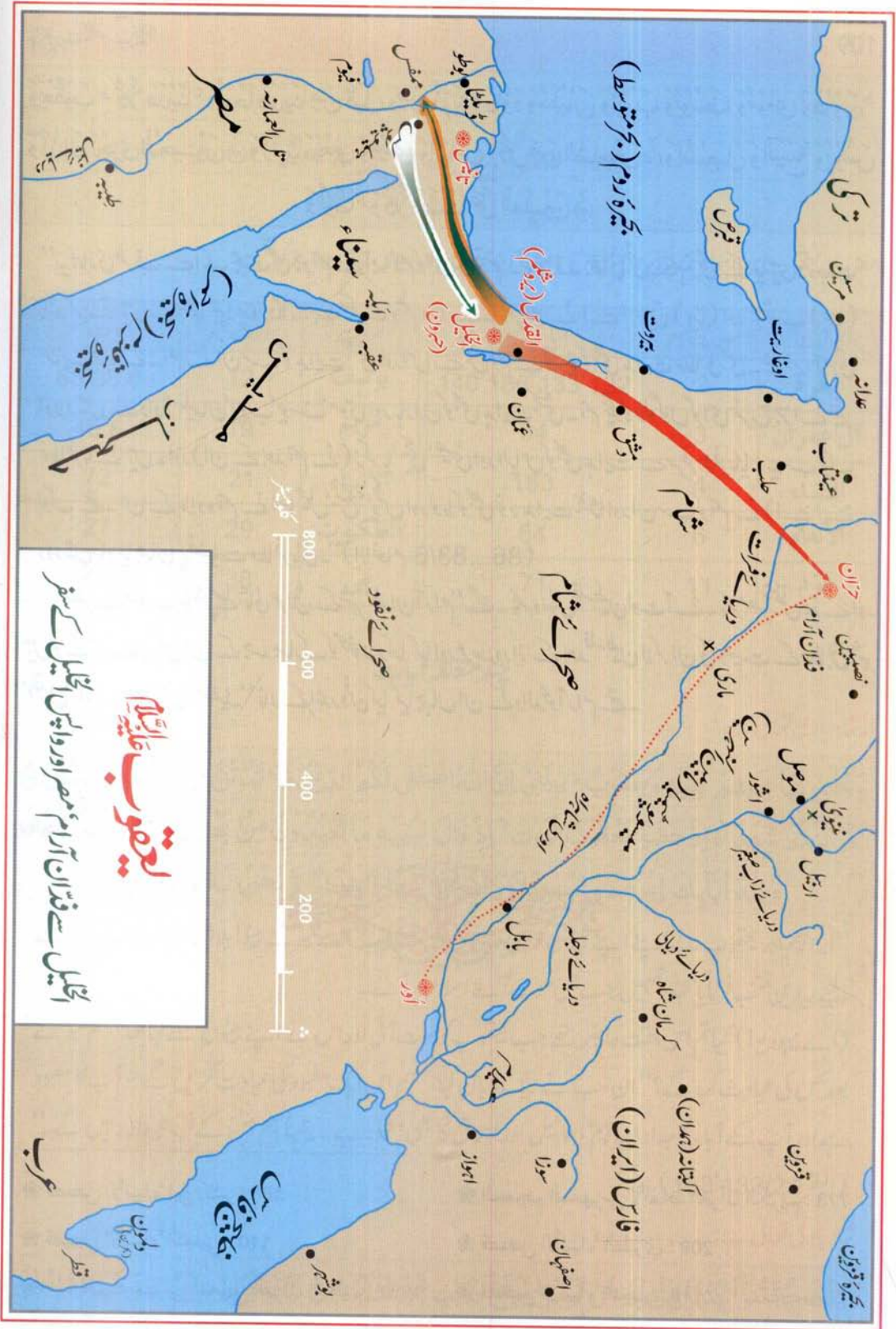
یعقوب علیہ السلام

الخلیل سے فدّان آرام، مصر اور واپس الخلیل کے سفر

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ ان کی والدہ رِبقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے بیتوئیل کی بیٹی تھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور عیسو دونوں حقیقی بھائی تھے۔ دونوں بھائیوں میں کشیدگی کے باعث حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی والدہ کے اشارے پر بئرسبع سے فدان آرام (شمالی عراق) چلے گئے۔ وہاں انہوں نے سات سال اپنے ماموں لابان کی بکریاں چرائیں تو ماموں نے اپنی بڑی بیٹی لیاہ سے ان کا نکاح کر دیا اور مزید سات برس بکریاں چرانے کی شرط پر راحیل بھی ان کے نکاح میں دے دی۔ (اس زمانے میں دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع ہونا شرعاً ممنوع نہ تھا) بلکہ لیاہ کی خانہ زاد زِلفا اور راحیل کی خانہ زاد بلہا بھی ان کی زوجیّت کے رشتے میں منسلک ہوگئیں اور ان سب سے اولاد بھی ہوئی۔ بنیامین کے سوا یعقوب علیہ السلام کی تمام اولاد اس وقت پیدا ہوئی جب وہ اپنے ماموں کے ہاں مقیم تھے۔ 20 سال وہاں رہ کر حضرت یعقوب فلسطین چلے آئے اور حبرون میں مقیم ہوگئے۔ ان کی اولاد کی تفصیل یوں ہے:

لیاہ بنت لابان سے: (1) روبن (2) شمعون (3) لاوی (4) یہودا (5) اشکار (6) زبولون۔

راحیل بنت لابان سے: یوسف اور بنیامین۔

بلہا جاریہ راحیل سے: دان اور نفتالی۔

زِلفا جاریہ لیاہ سے: جاد اور آشر۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام حاران سے کنعان (فلسطین) پہنچے تو ان کی اہلیہ راحیل دوسرے بیٹے بنیامین کو جنم دینے کے بعد فوت ہوگئیں اور انہیں بیت اللحم میں دفن کیا گیا۔

حبرون سے مصر تک: حضرت یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں عمر کا بڑا حصہ گزارا اور حبرون سے مصر اس وقت منتقل ہوئے جب ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں برسر اقتدار تھے۔ ان کے باقی بیٹے بھی ساتھ گئے۔ اس وقت چرواہے بادشاہوں کے خانوادے کا بادشاہ اپوفیس ملک کا حکمران تھا۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی انتظامی لیاقت بھانپ کر عملاً اپنے تمام اختیارات انہیں سونپ دیے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف کی حیثیت ریجنٹ (نائب بادشاہ) کی تھی۔ چرواہے بادشاہوں کا دارالحکومت نیل کے ڈیلٹا میں بحیرہ منزلہ کے قریب افارس نامی شہر تھا جو اب صان الحجر کہلاتا ہے۔ چرواہے بادشاہ چونکہ شام سے آئے تھے اور اپنے دیوتا بھی وہیں سے لائے تھے، لہٰذا مصر کی مذہبی اصطلاح کے مطابق وہ ''فرعون'' نہیں تھے۔ اسی لیے اپوفیس کو قرآن پاک میں ''ملک'' کہا گیا ہے ''فرعون'' نہیں۔ (تفہیم القرآن)

جشن: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے خاندان کو اس علاقے میں آباد کیا جو دمیاط، بحیرۂ منزلہ اور

قاہرہ کے درمیان ہے۔ بائبل میں اس علاقے کو جشن یا گوشن بتایا گیا ہے۔ فلسطین میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی جائے قیام حبرون (الخلیل) کی وادی میں تھی جہاں ان کے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی کچھ زمین سکّم (موجودہ نابلس) میں بھی تھی۔

سِکم یا نابُلس: بائبل میں ہے کہ ''حضرت یعقوب علیہ السلام نے فدان آرام سے آکر ملک کنعان کے ایک شہر سکم کے سامنے ڈیرے لگائے۔'' اور المنجد میں لکھا ہے: ''غرب اردن کے اس شہر کا قدیم نام سامرہ ہے۔ اس کے قریب بئر یعقوب اور یوسف علیہ السلام کی قبر ہے۔ نابلس کی آبادی 75 ہزار ہے۔'' درست بات یہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مغارہ مکفیلہ' الخلیل میں ہے جبکہ نابلس میں محض ان کی یادگار ہے۔

معجم البلدان کے مطابق اس کا نام ''نابلس'' اس لیے پڑا کہ اس وادی میں ایک بہت بڑا سانپ (لس) تھا۔ لوگوں نے اسے مار کر اس کا دانت نکال کر شہر کے دروازے پر لٹکا دیا۔ یوں شہر کا نام ہی نَابُ لُس (اژدہے کا دانت) یا نابُلس پڑ گیا۔ اس کے باہر ایک پہاڑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا۔ اور یہاں ایک اور پہاڑ کے بارے میں یہود کا عقیدہ ہے کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا تھا اور وہ غلط طور پر حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیتے ہیں حالانکہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ نابلس میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محمد بن احمد بن سہل بن نصر ابوبکر الرملی عرف نابلسی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوئے جنہیں 363ھ میں مصر کے فاطمی خلیفہ نے اس طرح شہید کیا کہ ان کی کھال اتار کر اس میں بھس بھرا اور اسے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

بنی اسرائیل: حضرت یعقوب علیہ السلام کا عبرانی نام اسرائیل ہے۔ یہ اسرا (بندہ) اور ایل (اللہ) سے مرکب ہے' یعنی ''اسرائیل'' اور ''عبداللہ'' باہم مترادف ہیں۔ اسی لیے بنو اسحٰق میں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ بائبل میں لکھا ہے: ''فدان آرام سے آنے کے بعد خدا نے یعقوب سے کہا تیرا نام آگے کو یعقوب نہ کہلائے گا بلکہ تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ سو اس نے اس کا نام اسرائیل رکھا۔'' (پیدائش: باب 35 آیت 10)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات: یعقوب علیہ السلام مصر میں ستر برس اور جیے' اس طرح ان کی کل عمر 147 برس ہوئی۔ انہوں نے وفات سے پہلے یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے مصر میں دفن نہ کرنا بلکہ کنعان میں میرے باپ دادا کے پاس اس مغارہ میں' جو ممرے کے سامنے مکفیلہ کے کھیت میں ہے' دفن کرنا۔ یہ کھیت حضرت ابراہیم نے عفرون حیتی سے مول لیا تھا۔ اسی مغارہ یعنی غار میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ سارہ' اسحٰق علیہ السلام اور ان کی بیوی رِبقہ اور یعقوب علیہ السلام اور کی بیوی لیاہ کو دفن کیا گیا تھا۔ چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام فوت ہوگئے تو اہل مصر کے طریق پر ان کے جسد کو چالیس دن تک خوشبوؤں اور مسالوں سے محفوظ کر لیا۔ پھر یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی اور مصر کے مشائخ یعقوب علیہ السلام کی لاش رتھ پر رکھ کر کنعان لے گئے اور وہاں حبرون میں مکفیلہ کے کھیت کے غار میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ (کتاب مقدس۔ پیدائش باب 50)

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل 27 مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	84
یوسف	12	4، 7، 8، 9، 10، 11، 17، 21، 29، 46، 51، 56، 58، 69، 76، 77، 80، 84، 85، 87، 89، 90 (دو دفعہ)، 94، 99
المؤمن	40	34

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

”جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: ”ابا جان! میں نے خواب میں گیارہ ستارے، سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کررہے ہیں۔“ باپ نے کہا: ”پیارے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا ورنہ وہ تیرے ساتھ کوئی نہ کوئی سازش کریں گے۔ کیونکہ شیطان انسان کا واضح دشمن ہے۔ تیرا پروردگار اسی طرح (خواب کے مطابق) تجھے (دین کے لیے) منتخب فرمائے گا۔ اور تجھے خوابوں کی تعبیر سکھائے گا اور تجھ پر اور یعقوب کی نسل پر اپنی نعمت مکمل فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دادا اسحاق اور ابراہیم پر اپنی نعمت مکمل فرمائی۔ بلاشبہ تیرا رب بہت علم وحکمت والا ہے۔“ (یوسف 12:4...6)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝

''پھر ایک قافلہ آیا جس نے اپنا پانی لانے والا بھیجا۔ اس نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا تو کہنے لگا: ''واہ خوشخبری! یہ تو ایک لڑکا ہے۔'' پھر انہوں نے اسے تجارت کے نقطۂ نظر سے (بکاؤ مال سمجھ کر) چھپالیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کام سے بخوبی واقف تھا۔ پھر انہوں نے اسے معمولی قیمت یعنی چند درہم میں فروخت کر دیا کیونکہ وہ اس کی حقیقت جاننے میں دلچسپی نہ رکھتے تھے۔'' (یوسف:12/19، 20)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

''اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان (عورتوں) کی سازش سے اس (یوسف) کو محفوظ رکھا۔ بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ حقیقت حال اچھی طرح جان لینے کے باوجود انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ اسے کچھ دیر کے لیے قید میں ڈال دیں۔'' (یوسف:12/34، 35)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾

''جناب یوسف صدیق! ہمیں تعبیر بتایئے کہ ''سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات کمزور گائیں کھا رہی ہیں۔ اور سات سبز خوشے ہیں جن پر سات خشک خوشے لپٹے ہوئے ہیں۔ بتا دیجیے تاکہ میں لوگوں کے پاس جا کر انہیں بتا دوں اور وہ حقیقت حال جان لیں۔'' یوسف (فی البدیہ) کہنے لگے: ''تم سات سال خوب کاشتکاری کرو گے لیکن جو فصل کاٹو اسے خوشے ہی میں رہنے دینا البتہ جو تھوڑی بہت کھانی ہو وہ نکال لینا۔ پھر اس کے بعد سات سال بڑے سخت آئیں گے جن میں وہ تمام غلہ ختم ہو جائے گا جو تم نے محفوظ رکھا ہوگا اور قلیل ہی بچے گا (جسے تم بیج وغیرہ کے لیے استعمال کر سکو گے۔) پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں خوب بارشیں ہونگی اور لوگ خوب رس نچوڑیں گے۔''

(یوسف:12/46...49)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾

''بادشاہ نے کہا اس (لائق اور معصوم شخص) کو میرے پاس لاؤ' میں اسے اپنا خصوصی وزیر مقرر کروں گا۔ پھر جب بادشاہ نے اس سے بات چیت کی تو (بہت متاثر ہوا اور) کہنے لگا: ''آپ ہمارے نزدیک انتہائی معتبر امانت دار شخصیت ہیں۔ یوسف نے کہا: ''پھر مجھے ملک کے خزانوں کا نگران مقرر کر دیجیے' میں خوب حفاظت کروں گا اور میں علم بھی رکھتا ہوں۔'' (یوسف:12/54'55)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـــِٕيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾

''یوسف نے کہا: ''تم جانتے ہو' تم یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے رہے ہو جبکہ تم جاہل تھے؟'' وہ (چونک کر) کہنے لگے: ''کہیں آپ یوسف ہی تو نہیں؟'' اس نے کہا ہاں! میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر عظیم احسان کیا ہے۔ بلاشبہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور (مشکل حالات میں) صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ ایسے محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! یہ قطعی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے۔ بلاشبہ ہم ہی قصوروار ہیں۔'' یوسف نے کہا: ''آج میں تمہیں ذرہ بھر ملامت نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے ابا جان کے چہرے پر ڈال دو' وہ پھر سے دیکھنے لگیں گے اور اپنے سب گھر بار والے یہاں میرے پاس لے آؤ۔'' (یوسف:12/89...93)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰي يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَي الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿١٠٠﴾

''پھر جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو یوسف نے اپنے والدین (کا استقبال کیا اور ان) کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا:

''اللہ چاہے تو تم بے خوف ہو کر مصر میں آؤ۔'' پھر اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور سب بھائی اس کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ یوسف کہنے لگا: ''ابا جان! یہ ہے تعبیر اس خواب کی جو میں نے اس سے قبل دیکھا تھا۔ میرے پروردگار نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس نے اس وقت بھی مجھ پر بہت بڑا احسان فرمایا جب مجھے جیل سے نکالا اور اس وقت بھی جب آپ سب کو دیہات سے یہاں لایا جبکہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر دی تھیں۔ بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اسے بہترین تدبیر کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ بلاشبہ وہی خوب علم وحکمت والا ہے۔'' (یوسف:12/99'100)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ومعروف ہے۔ علاقہ بیت المقدس کے ایک کنویں میں ان کو ڈالا گیا' پھر ان کو مصر لے جانے کے بعد دارالحکومت افاریس میں فروخت کر دیا گیا۔ اسے آج کل صان الحجر کہا جاتا ہے اور یہ جگہ ''بحیرۂ منزلہ'' کے قریب ہے۔ مصائب سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر میں حکومت عطا فرمائی۔ پھر انہوں نے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھائیوں کو ''بلبیس'' جسے آج کل ''سفط الحنه'' کہا جاتا ہے' کے شمال میں جشن یا جاشان کے علاقے میں آباد کیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے تو انہیں الخلیل (حبرون) منتقل کیا گیا اور مکفیلہ غار میں دفن کیا گیا۔ ان کی ایک یادگار نابلس (سکم) میں ہے اور دوسری یادگار' ملک شام کے قصبۂ ''قلمون'' کی قریبی بستی ''نبک'' میں ہے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 185
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 110
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 228
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 773
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1355
❀ قصص الأنبياء' النجار : 120

یوسف علیہ السلام
تانیس یا افاریس (صان الحجر)
ہکسوس (چرواہے) بادشاہوں کا دارالحکومت
بحیرۂ روم
کلومیٹر
400
300
200
100
اسکندریہ
بوطو
سایس
بحیرۂ منزلہ
تانیس
افاریس
(صان الحجر)
نیل کا ڈیلٹا
جشن
بلبیس
بوبسطہ
ہیلیوپولس
(مصر الجدیدہ)
القاہرہ
ممفس
بحیرۂ قارون
فیوم
قلزم (سویز)
بحیرہ تانیس
فرما
عریش
غزہ
اسدود
یافا
قیسارییہ
نابلس (سِکم)
اریحا
القدس (یروشلم)
الخلیل (حبرون)
بئر سبع
عمان
بحیرۂ مردار
کرک
دریائے اردن
صحرائے شام
اردن
نقب
پٹرا
معان
وادی سرحان
صحرائے سیناء
ایلہ (ایلات)
عقبہ
عرب
جزیرہ نمائے سیناء
مصر
دریائے نیل
تل العمارنہ
کوہ طور
مدین
بحیرۂ قلزم (احمر)

اضافی توضیحات و تشریحات
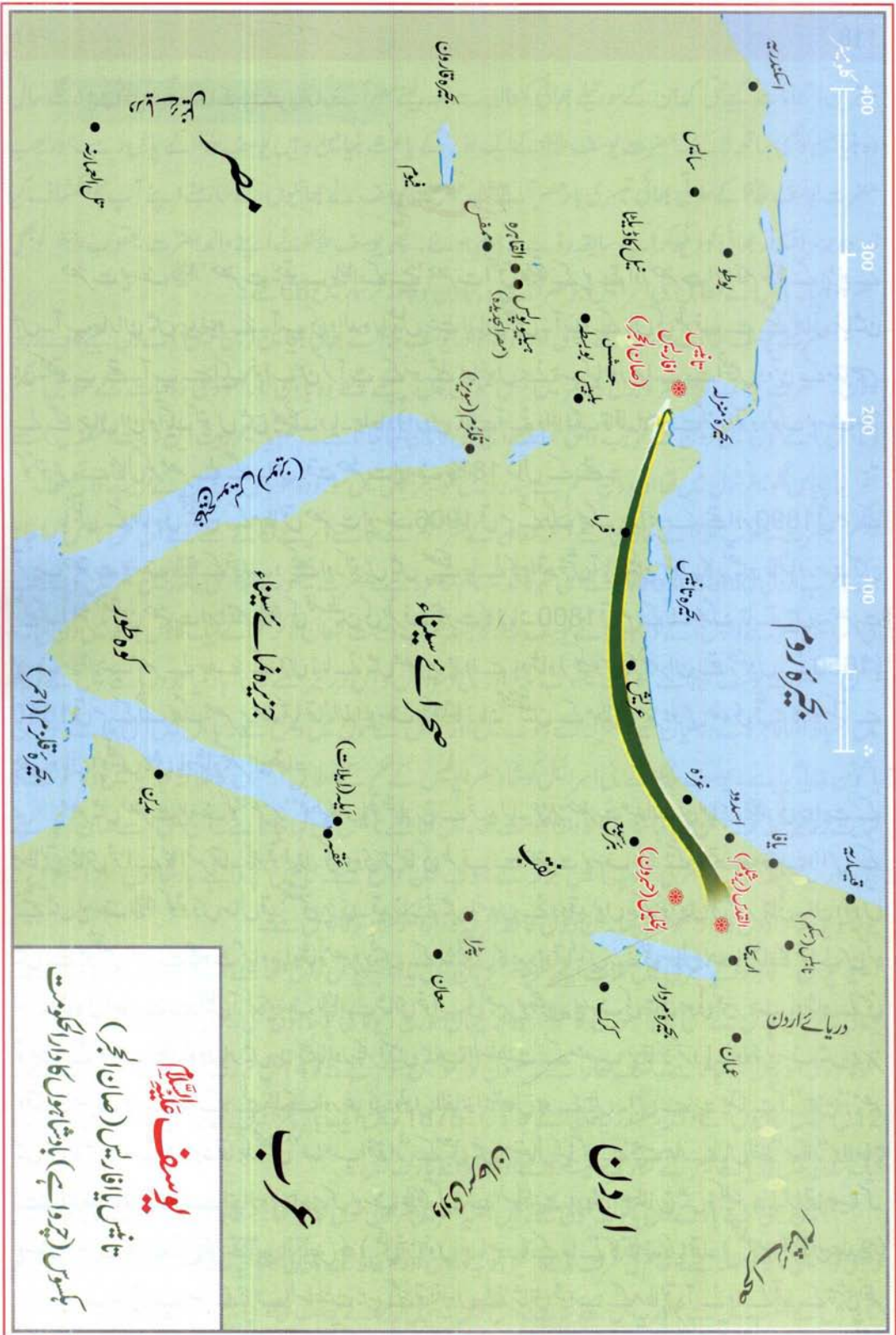
یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے، حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پوتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ آپ حاران میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ راحیل بنت لابان تھیں۔ آپ کے ماں کی طرف سے سگے بھائی بنیامین بن یعقوب تھے۔ آپ سے ایک خواب سن کر آپ کے سوتیلے بھائیوں نے حسد کیا اور بہانے سے انہیں دوتن کے مقام پر لے گئے جہاں ان کو ایک کنویں میں پھینک دیا۔ جلعاد (اردن) سے آنے والا ایک قافلہ ادھر سے گزرا تو وہ لوگ یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکال کر مصر لے گئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام 18 سال کے تھے۔

بائبل کے علماء کی تحقیق کے مطابق حضرت یوسف 1906 ق م کے لگ بھگ پیدا ہوئے تھے اور 1890 ق م کے قریب حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب دیکھنے اور کنویں میں پھینکے جانے کا واقعہ پیش آیا۔ لیکن سنوں کا یہ تعین غالباً درست نہیں کیونکہ اکثر محققین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فلسطین کی طرف ہجرت کا زمانہ 1800 ق م کے لگ بھگ بتاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر لے جائے گئے اس زمانے میں مصر پر چرواہے بادشاہ (ہکسوس) حکمران تھے جنہوں نے 1650 یا 1640 ق م کے لگ بھگ مصر پر حملہ کیا تھا، لہٰذا یوسف علیہ السلام کا زمانہ محققین کے مطابق سترہویں صدی ق م کا ہو سکتا ہے جب وہاں اپوفیس نامی بادشاہ حکمران تھا۔

مصر میں حضرت یوسف کو ''عزیز'' فوطیفار یا فوطیفرح نے خرید لیا۔ عزیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق شاہی خزانے کا افسر تھا۔ پھر فوطیفار کی بیوی زلیخا کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس کے نتیجے میں یوسف علیہ السلام کو نو دس سال قید بھگتنی پڑی۔ قید خانے میں انہوں نے دو قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر بتائی۔ ان دونوں میں سے جو شخص قید سے چھوٹ گیا وہ بادشاہ مصر اپوفیس کے ساقیوں کا سردار تھا، اس نے کئی سال بعد بادشاہ کا خواب سن کر اور بادشاہ کی اجازت سے جیل آ کر یوسف علیہ السلام سے شاہی خواب کی تعبیر پوچھی۔ یوسف کی بتائی ہوئی تعبیر جب بادشاہ نے سنی تو اس نے یوسف علیہ السلام کو دربار میں بلا بھیجا اور پھر انہیں نائب السلطنت کے منصب پر فائز کر دیا۔ سورۂ یوسف میں برسر اقتدار حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے مَلِک اور عَزِیز دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ''عزیز'' مصر میں کسی خاص منصب کا نام نہ تھا بلکہ محض ''صاحب اقتدار'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، جیسے ہمارے ہاں لفظ ''سرکار'' بولا جاتا ہے۔ لفظ مَلِک (بادشاہ) سے اندازہ ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کو نائب السلطنت یا رومی اصطلاح میں ڈکٹیٹر بنایا گیا تھا جیسا کہ یوسف علیہ السلام نے ﴿اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ﴾ (ملکی خزانوں پر مامور) کیے جانے کا تقاضا کیا تھا۔ (تفہیم القرآن جلد 2)

یوسف علیہ السلام جب مصر کے نائب السلطنت بن گئے تو انہوں نے شاہی خواب کے مطابق آنے والے قحط کے پیش نظر

بہترین انتظامات کیے حتیٰ کہ ان کے سوتیلے بھائی کنعان سے غلہ لینے مصر آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواہش پر اگلے سال وہ بنیامین کو بھی ساتھ لائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک عذر کے باعث بنیامین وہیں یوسف علیہ السلام کے پاس رہے۔ اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے علاتی بھائی تیسری بار مصر آئے تب حضرت یوسف نے بھائیوں کے سامنے اپنے آپ کا انکشاف کیا اور وہ برسر اقتدار بھائی کو دیکھ کر اپنے سابقہ روّیے پر نادم ہوئے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھی مصر بلوالیا۔ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل جو مصر آئے وہ بہوؤں کو چھوڑ کر شمار میں 66 تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے تھے: منسّی اور افرائیم اور یوسف علیہ السلام کے بھائی بنیامین (بن یمین) کے دس بیٹے ہوئے۔

دوتن: حضرت یوسف علیہ السلام سترہ برس کی عمر میں جس کنویں میں پھینکے گئے وہ بائبل اور تلمود کی روایات کے مطابق سِکم (نابلس) کے شمال میں دوتن کے قریب واقع تھا جسے آج کل دُتان کہا جاتا ہے۔ سِکم یا سکیم، بیت ایل (بیت المقدس) سے تقریباً پچاس کلومیٹر شمال میں تھا اور دوتن، سکم سے پندرہ بیس کلومیٹر شمال میں موجودہ طوباس اور جنین کے قریب واقع تھا۔

سِکم: حضرت یعقوب علیہ السلام نے حاران سے آکر کنعان کے شہر سِکم کے سامنے ڈیرے لگائے تھے جسے آج کل نابلس کہا جاتا ہے۔ غرب اردن (West Bank) کے اس شہر کا قدیم نام سامرہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی کچھ زمین سکم میں تھی۔ جب بنی اسرائیل مصر سے واپس آئے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کا جسد حسب وصیت کنعان لاکر سکم کے ایک گاؤں بلاطہ میں دفن کیا۔

جُشن: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو اس زرخیز خطے میں آباد کیا جو دریائے نیل کے ڈیلٹا میں دمیاط اور قاہرہ کے درمیان بحیرۂ منزلہ کے جنوب میں اور بلبیس کے شمال میں واقع ہے۔ بائبل میں اس علاقے کو جُشن یا گوشن بتایا گیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو شاہ مصر اپوفیس کے حکم کے مطابق اَعمیس کا علاقہ جاگیر میں دیا جو ملک کا نہایت زرخیز خطہ تھا۔ جشن (یا جاشان) کا دارالحکومت افاریس تھا جسے تانیس بھی کہا جاتا ہے۔ آج کل اسے صان الحجر کہتے ہیں اور یہ محافظہ شرقیہ (مشرقی صوبہ) میں برکہ کے جنوب میں واقع ہے۔ تانیس چرواہے بادشاہوں اور اکیسویں تا چوبیسویں خانوادوں کا دارالحکومت تھا۔ ان دنوں محافظہ شرقیہ کا دارالحکومت زقازیق ہے۔

ہیلیو پولس: قاہرہ کے مشرق میں سات آٹھ کلومیٹر پر عین شمس یا ہیلیو پولس واقع تھا جسے اب مصر الجدیدہ کہا جاتا ہے۔ یونانی نام ہیلیو پولس کے معنی ہیں ''سورج کا شہر'' کیونکہ یہاں سورج دیوتا کی پوجا ہوتی تھی۔ اسی جگہ وہ دوستون تھے جنہیں قلوپطرہ کی سوئیاں کہا جاتا ہے۔ سنگ خارا کے یہ ستون توتھموسس سوم نے 1475 ق م کے لگ بھگ نصب کیے تھے۔ 12 ق م میں رومیوں نے انہیں سکندریہ میں لے جا گاڑا۔ 1878ء میں ایک بار پھر انہیں اکھاڑا گیا اور اب ان میں سے ایک لندن میں دریائے ٹیمز کے کنارے ایستادہ ہے اور دوسرا نیویارک میں۔

''عین شمس'' کے بارے میں یاقوت حموی لکھتے ہیں: ''یہ مصر میں فرعون موسیٰ کا شہر تھا۔ فسطاط اور عین شمس کے مابین 3 فرسخ (یعنی 9 میل) کا فاصلہ ہے۔ شام کی طرف سے آئیں تو یہ بلبیس اور فسطاط کے مابین مَطَرِیّہ کے قریب واقع ہے (جبکہ مطریۂ عین شمس کے جنوب میں ہے) اور یہ نیل کے کنارے واقع نہیں۔ یہیں زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیص چاک کی تھی۔''

گویا یاقوت کے بقول عین شمس حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت تھا مگر جدید تحقیق کے مطابق یوسف علیہ السلام کے زمانے میں شاہ مصر کا دارالحکومت نیل کے ڈیلٹا میں تانیس (صان الحجر) نامی شہر تھا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے پہلے دارالحکومت بالائی مصر میں ''تھیبس'' یا ''طِیبہ'' کے مقام پر منتقل ہوگیا جسے اب ''اَلاُقصر'' کہا جاتا ہے۔

بلبیس: یہ قاہرہ (فسطاط) سے تقریباً 50 کلومیٹر شمال مشرق میں محافظہ شرقیہ (مشرقی صوبے) میں واقع ہے جو عہد یوسفی میں جُشن کہلاتا تھا۔ اسے 18ھ میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔

مصر کے چرواہے بادشاہ(Hyksos Kings)

یہ سامی النسل قوم تھی جس نے مصر پر 1640 ق م کے لگ بھگ حملہ کیا اور نیل کے ڈیلٹا میں آباد ہوگئی۔ مصری تاریخ کے پندرھویں اور سولھویں خانوادے کے حکمران ہکسوس یا چرواہے بادشاہ ہی تھے جنھوں نے مصر کے بڑے حصے پر حکومت کی حتیٰ کہ 1532 ق م کے لگ بھگ انہیں مصریوں نے نکال باہر کیا۔ لفظ ہکسوس (Hyksos) یونانی زبان کے لفظ Huksos سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''چرواہے بادشاہ'' لیکن ایک توجیہ اس طرح ہے کہ یہ نام قدیم مصری الفاظ Heqa khoswe سے مرکب ہے اور اس کے معنی ہیں ''غیر ملکی حکمران'' (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

ہکسوس قوم کو مصر سے نکال باہر کرنے والے بالائی مصر کے اُمراء تھے۔ ان میں سے احمس اول نے طِیبہ (Thebes) کو دارالحکومت بنایا اور سترھویں شاہی خانوادے کی بنیاد ڈالی۔ طِیبہ یا تھیبس دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر اس جگہ آباد تھا جہاں آج شہر الاقصر (Luxor) واقع ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ یوسف کے ''تاریخی وجغرافیائی حالات'' کی ذیل میں لکھتے ہیں:

''مصر پر اس زمانہ میں پندرھویں خاندان کی حکومت تھی جو مصری تاریخ میں چرواہے بادشاہوں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ عربی النسل تھے اور فلسطین وشام سے مصر جا کر دو ہزار برس قبل مسیح کے لگ بھگ سلطنت مصر پر قابض ہوگئے تھے۔ عرب مؤرخین ان کے لیے ''عمالیق'' کا نام استعمال کرتے ہیں ...... ان کی حکومت میں حضرت یوسف علیہ السلام کو عروج حاصل کرنے کا موقع ملا اور پھر بنی اسرائیل وہاں ہاتھوں ہاتھوں لیے گئے ...... پندرھویں صدی قبل مسیح (سولھویں صدی کہنا درست ہوگا) کے اواخر تک یہ لوگ مصر پر قابض رہے اور ان کے زمانے میں ملک کا سارا اقتدار عملاً بنی اسرائیل کے ہاتھ میں رہا...... اس کے بعد ملک میں ایک زبردست قوم پرستانہ تحریک اٹھی جس نے ہکسوس اقتدار کا تختہ الٹ دیا۔ ڈھائی لاکھ کی تعداد میں عمالقہ مصر سے نکال دیے گئے اور ایک نہایت متعصب قبطی النسل خاندان برسر اقتدار آگیا اور اس نے بنی اسرائیل پر ان مظالم کا سلسلہ شروع کیا جن کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آتا ہے۔''

یوسف علیہ السلام کی تدفین: بائبل کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام نے 110 سال کی عمر میں وفات پائی اور انتقال کے وقت بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ جب تم اس ملک سے نکلو تو میری ہڈیاں اپنے ساتھ لے کر جانا۔ چنانچہ توراۃ میں لکھا ہے:
''یوسف (علیہ السلام) نے افرائیم کی اولاد تیسری پشت تک دیکھی اور منسی کے بیٹے مکیر کی اولاد کو بھی یوسف نے اپنے گھٹنوں پر کھلایا۔ اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ میں مرتا ہوں اور خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا اور تم کو اس ملک سے نکال کر اس ملک میں پہنچائے گا جس کے دینے کی قسم اس نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب سے کھائی تھی اور یوسف نے بنی اسرائیل سے قسم لے کر کہا خدا یقیناً تم کو یاد کرے گا۔ سو تم ضرور میری ہڈیوں کو یہاں سے لے جانا اور یوسف نے ایک سو دس برس کا ہو کر وفات پائی۔ اور انہوں نے اس کی لاش میں خوشبو بھری (اسے حنوط کیا) اور اسے مصر میں صندوق میں رکھا۔
(پیدائش باب:50)

حضرت یوسف علیہ السلام کو بحیرہ منزلہ کے پاس جشن کے علاقے میں دفن کیا گیا تھا' چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو مصر سے فلسطین لے چلے تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کا تابوت جس میں ان کا حنوط شدہ جسم تھا' ساتھ لے لیا اور انہیں فلسطین لے جا کر دفنایا۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں: یوسف علیہ السلام کی قبر بلاطہ میں ہے جو فلسطین کے علاقہ نابلس کا ایک گاؤں ہے۔ ان کی قبر ایک درخت کے نیچے ہے۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک فلسطین لے جانے کا حوالہ ایک حدیث میں بھی ملتا ہے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے۔ اس دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی' تو آپ نے اس سے کہا: ہمارے پاس بھی آنا۔ ایک دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی کسی حاجت کا سوال کر سکتے ہو؟ وہ کہنے لگا: ''ایک اونٹنی کجاوے کے ساتھ اور دودھ والی بکریاں جنہیں میرے گھر والے دوہتے رہیں۔'' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم اس بات سے بھی عاجز ہو کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسے ہو جاؤ؟'' صحابہ نے عرض کی: ''اللہ کے رسول! بنی اسرائیل کی اس بڑھیا کا کیا قصہ ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے' تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ ان کے علماء کہنے لگے ہم آپ کو اس کے بارے میں بتاتے ہیں: جب یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے ہم (بنی اسرائیل) سے عہد لیا تھا کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا وجود بھی ساتھ ہی لے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کی قبر کا کسی کو علم ہے؟ علماء نے جواب دیا ہمیں تو اس کا علم نہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ البتہ بنی اسرائیل میں سے ایک بڑھیا جانتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا' وہ آپ کے پاس آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی قبر کی طرف ہماری رہنمائی کرو' وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! نہیں ایسے نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ تم میرا مطالبہ پورا کرو۔ آپ نے پوچھا: تیرا مطالبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: میں جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مطالبے کو اچھا نہ سمجھا' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اس کے مطالبے کے مطابق ہاں کردو۔ چنانچہ وہ آپ کو ایک بحیرہ (پانی کی جگہ) پر لے گئی' جہاں اکثر پانی جمع رہتا تھا' وہ کہنے لگی اس

پانی کو سوتو۔ لوگوں نے اس پانی کو سوت ڈالا پھر کہنے لگی (اس جگہ کو کھود کر) حضرت یوسف علیہ السلام کا بدن نکال لو جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد کو اٹھا کر زمین سے (باہر) نکالا تو راستہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔" (سلسلة الأحاديث الصحيحه: 622/1 حديث:313)

مصری محقق احمد یوسف احمد آفندی ایک مضمون میں لکھتے ہیں: یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ یوسف علیہ السلام جب مصر میں داخل ہوئے تو یہ فراعنہ کے سولہویں خاندان کا زمانہ تھا اور اس فرعون کا نام ابابی الاول تھا۔ میں نے اس کی شہادت اس حجری کتبے سے حاصل کی ہے جو عزیز مصر فوتی فارع (فوطیفار) کے مقبرے میں پایا گیا اور سترہویں خاندان کے بعض آثار سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس سے پہلے قریب کے زمانے میں مصر میں ہولناک قحط پڑ چکا تھا' لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا داخلۂ مصر ابابی الاول کے زمانہ تقریباً 1600 ق م میں ہوا...... اور بنی اسرائیل تقریباً 27 سال بعد مصر میں داخل ہوئے۔ (بحوالہ قصص القرآن از مولانا سیوہاروی)

اہلِ حبرون (الخلیل کے لوگ) یہ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام حبرون میں مدفون ہیں اور حرمِ خلیلی میں مکفیلہ کے قریب ایک محفوظ تابوت کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ یہی تابوت یوسف ہے مگر درست یہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ضریح مبارک نابلس میں ہے جیسا کہ تورات کہتی ہے کہ "یوسف علیہ السلام ارض افرائیم میں دفن ہوئے اور نابلس ارض افرائیم میں ہے جسے قدیم زمانے میں شکم کہتے تھے۔"

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید میں گیارہ دفعہ مذکور ہے تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأعراف	7	85، 88، 90، 92 (دو دفعہ)	الشعراء	26	177
هود	11	84، 87، 91، 94	العنكبوت	29	36

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن
رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ
ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ
مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ
يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٧﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ
كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ
رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ
خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴿٨٩﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿٩٠﴾
فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٩١﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ
الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ
لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٩٣﴾

''ہم نے مدین کی طرف ان کے (ہم نسب) بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پھر تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے۔ لہٰذا ماپ تول پورا رکھو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین کی اصلاح کے بعد اس میں خرابی پیدا نہ کرو۔ یہ بات تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان لے آؤ۔ اور ایسا نہ کرو کہ ہر راستے پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈراؤ دھمکاؤ اور ایمان لانے والوں کو اللہ کے راستے سے روکو بلکہ اسے کج کرنا چاہو۔ اور یاد کرو کہ تم کسی وقت تھوڑے تھے پھر اس نے تم کو زیادہ کر دیا۔ یہ بھی نظر میں رکھو کہ پہلے فسادیوں کا انجام کیا ہوا؟ اگر تم میں سے کچھ لوگ میرے پیغام پر ایمان لے آئے ہیں اور بہت سے لوگ ایمان نہیں لائے تو کچھ دیر صبر کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے گا اور وہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔'' اس کی قوم کے متکبر سردار کہنے لگے: ''اے شعیب! ہم تجھے اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں پرانے دین میں واپس آنا ہوگا۔'' شعیب نے کہا: ''خواہ ہم تمہارے دین کو ناپسند ہی کریں؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جھوٹ گھڑا ہے؟ خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دین سے نجات دے دی ہے۔ اب یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی یہ ہو تو الگ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان صحیح صحیح فیصلہ فرما۔ یقیناً تو بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔'' اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: ''اگر تم لوگ شعیب کے پیچھے لگ گئے تو تمہیں بہت گھاٹا برداشت کرنا پڑے گا۔''

آخر کار ان کو ایک زبردست زلزلے نے آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ شعیب کو جھٹلانے والوں کا حال یہ ہوا کہ گویا وہ کبھی اس بستی میں رہے نہ تھے اور شعیب کو جھٹلانے والے ہی سراسر گھاٹے میں رہے۔ شعیب افسوس کرتے ہوئے ان کو چھوڑ گئے اور کہہ رہے تھے: ''اے میری قوم! میں نے تم تک اپنے رب کریم کے پیغامات پہنچا دیے اور تم سے بھرپور خیر خواہی کی۔ اب میں اس کافر قوم پر کیا افسوس کروں؟'' (الاعراف:7/85...93)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ۬ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ
يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ
ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ
وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ
وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ
مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا
شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾
كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

''اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے ایک بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ نیز ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ میں تمہیں خوشحال دیکھ رہا ہوں، مجھے تو خطرہ ہے کہ تمہیں گھیر نے والا عذاب آلے گا۔ اور اے میری قوم! انصاف کے ساتھ ماپ تول پورا کرو۔ اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ اگر تم ایمان لے آؤ تو اللہ کی دی ہوئی بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ ویسے میں تم پر نگران نہیں ہوں۔''

وہ کہنے لگے: ''اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے تلقین کرتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے آباء واجداد کرتے رہے یا ہم اپنے مال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں؟ واقعتاً تو بڑا عقل مند سمجھدار ہے۔ شعیب نے کہا: ''میرے بھائیو! تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے حلال رزق عطا فرمایا ہے۔ (تو میں پھر بھی تمہاری پیروی کروں؟) میں یہ نہیں کر سکتا کہ جس کام سے تمہیں روکوں اسے خود کرنا شروع کر دوں۔ میری نیت تو صرف اصلاح کی ہے۔ اور وہ بھی اپنی طاقت کے مطابق۔ کیونکہ توفیق تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں متوجہ ہوتا ہوں۔ میری قوم کے لوگو! میری مخالفت تمہیں اس حد تک نہ لے جائے کہ تمہیں بھی اس قسم کا عذاب پہنچے جو نوح، ہود یا صالح (علیہم السلام) کی قوموں پر نازل ہوا۔ اور قوم لوط کی بستی تو تم سے کچھ زیادہ دور نہیں۔ اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور اس کے سامنے توبہ کر لو بلاشبہ میرا رب نہایت رحم کرنے والا بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔''

وہ کہنے لگے: ''اے شعیب! ہمیں تیری اکثر باتیں سمجھ ہی میں نہیں آتیں، ویسے بھی ہم تجھے اپنے مقابلے میں کمزور دیکھ رہے ہیں۔ اگر تیرا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر ختم کر دیتے تو ہم سے قوی نہیں۔'' شعیب نے کہا: ''اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہیں اللہ سے بڑھ کر عزیز ہے کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے؟ بلاشبہ میرا رب

تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو۔ میں اپنی جگہ کام کرتا رہوں گا۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب نازل ہوتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔"

"پھر جب ہمارے عذاب کا وقت آ گیا تو ہم نے شعیب اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ان ظالموں کو زبردست چنگھاڑ نے آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے کے پڑے رہ گئے۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کبھی وہاں رہے ہی نہیں۔ خبردار! مدین والے بھی دفع دور ہو گئے جس طرح ثمود دفع دور ہوئے۔" (ھود:84/11...95)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٣٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٣٧﴾

"اور ہم نے مدین والوں کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: "اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور یوم آخرت کی توقع رکھو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔" مگر انہوں نے اس کی تکذیب کی نتیجتاً ان کو زلزلے نے آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔" (العنکبوت:29/36،37)

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی قوم کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ حجاز کے علاقے میں خلیج عقبہ کے مشرق میں رہتے تھے۔

"اَیکہ" درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ یہ مقام بھی مدین ہی کے قریب ہے۔ اور ایک قول کے مطابق اس سے شہر "تبوک" مراد ہے جو حِسمیٰ اور شَرَوْرَی پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔

- قصص الأنبياء، ابن كثير: 239
- قصص الأنبياء، الثعلبي : 167
- قصص الأنبياء، الطبري : 285
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 383
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 633
- قصص الأنبياء، النجار : 145

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی تھی۔ مدین دراصل ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ مدین یا مدیان' ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوئے' اس لیے ان کا خاندان بنی قطورا کہلاتا ہے۔

مدین: مدین کا قبیلہ بحیرۂ قلزم کے مشرقی ساحل کے ساتھ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر اسی نام کی بستی کے آس پاس آباد تھا۔ یہ جگہ شام (اردن) کے متّصل حجاز کا آخری حصہ تھی اور عہد نبوی میں حجاز والوں کو شام' فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں مدین کے کھنڈر راہ میں پڑتے تھے۔ مدین کا علاقہ تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔ قرآن مجید میں مدین سے گزرنے والے اہلِ حجاز کے تجارتی راستے کو ''امام مبین'' (کھلی اور صاف شاہراہ) قرار دیا گیا ہے جو قوم لوط اور اہلِ مدین دونوں کے علاقوں سے گزرتی تھی۔ اہل مدین کی بستیاں خلیج عقبہ کی بندرگاہ اَیلہ کے جنوب میں خلیج عقبہ اور بحیرۂ قلزم کے ساتھ ساتھ اور مشرق میں تبوک تک واقع تھیں۔ مدین کے علاقے میں ان دنوں الحمیدہ' مقنا' الخریبہ' تریم' المویلح اور ضبا نامی بستیاں آباد ہیں۔ مدین کا خلیج عقبہ کے اسرائیلی شہر ایلہ سے فاصلہ سوسوا سو کلومیٹر ہے۔

اصحاب ایکہ: بعض مفسرین کے نزدیک مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلے کے دو نام ہیں جبکہ دوسروں کے خیال میں یہ دونوں جدا جدا قبیلے ہیں۔ ان میں مدین متمدن اور شہری تھے جبکہ اصحاب ایکہ (جنگل والے) دیہاتی اور بدوی تھے جو مدین کے مشرق میں تبوک کے علاقے میں آباد تھے چنانچہ ان کے نزدیک موجودہ تبوک ہی مقام ایکہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آیت ﴿اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ میں ضمیر تثنیہ ''هُمَا'' سے مدین اور اصحاب ایکہ ہی مراد ہیں نہ کہ مدین اور قوم لوط۔

اس کے برعکس حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی وجغرافیائی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا اور راجح بات بھی یہی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایکہ نامی ایک درخت تھا۔ اہل قبیلہ اس کی پرستش کرتے تھے' لہٰذا اس کی نسبت سے قبیلہ ''مدین'' کو ''اصحاب ایکہ'' کہا گیا۔ (قصص القرآن)

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم بت پرستی اور مشرکانہ عقائد پر کاربند ہونے کے علاوہ ناپ تول میں کمی' معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی کی علتوں میں گرفتار تھی۔ ان گناہوں کی پاداش میں اس قوم کو دو قسم کے عذابوں نے آ گھیرا۔ ایک زلزلے کا عذاب اور دوسرا آگ کا عذاب......یعنی جب وہ اپنے گھروں میں سو رہے تھے تو یک بیک ایک ہولناک زلزلہ آیا اور اس کے ساتھ ہی اوپر سے آگ برسنے لگی جس نے سرکشوں کو جھلسا کے رکھ دیا۔

مغایرِ شعیب: سید ابوالاعلیٰ مودودی کی روداد سفر (سفرنامہ ارض القرآن) میں لکھا ہے:

''ہم تبوک سے مغایر شعیب کے لیے روانہ ہوئے جو تبوک سے 207 کلومیٹر کے فاصلے پر مغرب کی جانب خلیج عقبہ کے ساحل سے متصل ہے...... راستے میں ہم الفوہہ، بنی مر، ابیض، الشرف اور شمال وغیرہ وادیوں سے گزرے۔ وادی بنی مر میں بالکل اسی طرح کے پہاڑ نظر آئے جس طرح کے العلاء اور مدائن صالح میں پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مدائن صالح کے زلزلے کا اثر یہاں تک پہنچا تھا۔

مفرق سے راستہ جنوب کی سمت مغایر شعیب کو جاتا ہے۔ راستے میں البدع ایک چھوٹی سی جگہ ہے...... مغایر شعیب یہاں سے تین کلومیٹر ہے۔ مغایر شعیب وہی جگہ ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم آباد تھی۔ اگرچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اس علاقے کے علاوہ تبوک کے علاقے کے لیے بھی تھی اور بہت سے مفسرین نے تبوک کو ایکہ قرار دیا ہے جس کے رہنے والوں کا قرآن حکیم میں اصحاب الایکہ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کا مرکز یہی تھا ...... مغایر شعیب (مدین) ایک سرسبز وشاداب اور وسیع وادی ہے اور اس کے پہاڑوں میں بھی اسی طرح کے مکانات پائے جاتے ہیں جس طرح کے مکانات مدائن صالح میں دیکھے تھے۔''

تبوک: یہ شمالی حجاز میں دمشق سے مدینہ جانے والے راستے پر ایک بڑا شہر ہے۔ یہاں ایک فوجی چھاؤنی ہے۔ تبوک مدینہ منورہ سے تقریباً 600 کلومیٹر شمال میں ہے اور دمشق سے بھی تقریباً اتنے ہی فاصلے پر ہے۔ سن 9ھ/630ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اسلامی لشکر یہاں ٹھہرا تھا اور اردگرد کے علاقے فتح ہونے سے رومیوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی تھی۔ تبوک کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ تبوک سے 20 کلومیٹر جنوب میں القلیبہ کے مقام پر حجاز، عراق، تبوک اور القریات سے آنے والے چار راستے ملتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ایک سو چھتیس ۱۳۶ دفعہ آیا ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	51‘53‘54‘55‘60‘61‘67‘87‘92‘108‘136‘246‘248
آل عمران	3	84
النساء	4	153 (دو دفعہ)‘164
المائدة	5	20‘22‘24
الأنعام	6	84‘91‘154
الأعراف	7	103‘104‘115‘117‘122‘127‘128‘131‘134‘138‘142 (دو دفعہ)‘143 (دو دفعہ)‘144‘148‘150‘154‘155‘159‘160
يونس	10	75‘77‘80‘81‘83‘84‘87‘88
هود	11	17‘96‘110
إبراهيم	14	5‘6‘8
الإسراء	17	2‘101 (دو دفعہ)
الكهف	18	60‘66
مريم	19	51
طٰهٰ	20	9‘11‘17‘19‘36‘40‘49‘57‘61‘65‘67‘70‘77‘83‘86‘88‘91

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الشّعراء	62	10‘43‘45‘48‘52‘61‘63‘65
النّمل	27	7‘9‘10
القصص	28	3‘7‘10‘15‘18‘19‘20‘29‘30‘31‘36‘37‘38‘43‘44‘48 (دو دفعہ)‘76
العنكبوت	29	39
السّجدة	32	23
الأحزاب	33	7‘69
الصّافّات	37	114‘120
المؤمن	40	23‘26‘27‘37‘53
حٰمٓ السجدة	41	45
الشّورى	42	13
الزّخرف	43	46
الأحقاف	46	12‘30
الذّاريات	51	38

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبياء	21	48
الحج	22	44
المؤمنون	23	49'45
الفرقان	25	35

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
النَّجم	53	36
الصَّف	61	5
النَّازعات	79	15
الأعلىٰ	87	19

چند متعلقہ آیات

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۹﴾ إِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْا إِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّا أَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ إِنِّيْ أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾

"کیا تیرے پاس موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے۔ جب اس نے آگ دیکھی تو اپنی بیوی سے کہا: "ذرا ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے۔ امید ہے میں تمہارے پاس وہاں سے کوئی انگارا لاؤں گا یا آگ پر کسی واقفِ راہ سے مل کر راستہ معلوم کروں گا۔" جب وہ آگ کے پاس آیا تو آواز آئی: "اے موسیٰ! میں تیرا رب ہوں۔ تو اپنے جوتے اتار دے کیونکہ تو وادیٔ مقدس طویٰ میں کھڑا ہے۔" (طٰہٰ 20/9...12)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ أُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ أَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَأَلْقٰىهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ٞ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْأُوْلٰى ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً أُخْرٰى ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ﴿۲۳﴾ إِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ أَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ أَهْلِيْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ أَزْرِيْ ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِيْٓ أَمْرِيْ ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ قَدْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرٰى ﴿۳۷﴾ إِذْ أَوْحَيْنَآ إِلٰٓى أُمِّكَ مَا يُوْحٰى ﴿۳۸﴾ أَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿۳۹﴾ إِذْ تَمْشِيْٓ أُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ إِلٰٓى أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ إِذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ إِذْهَبَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾

قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِىْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾

''اے موسیٰ! تیرے دائیں ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے' میں اس پر ٹیک لگاتا اور سہارا لیتا ہوں اور اپنی بکریوں کے لیے اس کے ساتھ پتے جھاڑتا ہوں۔ اس میں میرے لیے اس قسم کے اور بھی کئی فوائد ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''موسیٰ! اس کو نیچے پھینکو۔'' موسیٰ نے نیچے پھینکا تو یکدم وہ سانپ بن کر بھاگنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسے پکڑلو۔ ڈرو نہیں۔ ہم اسے اس کی پہلی حالت میں واپس لے آئیں گے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دباؤ وہ بغیر کسی تکلیف کے چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ ایک اور نشانی ہے۔ یہ مشق اس لیے کرائی گئی کہ ہم نے تجھے بڑے بڑے معجزے دکھانے ہیں۔ فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔''

موسیٰ نے درخواست کی: ''اے میرے پروردگار! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان فرمادے' میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ نیز میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بنادے۔ اس کے ساتھ مجھے طاقت عطا فرما اور اسے بھی امر نبوت اور تبلیغ میں میرا شریک بنادے تاکہ ہم مل کر کثرت سے تیری تسبیح و ذکر کریں۔ بلاشبہ تو ہم کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''موسیٰ! تیرا مطالبہ منظور ہے۔ ہم نے اس سے قبل بھی تجھ پر عظیم احسان کیا ہے۔ جب ہم نے تیری والدہ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس بچے کو تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دے۔ دریا اسے کنارے پر ڈال دے گا اور اسے میرا اور اس کا دشمن اٹھالے گا۔ پھر میں نے اپنی رحمت سے تجھ پر محبت ڈال دی تاکہ میری نگرانی میں تیری پرورش ہو۔ تیری بہن بھی چلتے چلتے وہاں پہنچ گئی اور کہنے لگی: ''کیا میں تمھیں ایسی عورت کا پتہ بتاؤں جو اس بچے کی (بہترین) پرورش کرسکے گی؟'' اس طریقے سے ہم نے تجھے تیری والدہ کے پاس دوبارہ پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہو۔ پھر تو ایک شخص مار بیٹھا ہم نے تجھے اس پریشانی سے نجات دی۔ اور تجھے کئی طرح سے آزمایا۔ پھر تو مدین والوں کے پاس کئی سال ٹھہرا۔ پھر وقت مقررہ پر واپس آیا۔ میں نے تجھے اپنے لیے منتخب فرمایا ہے' لہٰذا تو اور تیرا بھائی دونوں میرے دیے ہوئے معجزات کے ساتھ جاؤ اور میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ بہت سرکش ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت حاصل کرلے یا وہ ڈر جائے۔'' وہ دونوں کہنے لگے: ''پروردگار! ہمیں خطرہ ہے کہ وہ ہم سے زیادتی کرے گا اور مزید سرکش ہوجائے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم نہ ڈرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں' ہر چیز سنتا دیکھتا ہوں۔ تم اس کے پاس جاؤ اور کہو: ''ہم تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں لہٰذا ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور ان کو عذاب کا

نشانہ نہ بنا۔ ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے عظیم نشانی لے کر آئے ہیں۔ اس شخص پر سلامتی نازل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کرے گا۔" (طٰہٰ: 20/17...47)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ڰ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢٠﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڭ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ٽ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڤ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٢٨﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾

"جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑ لے جو دونوں کا دشمن تھا تو وہ (موسیٰ کا ساتھی) کہنے لگا: "اے موسیٰ! کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جس طرح تو نے کل ایک آدمی مار دیا تھا۔ تو چاہتا ہے کہ زمین میں زبردست بن کے رہے اور تو نہیں چاہتا کہ صلح کروائے۔ (قتل کا معاملہ فاش ہوگیا تو) شہر کے آخری کونے سے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: "موسیٰ! حکام تجھے قتل کرنے کے مشورے کر رہے ہیں اس لیے شہر سے باہر چلا جا بلاشبہ میں تیرا خیر خواہ ہوں۔" موسیٰ ڈرتا گھبراتا شہر سے نکل گیا اور عرض پرداز ہوا: "میرے پروردگار! مجھے ان ظالموں سے بچالے۔" پھر جب وہ مدین کے رخ پر چل پڑا تو کہنے لگا: "مجھے قوی امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھے راستے پر رکھے گا۔" پھر جب وہ

مدین کے کنویں پر پہنچ گیا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ مگر ان سے کچھ فاصلے پر دو عورتیں اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ ان سے کہنے لگے: ''(بیبیو!) تمھارا کیا معاملہ ہے؟'' وہ کہنے لگیں: ''ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ (غیر محرم) چرواہے اپنے جانور واپس نہیں لے جاتے۔ ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارا والد انتہائی بوڑھا ہے۔'' موسیٰ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور پھر ایک طرف سائے میں جا بیٹھا اور کہنے لگا: ''میرے پروردگار! جو بھلائی بھی تو مجھ پر نازل فرمائے' میں اس کا محتاج ہوں۔''

کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک بی بی بڑی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور کہنے لگی: ''میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ کو اس کا صلہ دیں جو آپ نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے۔'' جب موسیٰ اس بزرگ کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ سنایا تو بزرگ نے کہا: ''اب کوئی خوف نہ رکھ' تو ان ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔'' ان میں سے ایک کہنے لگی: ''ابا جان! ان کو ملازم رکھ لیجیے کیونکہ بہترین ملازم وہ ہوتا ہے جو طاقت ور بھی ہو اور امانت دار بھی۔ (اور یہ دونوں اوصاف ان میں پائے جاتے ہیں۔) بزرگ کہنے لگا: ''جوان! میرا ارادہ ہے کہ میں تجھ سے اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح کر دوں بشرطیکہ تو آٹھ سال میری ملازمت کرے۔ اور اگر تو دس سال پورے کرے تو یہ تیری مرضی پر منحصر ہے۔ میں تجھ پر مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ ان شاء اللہ تو مجھے حسن سلوک کرنے والا پائے گا۔'' موسیٰ نے کہا: ''یہ معاہدہ مجھے منظور ہے۔ میں جو بھی مدت پوری کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں پر ضامن ہے۔''

پھر جب موسیٰ نے مدت مکمل کر لی اور اپنے اہل خانہ کو لے کر چل دیے تو راستے میں طور پہاڑ کی طرف سے آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہنے لگے: ''تم یہیں ٹھہرو' میں نے آگ دیکھی ہے' امید ہے میں وہاں سے تمھارے لیے راستے کا اتا پتا یا آگ کا کوئی انگارا ہی لے آؤں گا تاکہ تم آگ تاپ سکو۔'' جب موسیٰ آگ پر پہنچے تو اس مبارک علاقے کی وادی کے دائیں کنارے کے ایک درخت سے آواز آئی: ''موسیٰ! میں اللہ ہوں' سب جہانوں کا پالنے والا۔'' (القصص:28/19...30)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿٥٠﴾ وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿٥١﴾

''اور تم یہ احسان یاد کرو کہ ہم نے تمھارے سامنے سمندر کو پھاڑ کر تمھیں بچا لیا اور فرعونیوں کو غرق کر دیا۔ اور تم (یہ منظر اپنی آنکھوں سے) دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں (کے اعتکاف) کا وعدہ لیا لیکن تم نے اس کے جانے کے بعد بچھڑا بنا لیا۔ اور فی الواقع تم ظالم تھے۔'' (البقرۃ:2/50'51)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۭ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰي طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۭ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۭ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ۭ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

"جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: "اے میری قوم! یقیناً تم نے بچھڑا بنا کر اپنے آپ پر ظلم عظیم کیا ہے، اس لیے اپنے خالق کے سامنے توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو۔ یہ سزا تمہارے خالق کے ہاں تمہارے لیے بہتر ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ ذرا سوچو جب تم نے موسیٰ سے کہا: "ہم ہرگز تیری بات نہیں مانیں گے جب تک ہم اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتے۔" پھر ایک زبردست کڑک نے تمہارے دیکھتے دیکھتے تمہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ پھر ہم نے تمہیں مرجانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا کہ شاید تم شکر ادا کرو۔ ہم نے تم پر بادل کو سائبان کی طرح تان دیا اور تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا کہ تم ہمارا دیا ہوا پاک وطیب رزق کھاؤ، لیکن (تمہارے آباء واجداد نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اس طرح) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔ پھر جب ہم نے کہا: "اس بستی میں داخل ہو جاؤ اور جہاں سے چاہو کھلے بندوں کھاؤ البتہ داخل ہوتے وقت دروازے پر سجدہ کر کے داخل ہونا اور زبان سے معافی مانگنا۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے بلکہ نیکی کرنے والوں کو اور بہت کچھ دیں گے۔" لیکن ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے حکم کو بدل دیا تو ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانی کی بنا پر آسمان سے عذاب اتارا۔ پھر جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو ہم نے فرمایا: "اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔" چنانچہ (فوراً) پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ

پڑے اور ہر قبیلے نے اپنے اپنے گھاٹ جان لیے۔ (ہم نے انہیں کہہ دیا) اللہ کا دیا ہوا کھاؤ پیو لیکن زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔ پھر جب تم نے کہا: "اے موسیٰ! ہم ہرگز ایک جیسے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین سے اگنے والی چیزیں ساگ، ترکاریاں، غلے، دالیں اور مسالے پیدا فرمائے۔" موسیٰ نے کہا: "کیا تم بہترین خوراک کی بجائے گھٹیا درجے کی خوراک طلب کرتے ہو؟ اچھا! تم کسی آبادی میں چلے جاؤ، وہاں تمہاری مانگی ہوئی چیزیں تمہیں مل جائیں گی۔" اس طرح ان پر ذلت اور مسکینی مسلط کردی گئی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوگئے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔" (البقرۃ:2/54...61)

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے فرعونی دارالحکومت طِیبَہ (الاُقصُر) سے مدین کے علاقہ میں صحرائے سیناء کے راستے گئے تھے اور جب اپنی بیوی کے ساتھ واپس مصر آ رہے تھے تو طور کے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا، پھر وہ چلتے چلتے مصر پہنچے جہاں فرعون "مِنفتاح" کی حکومت تھی۔ اس فرعون نے 1230 ق-م سے 1215 ق-م تک حکومت کی۔ سمندر کے عبور کا واقعہ خلیج سویز (سویس) کے شمال میں "عیون موسیٰ" کے مقام پر پیش آیا۔ یا کھارے پانی کی کھاڑیوں (بحیرات مُرّہ) میں یہ حادثہ ظہور پذیر ہوا۔ وہاں منفتاح فرعون غرق ہوا جس کے بارے میں قرآن مجید یوں فرماتا ہے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

"آج ہم تیری لاش کو سمندر سے باہر پھینک دیں گے تا کہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے۔ اگرچہ اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔" (یونس:10/92)

طور پہاڑ، سیناء کے علاقے میں حورب پہاڑ کو کہا جاتا ہے۔ سیناء کا میدانِ تیہ، جہاں اسرائیلی پھرتے رہے، صحراء تیہ کہلاتا ہے۔ دریائے اردن کو جس جگہ سے عبور کیا گیا تھا وہ اریحا کے قریب تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مجمع البحرین کا مقام منسلکہ نقشہ میں وضاحت سے دکھا دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فوت ہوئے تو انہیں "نبو پہاڑ" پر دفن کیا گیا جسے احادیث میں "سرخ ٹیلہ" کہا گیا ہے۔ یہ پہاڑ بحیرہ مردار (بحیرۂ لوط) کے مشرق میں "مؤاب" کے مقام پر واقع ہے۔

بحیرۂ روم (بحر متوسط)
اسکندریہ
بوطو
سایس
(صا الحجر)
نیل کا ڈیلٹا
تانیس
افاریس
(صان الحجر)
بوبسط
بحیرۂ تانیس
فرما
عریش
غزہ
اسدود
یافا
قیساریہ
فلسطین
بیسان
دریائے اردن
جلعاد
اریحا
القدس
عمان
الخلیل
بئر سبع
موآب
بحیرۂ لوط
کرک
سدوم
صحرائے نقب
اردن
بحیرات مُرّہ
ہیلیوپولس
ممفس
(عین الشمس)
قلزم (سویز)
عیون موسیٰ
جبل ہور
بتراء (پٹرا)
معان
مصر
دریائے نیل
طیبہ سے
تیہ
سیناء
خلیج سویس (سویز)
طور
(حورب)
ایلہ
عقبہ
مدین
بحیرۂ قلزم (احمر)
عرب
100
200
300
400
کلومیٹر
موسیٰ علیہ السلام
مصر تا مدین اور مدین تا مصر
عبور بحیرہ، تیہ، طور، موآب

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہونے والے فرعون ''منفتاح'' کی ممی

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام عمران اور والدہ کا نام یوکابد تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے جو یوں ہے:

موسیٰ بن عمران بن قاہت بن لاوی بن یعقوب علیہ السلام۔

آپ بالائی مصر (جنوبی مصر) میں دارالحکومت طیبہ (تھیبس) میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب مصر میں ایک نہایت متعصب قبطی النسل خاندان برسر اقتدار تھا جس نے بنی اسرائیل پر مظالم توڑنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طیبہ (موجودہ الاقصر) میں رحمت الٰہی کے تحت فرعون رعمسیس ثانی کے محل میں پرورش پائی۔ رعمسیس کی بیوی آسیہ کو قرآن میں مومنہ قرار دیا گیا ہے۔ جوان ہوئے تو موسیٰ کے ہاتھوں ایک قبطی کے قتل بالخطا پر انہیں مصر سے ہجرت کرنا پڑی۔ وہ طیبہ سے ساڑھے چھ سو کلومیٹر شمال میں منف (ممفس) پہنچے اور پھر صحرائے سیناء اور ایلہ سے ہوتے ہوئے مدین آئے جہاں شعیب علیہ السلام نے ان کی میزبانی کی۔

طیبہ یا ثیبہ (Thebes): قدیم مصر کی نئی بادشاہت کے اٹھارہویں اور اُنیسویں خانوادوں کا دارالحکومت طِیبہ یا تھیبس اب الاُقصُر (Luxor) کہلاتا ہے۔ یہ بالائی مصر کے صوبہ قِنا میں دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور قاہرہ سے 675 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ تھیبس گیارہویں مصری خانوادے کے دور میں آباد ہوا تھا اور آمون دیوتا کی پوجا کے لیے مشہور ہوا۔ اٹھارویں خانوادے نے 1550 ق م کے لگ بھگ اسے ملک کا دارالحکومت بنایا۔ انیسویں خانوادے (1314 تا 1198 ق م) کے زمانے میں بھی تھیبس (طیبہ) دارالحکومت تھا اور رعمسیس ثانی نے طیبہ' نوبیہ اور کرنک میں معابد اور محلات تعمیر کرائے۔ کرنک' اقصر کے شمال میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شیر خوارگی میں طیبہ ہی کے مقام پر صندوق میں بند کر کے نیل میں ڈالا گیا تھا اور یوں وہ شاہی محل میں پہنچے تھے۔

663 ق م میں ایرانیوں نے تھیبس پر قبضہ کر لیا۔ چوتھی صدی ق م کے اواخر میں سکندر اعظم یونانی کے جانشین بطلیموس بادشاہوں کا دور آیا تو انہوں نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ ابتدائی عیسوی صدیوں میں نسّاک بادشاہوں نے اسے دوبارہ آباد کیا۔ اس کے تاریخی آثار دریائے نیل کے دونوں کناروں پر واقع ہیں۔ الاقصر اور کرنک کے آثار دریا کے مشرقی کنارے پر ہیں جبکہ مغربی کنارے پر مدینہ ہبو (Necropolis) اور دیر البحری واقع ہیں جہاں وادی ملوک میں آخری خانوادوں کے فرعونوں اور امراء کے زیر زمین مقابر ہیں۔ ان میں اٹھارویں خانوادے کے بادشاہ توتن خامن یا توتنخ آمون (1361 تا 1352 ق م) نے تھیبس کو ایک مرتبہ پھر دارالحکومت بنایا اور اپنے پیشرو کا مذہب (سورج دیوتا کی عبادت)

چھوڑ کر ایک بار پھر آمون کی پوجا کو رواج دیا۔ آمون کی پوجا مصر سے نکل کر یونان اور روم تک پھیل گئی۔ یونان میں آمون دیوتا کو زیوس کہا گیا جس کا مجسمہ 7 قدیم عجائبات عالم میں شمار ہوتا ہے اور روم میں وہ جو پیٹر اموّن (مشتری دیوتا) مشہور ہوا۔ عین جوانی میں فوت ہونے والے توتنخ آمون کے مقبرے کی 1922ء میں کھدائی کی گئی تو اس میں پوری ایک دیوار سونے کی ملی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ ''ممفس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا دارالحکومت تھا۔'' لیکن محققین کا اتفاق اس پر ہے کہ اٹھارہویں خانوادے اور انیسویں خانوادے کا دارالحکومت جنوبی مصر میں تھیبس تھا اور پہلے فرعونِ موسیٰ رعمسیس ثانی (1290 تا1235ق م) کے عہد میں یہی دارالحکومت تھا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام تھیبس (طیبہ) ہی سے فرار ہو کر مدین پہنچے تھے' البتہ جب آپ نبوت سے سرفراز ہو کر واپس مصر آئے تو اس دوران دارالحکومت پھر زیریں مصر میں منتقل ہو چکا تھا۔ فرعون رعمسیس ثانی نے بنی اسرائیل سے دو شہر تعمیر کرائے تھے: بررعمسیس اور برتوم یا پیتوم یا فیثوم۔ آثار کی کھدائی میں جُشن کے وسط میں جو مقام اب تل مسخوطہ کے نام سے مشہور ہے یہیں فیثوم کی آبادی تھی اور جس جگہ قنتیر یا ختنت نضر واقع ہے' اس مقام پر بررعمسیس (یارعمسیس) آباد تھا۔ ''بررعمسیس'' کے معنی ہیں ''قصر رعمسیس''۔ چنانچہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن جلد دوم میں ''نقشہ خروج بنی اسرائیل'' میں خروج بحیرہ منزلہ کے جنوب مغرب میں واقع شہر رعمسیس سے دکھایا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے ''قصص القرآن'' حصہ اول صفحہ 470 پر رعمسیس کا تعین قاہرہ سے تیس پینتیس کلومیٹر شمال میں کیا ہے۔ پیتوم اور بحیرہ تمساح کے وسط میں سکّات واقع تھا جبکہ بائبل کے مطابق بنی اسرائیل نے رعمسیس سے چل کر سکّات' ایتام' مجدال اور فی ہیخروت کے مقابل بعل صفوان سے گزر کر سمندر کو پار کیا تھا۔ یوں رعمسیس سے بحیرات مرّہ کا فاصلہ تقریباً سو کلومیٹر ہے۔ اگر خروج ممفس سے تسلیم کیا جائے تو فاصلہ 125 کلومیٹر کے لگ بھگ بنتا ہے۔

مدین: یہ پہاڑی سلسلہ شمال مغربی سعودی عرب میں بحیرۂ احمر اور خلیج عقبہ کے ساتھ ساتھ واقع ہے اور دراصل جبال شراۃ کا تسلسل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں یہ پہاڑی وادی سرسبز و شاداب تھی اور یہاں مدین اور دیگر بستیاں آباد تھیں۔ سفرنامہ ارض القرآن میں لکھا ہے: ''مغایر شعیب کے قریب دو کنویں ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں جن کے متعلق وہاں کے عام لوگوں کا خیال ہے کہ شاید انہی میں سے ایک کنواں وہ ہو جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں ایک قبطی کو قتل کرنے کے بعد پہنچے تھے۔ ان کا فاصلہ مغایر شعیب کے آثار سے تقریباً ایک میل اور البدع کی بستی سے ڈیڑھ دو میل ہے۔ ان کے قریب شمال کی طرف ایک پرانے قلعے اور جنوب مغرب کی طرف ایک پرانے برکہ (تالاب) کے آثار بھی ہیں۔''

اس زمانے میں مصر کی حکومت جزیرہ نمائے سیناء کے مغربی اور جنوبی علاقے تک محدود تھی۔ خلیج عقبہ کے مشرقی اور مغربی سواحل جن پر بنی مدیان آباد تھے' مصری اثر و اقتدار سے آزاد تھے...... وہ مقام (کنواں) جہاں مصر سے آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچے تھے' عربی روایات کے مطابق خلیج عقبہ کے غربی (دراصل مشرقی) ساحل پر مقنا سے چند میل بجانب شمال واقع

تھا۔ آج کل اسے البدع کہتے ہیں اور وہاں ایک چھوٹا سا قصبہ آباد ہے۔ 1959ء میں تبوک سے عقبہ جاتے ہوئے مجھے مقامی باشندوں نے بتایا کہ ہم باپ دادا سے یہی سنتے آئے ہیں کہ مدین اسی جگہ واقع تھا۔ اس کے قریب تھوڑے فاصلے پر وہ جگہ ہے جسے مغایر شعیب یا مغارات شعیب کہا جاتا ہے۔ اس جگہ ثمودی طرز کی کچھ عمارات موجود ہیں۔ اس سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر کچھ کھنڈر ہیں جن میں دو اندھے کنویں ہم نے دیکھے۔ مقامی باشندوں کی روایات یہی ہیں کہ ان میں سے ایک کنواں وہ ہے جس پر موسیٰ علیہ السلام نے بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ یہی بات ابوالفداء نے تقویم البلدان اور یاقوت نے معجم البلدان میں لکھی ہے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم حاشیہ سورۂ قصص)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس برس حضرت شعیب علیہ السلام کی ملازمت میں ان کی بھیڑ بکریاں چرائیں تو انہوں نے اپنی صاحبزادی صفوراء سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دس برس وہاں مزید قیام کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ وادیٔ سیناء میں جا رہے تھے کہ کوہ طور پر روشنی دیکھ کر آگ لینے گئے مگر پیغمبری مل گئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا اور انہیں اور ان کے بھائی ہارون کو حکم دیا گیا کہ فرعون کو حق کی دعوت دیں اور بنی اسرائیل کو فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے چھڑا لائیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام مصر ہی میں موجود تھے۔

وادی سیناء: سیناء ایک صحرائی جزیرہ نما ہے جو مصر میں ایشیا اور افریقہ کے سنگم پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں بحیرۂ روم، مغرب میں نہر سویز اور خلیج سویز، جنوب میں بحیرۂ احمر اور جنوب مشرق میں خلیج عقبہ واقع ہے، یوں تین طرف پانی ہونے کے باعث اسے جزیرہ نما کہا جاتا ہے۔ صرف مشرق میں سیناء فلسطین (اسرائیل) سے متصل ہے۔ صحرائے سیناء کا رقبہ 60,088 مربع کلومیٹر ہے اور آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زائد ہے۔ سیناء کا دارالحکومت العریش ہے جو شمال مشرق میں بحیرہ روم کی طرف واقع ہے۔ سیناء کا وسطی حصہ دشت تیہ ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال سرگرداں رہے تھے۔

کوہ طور: سیناء کے جنوب میں کوہ طور ہے جس کی اہم ترین چوٹی جبل موسیٰ 2285 میٹر بلند ہے۔ یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آیا تھا اور پھر نبوت عطا ہوئی تھی۔ اس کے قریب سینٹ کیتھرائن کی چوٹی ہے جو 2637 میٹر اونچی ہے اور یہ مصر کا بلند ترین پہاڑ ہے، اس پر ایک خانقاہ اور ایک گرجا ہے جسے قیصر جسٹینین نے 527ء میں تعمیر کرایا تھا (المنجد) خلیج سویز کے مشرقی ساحل پر الطّور نامی بندرگاہ ہے جو جزیرہ نما سیناء کے جنوب مغربی گوشے میں واقع ہے۔ قرآن مجید میں طور کو طورِ سیناء اور طور سینین بھی کہا گیا ہے جبکہ بائبل میں اسے حورب کا پہاڑ لکھا ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں سورۂ طور کے حاشیے میں لکھتے ہیں: ''طور کے اصل معنی پہاڑ کے ہیں۔ اور الطّور سے مراد وہ خاص پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا تھا۔'' سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ نمل کی آیت 7 کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''یہ مقام جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جھاڑی میں آگ لگی ہوئی دیکھی تھی کوہ طور کے دامن میں سطح سمندر سے تقریباً 5 ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں رومی سلطنت کے پہلے عیسائی بادشاہ قسطنطین نے 365ء کے لگ بھگ اس مقام پر

ایک کنیسہ تعمیر کرادیا تھا جہاں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ اس کے دو سو برس بعد قیصر جسٹینین نے یہاں ایک دَیر (خانقاہ) تعمیر کرایا جس کے اندر قسطنطین کے بنائے ہوئے کنیسہ کو بھی شامل کرلیا۔ یہ دیر اور کنیسہ دونوں آج تک موجود ہیں اور یونانی کلیسا کے راہبوں کا ان پر قبضہ ہے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم)

نوٹ: کوہ طور کی بلندی 5 ہزار فٹ نہیں بلکہ المنجد فی الاعلام کے مطابق 2285 میٹر (7496 فٹ) ہے جبکہ تفہیم القرآن جلد دوم صفحہ 76 پر اس کی بلندی 7359 فٹ لکھی گئی ہے۔

خروج بنی اسرائیل: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں پہنچ کر اسے توحید کی دعوت دی مگر اس نے انکار کر دیا اور بنی اسرائیل کو غلامی سے رہا کرنے پر بھی آمادہ نہ ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے معجزے بھی دکھائے اور جادوگروں کی جادوگری کا نقش بھی جم نہ سکا اور وہ توحید و رسالت کی دعوت پر ایمان لے آئے، پھر بھی فرعون کا غرور آڑے آیا اور اس نے دعوت حق قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار موسیٰ علیہ السلام تھیبس سے اپنی قوم کو ساتھ لے کر چل دیے۔ راستے میں بنی اسرائیل ہر طرف سے سمٹ کر ان سے ملتے چلے گئے۔ غالباً فرعون کے تعاقب نے انہیں بعل صفون کے قریب لا پہنچایا جو بحیراتِ مرّہ کے قریب واقع تھا۔ یہاں غالباً انہوں نے بحیرات مرہ کو کسی مقام سے پار کیا اور ان کے تعاقب میں نکلا ہوا فرعون انہیں کڑوے پانی کی جھیلوں میں سے کسی ایک میں غرق ہوگیا۔ یہ واقعہ 1824 ق م میں پیش آیا۔

بحیرات مُرّہ: کڑوے (نمکین) پانی کی یہ جھیلیں کسی زمانے میں خلیج سویز سے متصل تھیں۔ بعد میں جغرافیائی تبدیلیوں سے یہ جھیلیں بحیرہ قلزم (خلیج سویز) سے منقطع ہوگئیں۔ صدیوں بعد 1869ء میں نہر سویز کا افتتاح ہوا تو بحیرات مُرّہ اس نہر کے ذریعے ایک بار پھر بحیرہ قلزم سے مل گئیں۔

بنی اسرائیل صحرائے سیناء میں: بحیرات مرہ پار کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل جنوب کو ہولیے اور عیون موسیٰ، مارہ، ایلیم، المرخہ اور فاران رفیدیم کے راستے اس مقام تک پہنچے جسے آج کل جبل موسیٰ کہتے ہیں اور جس کا قدیم نام سیناء ہے۔ اسی کا نام کوہ طور (یا صرف طور) ہے اس کے جنوب مغرب میں طور نامی بندرگاہ ہے۔ قرآن کریم میں طور کی وادی کو ''وادیٔ مقدس طویٰ'' کہا گیا ہے۔

عیون موسیٰ: محمد رفعت کے اطلس (اٹلس) کے مطابق بنی اسرائیل کا عبور سویز اور بحیرات مرہ کے درمیان ہوا ہے اور عیون موسیٰ علیہ السلام بھی یہیں خلیج سویز کے شمال میں واقع ہے۔ (قصص الانبیاء جلد اول حاشیہ صفحہ:473)

عبدالوہاب نجار نے قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ پانی کے وہ چشمے جن کا ذکر بنی اسرائیل کے واقعات میں آیا ہے، بحرِ احمر کے مشرقی بیابان میں سویز سے زیادہ دور نہیں اور عیون موسیٰ علیہ السلام کے نام سے مشہور ہیں۔ ان چشموں کا پانی اب بہت کچھ سوکھ گیا ہے اور بعض کے تو آثار بھی معدوم ہو چکے ہیں مگر کہیں کہیں ان چشموں پر اب کھجور کے باغات نظر آتے ہیں۔

فرعونِ موسیٰ علیہ السلام: عام طور پر فرعون موسیٰ کے بارے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون موسیٰ دو ہیں۔ ایک فرعون رعمسیس ثانی جس کے گھر میں موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی اور دوسرا اس کا بیٹا منفتاح تھا جو غرقاب ہوا۔ اس سلسلے میں سید

ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد 2 میں لکھتے ہیں:

''لفظ فرعون کے معنی ہیں ''سورج دیوتا کی اولاد'' قدیم اہل مصر سورج کو جوان کا مہا دیو یا رب اعلیٰ تھا' رَعْ کہتے تھے اور فرعون اسی کی طرف منسوب تھا۔ اہل مصر کے اعتقاد کی رو سے کسی فرماں روا کی حاکمیت کے لیے اس کے سوا کوئی بنیاد نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ رَعْ کا جسمانی مظہر اور اس کا ارضی نمائندہ ہو' اسی لیے ہر شاہی خاندان جو مصر میں برسرِ اقتدار آتا تھا' اپنے آپ کو سورج بنسی بنا کر پیش کرتا' اور فرماں روا جو تخت نشین ہوتا' ''فرعون'' کا لقب اختیار کر کے باشندگانِ ملک کو یقین دلاتا کہ تمہارا رب اعلیٰ یا مہا دیو میں ہوں۔

''یہاں یہ بات اور جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کے سلسلہ میں دو فرعونوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک وہ جس کے زمانہ میں آپ پیدا ہوئے اور جس کے گھر میں آپ نے پرورش پائی۔ دوسرا وہ جس کے پاس آپ اسلام کی دعوت اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ لے کر پہنچے اور جو بالآخر غرق ہوا۔ موجودہ زمانہ کے محققین کا عام میلان اس طرف ہے کہ پہلا فرعون رَعمسیس دوم تھا جس کا زمانۂ حکومت 1292 سے 1235 قبل مسیح تک رہا۔ اور دوسرا فرعون منفتہ یا منفتاح تھا جو اپنے باپ رَعمسیس دوم کی زندگی ہی میں شریک حکومت ہو چکا تھا اور اس کے مرنے کے بعد سلطنت کا مالک ہوا۔ یہ قیاس بظاہر اس لحاظ سے مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی تاریخ کے حساب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سن وفات 1272 قبل مسیح ہے۔ لیکن بہر حال یہ تاریخی قیاسات ہی ہیں اور مصری' اسرائیلی اور عیسوی جنتریوں کے مطابق بالکل صحیح تاریخوں کا حساب لگانا مشکل ہے۔''

اس سلسلے میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

ریمسیس (درست نام رَعمسیس ......م ف) دوم نے اپنے زندگی ہی میں اپنے بڑے بیٹے منفتاح کو شریکِ حکومت کرلیا تھا۔ ریمسیس کی ڈیڑھ سو اولادوں میں سے یہ تیرھواں لڑکا تھا' لہٰذا منفتاح ہی وہ فرعون ہے جس کو حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نے دعوت دی اور بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کیا اور یہی غرق دریا ہوا......تورات میں ہے کہ خروج سے پہلے مصر کے بادشاہ کا انتقال ہوگیا' اس سے مراد وہی ریمسیس دوم ہے جو منفتاح کا باپ تھا۔ (قصص القرآن' حصہ اول)

میدان الراحہ اور جبل ہارون: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد باری کی تعمیل میں تیس دن کے لیے کوہ سیناء کو جاتے ہوئے بنی اسرائیل کو اس مقام پر چھوڑا جو آج کل نبی صالح اور کوہ سیناء کے درمیان وادیٔ شیخ کے نام سے موسوم ہے۔ اس وادی کا وہ حصہ جہاں بنی اسرائیل نے پڑاؤ ڈالا تھا آج کل میدان الراحہ کہلاتا ہے۔ وادی کے ایک سرے پر وہ پہاڑی واقع ہے جہاں مقامی روایت کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام ثمود کے علاقے سے ہجرت کر کے تشریف لے آئے تھے۔ آج وہاں ان کی یاد میں ایک مسجد (نبی صالح) بنی ہوئی ہے۔ دوسری طرف ایک اور پہاڑی جبل ہارون ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام بنی اسرائیل کی بچھڑے کی پوجا سے ناراض ہوکر جا بیٹھے تھے۔ تیسری طرف سیناء (طور) کا بلند پہاڑ ہے جس کا بالائی حصہ اکثر بادلوں سے ڈھکا رہتا ہے اور جس کی بلندی 7359 فٹ ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر آج تک وہ کھوہ زیارت

گاہ عام بنی ہوئی ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلّہ کیا تھا۔ اس کے قریب مسلمانوں کی ایک مسجد اور عیسائیوں کا ایک گرجا ہے اور پہاڑی کے دامن میں رومی قیصر جسٹینین کے زمانے کی ایک خانقاہ آج تک موجود ہے۔ (تفہیم القرآن جلد دوم' حاشیہ سورۂ اعراف)

عبرت نامۂ فرعون: مصری دستور کے مطابق ہر بادشاہ کا مقبرہ جدا ہوتا تھا جس میں اس کے تمام حالات کندہ کیے جاتے اور اس کی بعض اشیاء اور جواہرات اس کی قبر کے ساتھ ہی محفوظ رکھے جاتے لیکن منفتاح کا الگ مقبرہ نہ بنایا گیا بلکہ اسے عجلت سے امنحوتب (1400 تا 1370 ق م) کے مقبرے ہی میں دفن کر دیا گیا اور یوں اٹھارہویں اور انیسویں خانوادوں کے دو فرعونوں کی نعشیں ایک ہی مقبرے میں جمع ہو گئیں۔ منفتاح کی لاش مصری عجائب خانہ (قاہرہ) میں آج بھی محفوظ ہے۔ محمد احمد عدوی ''دعوۃ الرسل الی اللہ'' میں لکھتے ہیں کہ اس نعش کی ناک کے سامنے کا حصہ ندارد ہے جیسے کسی حیوان نے کھالیا ہو' غالباً سمندری مچھلی نے اس پر منہ مارا تھا' پھر اس کی لاش اُلوہی فیصلے کے مطابق کنارے پر پھینک دی گئی تا کہ دنیا کے لیے عبرت ہو۔

جبل فرعون: یہ وہ جگہ ہے جس کے متعلق مقامی لوگوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ اس جگہ فرعون کی لاش پانی میں تیرتی ملی تھی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ یونس کے حاشیہ 92 میں لکھتے ہیں: ''جزیرۂ نمائے سیناء کے مغربی ساحل پر اس مقام کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اس کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جو حمام فرعون کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے...... اگر یہ ڈوبنے والا فرعون منفتہ ہے جس کو زمانۂ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے۔ 1907ء میں سر گرافٹن ایلیٹ سمتھ نے اس کی ممی (مومیا) پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی کھلی علامت تھی۔'' (تفہیم القرآن جلد دوم)

کوہ طور پر تجلّیٔ ذات: کوہ طور (حورب) پر جب تیس اور مزید دس راتوں کا میقات یعنی چالیس راتیں پوری ہو گئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش پر انہیں تجلّیٔ ذات کا مشاہدہ کرایا گیا جس کی وہ تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گئے۔ پھر انہیں تورات عطا کی گئی۔ اس دوران بنی اسرائیل جو پہاڑ کے نیچے میدان الراحہ میں مقیم تھے' انہوں نے سامری کے فریب میں آ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور حضرت ہارون علیہ السلام کے روکنے سے بھی نہ رکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی پر بنی اسرائیل کو اس ارتداد (گوسالہ پرستی) کی سزا یوں دی گئی کہ لوگوں نے شرک میں مبتلا اپنے رشتے داروں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ اس طرح تورات کے مطابق تین ہزار بنی اسرائیل قتل ہوئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے 70 نمائندے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہ طور پر گئے تا کہ بچھڑے کی پوجا کے جرم کی معافی مانگیں اور از سر نو اطاعتِ الٰہی کا اقرار کریں۔ وہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھنے پر اصرار کیا تو انہیں زلزلے کے عذاب نے موت کی نیند سلا دیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان کو نئی زندگی بخشی گئی۔

اتنے بڑے معجزے کے باوجود جب بنی اسرائیل نے تورات کے احکام قبول کرنے میں پس وپیش سے کام لیا تو اللہ نے ان کے سروں پر طور پہاڑ کو بلند کر دیا جیسے وہ ان کے اوپر گرنے والا ہو۔ اس طرح آیت الٰہی کے مظاہرے نے انہیں قبول تورات پر آمادہ کیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہمراہ حورب سے روانہ ہوئے اور کوہ شعیر کی راہ سے قادس برنیع پہنچے۔ وہاں سے انہوں نے یوشع بن نون کی قیادت میں بارہ افراد تفتیش کے لیے ارض مقدس (کنعان یا فلسطین) بھیجے۔ وہ فلسطین کے شہر اریحا گئے اور تمام حالات بغور دیکھ کر لوٹے۔ واپسی پر بیشتر نے کنعانیوں کے ناقابل تسخیر ہونے کی باتیں کیں۔ صرف یوشع بن نون اور کالب بن یُفنّہ نے قوم کو ہمّت دلائی' چنانچہ سورۂ مائدہ کے رکوع 4 میں انہی دو آدمیوں کا ذکر ہے۔ جب بنی اسرائیل نے ارض مقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ سزا مقرر کر دی کہ وہ چالیس برس دشت تِیہ میں بھٹکتے پھریں گے۔

دشتِ تِیہ: بنی اسرائیل کی دشت نوردی کا علاقہ ''تیہ'' کہلاتا ہے۔ دشت تِیہ (سیناء) وہ علاقہ ہے جسے بائبل میں ''بیابان سین'' کہا گیا ہے۔ یہ کوہ طور کے شمال میں صحرائے سیناء کا جنوبی حصہ ہے۔ تِیہ کے معنی بھٹکنے کے ہیں جیسا کہ سورۂ مائدہ آیت 26 میں آتا ہے: ﴿فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ ''بلاشبہ وہ ارض فلسطین ان کے لیے 40 سال تک ممنوع ہے۔ وہ اسی دشت میں بھٹکتے پھریں گے۔'' جب بنی اسرائیل وادیٔ سیناء میں داخل ہوئے تھے تو اسی دشت میں ان کے بارہ قبیلوں کے لیے بارہ چشمے جاری ہوئے تھے اور پھر یہیں ان پر من وسلویٰ نازل ہوا تھا۔ اسی دشت میں بنی اسرائیل کا ایک شخص قتل ہو گیا' قاتل کا پتہ نہ چلا اور بنی اسرائیل نے پے در پے حیل وحجت کی تو ایک خاص رنگ اور خاص عمر کی بے داغ اور ان جوتی گائے ذبح کرنے کے احکام یکے بعد دیگرے نازل ہوئے۔ اس گائے کے گوشت کے ٹکڑے سے مقتول کی لاش پر ضرب لگانے سے مقتول بول پڑا اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا جسے شریعت الٰہی کے مطابق سزا دی گئی۔ یہیں بنی اسرائیل کے ایک متکبر مالدار شخص قارون کے اپنے خزانوں سمیت زمین میں دھنس جانے کا واقعہ پیش آیا اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ قارون کا واقعہ غرق فرعون سے پہلے پیش آیا تھا یا غرق ہونے کے بعد تِیہ میں۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ قبل غرق کا ہے تو ﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ﴾ (القصص 28:81) میں دار (گھر) اپنے حقیقی معنی میں ہے اور اگر دشت تِیہ کا واقعہ ہے تو ''دار'' سے خیمہ وخرگاہ مراد ہے۔ مولانا سیوہاروی مصنف قصص القرآن کے نزدیک یہ واقعہ میدان تِیہ کا ہے اس لیے کہ قرآن نے اسے غرق فرعون سے متعلق واقعات کے بعد بیان کیا ہے۔

تِیہ کی دشت نوردی کے زمانے ہی میں حضرت ہارون علیہ السلام نے رحلت فرمائی۔ بائبل کے مطابق ''بنی اسرائیل قادس برنیع سے چلے تو کوہ ہور کے پاس' جو ملک ادوم کی سرحد ہے' خیمہ زن ہوئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کوہ ہور پر بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے کے چالیسویں برس کے پانچویں مہینے کی پہلی تاریخ کو وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر 123 برس تھی۔''

بنی اسرائیل کوہ ہور سے کوچ کر کے ایلہ اور عصیون جابر سے گزرے۔ اس دوران انہوں نے اَمّوری بادشاہوں سیحون

اور عوج کے علاقوں پر قبضہ کرلیا مگر انہوں نے عار اور بنی عمون کے علاقے چھوڑ دیے جو بنولوط کے لیے مخصوص تھے' پھر موآب کی سرحد پر ڈیرے ڈالے جو بحیرۂ لوط (بحیرۂ مردار) کے مشرق کا علاقہ تھا۔ آخر کار وہ موآب کے میدانوں میں جو دریائے اردن کے کنارے پر واقع ہیں' یریحو کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔

یریحو یا اَریحا (Jericho): بائبل میں اس شہر کو یریحو لکھا گیا ہے جبکہ اس کا عربی نام اریحا اور انگریزی نام جریکو ہے۔ اریحا 7000 ق م میں آباد ہوا تھا اور اس لحاظ سے دنیا کا قدیم ترین شہر ہے کہ یہ پچھلے 9000 سال سے مسلسل آباد چلا آ رہا ہے۔ یہ دریائے اردن سے آٹھ دس کلومیٹر مغرب میں ہے جبکہ بیت المقدس اریحا سے تقریباً 30 کلومیٹر کے فاصلے پر جنوب مغرب میں ہے۔ بحیرۂ مردار سے اریحا تقریباً 12 کلومیٹر دور ہے۔ یہ شہر سطح سمندر سے 260 میٹر نیچے ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام اریحا بن مالک بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہاں تل السّلطان میں تاریخی آثار ملتے ہیں۔ 1948ء تا 1967ء اریحا مملکت اردن میں شامل رہا حتیٰ کہ اسرائیل نے پورے غرب اردن پر غاصبانہ قبضہ کرلیا۔ تب سے اریحا اسرائیلی تسلّط میں ہے اگرچہ 1994ء سے اس پر نام نہاد سُلطہ فلسطینیہ کو برائے نام کنٹرول حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مرقد اریحا میں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات: بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی' تیہ میں دشت نوردی اور ادوم کے پہاڑوں اور موآب کے میدانوں میں مسلسل تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کرتے آئے تھے' نیز تورات نازل ہوچکی تھی۔ اب داعی اجل کو لبیّک کہنے کا وقت آپہنچا۔ بائبل کی کتاب استثناء باب 34 میں لکھا ہے: ''موسیٰ علیہ السلام کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور خداوند نے جلعاد کا سارا ملک دان تک' اور نفتالی کا سارا ملک' اور افرائیم اور منسّی کا ملک اور یہوداہ کا سارا ملک پچھلے سمندر (بحیرۂ روم) تک' اور جنوب کا ملک اور وادئ یریحو جو کھجوروں کا شہر ہے' میدان ضغر تک اسے دکھایا۔ اور خداوند نے اس سے کہا: ''یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے میں تمہاری نسل کو دوں گا۔ سو میں نے ایسا کیا' تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پر تو اس پار وہاں جانے نہ پائے گا'' پس خداوند کے بندہ موسیٰ علیہ السلام نے وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل دفن کیا' پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے وقت 120 برس کا تھا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان دکھاتا کہ وہ سرخ ٹیلہ (کثیب احمر) کے قریب دفن ہیں۔ اریحا میں سرخ ٹیلہ کے قریب ایک قبر کو موسیٰ علیہ السلام کی قبر بتایا جاتا ہے۔ فتح الباری کے مطابق یہ قول صحیح ہے۔ (قصص القرآن جلد اول)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد یوشع بن نون کی قیادت میں بنی اسرائیل نے دریائے اردن پار کر کے پہلے اریحا فتح کیا اور پھر بتدریج پورے کنعان (فلسطین) پر قبضہ کرلیا۔ یوشع حضرت یوسف علیہ السلام کے فرزند افرائیم کی اولاد سے تھے۔ ان کا اصل نام ہوسیع تھا مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کا نام یشوع یا یوشع رکھا تھا۔

موآب: یہ مملکت اردن کے اندر بحیرۂ مردار اور دریائے اردن کے مشرق میں واقع پہاڑی سلسلہ ہے جو شمال میں وادی زرقا سے جنوب میں وادیٔ الحساء تک پھیلا ہوا ہے۔ اس میں اردن کا دارالحکومت عمان (رومی عہد کا فلاڈلفیا)' القسطل' الکرک' ذیبان' مادبا' ناعور' وادی السیر' السلط' المزرع' الصیحی وغیرہ شہر اور قصبے واقع ہیں۔ یہاں مشرق سے مغرب کی طرف وادی شعیب' وادی زرقاء معین' وادی الموجب' وادی الیابس اور وادی الحساء نامی ندیاں بہتی ہیں۔ وادی شعیب دریائے اردن میں اور باقی ندیاں بحیرۂ مردار میں گرتی ہیں۔ موآب کو موآب بن لوط علیہ السلام سے موسوم کیا گیا تھا جو موآبیوں کے جدِ امجد تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے دوسرے بیٹے بن عمی کی اولاد بنوعمون کہلاتی تھی۔ موآبیوں اور بنوعمون کا شہر ''ربّہ موآب'' (یا صرف رَبّہ) بحیرۂ مردار کے مشرق میں آباد تھا۔ بخت نصر ثانی نے 582ق م میں اسے فتح کیا' پھر اسے انحطاط نے آلیا۔ اس کے بعد پہلی صدی عیسوی میں نبطیوں کے عہد میں اس نے دوبارہ ترقی کی۔

جلعاد: دریائے اردن اور مشرق اور موآب کے شمال میں دریائے یرموک تک جلعاد کا علاقہ تھا جہاں سے اسمٰعیلی عربوں کا وہ قافلہ آیا تھا جس نے دوتن کے کنویں سے حضرت یوسف کو نکال کر مصر لے جا کر بیچا تھا۔ جلعاد حضرت یوسف علیہ السلام کے پڑپوتے کا نام بھی تھا' یعنی جلعاد بن مکیر بن منسیٰ بن یوسف علیہ السلام۔

ادوم: حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بڑے بیٹے عیسو کا دوسرا نام ادوم تھا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام فدان آرام سے واپس کنعان (فلسطین) چلے آئے تو کچھ عرصہ بعد ان کے بھائی عیسو کوہ شعیر (جنوبی فلسطین) میں جا کر رہنے لگے۔ ان کے نام پر اس علاقے کا نام ہی ادوم پڑ گیا۔ ادوم کا علاقہ بحیرۂ لوط کے جنوب میں واقع تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام

حضرت ہارون علیہ السلام کی زندگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے ساتھ مربوط ہے۔ ان کا نام نامی قرآن مجید میں بیس دفعہ مذکور ہے۔ تفصیل یہ ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	248
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
الأعراف	7	142‘122
يونس	10	75
مريم	19	53‘28
طٰه	20	92‘90‘70‘30

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبياء	21	48
المؤمنون	23	45
الفرقان	25	35
الشّعراء	26	48‘13
القصص	28	34
الصّافّات	37	120‘114

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

''ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں (کے اعتکاف) کا وعدہ لیا' پھر ہم نے دس راتیں اور ملا دیں اس طرح اللہ تعالیٰ کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئیں۔ موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: ''میرے بعد میری قوم کا خیال رکھنا۔ اصلاح احوال کرنا اور مفسدین کی راہ پر نہ چلنا۔'' (الاعراف: 142/7) قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۥ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا

نَفۡعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدۡ قَالَ لَهُمۡ هٰرُوۡنُ مِنۡ قَبۡلُ يٰقَوۡمِ اِنَّمَا فُتِنۡتُمۡ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحۡمٰنُ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ وَاَطِيۡعُوۡۤا اَمۡرِىۡ ﴿٩٠﴾ قَالُوۡا لَنۡ نَّبۡرَحَ عَلَيۡهِ عٰكِفِيۡنَ حَتّٰى يَرۡجِعَ اِلَيۡنَا مُوۡسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوۡنُ مَا مَنَعَكَ اِذۡ رَاَيۡتَهُمۡ ضَلُّوۡۤا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيۡتَ اَمۡرِىۡ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡيَتِىۡ وَلَا بِرَاۡسِىۡ ۚ اِنِّىۡ خَشِيۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَيۡنَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِىۡ ﴿٩٤﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا ہے۔''
موسیٰ بڑے غصے اور افسوس کی حالت میں اپنی قوم کی طرف لوٹا اور کہنے لگا: ''اے میری قوم! کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا بہت زیادہ عرصہ گزر گیا تھا؟ یا تم چاہتے تھے کہ تم پر تمہارے رب تعالیٰ کا غصہ نازل ہو جائے جو تم نے میرے وعدے کی خلاف ورزی کی۔''
انہوں نے کہا: ''ہم نے اپنی مرضی سے آپ کے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ بات یہ ہوئی کہ ہمارے پاس فرعونیوں کے جو زیورات تھے ہم نے ان کو الگ جگہ اکٹھا کیا اور سامری نے بھی ان میں حصہ ڈالا اور ایک بچھڑا بنا ڈالا جو خالی جسم تھا' اس سے ڈکارنے کی آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے: ''یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا معبود مگر موسیٰ راستہ بھول گیا۔'' کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں تھے کہ وہ انہیں جواب تو دے نہیں سکتا تھا اور ان کے ذرہ بھر نفع ونقصان کا مالک نہیں تھا۔
ویسے ہارون نے اس سے پہلے انہیں تنبیہ کی تھی: ''اے لوگو! تم اس بچھڑے کی بنا پر گمراہ ہو گئے ہو جبکہ تمہارا پروردگار تو رحمٰن ہے' لہٰذا میرے پیچھے لگو اور میرے حکم کی اطاعت کرو۔'' لیکن وہ کہنے لگے: ''ہم موسیٰ کے واپس آنے تک اسی کی پوجا کرینگے۔''
موسیٰ نے کہا: ''ہارون! جب تو نے ان کو گمراہ ہوتے دیکھا تھا تو تجھے کیا رکاوٹ تھی کہ تو میرے پیچھے نہ آیا۔ کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟'' ہارون کہنے لگا: ''میرے بھائی! میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑ۔ مجھے خطرہ تھا کہ تو کہے گا کہ تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا۔'' (طٰہٰ:20/85...94)
حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے فوت ہوئے اور صحرائے سیناء کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ جبل ''ھُور'' میں دفن ہوئے۔

❀ تاریخ الشرق الأدنى القديم: 62، 64
❀ قصص الأنبياء، ابن كثير: 231
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي: 168
❀ قصص الأنبياء، النجار: 155
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 680، 736
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 1159، 1274
❀ قصص الأنبياء، الطبري: 259

مجمع البحرین
موسیٰ علیہ السلام اور خضر کی ملاقات
﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴾ (الکھف:18/60)
''جب موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گا گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے۔''
جائے وقوع مجمع البحرین
خلیج عقبہ اور خلیج قلزم کا اتصال
طنجہ' بحرزقاق (آبنائے جبل طارق)
نیل ابیض اور نیل ازرق کا سنگم (خرطوم)
پرتگال
میڈرڈ
اسپین (اندلس)
اشبیلیہ
جزائر بلیارک
میورقہ
منورقہ
یابسہ
سارڈینیا
نیپلز
اطالیہ (اٹلی)
صقلیہ (سسلی)
سیراکیوز
مالٹا
تونس
الجزائر
طنجہ
رباط
المغرب (مراکش)
غردایہ
جربہ
طرابلس
بحیرۂ روم
کریٹ (اقریطش)
قبرص
دمشق
عمان
القدس
اسکندریہ
بنغازی
برقہ
قاہرہ
سیناء
مدین
مصر
جغبوب
غدامس
عین صالح
صحرائے اعظم
سبہا
مرزوق
لیبیا
اقصر
بحیرۂ احمر
دریائے نیل
سطح مرتفع تبستی
صحرائے نوبیہ
دنقلہ
مروی
سوڈان
خرطوم
فاشر
ابیض
صحرائے اعظم

مجمع البحرین

(جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی)

قرآن مجید کی سورۂ کہف میں اللہ کے ایک بندے ﴿عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ﴾ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں اس عبد صالح کا نام خضر بتایا گیا ہے جنہیں بعض اسرارِ تکوینیہ کا علم عطا ہوا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا تھا اگر چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان حضرت خضر علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بانگ درا کی طویل نظم ''خضرراہ'' میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے اور خضر علیہ السلام کے علم اسرار تکوینی کو مجمل طور پر ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے ۔

کشتیٔ مسکین و جانِ پاک و دیوارِ یتیم
علم موسیٰ بھی ہے تیرے سامنے حیرت فروش

حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ جس انداز سے قرآن کریم میں کیا گیا ہے' اس سے یہی راجح نظر آتا ہے کہ وہ نبی تھے۔ ان کی حیات ابدی کے بارے میں جو تصوّر عوام وخواص میں پایا جاتا ہے' اس کی کوئی شرعی اور تاریخی دلیل موجود نہیں' لہٰذا حقیقت یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر دنیا سے رحلت فرما گئے۔

موسیٰ وخضر علیہما السلام کی جائے ملاقات: قرآن مجید کی سورۂ کہف میں موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات کا مقام مجمع البحرین بتایا گیا ہے۔ مجمع البحرین دو دریاؤں یا دو سمندروں کے سنگم کو کہتے ہیں۔ سورۂ کہف میں کون سے دو دریا اور ان کا سنگم مراد ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''غالبًا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سفر سوڈان کی جانب تھا اور مجمع البحرین سے مراد وہ مقام ہے جہاں موجودہ شہر خرطوم کے قریب دریائے نیل کی دو بڑی شاخیں البحر الابیض اور البحر الازرق آکر ملتی ہیں۔'' (تفہیم القرآن جلد سوم)

اور اُردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 میں ''الخضر علیہ السلام'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

''مستند اور صحیح روایات کے مطابق سورۃ کہف کے بیان میں موسیٰ علیہ السلام سے مراد حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں جو بنی اسرائیل اور فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے۔ فتیٰ (نوجوان) سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد اور پہلے خلیفہ یوشع بن نون ہیں جو اپنے استاد کی خدمت بھی کرتے اور ان سے علم بھی حاصل کرتے تھے۔ ''ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ'' سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ مجمع البحرین (دو سمندروں کا سنگم) کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں باب المندب کے پاس بحر ہند اور بحر احمر ملتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ طنجہ کے قریب جہاں بحر

روم اور بحر اوقیانوس ملتے ہیں۔ بعض کے نزدیک جہاں بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ اردن (خلیج عقبہ) ملتے ہیں وغیرہ۔"

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق "اسرائیلی روایات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک سفر کا ذکر موجود ہے جو آپ نے حبشہ کی طرف کیا تھا (بائبل۔ العدد 21:) جیسا کہ مولانا مودودی مرحوم نے بھی اسی طرف دریائے نیل ابیض اور دریائے نیل ازرق کے سنگم "خرطوم" کو موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کی جائے ملاقات بتایا ہے لیکن ڈاکٹر شوقی ابوخلیل کے دیے ہوئے نقشے کے مطابق ان کی جائے ملاقات خلیج عقبہ اور خلیج سویز کا مقام اتصال "راس محمد" تھی جہاں یہ دونوں خلیجیں بحیرۂ قلزم سے ملتی ہیں۔

"قصص القرآن" میں مولانا سیوہاروی نے مجمع البحرین سے "بحر روم اور بحر قلزم کا سنگم" مراد لیا ہے لیکن یہ اس لیے ممکن نہیں کہ تاریخِ ماضی قدیم میں کہیں ان دونوں سمندروں کے "خط اتصال" کا ذکر نہیں اور نہ 1869ء میں نہر سویز کے اجراء سے پہلے ان کے سنگم کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح علامہ انور شاہ کاشمیری کا یہ کہنا بھی ادھوری بات ہے کہ "یہ مقام وہ ہے جو آج کل عقبہ کے نام سے مشہور ہے۔"

آبنائے جبل الطارق: اسے انگریزی میں جبرالٹر کہتے ہیں جو جبل الطارق سے بگڑ کر بنا۔ یہ آبنائے بُحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس کو ملاتی ہے۔ عربی میں اسے بحر الزُّقاق بھی کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں جبل الطارق (جبرالٹر) کی بندرگاہ ہے جو تین سو برس پہلے برطانیہ نے اسپین سے چھین لی تھی۔ آبنائے جبل الطارق کے جنوب میں سبتہ کی بندرگاہ ہے جو چند صدیوں سے اسپین کے تسلط میں ہے حالانکہ وہ مراکش (المغرب) کا جغرافیائی جزو ہے۔ 92ھ (712ء) میں طارق بن زیاد کا لشکر سبتہ (شمالی افریقہ) سے بحری کشتیوں میں سوار ہو کر اسپین (اندلس) کے ساحل پر اترا تھا۔ اسلامی فوج ایک ساحلی پہاڑی کے پاس اتری تھی جسے جبل الطارق کا نام دیا گیا۔ جن لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی جائے ملاقات آبنائے جبرالٹر کا ساحل بتائی ہے ان کی یہ بات دور از قیاس ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کبھی مصر اور افریقہ کے مغرب کی طرف اتنا طویل سفر کر کے جانے کا کوئی ثبوت نہیں۔

آبنائے جبل الطارق براعظم افریقہ کو براعظم یورپ سے الگ کرتی ہے۔ اس کی لمبائی 50 کلومیٹر اور چوڑائی 14 کلومیٹر ہے۔

خلیج عقبہ: یہ خلیج، بحیرۂ احمر کے شمال میں اس کی دائیں شاخ ہے۔ اس کے مغرب میں جزیرۂ نما سیناء، مشرق میں سعودی عرب اور شمال میں کچھ ساحل اردن اور فلسطین (اسرائیل کا مقبوضہ) کو لگتا ہے جہاں عقبہ (اردن) اور ایلات (فلسطین) کی بندرگاہیں واقع ہیں۔ خلیج عقبہ کے مشرق میں مدین کا علاقہ ہے۔ عہد موسوی میں خلیج عقبہ کے شمال کا علاقہ ادوم کہلاتا تھا۔ خلیج عقبہ کی لمبائی راس محمد (بحر احمر) سے لے کر عقبہ تک تقریباً 200 کلومیٹر ہے۔

خلیج سویز (السّویس): یہ خلیج، بحیرۂ احمر کے شمال میں اس کی بائیں شاخ ہے۔ اس کے مشرق میں جزیرۂ نما سیناء (مصر) اور مغرب میں مصر کے صحرائے شرقیہ اور بنی سویف کے علاقے ہیں جبکہ شمال میں 168 کلومیٹر لمبی نہر سویز اسے بحیرۂ روم

سے ملاتی ہے۔ نہر سویز کا اجراء 1869ء میں ہوا تھا۔ خلیج سویز کے شمالی سرے پر بور توفیق (بندرگاہ) اور اس کے چار پانچ کلومیٹر مغرب میں بندرگاہ سویس (سویز) آمنے سامنے واقع ہیں۔ سویز شہر ماضی میں ''قلزم'' کہلاتا تھا۔ خلیج سویز کے مشرقی ساحل پر طور اور مغربی ساحل پر راس غارب کی بندرگاہیں ہیں۔ سویز شہر کی آبادی تقریباً ساڑھے تین لاکھ ہے۔ یہ صوبائی دارالحکومت ہے۔

راس محمد: یہ جزیرہ نما سیناء کا جنوبی سرا ہے جو بحیرۂ احمر (بحیرۂ قلزم) کے اندر کو نکلا ہوا ہے۔ یہیں بحیرۂ احمر کی دو خلیجوں خلیج عقبہ اور خلیج سویز کا اتصال ہوتا ہے اور غالباً یہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا واقعہ پیش آیا تھا۔

خرطوم: یہ دریائے نیل ابیض اور نیل ازرق کے سنگم پر واقع ہے اور سوڈان کا دارالحکومت ہے۔ یہاں چونکہ نیل کا بہاؤ ہاتھی کی سونڈ (خرطوم) کی شکل اختیار کر جاتا ہے اس لیے اس مقام کو خرطوم کہتے ہیں۔ سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کے نزدیک موسی وخضر علیہما السلام کی ملاقات یہیں ہوئی تھی۔ یہاں اب تین شہر واقع ہیں: دارالحکومت الخرطوم نیل ابیض کے مشرق میں اور دونوں دریاؤں کے سنگم کے جنوب میں واقع ہے جبکہ الخرطوم البحری بھی مشرقی جانب مگر سنگم کے شمال میں ہے۔ ان کے برعکس امّ درمان نیل کے مغرب میں واقع ہے اور یہ 1884ء تا 1899ء محمد بن عبداللہ المعروف مہدی سوڈانی اور ان کے جانشینوں کی اسلامی حکومت کا صدر مقام تھا۔

باب المندب: یہ آبنائے بحیرۂ احمر اور خلیج عدن کو ملاتی ہے۔ اس کے مشرق میں یمن کا ساحل ہے اور مغرب میں اریٹریا اور جبوتی کے ساحل ہیں۔ اسے باب المندب (آنسوؤں کا دروازہ) اس لیے کہا جاتا ہے کہ ماضی میں یہاں بحری جہاز ڈوب جاتے تھے۔ باب المندب کی لمبائی 50 کلومیٹر اور چوڑائی 26 کلومیٹر ہے۔ اس کے اندر جزیرۂ پریم واقع ہے۔ طیاروں کے سفر سے پہلے پاک و ہند اور جنوب مشرقی ایشیا سے حجاج کرام کے بحری جہاز باب المندب سے گزر کر ہی جدّہ پہنچتے تھے۔

حضرت الیاس اور یَسع علیہما السلام

حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں دومرتبہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	85
الصافات	3	123

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾

''اورہم نے زکریا' یحییٰ' عیسیٰ اور الیاس کو (مختلف اوقات میں) بھیجا۔ یہ سب نیک لوگ تھے۔'' (الانعام:85/6)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

''بلاشبہ الیاس پیغمبروں میں سے تھا۔'' (الصافات:123/37)

الیاسین کے نام کے ساتھ بھی قرآن مجید میں ایک دفعہ ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

''ہم نے بعد میں آنے والوں میں ان کے لیے اچھی تعریف باقی رکھی۔ الیاسین پر سلام ہو۔''

(الصافات:129/37' 130)

حضرت یَسع کا ذکر بھی قرآن مجید میں دو دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنعام	6	86
صٓ	38	48

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَيُوۡنُسَ وَلُوۡطًا‌ ؕ وَكُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۸۶﴾

''ہم نے اسماعیل، یَسع، یونس اور لوط کو (مختلف اوقات میں) بھیجا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے اپنے اپنے دور کے لوگوں پر فضیلت دی۔'' (الانعام:86/6)

وَاذۡكُرۡ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ الۡيَسَعَ وَذَا الۡكِفۡلِ‌ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡيَارِ ؕ﴿۴۸﴾

''اسماعیل، یَسع اور ذوالکفل کا تذکرہ کیجیے۔ یہ سب بہترین لوگ تھے۔'' (ص:48/38)

حضرت الیاس اور یَسع علیہما السلام نے شہر بعلبک میں زندگی گزاری اور وہیں فوت ہوئے۔ بعلبک کا یونانی نام ہیلیو پولیس (سورج کا شہر) ہے۔ (یہ نام اس لیے تھا کہ وہاں سورج دیوتا کا مندر تھا اور بعلبک کے باشندے سورج کی پوجا کرتے تھے۔)

❀ القاموس الإسلامي : 169/1، 170

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 75، 773

❀ قصص الأنبياء، ابن كثير : 353

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 146، 1332

❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 261

الیاس (اِل یاسین) اور اَلیسع علیہما السلام
بعلبک (لبنان)
ایک اور روایت کے مطابق
جلعاد، بئرسبع، جبل سیناء
بحیرۂ روم (Mediterranean)
کلومیٹر
500
400
300
200
100
طرابلس
بیروت
بعلبک
دریائے عاصی
تدمر
نبک
دمشق
شام
صحرائے شام
طبریہ
حیفا
بصری الشام
جلعاد
القدس
عمان
دریائے اردن
بحیرۂ مردار
غزہ
فلسطین
بئرسبع
کرک
اردن
اسکندریہ
نیل کا ڈیلٹا
فرما
عریش
بابلیون
قلزم (سویز)
پٹرا
معان
افریقہ
فیوم
ایلہ (ایلات)
عقبہ
مصر
سیناء
عرب
کوہ طور
بحیرۂ قلزم
دریائے نیل

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت الیاس علیہ السلام

آپ اسرائیلی نبی ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے تھے' چنانچہ طبری کہتے ہیں کہ یہ حضرت الیسع علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے اور یہ کہ ان کی بعثت حزقیل نبی (علیہ السلام) کے بعد ہوئی۔ قرآن مجید میں ان کا نام الیاس کے علاوہ اِل یاسین (علیہ السلام) بھی آیا ہے اور انجیل یوحنا میں انہیں ایلیا نبی کہا گیا ہے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے:

الیاس بن یاسین بن فنحاص' بن یعزار بن ہارون علیہ السلام...... یا...... الیاس بن عازر بن یعزار بن ہارون علیہ السلام

حضرت الیاس علیہ السلام کی رسالت وہدایت کا مرکز بعلبک کا مشہور شہر تھا جہاں دوسرے بتوں کے علاوہ بعل کے بت کی بالخصوص پوجا ہوتی تھی۔ ان کی قوم صنم پرستی اور ستارہ پرستی کی عادی تھی۔ وہ بعل دیوتا کو زحل یا مشتری کا مثنیٰ سمجھتی تھی۔ فینیقیوں اور کنعانیوں کے علاوہ موآبی اور مدیانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد سے بعل کو پوجتے آرہے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو بھی مدین میں اسی کے پرستاروں سے واسطہ پڑا تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ حجاز کا مشہور بت ہُبُل بھی یہی بَعل تھا۔ تورات میں بعل کو بریث یا بعل فغور کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ کلدانیوں کے ہاں اسے بِعل (بیل) اور بِعلوس (بیلوس) بھی کہتے تھے۔ سامی اور عبرانی زبانوں میں بعل کے معنی "مالک' سردار' حاکم اور رب" کے آتے ہیں۔ لیکن الف لام یا اضافت کے ساتھ اس کا مفہوم "دیوتا اور معبود" تھا۔ یہود یا مشرقی اسرائیلی بھی بعل کے پجاری تھے۔ بعل سونے کا تھا۔ اس کا قد ساٹھ فٹ تھا' اس کے چار منہ تھے اور اس کی خدمت پر 400 سو خدام مقرر تھے۔ (قصص القرآن۔ حصہ دوم)

قرآن مجید کی سورۃ الصافات میں "بعل" کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ ﴾ (124 ... 126)

یعنی "جب اس (الیاس) نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو؟ اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑے ہوئے ہو (جبکہ) اللہ ہی تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے۔"

بعلبک: بعل دیوتا سے منسوب بعلبک ماضی میں شام کا اور آج کل لبنان کا تاریخی شہر ہے۔ یہ صوبہ بقاع کا دارالحکومت ہے۔ اس کے مشرق میں لبنان شام سرحد پر جبال لبنان الشرقیہ پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ حمص (شام) سے شام کے دارالحکومت دمشق جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ یونانی زبان میں اس کا نام ہیلیو پولس (مدینة الشمس) ہے جو کہ مصر کے قدیم شہر ہیلیو پولس (عین الشمس) سے مختلف ہے۔ دمشق سے بعلبک کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر ہے اور لبنان کا دارالحکومت بیروت بعلبک سے تقریباً 80 کلومیٹر دور ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 1150 میٹر ہے جبکہ آبادی تقریباً نصف لاکھ

ہے۔ بعلبک فینیقی عہد میں آباد ہوا۔ سکندر اعظم کے جانشین سلیوکس نے اس کا نام ہیلیو پولس رکھا' پھر اس پر رومی قابض ہوئے۔ یہاں سنگ رخام کے چھ ستون مشہور ہیں جن کے بارے میں معجم البلدان میں لکھا ہے کہ "یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بعلبک ملکہ بلقیس کو جہیز میں دیا تھا۔ ان سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین جاتے ہوئے یہاں آئے تھے اور یہاں ان کی نسبت سے "مقام ابراہیم علیہ السلام" موجود ہے۔ بعلبک 14ھ میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پرامن طور پر فتح ہوا تھا۔ یہاں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بہن حفصہ دفن ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام کی قبر بھی یہیں ہے۔"

بعلبک کا عرض بلد 34 درجے شمالی ہے جو کہ اسلام آباد (پاکستان) کا عرض بلد بھی ہے۔

حضرت الیسع علیہ السلام

آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت الیسع علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی رہنمائی کے لیے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ ابن اسحٰق کے مطابق ان کا نام الیسع بن خطوب ہے اور وہ حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد تھے۔ لیکن ابن عساکر نے ان کا نسب نامہ یوں نقل کیا ہے: الیسع بن عدی بن شوتم بن افرائیم بن یوسف علیہ السلام

اور اگر تورات کے یسعیاہ نبی اور حضرت الیسع علیہ السلام ایک ہی شخصیت ہیں تو تورات نے ان کو عموص کا بیٹا بتایا ہے۔
(قصص القرآن از مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی)

حضرت الیسع علیہ السلام بعلبک (مشرقی لبنان) میں رہتے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔

بعلبک: دیکھیے اضافی توضیحات وتشریحات باب ''الیاس علیہ السلام''

حضرت داود علیہ السلام

حضرت داود علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل سولہ ۱۶ مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	251
النّساء	4	163
المائدة	5	78
الأنعام	6	84
الإسراء	17	55

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبياء	21	79‘78
النّمل	27	16‘15
سبا	34	13‘10
صٓ	38	30‘26‘24‘22‘17

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿٧٨﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿٨٠﴾

”اور داود و سلیمان کا تذکرہ کیجیے جب وہ ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے، جس میں کسی قوم کی بکریاں چر گئی تھیں۔ ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے۔ ہم نے سلیمان کو فیصلہ سمجھا دیا تھا۔ ویسے ہم نے دونوں کو علم و حکمت سے نوازا تھا۔ نیز ہم نے داود کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تسبیح پر لگا رکھا تھا اور ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے اسے جنگی لباس (زرہیں) بنانے کا طریقہ سکھا دیا تھا تاکہ تم ان کے ذریعے حملے سے بچ سکو۔ کیا اس کا شکر ادا نہیں کرو گے؟“ (الانبیاء:21/78...80)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾

''ہم نے داود کو اپنی طرف سے فضیلت عطا فرمائی تھی۔ (اور پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو اور پرندو! داود کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ نیز ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا کہ اس سے کھلی (اور لمبی لمبی) زرہیں تیار کرو۔ اور اندازے کے مطابق کڑیاں جوڑو (کیل اور سوراخ کا حساب رکھو۔) اور نیک کام کرو۔ میں تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھتا ہوں۔'' (سبا:34/10'11)

حضرت داود علیہ السلام نے غزہ کے قریب اشدود کے مقام پر تورات والے تابوت کی مدد سے فلسطینیوں کے ساتھ جنگ کی۔ مگر شکست کھائی حتیٰ کہ فلسطینی ان سے تابوت چھین کر رملہ کے قریب ''بیت دجن'' میں لے گئے۔ (1)

پھر ان کی حکومت وسیع ہوئی حتیٰ کہ ایلہ (عقبہ) سے دریائے فرات تک پھیل گئی۔ ان کی قبر ایک پہاڑ پر ہے جو بیت المقدس سے رملہ جاتے ہوئے ابوغوش مقام سے کچھ آگے دائیں ہاتھ پڑتا ہے۔ آپ 963ق۔م میں فوت ہوئے۔

یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ کنعانی عرب 2500ق۔م سے کنعان یعنی فلسطین میں رہائش پذیر ہیں۔ 1200 ق۔م کے گردو پیش حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم نے کنعان کے علاقے کی طرف ہجرت کی۔ پھر حضرت یوشع بن نون نے کنعانیوں کی کمزوری اور باہمی آویزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔ پھر حضرت طالوت (شاول) نے فلسطینیوں سے لڑنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا۔ اس وقت فلسطینیوں کی قیادت جالوت کے ہاتھ میں تھی۔ چلتے وقت حضرت طالوت نے اپنے لشکر کو دریائے اردن سے پانی پینے سے روک دیا' لیکن سب نے ڈٹ کر پیا صرف چند سپاہیوں نے صبر سے کام لیا اور پانی نہ پیا۔ لیکن وہ اتنے تھوڑے تھے کہ کہنے لگے: ''ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلے کی ہمت نہیں۔ خیر! مقابلہ ہوا تو جالوت نے مبارزت طلب کی۔ حضرت داود علیہ السلام اس کے مقابلے میں نکلے۔ اس وقت وہ طالوت کے لشکر میں ایک عام سپاہی کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے جالوت کا نشانہ تاک کر پتھر پھینکا جو سیدھا اس کے ماتھے پر لگا۔ وہ چکرا گیا۔ انہوں نے جلدی سے اس کی تلوار چھین کر اس کا سر اڑا دیا۔

اس طرح جالوت کی فوج شکست کھا گئی۔ حضرت طالوت نے حضرت داود علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے اپنی بیٹی میکال کا رشتہ دوں گا اور فوج کا سپہ سالار اور کمانڈر انچیف بنا دوں گا' لیکن بعد میں انہوں نے وعدہ خلافی کرنے کی ٹھانی اور

---

(1) مؤلف نے جو یہ لکھا ہے: ''حضرت داود علیہ السلام نے غزہ کے قریب اَشدود کے مقام پر تورات والے تابوت (تابوت سکینہ) کی مدد سے فلسطینیوں کے ساتھ جنگ کی' مگر شکست کھائی حتی کہ فلسطینی ان سے تابوت چھین کر رملہ کے قریب ''بیت دجن'' میں لے گئے۔'' اس کی کوئی اصل نہیں۔ قرآن کریم کے اسلوبِ بیان اور تاریخی حوالوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تابوت کا بنی اسرائیل کے ہاتھ سے چھن جانے کا واقعہ حضرت طالوت کے بادشاہ بننے سے پہلے کا ہے۔ اس واقعے کے بعد شمویل نبی کے زمانے میں حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کی حکومت تفویض ہوئی تھی' انہوں نے فلسطینی بادشاہ جالوت سے جنگ کی جس میں حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا تھا اور بنی اسرائیل کو فتح ہوئی تھی۔ اس فتح کے بعد تابوتِ سکینہ چھن جانے کی کوئی حقیقت نہیں۔ (محسن فارانی)

حضرت داود علیہ السلام کے خلاف ایک سازش تیار کی مگر حضرت داود بچ گئے' بلکہ یہ داود علیہ السلام کے غلبے اور ان کی اسرائیلی حکومت کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔

جالوت کا نام قرآن مقدس میں تین دفعہ آیا ہے اور تینوں بار سورۂ بقرہ کی آیات نمبر 249' 250 اور 251 میں ہے اور حضرت طالوت کا نام دو بار آیا ہے اور وہ بھی سورۂ بقرہ کی آیات نمبر 247 اور 249 میں ہے۔

حضرت داود علیہ السلام 1000 ق۔م میں بیت المقدس پر قابض ہوئے۔ کچھ کنعانی علاقہ بھی ان کے ہاتھ لگا۔ باقی کنعانیوں کے پاس رہا۔ 931 ق۔م میں عبرانیوں کی دو حکومتیں بن گئیں۔

۱۔ شمالی علاقہ میں ''سامرہ'': اس کا دارالحکومت سامرہ (سبسطیہ) تھا۔ لیکن 722 ق۔م میں اَشوّریوں نے سرگان ثانی کی قیادت میں یہ حکومت ختم کر دی۔

۲۔ جنوب میں ریاست ''یہوذا'': اس کا دارالحکومت بیت المقدس تھا۔ اسے بھی 586 ق'م میں کلدانیوں نے بخت نصر کی قیادت میں ختم کر دیا' بلکہ وہ بے شمار اسرائیلیوں کو قید کر کے باہر لے گیا۔ اس طرح ان دونوں حکومتوں کے آثار ختم ہو گئے۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر فلسطین کے اصل باسیوں نے فلسطین نہیں چھوڑا جیسا کہ تورات کی صریح عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ بلکہ انہوں نے یہودیوں کی شہریت' زبان اور عادات پر زبردست اثرات ڈالے۔ لہٰذا کنعان یعنی فلسطین کے علاقے میں یہودی حکومت اس عربی سرزمین کی تاریخ میں ایک عارضی اور جزوی حکومت تھی۔

❀ تاريخ الشرق الأدنى القديم : 370
❀ القاموس الإسلامى : 557/1' 433/4
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 272
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 277
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 353
❀ قصص الأنبياء' النجار : 303`305
❀ مفصل العرب واليهود في التاريخ : 565
❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 360
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 264
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 417

شام
دمشق
دریائے لیطانی
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
صور
حولہ
عکّا
حیفا
عتلیت
ناصرہ
طبریہ
مجدو
قیساریہ
بیسان
دریائے یرموک
باشان (حوران)
ازرع
شہبا
سویداء
درعا (اذرعات)
بصری الشام
دریائے اردن
سامرہ
نابلس
جلعاد
یافا (تل ابیب)
بیت دجن
لُد
فلسطین
رملہ
اسدود
اریحا
القدس
ابوغوش
بیت لحم
قصر الحلابات
ازرق
عمّان
قصر عمرہ
غزہ
خان یونس
رفح
الخلیل
موآب
بئر سبع
ادوم
کرک
ضوغر
سدوم
عامورہ
اردن
صحرائے نقب
بتراء (پٹرا)
معان
50
100
150
داؤد علیہ السلام
اسدود، بیت دجن، ابوغوش، بیت المقدس، رملہ

حضرت داوٗد علیہ السلام

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں داود علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا ہے:
داود بن ایشا (ایشی) بن عوبد بن عابر (عابز) بن سلمون بن نحشون بن عونیاذب (عمی ناذب) بن ارم (رام) بن حصرون بن فارص بن یہودا بن یعقوب علیہ السلام......قوسین کے اندر نام ابن جریر سے منقول ہیں۔

تورات میں ہے کہ ایشا کے بہت سے لڑکے تھے اور داود علیہ السلام ان میں سب سے چھوٹے تھے۔ داود سے پہلے یہودا کے گھرانے میں نبوت چلی آتی تھی اور افرائیم کے خاندان میں حکومت وسلطنت۔ داود پہلے شخص ہیں جن کو نبوت اور حکومت دونوں نعمتیں بخشی گئیں۔ انبیاء اور رسل میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ صرف داود علیہ السلام ہی وہ پیغمبر ہیں جنہیں قرآن نے خلیفہ کے لقب سے پکارا ہے۔

حضرت داود علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی بادشاہت ملنے کا پس منظر یوں ہے کہ 1000 قبل مسیح کے لگ بھگ عمالقہ نے بنی اسرائیل سے فلسطین کے اکثر علاقے چھین لیے تھے۔ سموئیل (شمویل) علیہ السلام اس زمانے میں بنی اسرائیل کے درمیان حکومت کرتے تھے مگر وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل نے دشمنوں کے مقابلے میں کسی بادشاہ کے تقرر کی درخواست کی تو حکم الٰہی کے مطابق حضرت سموئیل علیہ السلام نے قبیلہ بنیامین کے 30 سالہ نوجوان طالوت کو ان پر بادشاہ مقرر کر دیا جسے بائبل میں ''ساؤل'' لکھا ہے۔ طالوت کی بادشاہی کی نشانی کے طور پر فرشتوں کے ذریعے وہ تابوت سکینہ بنی اسرائیل کو واپس مل گیا جس میں تورات کا اصل نسخہ اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دیگر یادگاریں تھیں اور جسے عمالیق چھین لے گئے تھے۔ طالوت اسرائیلیوں کا لشکر لے کر دشمن کے مقابلے میں نکلے۔ راستے میں ایک ندی (دریائے اردن) پر اسرائیلی فوج کی بحکم الٰہی آزمائش کی گئی اور صرف پختہ کار لوگ ہی میدان جنگ میں پہنچے۔

داود علیہ السلام ایک کم سن نوجوان تھے۔ وہ طالوت کے لشکر میں اس وقت پہنچے جب فلسطینیوں کی فوج کا گرانڈیل پہلوان جالوت (Goliath) اسرائیلیوں کو دعوت مبارزت دے رہا تھا مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ حضرت داود علیہ السلام اس کے مقابلے میں نکلے اور اسے قتل کر دیا۔ اس واقعے نے داود علیہ السلام کو اسرائیلیوں کی آنکھ کا تارا بنا دیا اور طالوت نے اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی۔ آخر کار وہی اسرائیلیوں کے حکمران ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز کیا۔

اللہ تعالیٰ نے داود علیہ السلام کو حکمت اور فصل الخطاب یعنی صحیح فیصلہ کرنے کی قوت بھی بخشی تھی اور پھر انہیں زبور بھی عطا کی۔ یہ اللہ کی حمد کے نغموں سے معمور تھی اور جب آپ خوش الحانی سے اس کی تلاوت کرتے تو جن وانس حتی کہ وحوش وطیور تک وجد میں آ جاتے۔ اسی لیے آج تک لحن داودی مشہور ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حسن صوت کے

متعلق فرمایا: ''ابوموسیٰ کو اللہ نے لحن داوٗد عطا کیا ہے۔'' زبور کے معنی پارے اور ٹکڑے کے ہیں۔ یہ کتاب دراصل تورات کی تکمیل کے لیے نازل ہوئی تھی لہٰذا اسی کا ایک حصہ اور ٹکڑا شمار ہوتی ہے۔ اس میں حمد و ثناء' انسانی عبدیت و عجز اور پند و نصائح کے مضامین تھے۔ اس میں بشارتیں اور پیشگوئیاں بھی تھیں' چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن میں سورۂ انبیاء کی آیت ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا...... عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ﴾ ''اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے'' میں دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بشارت ہے۔

حضرت داود علیہ السلام لوہے سے ہلکی زرہیں بنانے میں مہارت رکھتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کو پرندوں کی بولیاں (منطق الطیر) سمجھنے کی بھی صلاحیت بخشی تھی۔ حضرت داود کی فیصلہ کرنے کی اعلیٰ صلاحیت اس واقعے سے ظاہر ہوتی ہے: ایک مرتبہ داود علیہ السلام کی خدمت میں دو شخص ایک مقدمہ لے کر آئے۔ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ کی بکریوں کے گلے نے اس کی تمام کھیتی تباہ کر ڈالی۔ حضرت داود علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ مدعی کی کھیتی کا نقصان چونکہ مدعا علیہ کے گلے کی قیمت کے قریب ہے' لہٰذا یہ پورا گلہ مدعی کو تاوان میں دے دیا جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے' وہ کہنے لگے کہ اگرچہ آپ کا یہ فیصلہ صحیح ہے مگر اس سے بھی زیادہ مناسب شکل یہ ہے کہ مدعا علیہ کا تمام ریوڑ مدعی کے سپرد کر دیا جائے' وہ اس کے دودھ اور اون سے فائدہ اٹھائے اور مدعا علیہ سے کہا جائے کہ وہ اس دوران میں مدعی کے کھیت کی خدمت انجام دے اور جب کھیت کی پیداوار اپنی اصلی حالت پر واپس آ جائے تو کھیت مدعی کے سپرد کر دے اور اپنا ریوڑ واپس لے لے۔ حضرت داود علیہ السلام کو بیٹے کا یہ فیصلہ بہت پسند آیا۔ قرآن عزیز نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس معاملے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ زیادہ مناسب رہا۔ یہ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک فضیلت تھی مگر اس جزوی فضیلت کے یہ معنی نہیں کہ بحیثیت مجموعی فضائل حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجموعہ فضائل کے اعتبار سے حضرت داود علیہ السلام کی جو منقبت فرمائی ہے وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حصے میں نہیں آئی۔ (قصص القرآن: 75/2)

حضرت داود علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر 40 سال حکومت کرنے کے بعد 100 سال کی عمر میں 963 ق م میں وفات پائی۔ بائبل میں لکھا ہے: ''اور داود بن ایشی نے اسرائیلیوں پر 40 برس سلطنت کی۔ اس نے حبرون میں سات برس اور یروشلم میں تینتیس برس سلطنت کی۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت داود علیہ السلام کا انتقال اچانک سبت کے دن ہوا۔ وہ مقررہ عبادت میں مشغول تھے اور پرندوں کی ٹکڑیاں پرے باندھے ان پر سایہ فگن تھیں کہ اچانک اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ (فیض الباری جلد 2 کتاب الانبیاء)

اسدود: یہاں بنی اسرائیل کی فلسطینیوں سے جنگ ہوئی تھی جس میں حضرت داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر کے ناموری حاصل کی تھی۔ اسدود ساحل سمندر پر غزہ سے تقریباً 40 کلومیٹر شمال میں ہے۔

بیت دجن: یہ یافا (موجودہ تل ابیب یافو) سے 10 کلومیٹر مشرق میں ہے جبکہ بیت المقدس (یروشلم) سے اس کا فاصلہ

تقریباً 50 کلومیٹر ہے۔

ابی غوش: بیت المقدس سے رملہ کو جائیں تو ابوغوش کے بعد دائیں طرف حضرت داود علیہ السلام کی قبر ہے۔ ابوغوش بیت المقدس سے چار پانچ کلومیٹر دور ہے۔ بائبل کے مطابق داود علیہ السلام ''شہر داود'' میں دفن ہوئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل سترہ (17) مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	102 (دو دفعہ)
النّساء	4	163
الأنعام	6	84
الأنبياء	21	78، 79، 81
النَّمل	27	15، 16، 17، 18، 30، 36، 44
سبا	34	12
صٓ	38	30، 34

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ (15) وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ (16) وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ (17) حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (18) فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ (19) وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ڮ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَاۗىِٕبِيْنَ (20) لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (21) فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (22) اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ (23) وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ (24) اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (25) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ (26) قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (27) اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ (28)

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۣ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

”بلاشبہ ہم نے داود اور سلیمان کو علم نبوت عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا: ”شکر اللہ کا جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔“ پھر سلیمان داود کے وارث بنے اور کہا: ”اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبان سمجھائی گئی ہے اور ہمیں ہر ضروری چیز عطا کی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا واضح فضل ہے۔“

سلیمان کے پاس اس کے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے جاتے تھے اور ان کو ترتیب دی جاتی تھی حتی کہ (ایک دفعہ) جب اس کے لشکر چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی کہنے لگی: ”اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں سلیمان اور ان کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں اور ان کو پتہ نہ چلے۔“ سلیمان اس کی اس بات پر مسکرائے اور عرض پرداز ہوئے۔ ”اے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ تیرے ان احسانات کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں نیز میں نیک کام کروں جنہیں تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔ سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی اور کہنے لگے کیا وجہ ہے؟ ہدہد نظر نہیں آرہا۔ وہ غائب ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا بلکہ اسے ذبح کر دوں گا الّا یہ کہ وہ میرے پاس کوئی معقول دلیل (اور واضح عذر) پیش

کرے۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ (ہدہد آ گیا اور) اس نے آ کر کہا: ''مجھے ایک ایسی بات کا پتہ چلا ہے جس کا آپ کو بھی علم نہیں۔ میں آپ کے پاس سبا بستی کے بارے میں ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک عورت ان پر حکومت کر رہی ہے اور اسے ہر چیز حاصل ہے اور اس کا تخت بھی عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ (ملکہ) اور اس کی پوری قوم اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔ شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوبصورت بنا رکھا ہے اور انہیں سیدھے راستے سے روک رکھا ہے' اس لیے ان کو (راہ حق کی) سمجھ نہیں آتی کہ وہ صرف اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمینوں کے خزانوں کو باہر نکالتا ہے اور ہر پوشیدہ اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔'' سلیمان علیہ السلام کہنے لگے: ''ہم تحقیق کرتے ہیں کہ تو نے سچ بولا ہے یا جھوٹ۔'' میرا یہ خط لے جاؤ اور ان کو پہنچا دو' پھر ایک طرف ہو کر دیکھو وہ کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ملکہ کہنے لگی: ''اے میرے وزیرو! مجھے ایک معزز خط پہنچایا گیا ہے جو سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے خلاف سرکشی نہ کرو اور فرمانبرداری کرتے ہوئے میری خدمت میں حاضری دو۔'' وہ مزید کہنے لگی: ''اے میرے وزیرو! مجھے میرے اس معاملے میں مشورہ دو کیونکہ میں تمہاری عدم موجودگی میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی۔'' وہ کہنے لگے: ''ہم بہت زبردست جنگجو ہیں مگر فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ سوچ لیں کیا فیصلہ کرنا ہے؟ ملکہ کہنے لگی: ''بادشاہ جب کسی بستی میں (جبراً) داخل ہوتے ہیں تو اس میں تباہی برپا کرتے ہیں اور وہاں کے معززین کو ذلیل کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے وہ بھی ایسے ہی کریں گے۔ فی الوقت میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا اطلاع دیتے ہیں۔'' جب وہ تحفہ سلیمان کے پاس پہنچا تو اس نے کہا: ''کیا تم مجھے مال دے کر خوش کرنا چاہتے ہو؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے وہ بہت برتر ہے اس مال سے جو تم کو دے رکھا ہے۔ بلکہ تم خود ہی اپنے تحفے پر خوش رہو۔ واپس چلے جاؤ۔ ہم ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہ کر سکیں گے اور ہم ان کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے' پھر انہیں اپنی اوقات معلوم ہو جائے گی۔'' پھر سلیمان (علیہ السلام) (اپنے درباریوں کی طرف متوجہ ہو کر) کہنے لگے: ''اے میرے وزیرو! تم میں سے کون ہے جو اس ملکہ کا تخت ان کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس لائے گا؟'' ایک قوی ہیکل جن کہنے لگا ''میں آپ کی مجلس برخواست ہونے سے پہلے اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں۔ بلاشبہ میں اس کام کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔''

ایک شخص جس کے پاس کتاب کا علم بھی تھا' کہنے لگا: ''میں یہ تخت آپ کے پلک جھپکنے سے بھی پہلے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔'' جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو پکار اٹھا: ''یہ میرے پروردگار کا مجھ پر فضل ہے تاکہ وہ میرا امتحان لے کہ میں شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اس کا فائدہ اسی کو ہوتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار لوگوں سے بے پروا عظیم المرتبت ہے۔''

سلیمان (علیہ السلام) نے کہا: ''اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو۔ ہم دیکھتے ہیں اس کو پتہ چلتا ہے یا وہ انجان رہتی ہے۔'' جب وہ آئی تو اسے کہا گیا: ''کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟'' وہ کہنے لگی: ''یہ وہی لگتا ہے۔ ہمیں اس سے پہلے ہی حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی اور ہم اسلام لا چکے تھے۔'' اور (اس سے پہلے) ملکہ کو غیر اللہ کی عبادت نے (ایمان سے) روک دیا تھا' کیونکہ وہ کافر قوم سے تھی۔ پھر اس (ملکہ) سے کہا گیا: ''محل میں داخل ہو جاؤ۔'' جب اس نے شیشے کا فرش دیکھا تو اس نے اسے پانی کا حوض سمجھا اور (پائینچے اوپر کر لیے جس سے) پنڈلیاں ننگی ہو گئیں۔ سلیمان (علیہ السلام) نے کہا یہ تو شیشہ لگا ہوا فرش ہے۔ وہ (کھسیانی ہو کر) کہنے لگی: ''میرے پروردگار! میں نے اس سے پہلے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اب میں سلیمان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے مطیع ہو چکی ہوں۔'' (النمل: 15/27...44)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تجارتی بحری جہازوں کی خاطر ہوا مسخر کر دی گئی تھی' حتیٰ کہ کہا گیا ہے: ''وہ صبح بیت المقدس سے نکلتے' دوپہر کا آرام اصطخر میں کرتے اور رات خراسان میں گزارتے۔'' لیکن اس قول کی کوئی حیثیت نہیں۔

وادیٔ نمل اَسْدُ ود اور غزّہ کے درمیان عسقلان کے مضافات میں واقع ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا سبا (یمن) کی ملکہ (بلقیس) کے ساتھ واقعہ مشہور و معروف ہے۔ آپ 923 ق-م کو بیت المقدس میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 371
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 357
❀ قصص الأنبياء' الثعلبي : 294
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 583
❀ قصص الأنبياء' الطبري : 362
❀ قصص الأنبياء' النجار : 317
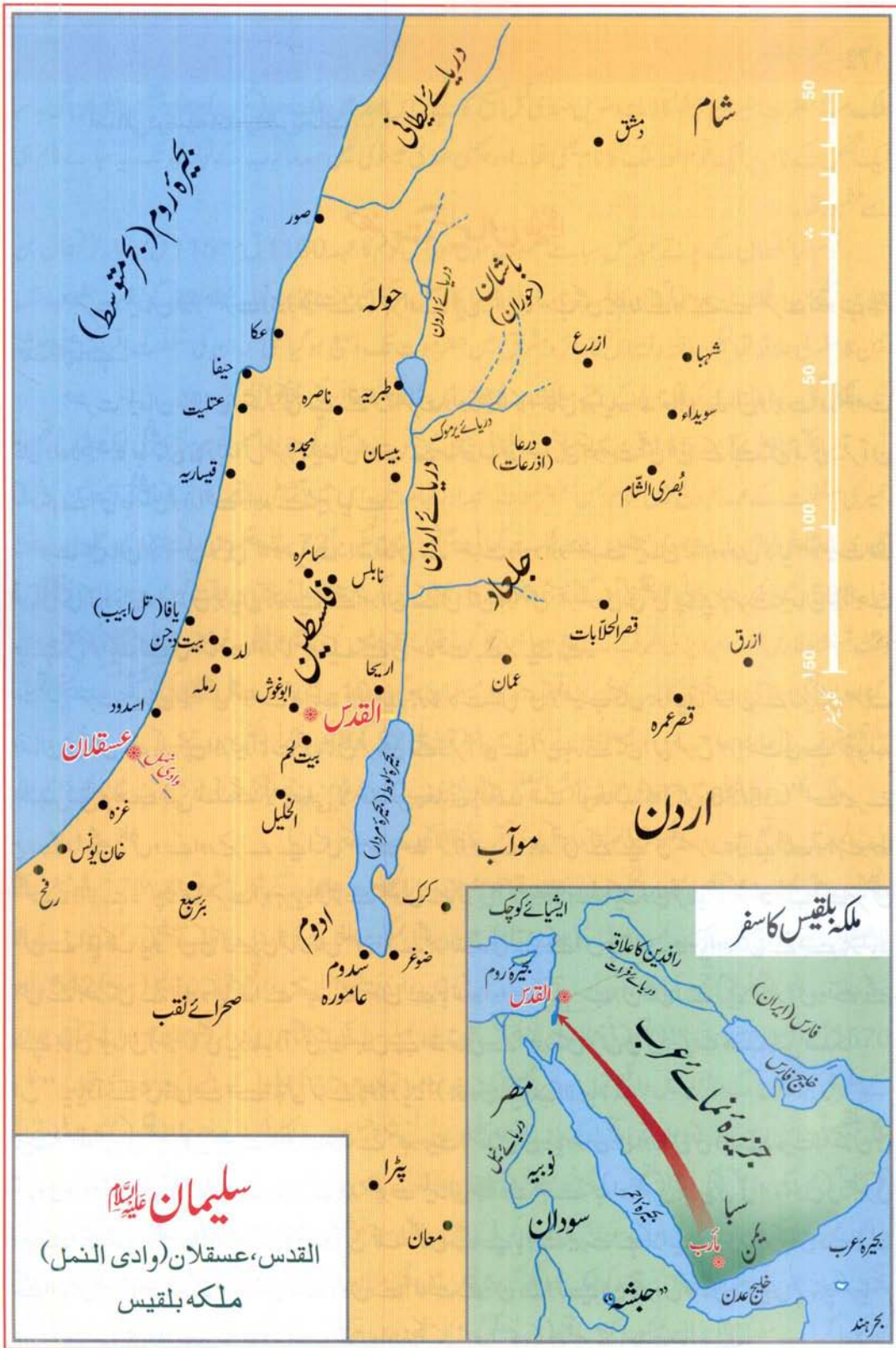
مأرب سے بیت المقدس تک سفر = اڑھائی ہزار کلومیٹر سے زائد

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داود علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا نسب بھی یہودا کے واسطے سے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داود علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکومت میں داود علیہ السلام کا جانشین بنا دیا' اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی ان کے قبضے میں آ گئی۔ قرآن کریم نے اسی جانشینی کو وراثت داود سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہبی خصوصیات: اللہ تعالیٰ نے حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ چرند پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے اور ان کے حق میں ہوا بھی مسخر کردی گئی تھی' چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے صبح کو ایک مہینے کی مسافت اور شام کو ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا یہ تھا کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہیں تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع فرمان تھے۔ قرآن نے اس بارے میں اس طرح صراحت کی ہے: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (ص 38:35) ''اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے لیے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لیے بھی میسر نہ ہو' بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا: ''گزشتہ شب ایک سرکش جن نے اچانک یہ کوشش کی کہ میری نماز میں خلل ڈالے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستون سے باندھ دوں تاکہ تم سب دن میں اسے دیکھ سکو مگر اس وقت مجھے اپنے بھائی سلیمان (علیہ السلام) کی یہ دعا یاد آ گئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی تھی: ''رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا ...... الخ'' یہ یاد آتے ہی میں نے اسے ذلیل کر کے چھوڑ دیا۔'' (بخاری۔ کتاب الانبیاء)

بیت المقدس کی تعمیر نو: حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بیت المقدس کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس کی آبادی وجود میں آئی تھی۔ پھر عرصۂ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے مسجد اور شہر کی تجدید کی گئی اور جنوں کی تسخیر کی وجہ سے ایسی شاندار تعمیر عالم وجود میں آئی جو آج تک لوگوں کے لیے باعث حیرت ہے کہ ایسے دیو پیکر پتھر کہاں سے لائے گئے اور کس طرح لائے گئے اور جر ثقیل کے وہ کون سے آلات تھے جن کے ذریعے ان پتھروں کو ایسی بلندیوں پر پہنچا کر باہم جوڑا گیا۔ اسرائیلی روایت کے مطابق بیت المقدس اور ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی تعمیر میں سات سال لگے۔

ملک سبا: حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ دسویں صدی قبل مسیح کا ہے۔ اس عہد میں ملک سبا (یمن) پر ملکہ بلقیس حکمران تھی۔ سبا ایک شخص کے نام پر ایک قوم اور ملک کا نام بھی تھا۔ اور چھٹی صدی عیسوی میں سد مأرب کے ٹوٹنے تک یہ سبا کے نام ہی سے مشہور تھا۔

قوم سبا' قحطان کے پوتے عبد شمس سبا سے منسوب ہوئی اور اس قوم کا عہد 1100 ق م تا 115 ق م رہا۔ (قحطان بن عبر بن سلح بن ارفخشد بن سام' قحطان کا نسب نامہ ہے) سبا کا اصل مرکز حکومت جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغرب میں یمن کا مغربی علاقہ تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کا دائرہ مشرق میں حضر موت تک وسیع ہو گیا حتیٰ کہ ان کی سلطنت افریقہ میں حبشہ تک پھیل گئی۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ سبا کے بیٹے مینلک نے حبشہ میں شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی تھی۔

سبا کی تباہی کے بعد 115 ق م میں حمیر نے مغربی یمن میں قوت حاصل کی جو دراصل قوم سبا ہی کی ایک شاخ تھی۔ حمیری سلطنت کے عہد عروج میں تمام یمن' حضر موت' نجد اور تہامہ تک اس میں شامل تھے۔ آخر کار 525ء میں آخری حمیری بادشاہ ذونواس نے اکسومی حبشیوں سے شکست کھائی۔ حبشی یہاں تقریباً 72 سال حکمران رہے۔ انہی میں ابرہہ بھی تھا۔ 598ء میں یمن پر ایرانی قابض ہو گئے۔ 6ھ (628ء) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان وقت کو دعوت اسلام دی تو اس وقت شہنشاہ فارس خسرو پرویز کی طرف سے باذان یمن کا گورنر تھا۔ 8ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا اور ان کی مساعی سے یمن کا سب سے بڑا قبیلہ ہمدان مسلمان ہو گیا۔ 10ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوشش سے یمنی قبیلہ مذحج مشرف بہ اسلام ہوا' تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قاضی کے فرائض سونپے۔

ملک یمن کے شمال میں سعودی عرب' مشرق میں عمان' جنوب میں بحیرۂ عرب اور خلیج عدن اور مغرب میں بحیرۂ احمر اور باب المندب واقع ہیں۔ دارالحکومت صنعاء کی آبادی تقریباً 6 لاکھ ہے۔

مأرب: قدیم عہد میں یمن کا دارالحکومت مأرب تھا جو موجودہ دارالحکومت صنعاء کے شمال مشرق میں 175 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آج کل مأرب صوبہ بیضاء کا صدر مقام ہے۔ یہاں مملکت سبا کے آثار پائے جاتے ہیں۔ حمیریوں نے جو سد مأرب (سد العرم) تعمیر کیا تھا' وہ مأرب شہر کے مشرق میں وادیٔ شیوان میں واقع تھا۔ یہ ڈیم (سد) 542ء اور 570ء کے درمیان تباہ ہو گیا۔ (المنجد فی الاعلام) مأرب شہر سے پہلے سبا کے بادشاہوں کا دارالحکومت صرواح تھا جو بیجان کے مغربی پہاڑوں کے دامن میں واقع تھا۔ یہاں بھی ایک بند بنا ہوا تھا اور سورج کی پوجا کے لیے ایک معبد بھی تھا۔

ملکہ بلقیس: اس ذہین اور دور اندیش ملکہ کے باپ کا نام مفسرین نے شراحیل بن مالک لکھا ہے جو سبا (یمن) کا بادشاہ تھا۔ قرآن کریم کے مطابق ملکہ سبا (بلقیس) کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پرندہ ہدہد لے کر آیا اور اس نے بتایا کہ ملک سبا پر ایک عورت حکمران ہے اور وہ لوگ سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اہل سبا خوشحال ہیں اور ان کی ملکہ کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو ایک خط لکھ کر دیا جس میں ملکہ سبا اور اس کی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ ملکہ نے اس خط کو پا کر اپنے مصاحبوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے جنگ کا مشورہ دیا تو ملکہ نے جنگ کی تباہیوں کا ذکر کرتے ہوئے

پرامن طریقے سے معاملات طے کرنے کا عزم ظاہر کیا اور قیمتی تحائف حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجے جو آپ نے لوٹا دیے اور ساتھ ہی سبا پر فوجی یلغار کی دھمکی دی۔ پھر ملکہ بلقیس اظہار اطاعت کے لیے فلسطین روانہ ہوئی مگر اس سے پہلے اس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام نے معجزانہ طور پر اپنے دربار میں منگوالیا اور بطور آزمائش تخت کی شکل میں کچھ تبدیلی کر دی۔ اور جب ملکہ دربار سلیمانی میں پہنچی تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔

ملکہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ ہم تو آپ کی عظمت اور دعوت توحید کو پہلے ہی معلوم کر کے مسلمان ہو چکے ہیں۔ یوں سورج کی پرستش کرنے والی قوم نے اسلام کی آغوش میں پناہ لے لی۔ اس دوران میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا ایک محل بنوا کر ملکہ سبا کو مزید حیرت میں ڈال دیا۔ تب ملکہ نے رب تعالیٰ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کا اعادہ کیا۔ بعض روایات کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس سے شادی کر لی اور اسے اس کے ملک پر بطور حکمران برقرار رکھا۔ آپ اس سے محبت کرتے اور ہر ماہ ایک بار اس سے ملنے جاتے۔ اس سے اولاد بھی ہوئی اور سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دے کر سیلحین اور غمدان کے محل نما قلعے بھی اس کے لیے تعمیر کرائے۔ مگر بعض روایات کی رو سے ملکہ کے حسب خواہش ہمدان کے بادشاہ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تھا اور یمن کا اقتدار بھی اسی کو سونپ دیا تھا اور ایک زوبد نامی جن اس کی اطاعت میں دے دیا تھا (ملخص مقالہ "بلقیس" اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 4)۔ معجم البلدان جلد اول میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے بعلبک شہر (لبنان) ملکہ بلقیس کو مہر میں دیا تھا...... واللہ اعلم بالصواب!

عسقلان اور وادیٔ نمل: قرآن مجید کی سورۂ نمل میں جس وادیٔ نمل (چیونٹیوں کی وادی) کا ذکر آیا ہے وہ فلسطین میں اسدود اور غزہ کے درمیان عسقلان کے قریب بتائی جاتی ہے۔ عسقلان بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ چونکہ ماضی میں فلسطین، شام کا حصہ شمار ہوتا تھا، اس لیے عسقلان کو عروس الشام (شام کی دلہن) کہا جاتا ہے (دمشق کو بھی عروس الشام کہتے ہیں)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی میں عسقلان فتح کر لیا۔ دوسری صلیبی جنگ میں 548ھ میں عیسائیوں نے عسقلان پر قبضہ کر لیا۔ پھر 583ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے اسے صلیبیوں کے پنجے سے چھڑایا۔ شارح بخاری حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق عسقلان سے تھا۔ آج کل عسقلان کی آبادی پچیس تیس ہزار ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت رواں: حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو مسخر کر دیا تھا حتیٰ کہ صبح کی منزل مہینہ بھر کی ہوتی اور شام کی بھی (سورۂ سبا آیت 12) یعنی آپ ہوا کے تخت پر بیٹھ کر ایک مہینے جتنی مسافت صبح سے دوپہر تک طے کر لیتے تھے اور پھر اسی طرح دوپہر سے رات تک ایک ماہ کی مسافت طے ہو جاتی۔ آپ اعیان حکومت کے ہمراہ صبح بیت المقدس سے چلتے تو دوپہر کو اصطخر میں ہوتے اور رات خراسان میں گزارتے۔

اصطخر: یہ شہر شیراز (ایران) کے مشرق میں 66 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اسے ہخامشی خاندان کے دارالحکومت تخت جمشید (یونانی میں پرسی پولس Persipolis) کی تباہی کے بعد اس کے کھنڈروں پر تعمیر کیا گیا۔ اصطخر کے بعد

دارالحکومت مدائن (طیسفون) قرار پایا جو عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا۔ بیت المقدس سے اصطخر تک سیدھا فاصلہ 17 سو کلومیٹر سے زیادہ تھا۔ ان دنوں اصطخر بھی کھنڈروں کی شکل میں ہے۔

خراسان: یہ ایران کا مشرقی صوبہ ہے جس کی حدود ترکمانستان اور افغانستان سے ملحق ہیں۔ مشہد، خراسان کا اہم شہر ہے جبکہ نیشاپور اس کا قدیم دارالحکومت ہے۔ قرون وسطیٰ میں خراسان کی حدود ہندوستان اور دریائے جیحوں تک وسیع تھیں اور اس میں سیستان، غزنہ، طخارستان، ہرات، بلخ، طالقان (افغانستان)، مرو اور سرخس (ترکمانستان) بھی شامل تھے۔ معجم البلدان کے مطابق ماہرین نسب کہتے ہیں کہ عالم بن سام بن نوح علیہ السلام کے دو بیٹوں کے نام خراسان اور ہیطل تھے۔ جہاں خراسان آباد ہوا وہ علاقہ خراسان کہلایا اور ہیطل دریائے جیحون کے پار جابسا چنانچہ اس علاقے کا نام ہیاطلہ پڑ گیا، خراساں عہد عثمانی میں 31ھ میں عبداللہ بن عامر بن کریز کی قیادت میں فتح ہوا۔ اصطخر سے خراسان کے مختلف شہروں تک فاصلہ ایک ہزار تا دو ہزار کلومیٹر بنتا ہے، مثلاً: ہرات تقریباً 1000 کلومیٹر، مرو 1200 کلومیٹر اور بلخ تقریباً 1700 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ معجم البلدان کے مطابق ''اصطخر کی بنیاد اصطخر بن طہمورث شاہ فارس نے رکھی تھی...... اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح طبریہ سے چل کر سہ پہر کو اصطخر پہنچ جاتے تھے جہاں مسجد سلیمان معروف ہے۔'' پاکستان میں واقع کوہ سلیمان چونکہ سلطنت سلیمان علیہ السلام کے علاقہ خراسان کے جنوب مشرقی نواح میں تھا، شاید اسی لیے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا۔

بَثَنِیہ: یہ شام کا ایک قدیم قصبہ ہے جو دمشق اور اذرعات کے درمیان واقع ہے۔ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب کا تعلق بثنیہ سے تھا۔ یہ دمشق سے تقریباً 100 کلومیٹر جنوب میں درعا جانے والی شاہراہ پر واقع ہے۔ بثنیہ کے علاقے میں اعلیٰ قسم کی گندم پیدا ہوتی ہے جو بثنیہ ہی کہلاتی ہے (معجم البلدان)

''بترا'' یا ''پٹرا'': اس تاریخی شہر کے آثار جنوبی اردن میں بحیرۂ مردار اور خلیج عقبہ کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اس کا قدیم نام سلع ہے۔ یونانیوں نے اسے پٹرا (Petra) کا نام دیا تھا۔ پٹرا 312 ق م سے 63 ق م تک نبطیوں کا دارالحکومت رہا حتیٰ کہ اس پر رومی قابض ہو گئے۔ روداد سفر سید ابوالاعلیٰ مودودی میں لکھا ہے:

''وادیٔ موسیٰ (اردن) میں بطرا (المنجد کے مطابق بترا) کا مشہور تاریخی مقام بھی واقع ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو سو سال قبل نبطیوں نے (جو عرب تھے) اپنا دارالحکومت قائم کیا تھا۔ یہ ویران شہر پہاڑوں کے اندر تراش تراش کر بنایا گیا ہے۔ گزشتہ صدی (انیسویں صدی عیسوی) کے وسط میں یہ دریافت ہوا اور اس کی کھدائی کی گئی...... یہ شہر تین چار میل لمبا ہے اور چوڑائی بعض جگہوں پر دس پندرہ گز ہو جاتی ہے لیکن اکثر جگہوں پر چند فٹ سے زیادہ نہیں۔ درمیان میں ایک وسیع میدان بھی آتا ہے۔ کہیں سفید اور کہیں سرخ پہاڑوں کو تراش کر بہت عمدہ مکان بنائے گئے ہیں۔ بعض مکان اتنے شاندار ہیں کہ دیکھنے پر بھی یقین نہیں آتا کہ یہ آج سے سوا دو ہزار سال پہلے کے بنے ہوئے ہیں...... مدائن صالح میں بھی قوم ثمود نے پہاڑ تراش کر مکانات بنا رکھے تھے مگر بطرا کی تراش وخوبصورتی کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض باتوں میں مماثلت ضرور پائی جاتی ہے مگر اس سے (مستشرقین کا) یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوجاتا کہ مدائن صالح کے مکانات بھی

نبطیوں ہی نے پہاڑوں کو تراش کر بنائے تھے۔ نبطی یوں بھی مدائن صالح کے علاقے میں بہت بعد میں گئے۔ پھر بطرا میں سنگ تراشی کے فن کو ترقی دے لینے کے بعد وہ اسے محض ابتدائی حالت میں کیوں رکھتے؟ یہ بات بعید از قیاس ہے۔ (سفر نامہ ارض القرآن، ص:232-235)

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کا نام نامی قرآن مجید میں چار دفعہ مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
النساء	4	163	الأنبياء	21	83
الأنعام	6	84	صٓ	38	4

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ﴿۸۴﴾

''اور ایوب کا تذکرہ کیجیے جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''مولا! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے ولا ہے۔'' چنانچہ ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اس کی تکلیف دور کردی۔ ہم نے اسے اس کے اہل وعیال ہی نہیں دیئے بلکہ ان کے ساتھ اتنے اور بھی دیے۔ یہ ہماری طرف سے خصوصی رحمت تھی اور عبادت گزاروں کے لیے سبق ہے۔'' (الانبیاء: 84'83/21) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

''ہمارے بندے ایوب کا ذکر کیجیے۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا: ''مولا! مجھے شیطان نے سخت بیماری اور تکلیف میں مبتلا کردیا ہے۔'' (ہم نے فرمایا:) ''ایڑی مارو۔ یہ (نکل آیا) ہے ٹھنڈا پانی' نہانے اور پینے کے لیے۔'' ہم نے اسے اس کے گھر والے عطا کیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور دیے۔ یہ ہماری طرف سے اس پر مہربانی تھی اور یہ عقل مند لوگوں کے لیے نصیحت ہے۔ اور (ہم نے کہا:) اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو پکڑ کر اپنی بیوی کو ہلکا سا لگا دے تا کہ تیری قسم نہ ٹوٹے۔ ہم نے اس کو صبر کرنے والا پایا۔ وہ بہترین بندہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔''
(صٓ: 38/41...44)

ان کا وطن علاقہ ''عوص'' تھا جو کہ سعیر کے پہاڑی علاقے کا ایک حصہ ہے۔ یا وہ خلیج عقبہ کے شمال اور بحیرہ مردار (بحیرۂ لوط) کے جنوب مغرب میں واقع علاقہ ''آدوم'' کے رہنے والے تھے۔ امام طبری اور یاقوت حموی کی قطعی رائے یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا مسکن ''بَثَنِيَّه'' ہے، جو دمشق اور اَذرعات کے درمیان یا دمشق کے نواح میں واقع ہے۔

❀ القاموس الإسلامي : 230/1
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 214
❀ قصص الأنبياء، النجار : 349
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 108
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 181

لاذقیہ (لطاکیہ)
رصافہ
حماۃ
شام
سلمیہ
قبرص
دریائے عاصی
حمص
تدمر
طرابلس
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
بیروت
بعلبک
نبک
صحرائے شام
دریائے لیطانی
دمشق
بثنیہ
ازرع
حیفا
طبریہ
اذرعات
بصری الشام
دریائے اردن
جلعاد
اریحا
القدس
اسدود
عمان
قصرازرق
غزہ
الخلیل
موآب
بحیرۂ مردار
کرک
رفح
بئرسبع
عریش
ادوم
پٹرا
اردن
جفر
معان
آیلہ (ایلات)
عقبہ
سیناء
خلیج عقبہ
مدین
100
200
300
400
کلومیٹر
ایوب علیہ السلام
دمشق اور اذرعات کے درمیان
(ایک روایت کے مطابق خلیج عقبہ کے شمال میں)

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت ایوب علیہ السلام

اکثر مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی ماں حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں۔ اکثر محققین تورات کا خیال ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام عرب تھے لیکن شجرہ نسب میں جو نام شمار کیے گئے ہیں ان میں بڑی حد تک التباس ہے۔ بیوی کا نام رحمت بتایا جاتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی دولت فراواں کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپ بے حد مخیّر تھے اور غریبوں، مصیبت زدوں، مہمانوں اور اجنبیوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے [اسرائیلی بیان ہے کہ] آپ کی اس پرہیز گاری اور خدا ترسی سے ابلیس کے سینے میں دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے اللہ تعالیٰ سے حضرت ایوب علیہ السلام کو آزمانے کی اجازت طلب کی۔ اللہ کی جانب سے تین مراحل میں آپ کی آزمائش کی اجازت دی گئی: مال میں، خاندان میں، اور جسم میں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کے تمام عزیزوں نے چھوڑ دیا، صرف ایک وفادار بیوی باقی رہ گئیں جو ان کی دیکھ بھال کرتی تھیں، حتی کہ جب آپ کو گھورے پر پھینک دیا گیا تو اس وقت بھی بیوی نے آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ دوستوں کی غلط فہمی حضرت ایوب علیہ السلام کی تکالیف میں مزید اضافے کا باعث ہوئی۔ جب اس ابتلاء سے بھی آپ کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ بشارت لائے کہ آپ ایک کراماتی چشمے کے ذریعے ابتلاء سے نجات پائیں گے۔ آپ کا دور حضرت یوسف یا حضرت سلیمان یا حضرت یونس علیہم السلام کے بعد ہے۔ (تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 750/2، البدایۃ والنہایۃ، ص: 206 تا 210، فتح الباری: 6/ 511-512)

المسعودی نے لکھا ہے کہ دمشق کے نزدیک نویٰ میں آپ کا مقبرہ زیارت گاہ خاص و عام تھا۔ یہاں وہ چٹان اب تک دیکھی جاسکتی ہے جہاں بیٹھ کر آپ نے زمانۂ ابتلاء بسر کیا تھا اور وہ چشمہ بھی جس میں غسل کرکے آپ نے شفا پائی تھی۔ (مروج الذہب: 91/1) سید حامد عبدالرحمٰن الکاف اپنے مضمون ''ارض سبا کا سفرنامہ'' میں لکھتے ہیں کہ ''سبا سے مأرب جاتے ہوئے راستے میں ہم سے کہا گیا کہ یہ جبل ایوب (علیہ السلام) ہے اور یہ کہ پہاڑ کی چوٹی پر ساری علامتیں اب تک محفوظ ہیں۔''

یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جب محمد بن قاسم نے ملتان کو فتح کیا تو اس وقت وہاں کے بڑے مندر کا بت حضرت ایوب علیہ السلام کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔ (البلاذری: فتوح، 440 واردو دائرہ معارف اسلامیہ: 750/3)

دمشق: دیکھیے اضافی توضیحات وتشریحات باب ''زکریا علیہ السلام''

نویٰ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق ''نوا (نویٰ) دمشق کے جنوب میں علاقہ جولان میں واقع ہے۔'' مشہور محدث امام یحییٰ بن شرف نووی یہیں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل دو مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
الأنبیاء	21	85	صٓ	38	48

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِدْرِیْسَ وَ ذَاالْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۶﴾

''اسماعیل' ادریس اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے۔ یہ سب صابر لوگ تھے۔ ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمایا۔ بلاشبہ یہ نیک لوگ تھے۔'' (الانبیاء: 85/21' 86)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَ ذَاالْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْیَارِ ﴿۴۸﴾

''اسماعیل' یسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجیے۔ یہ سب بہترین لوگ تھے۔'' (صٓ: 48/38)

چونکہ حضرت ذوالکفل کا نام انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے' لہٰذا وہ نبی ہیں۔ اور مشہور قول یہی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نبی نہیں تھے۔ البتہ نیک شخص تھے۔ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے والے قاضی تھے۔ علامہ طبری نے توقف کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ شہر دمشق کے شمالی جانب قاسیون مُطَل نامی پہاڑ میں ایک مقام ہے جسے ذوالکفل کہا جاتا ہے۔

❀ قصص الأنبیاء' ابن کثیر: 217

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 613

❀ قصص الأنبیاء' الثعلبي : 166' 263
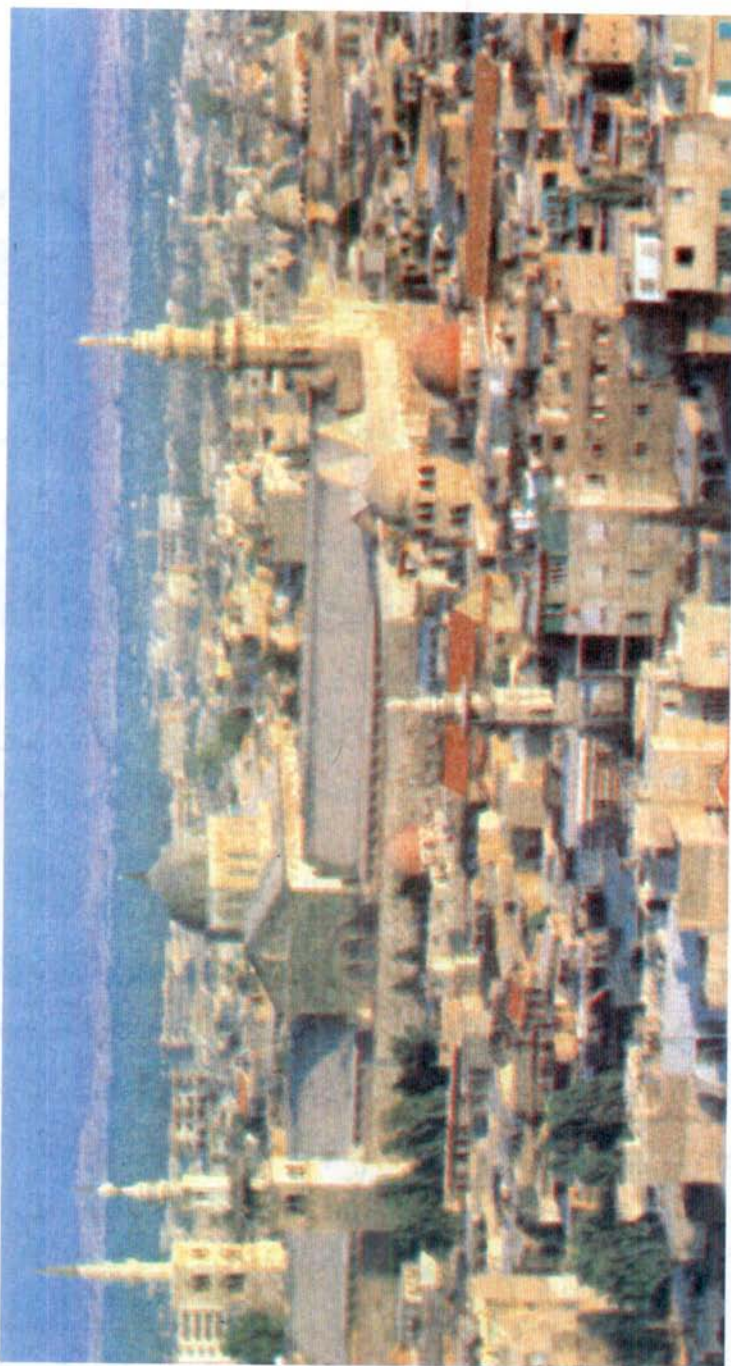
دمشق شہر (شام کا دارالحکومت)

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں مندرجہ ذیل چار مقامات پر مذکور ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
النّساء	4	163	یونس	10	98
الأنعام	6	86	الصّافّات	37	139

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾

''اور مچھلی والے کا تذکرہ کیجیے جب وہ غصے کی حالت میں نکل کھڑا ہوا۔ اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت نہیں کریں گے۔ (لیکن ہم نے گرفت کی تو) اس نے ہم کو اندھیروں میں پکارا: ''تیرے سوا کوئی معبود وفریادرس نہیں، تو پاک ہے۔ بلاشبہ میں ہی ظالم ہوں۔'' ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے اس پریشانی سے نجات دی اور ہم صاحب ایمان لوگوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔'' (الانبیاء:21/87'88)

نوٹ: سورۂ انبیاء میں آپ کا نام ذکر نہیں البتہ آپ کا قصہ مذکورہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

''بلاشبہ یونس پیغمبروں میں شامل تھا۔ وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہوگیا تھا۔ پھر اسے قرعہ اندازی میں

شریک ہونا پڑا اور وہ قرعہ اندازی میں شکست کھا گیا۔ نتیجتاً اسے ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے قابل ملامت کام کیا تھا۔ اگر وہ مسلسل تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو قیامت تک اس کے پیٹ ہی میں رہتا۔ پھر ہم نے اسے کھلے ساحل پر ڈال دیا۔ اس وقت وہ بہت کمزور تھا۔ ہم نے اس پر کدّو کی بیل اگا دی۔ پھر ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔'' (الصافات:139/37...148)

حضرت یونس علیہ السلام نے ترشیش (جہاں آج کل تیونس آباد ہے) کی طرف بھاگ جانے کی کوشش کی تھی۔ وہ ''یافا'' پہنچ گئے۔ پھر جب ان کو سمندر میں پھینکا گیا اور مچھلی نے ان کو لقمہ بنالیا تو وہ استغفار کرتے رہے اور مچھلی نے ان کو باہر اگل دیا تو ان کو ''نینوا'' بستی کی طرف بھیجا گیا جو ''موصل'' کے بالمقابل ہے۔ اسی بارے میں ارشاد ہے:

وَاَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلۡفٍ اَوۡ يَزِيۡدُوۡنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوۡا فَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿۱۴۸﴾

''ہم نے اس کو ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ چنانچہ وہ ایمان لے آئے تو ہم نے انہیں وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔'' (الصافات:147/37، 148)

❀ قصص الأنبياء، ابن کثیر : 225
❀ قصص الأنبياء، الثعلبي : 410
❀ قصص الأنبياء، الطبري : 221
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 775
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1360
❀ قصص الأنبياء، النجار : 362
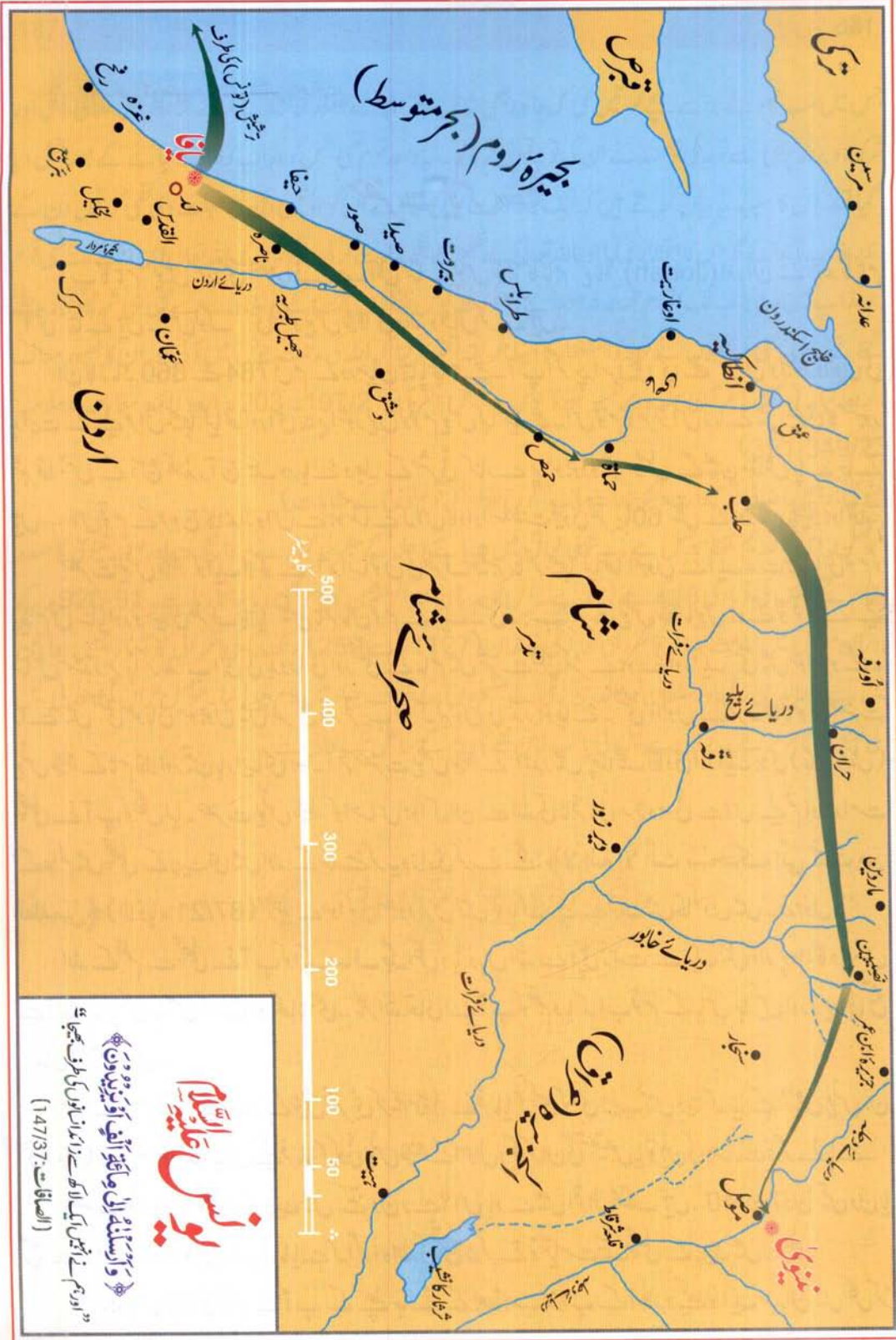
یونس علیہ السلام
﴿ وَاَرۡسَلۡنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلۡفٍ اَوۡ يَزِيۡدُوۡنَ ﴾
"اور ہم نے انہیں ایک لاکھ سے زائد انسانوں کی طرف بھیجا"
(الصافات:147/37)
ترکی
مرسین
عدانہ
خلیج اسکندرون
عمق
انطاکیہ
اوغاریت
قبرص
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
حماۃ
حمص
طرابلس
بیروت
صیدا
صور
حیفا
دمشق
حلب
شام
تدمر
صحرائے شام
اردن
جھیل طبریہ
ناصرہ
دریائے اردن
لد
یافا
القدس
الخلیل
غزہ
رفح
بئر سبع
کرک
عمان
ترشیش (تونس) کی طرف
اورفہ
حران
ماردین
نصیبین
جزیرۂ ابن عمر
دریائے دجلہ
نینوی
موصل
سنجار
رقہ
دریائے فرات
دیر زور
دریائے خابور
الجزیرہ (عراق)
قلعہ شرقاط
ثرثار کا نشیب
ہیت
500
400
300
200
100
50
0
کلومیٹر

حضرت یونس علیہ السلام

آپ کا نام ''یونس بن متی'' معروف ہے۔ اہل کتاب یونس علیہ السلام کا نام ''یوناہ'' (Jonah) اور ان کے والد کا نام ''امتی'' بتاتے ہیں۔ بعض لوگ ''متی'' کو یونس علیہ السلام کی والدہ خیال کرتے ہیں۔

ان کا زمانہ 860 سے 784 ق م کے درمیان بتایا جاتا ہے۔ آپ اگرچہ اسرائیلی نبی تھے' مگر ان کو اشور والوں کی ہدایت کے لیے عراق بھیجا گیا تھا اور اسی بنا پر اشوریوں کو قوم یونس کہا گیا ہے۔ اس قوم کا مرکز اس زمانے میں نینویٰ کا مشہور شہر تھا جس کے وسیع کھنڈر آج تک دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موجودہ شہر موصل کے عین مقابل پائے جاتے ہیں...... اس قوم کے عروج کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس کا دارالسلطنت نینویٰ تقریباً 60 میل کے دور میں پھیلا ہوا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ سے زائد انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا' انہوں نے ایک مدت تک اپنی قوم کو پیغام حق سنایا اور توحید کی طرف بلایا' لیکن نافرمان قوم نے ایک نہ سنی۔ جب حضرت یونس علیہ السلام مایوس ہوگئے تو قوم کے لیے ساحل سمندر پر جا کر عذاب الٰہی کی بددعا کی اور خفگی کے عالم میں شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک کشتی میں سوار ہوگئے۔ راستے میں کشتی طوفانی موجوں میں گھر گئی اور قریب تھا کہ لہروں کی نذر ہوجائے۔ کشتی والوں نے قرعہ نکالا تو وہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام نکلا اور تین بار ایسا ہی ہوا۔ آخر حضرت یونس علیہ السلام نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور ایک بڑی (غالباً وہیل) مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو احساس ہوا کہ ان سے اللہ کی نافرمانی سرزد ہوئی ہے اس لیے غم اور ندامت کے عالم میں مچھلی کے پیٹ ہی میں اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرنے لگے: ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِينَ﴾ (الانبیاء: 87/21) ''تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں' تو پاک ہے' بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔''

اللہ کے حکم سے مچھلی نے آپ کو ایک صاف جگہ اگل دیا' وہاں اللہ نے اپنی رحمت سے ایک بیل دار پودا اگا دیا جس سے آپ سایہ بھی حاصل کرتے اور کھانا بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اب قوم کے پاس جائیں اور دین کی صحیح رہنمائی فراہم کریں۔

انبیائے کرام کے شرف ومجد کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کو بھی زیب نہیں دیتا کہ یہ کہے: ''میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔'' [illegible]

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں۔ 40 دن' 7 دن' تین دن یا صبح سے شام تک۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اللہ کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے آپ کے چلے جانے کے بعد' جب عذاب کے آثار دیکھے تو ایک میدان میں نکل کر'

جس میں سب چھوٹے بڑے بچے عورتیں حتی کہ جانور بھی شامل تھے' اللہ کے حضور گڑگڑائے' اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور شرک و بت پرستی سے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ یہ واحد قوم تھی جس کو عذاب دکھائے جانے کے بعد بخش دیا گیا تھا۔ اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو جو تین دن کی مہلت دی تھی کہ تین دن کے اندر عذاب آ جائے گا' اس کا انتظار نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہجرت کر لی۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیتا جب تک اتمام حجت نہ ہو جائے۔ حضرت یونس علیہ السلام اس حجت کے پورا ہونے سے قبل ہی شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے' پھر یہ بھی کہ انہوں نے توبہ و استغفار کا ایسا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور ان کا قصور معاف کر دیا گیا۔ (تفہیم القرآن جلد دوم تفسیر سورۂ یونس و قصص القرآن: 197/2۔ 203 و اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 351-349/23)

نینویٰ: دیکھیے اضافی توضیحات وتشریحات باب ''نوح علیہ السلام'' (قوم نوح کے مقامات)

مُوْصِل: اس کا قدیم تلفظ موصل ہے۔ یہ شمالی عراق میں دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے اور صوبہ نینویٰ کا صدر مقام ہے۔ اس کی آبادی 6 لاکھ سے زائد ہے۔ اس کو حدباء یا ام الربیعین کا نام بھی دیا جاتا رہا ہے۔ 91-926ء کے دوران موصل میں امارت حمدانیہ قائم رہی اور زنگی خاندان (1127ء سے 1259ء تک) کی حکمرانی کا آغاز یہیں ہوا جن میں سے عماد الدین زنگی اور سلطان نور الدین زنگی نے صلیبیوں کے خلاف جہاد میں نام پیدا کیا۔ موصل عراق کی معدنی تیل کی صنعت کا مرکز ہے۔ یہاں سے تیل کی پائپ لائن بحیرۂ روم کے ساحل تک جاتی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کا نام قرآن مجید میں ان سات مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	37 (دو دفعہ)، 38
الأنعام	6	85
مریم	19	2، 7
الأنبياء	21	89

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

''اللہ تعالیٰ نے مریم کو اچھی قبولیت سے نوازا اور اس کی خوب نشوونما فرمائی اور زکریا کو اس کی کفالت سپرد کی۔ جب بھی زکریا اس کے مخصوص کمرے میں داخل ہوتا تو اس کے پاس رزق موجود پاتا۔ وہ کہتا: ''مریم! تیرے پاس یہ کہاں سے آیا ہے؟'' وہ کہتی: ''یہ اللہ کریم کی طرف سے آیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب وگمان رزق دیتا ہے۔'' وہیں کھڑے کھڑے زکریا اپنے رب سے دعا کرتا ہے: ''اے میرے پروردگار! مجھے اپنی رحمت سے نیک وپاکیزہ اولاد عطا فرما۔ بلاشبہ تو دعاؤں کو خوب سننے والا ہے۔'' آخرکار ایک دفعہ جب وہ اس مخصوص کمرے میں کھڑا دعا کر رہا تھا' تو فرشتوں نے انہیں پکارا: ''اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ بیٹے کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم کلمہ (عیسیٰ علیہ السلام) کی تصدیق کرے گا' سردار ہوگا' پاکباز ہوگا اور نیک نبی ہوگا۔'' زکریا نے گزارش کی: ''پروردگار! میرے

گھر بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔'' زکریا نے کہا: ''رب کریم! کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تیرے لیے نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک کلام نہ کر سکے گا۔ اشارے سے کام چلائے گا۔ اب اپنے رب کا ذکر کثرت سے کر اور صبح و شام تسبیحات میں مشغول رہ۔'' (آل عمران: 37/3...41)

حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے۔ بعض کہتے ہیں وہ طبعی موت فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں وہ اس حادثے میں شہید کیے گئے جس میں ان کے بیٹے یحییٰ شہید ہوئے۔ یہ بیت المقدس کا واقعہ ہے۔ حلب کی جامع مسجد میں ان کا مدفن ہے۔

❀ قصص الأنبياء' ابن كثير : 404 ❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم :331

زکریا علیہ السلام

حلب کی جامع مسجد میں ان کا مرقد ہے
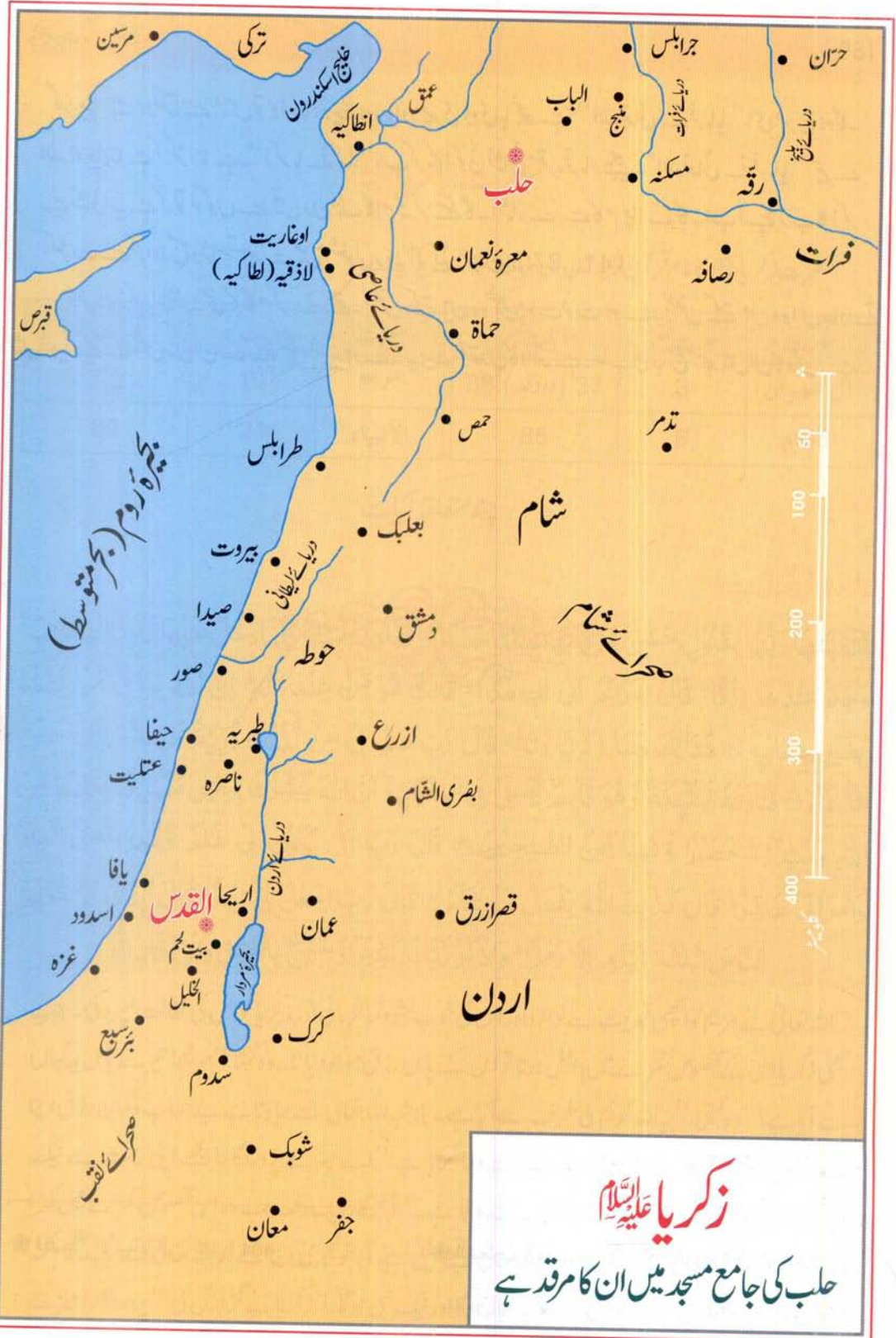
حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ انبیائے بنی اسرائیل میں زکریا نام کے دو نبی ہوئے ہیں' ان میں سے ایک زکریا بن برخیا ہیں جو انبیائے تورات میں سے تھے۔ ان کا ظہور فارس (ایران) کے بادشاہ دارا بن گشتاسب کے عہد میں ہوا۔ دوسرے زکریا ابو یحییٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت مریم کے خالو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر تھے۔ اول الذکر زکریا کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں' لیکن مجموعۂ تورات کے صحیفہ زکریا میں ان کا ذکر موجود ہے۔ دونوں میں تقریباً چار سو سال کا عرصہ حائل ہے۔ (قصص القرآن: 2/250۔ 251)

قرآن مجید میں حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ دو جگہ تفصیل سے آیا ہے۔ ایک جگہ کفالت مریم کے ضمن میں' جہاں ارشاد ربانی کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ اپنی نذر کو پورا کرنے کے لیے خانۂ خدا میں حاضر ہوتی ہیں اور اپنی بچی کو خدمت کے لیے وقف کرنا چاہتی ہیں۔ ہیکل کے کاہنوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ حضرت مریم کی کفالت اپنے ذمے لے۔ حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ ان کے خالو تھے' اس لیے انہوں نے استحقاق کا دعویٰ کیا' مگر فیصلہ قرعہ اندازی سے ہوا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت ونگرانی میں ان کی تربیت شروع ہوئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی ان کے عبادت والے کمرے میں داخل ہوتے' بے موسمی پھل پاتے اور تعجب سے پوچھتے تو وہ فرماتیں کہ یہ سب کچھ اللہ کے ہاں سے آتے ہیں۔ تب حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے بے اولاد ہونے کا احساس ہوا اور پیری میں (وہ اس وقت ثعلبی کے بیان کے مطابق 90' 92' یا 120 سال کے تھے) (دیکھیے فتح الباری: 6/571) اولاد کی خواہش پیدا ہوئی اور وہیں انہوں نے اللہ سے دعا کی جس کی قبولیت کی بشارت اور علامات سے انہیں آگاہ کر دیا گیا۔

دوسری جگہ سورۂ مریم علیہا السلام کے شروع میں ذکر آیا ہے' جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لیے دعا کا خاص ذکر فرمایا کیونکہ ان کے متوقع جانشین رشتے دار اچھے عمل کے نہ تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام کو اس کا ڈر تھا کہ وہ ان کی جانشینی کے منصب کے اہل ثابت نہیں ہوں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی اور ان کے سعادت مند ہونے کی بعض علامات بھی بیان فرما دیں۔ بیوی (جو ضعیف العمر اور بانجھ تھیں) کے حاملہ ہونے کی علامت اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی کہ وہ تین دن تک لوگوں سے بات چیت بند رکھیں گے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی شہادت کے سلسلے میں ابن الاثیر (الکامل: 1/228 تا 235' فتح الباری: 6/571) نے بیان کیا ہے کہ بعثت مسیح سے جو احکام تورات منسوخ ہوئے ان میں سے ایک بھتیجی سے نکاح بھی تھا۔ بنی اسرائیل کا بادشاہ ہیرودس اپنی ایک بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام چونکہ شریعت عیسوی پر ایمان رکھتے تھے' اس لیے مانع آئے۔ تب بادشاہ کے حکم سے انہیں عبادت خانے

میں ذبح کر دیا گیا۔اس واقعے کے بعد حضرت زکریا علیہ السلام بھاگ کر ایک باغ میں پہنچے اور ایک درخت کے تنے میں پناہ لی۔ بادشاہ کے آدمیوں نے درخت کو حضرت زکریا سمیت آرے سے چیر دیا۔(فتح الباری:571/6)

دمشق: دمشق شام کا سب سے بڑا شہر ہے جو 36 درجے 18 دقیقے طول بلد مشرقی اور 33 درجے 30 دقیقے عرض بلد شمالی کے درمیان واقع ہے۔ یہ سطح سمندر سے تقریباً سات سو میٹر بلند ہے اور لبنان شرقیہ کے سلسلۂ کوہ کی مشرقی پہاڑی جبل قاسیون کے دامن میں آباد ہے۔ دمشق کے مشرق اور شمال مشرق میں دریائے فرات تک ایک نیم صحرائی میدان پھیلا ہوا ہے جو جنوب کی جانب عرب میں مدغم ہو جاتا ہے' اسے صحرائے شام کہتے ہیں۔ 1950ء میں دمشق کے جنوب مشرق میں ''تل الصالحیہ'' کے مقام پر جو کھدائیاں ہوئیں' ان سے یہاں چار ہزار سال قبل مسیح تک ایک شہری مرکز ہونے کا انکشاف ہوا ہے۔

مصری فرعون تھتموسس سوم نے پندرہویں صدی ق م میں دمشق فتح کیا تھا۔تل الامرنہ کے کتبوں میں اس کا نام دمشکا (Dimashka) درج ہے۔ رعمسیس ثالث کے کتبوں میں یہ نام درمسک (Darmesek) کی شکل میں ملتا ہے۔ گیارہویں صدی ق م میں دمشق سرزمین ارام کا بارونق صدر مقام تھا جس کا حوالہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں ملتا ہے۔ (بائبل' پیدائش' 10:22 و 14:15) حتی کہ آج بھی دمشق کے شمال میں مقام برزہ کی مسجد ابراہیم (علیہ السلام) کو مقدس خیال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانے میں آرامیوں نے اس شہر کا نقشہ تیار کیا جس کے بازار خط مستقیم میں ایک دوسرے کو قطع کر کے چوراہے بناتے تھے۔ یہ نقشہ دو ہزار ق م کے بابل اور اشور کے مشابہ تھا۔دمشق کا شہر اپنے نہری نظام کی تیاری کے لیے آرامیوں ہی کا مرہون منت تھا۔(ملخص مقالہ ''دمشق'' اردو دائرہ معارف اسلامیہ:397/9۔398)

بائبل' سلاطین 2 کے ابواب 5 اور 8 میں دمشق کا ذکر آتا ہے۔ جب شاہ ارام کے سپہ سالار نعمان ابرص سے الیشع نبی (حضرت الیسع علیہ السلام) نے فرمایا کہ دریائے اردن میں سات بار غوطہ مار تا کہ تیرا جسم کوڑھ سے پاک ہو جائے تو وہ ناراض ہو کر کہنے لگا: ''کیا دمشق کی ندیاں ابانہ اور فرفر اسرائیل کی سب ندیوں سے بڑھ کر نہیں؟ کیا میں ان میں نہا کر پاک صاف نہیں ہو سکتا؟'' بعد میں اس نے اردن میں سات غوطے لگائے تو کوڑھ سے نجات پائی۔

دمشق حضرت داود علیہ السلام کے ہاتھوں فتح ہوا تھا۔732 ق م میں اشوریوں نے شہر پر قبضہ کر کے معبد اور محل لوٹ لیا۔ اشوریوں کے بعد بابلی' ایران کے ہخامنشی' یونانی اور رومی یکے بعد دیگرے دمشق پر قابض رہے۔ یونانی سلیوکیوں نے اسے دار الحکومت بنالیا تھا۔لیکن جب 64 ق م میں پومپی نے شام کو رومی سلطنت میں شامل کر لیا تو انہوں نے صوبائی دار الحکومت دمشق کی بجائے انطاکیہ کو مقرر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت میں 612ء میں ایرانی شہنشاہ خسرو ثانی نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ ایرانیوں نے اسے 627ء میں خالی کیا۔ رجب 14ھ / ستمبر 635ء میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے دمشق فتح کر لیا مگر اگلے سال جنگ یرموک کے دوران حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے شہر خالی کر دیا' تاہم یرموک کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل دمشق نے ہتھیار ڈال دیے۔(دسمبر 636ء)

1154ء میں سلطان نورالدین زنگی نے دمشق فتح کرلیا۔اس کے بعد یہ شہر یکے بعد دیگرے زنگی اور ایوبی سلطنتوں کا دارالحکومت رہا۔1260ء میں ہلاکو خان نے دمشق پر قبضہ کر کے ایوبی سلطنت کا خاتمہ کر دیا تاہم اسی سال عین جالوت کی جنگ میں تاتاری مملوک امیر رکن الدین بیبرس کے ہاتھوں شکست کھا کر دمشق خالی کر گئے۔1516ء میں دمشق سلطنت عثمانیہ کی عملداری میں آ گیا۔1915ء میں یہیں شریف مکہ حسین کے بیٹے امیر فیصل اور برطانویوں میں خفیہ ''میثاق دمشق'' طے پایا جس کی رو سے برطانیہ نے عربوں کی ''آزادی'' تسلیم کرنے کا ''وعدہ'' کیا۔حقیقت یہ ہے کہ عالم عرب خصوصاً فلسطین اسی میثاق دمشق کے منحوس نتائج آج تک بھگت رہا ہے۔

پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی شکست کے ساتھ ہی 30 ستمبر 1918ء کو ترک فوجیں دمشق خالی کر گئیں اور اتحادی دستے اس پر قابض ہو گئے۔مارچ 1920ء میں فیصل نے دمشق میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا مگر اپریل میں نام نہاد جمعیت اقوام کے فیصلے سے فرانس کو شام پر انتداب کا حق مل گیا۔25 جولائی 20ء کو فرانسیسی فوج دمشق پر قابض ہو گئی۔1941ء میں فرانسیسی استعمار کا خاتمہ ہوا تو دمشق آزاد جمہوریہ شام (الجمهورية العربية السورية) کا دارالحکومت ٹھہرا۔
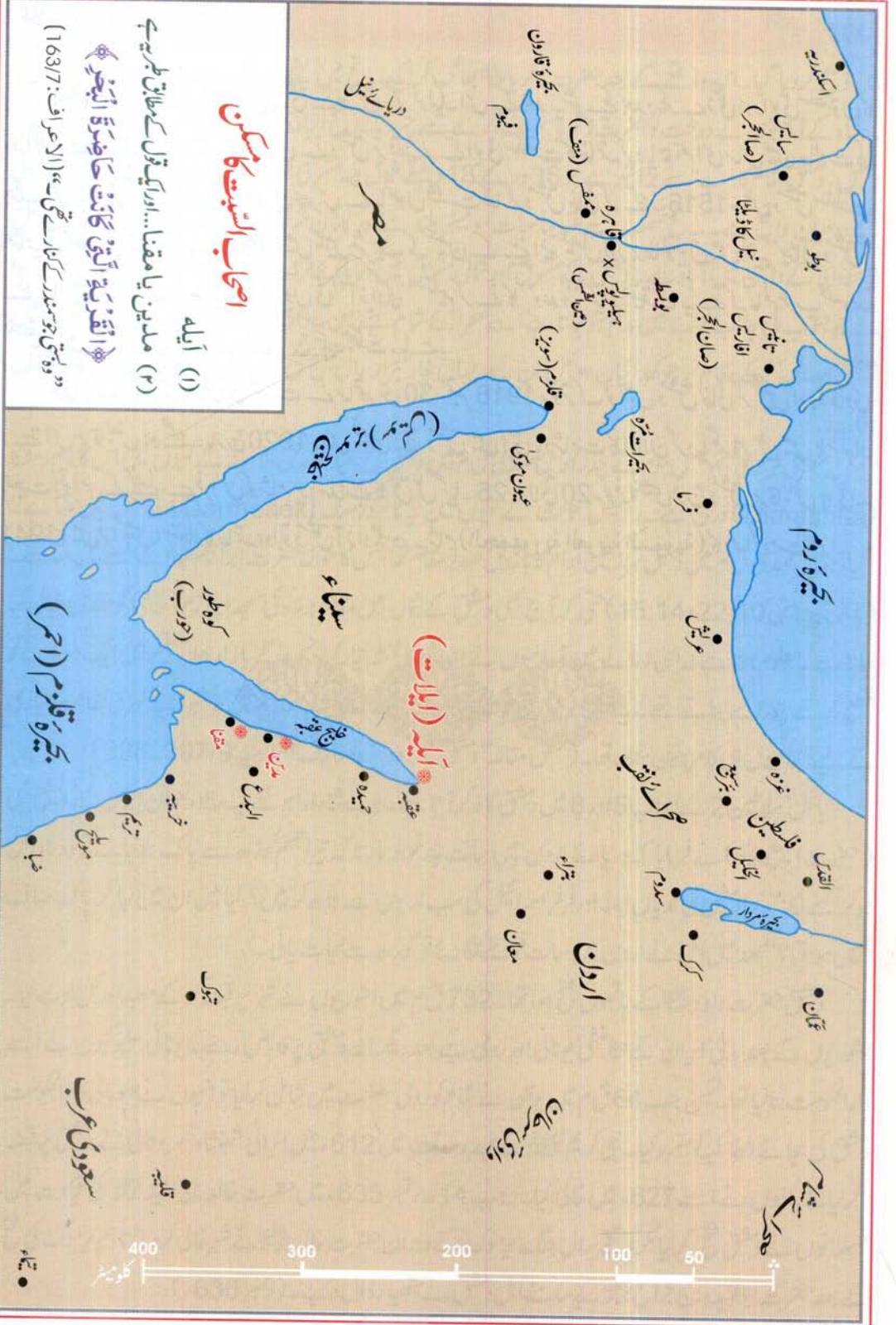
اصحاب السبت کا مسکن
(۱) اَیلہ
(۲) مدین یا مقنا...اور ایک قول کے مطابق طبریہ ہے
﴿الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾
"وہ بستی جو سمندر کے کنارے تھی۔" (الاعراف: 163/7)
بحیرۂ روم
اسکندریہ
بوطو
سائیس (صا الحجر)
نیل کا ڈیلٹا
تانیس
افاریس (صان الحجر)
بونسط
قاہرہ
ہیلیو پولس (عین الشمس)
ممفس (منف)
بحیرۂ قارون
فیوم
دریائے نیل
مصر
فرما
عریش
بحیرات مرّہ
قلزم (سویز)
عیون موسیٰ
خلیج سویز (سویس)
سیناء
کوہ طور (حورب)
اَیلہ (ایلات)
عقبہ
حمیدہ
خلیج عقبہ
مدین
البدع
مقنا
خریبہ
تریم
مویلح
ضبا
بحیرۂ قلزم (احمر)
غزہ
فلسطین
الخلیل
بئر سبع
القدس
بحیرۂ مردار
سدوم
کرک
صحرائے نقب
عمّان
اردن
بتراء
معان
وادی سرحان
صحرائے شام
تبوک
قلیبہ
سعودی عرب
تیماء
50
100
200
300
400
کلومیٹر

اصحاب سبت

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل سمیت اپنی امت میں عبادت الٰہی کے لیے جمعے کا دن مقرر فرمایا تھا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یہود (بنی اسرائیل) نے اپنی روایتی کجروی کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اصرار کیا کہ ان کے لیے ہفتے (سبت) کا دن عبادت و برکات کا دن مقرر کر دیا جائے۔ جب ان کا اصرار حد سے تجاوز کر گیا تو وحی الٰہی کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے ہفتہ کو خاص عبادت کا دن مقرر کر دیا اور تاکید کی کہ اس دن کی حرمت وعظمت کو قائم رکھیں۔ اس دن میں ان کے لیے خرید وفروخت، زراعت وتجارت اور شکار حرام قرار پایا۔ لیکن جب ساحل سمندر پر واقع ایک بستی والوں نے حیلہ سازی سے اس حکم الٰہی کو مذاق بنالیا تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں آ پکڑا اور ان کی شکلیں مسخ ہوگئیں، چنانچہ سورۃ الاعراف آیت نمبر: 163 تا 166 میں ارشاد باری ہے:

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَىِٕيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ○ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ○

''اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھیے جب کہ وہ ہفتے کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتہ کے روز تو ان کی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ بالکل ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت سزا دینے والا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں۔ سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری عادت سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ یعنی جب وہ جس جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا تم بندر ذلیل بن جاؤ۔''

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۃ الاعراف کی آیات سبت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سبت یعنی ہفتے کے دن کو

مقدس قرار دیتے ہوئے بنی اسرائیل کو تاکید کی تھی کہ ''اس روز کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے۔ گھروں میں آگ تک نہ جلائی جائے' جانوروں اور لونڈیوں تک سے کوئی خدمت نہ لی جائے اور یہ کہ جو شخص اس ضابطے کی خلاف ورزی کرے اسے قتل کردیا جائے' لیکن بنی اسرائیل نے آگے چل کر اس قانون کی علانیہ خلاف ورزی شروع کردی۔ ''یرمیاہ'' نبی کے زمانے میں (جو 628 اور 586 قبل مسیح کے درمیان گزرے ہیں) خاص یروشلم کے پھاٹکوں سے لوگ سبت (ہفتہ) کے دن مال و اسباب لے کر گزرتے تھے' اس پر نبی موصوف نے اللہ کی طرف سے یہودیوں کو دھمکی دی کہ اگر تم لوگ شریعت کی اس کھلم کھلا خلاف ورزی سے باز نہ آئے تو یروشلم نذر آتش کردیا جائے گا (یرمیاہ: 17:20۔27) اسی کی شکایت حزقی ایل نبی بھی کرتے ہیں' جن کا دور 595 اور 536 قبل مسیح کے درمیان گزرا ہے' چنانچہ ان کی کتاب میں سبت کی بے حرمتی کو یہودیوں کے قومی جرائم میں سے ایک بڑا جرم قرار دیا گیا ہے (حزقی ایل: 12/20۔24) ان حوالوں سے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید یہاں جس واقعے کا ذکر کررہا ہے وہ بھی غالباً اسی دور کا واقعہ ہے۔ (تفہیم القرآن: 90/2)

ایلہ: اس کا نام ایلہ بنت مدین بن ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا (معجم البلدان) عام روایات کے مطابق یہیں اصحاب سبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ آج کل یہاں ایلات نامی شہر آباد ہے جس کے قریب رومی دور کے شہر ایلہ کے کھنڈر پائے جاتے ہیں۔ ایلات خلیج عقبہ کے شمالی سرے پر بندرگاہ ہے جو اسرائیل کے غاصبانہ تسلط میں ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے کنعان جاتے ہوئے ایلہ (ایلات) سے گزرے تھے۔

ایلہ یا ایلات کا قدیم نام عصیون جابر (Ezion-geber) ہے' چنانچہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 3 میں لکھا ہے: ''نیلسن گلوئک جس نے تورات کے عصیون جابر (تل الخلیفہ) کی جائے وقوع (ساحل بحر قلزم کے نزدیک العقبہ سے تقریباً 3 کلومیٹر شمال مغرب میں) کی کھدائی کی ہے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قدیم عصیون جابر اور الث (Elath) = ایلات (ایلہ کا پیشرو) دونوں کا محل وقوع دراصل ایک ہی ہے۔ تورات بعض اوقات ان دونوں کے درمیان فرق کرتی ہے (استثناء' 8:2) حالانکہ دوسرے موقع پر اس کی عبارت سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں مقام ایک ہی تھے (ملوک (ثانی)' 22:14)

ایلہ کے بارے میں سید ابوالاعلی مودودی نے آیات سبت (الاعراف) کی ذیل میں لکھا ہے: ''وہ مقام جہاں اصحاب السبت آباد تھے وہ ایلہ' ایلات یا ایلوت تھا جہاں اب ''اسرائیل'' کی یہودی ریاست نے اسی نام کی ایک بندرگاہ بنائی ہے اور جس کے قریب ہی اردن کی مشہور بندرگاہ ''عقبہ'' واقع ہے۔ اس کی جائے وقوع بحر قلزم (احمر) کی اس شاخ کے انتہائی سرے پر ہے جو جزیرہ نمائے سیناء کے مشرق اور عرب کے مغربی ساحل کے درمیان ایک لمبی خلیج کی صورت میں نظر آتی ہے۔ بنی اسرائیل کے زمانہ عروج میں یہ بڑا اہم تجارتی مرکز تھا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے بحر قلزم کے جنگی و تجارتی بیڑے کا صدر مقام اسی شہر کو بنایا تھا۔ (تفہیم القرآن: 89/2)

عقبہ: یہ خلیج عقبہ پر اردن کی واحد بندرگاہ ہے۔ عقبہ' ایلات (ایلہ) سے دو تین کلومیٹر مشرق میں ہے۔ اور تفہیم القرآن جلد دوم میں ''نقشہ خروج بنی اسرائیل'' کے نیچے لکھا ہے: ''عقبہ یا ایلہ وہ مقام ہے جہاں اصحاب سبت کا واقعہ پیش آیا تھا۔'' ان

سے اور دکتور شوقی ابوخلیل کے اطلس القرآن کے نقشوں سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ عقبہ اور ایلہ ایک ہی بستی کے جدید اور قدیم نام ہیں' حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ دو مختلف شہر ہیں۔ المنجد فی الاعلام اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ دونوں میں ایلات (ایلہ) اور عقبہ دونوں کو الگ الگ عنوانات کے تحت دیا گیا ہے' تاہم اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 13 میں عقبہ کے زیر عنوان لکھا ہے: ''العقبہ کو ایلہ کا قائم مقام سمجھنا چاہیے کیونکہ ایلہ کی آبادی کے زیادہ جنوب مشرقی جانب بڑھنے سے العقبہ کی نشوونما ہوئی۔ عقبہ دراصل عقبہ ایلہ کی مختصر شکل ہے اور اس سے جبل ام نصیلہ کا درہ مراد ہے...... اور آخر کار اسی (درے) کی نسبت سے یہ شہر اس نام سے موسوم ہوا۔ عقبہ ایلہ ایک قدیم نام ہے حتیٰ کہ الادریسی (متوفی 1166ء) تک نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔'' اور المنجد فی الاعلام کے مطابق ''ایلات بحیرہ احمر اور عقبہ کے بائیں طرف ایک بندرگاہ ہے' یہاں رومی دور کے ایلہ کے کھنڈر ہیں۔'' اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عقبہ اور ایلہ دو مختلف شہر ہیں۔

مدین: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے کہ اصحاب سبت کا واقعہ مدین میں پیش آیا تھا۔ مدین کا قبیلہ بحیرہ قلزم کے مشرقی ساحل کے ساتھ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر اسی نام کی بستی کے آس پاس آباد تھا۔ یہ جگہ شام (اردن) کے متصل حجاز کا آخری حصہ تھی اور عہد نبوی میں حجاز والوں کو شام' فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں مدین کے کھنڈر راہ میں پڑتے تھے۔ مدین کا علاقہ تبوک کے بالمقابل واقع ہے۔ قرآن مجید میں مدین سے گزرنے والے اہل حجاز کے تجارتی راستے کو ''امام مبین'' (کھلی اور صاف شاہراہ) قرار دیا ہے جو قوم لوط اور اہل مدین دونوں کے علاقوں سے گزرتی تھی۔ اہل مدین کی بستیاں خلیج عقبہ کی بندرگاہ ایلہ کے جنوب میں خلیج عقبہ اور بحیرہ قلزم کے ساتھ ساتھ اور مشرق میں تبوک تک واقع تھیں۔ مدین کے علاقے میں ان دنوں الحمیدہ' مقنا' الخریبہ' تریم' البدع' المویلع اور ضبا نامی بستیاں آباد ہیں۔ مدین کا خلیج عقبہ کے اسرائیلی شہر ایلہ سے فاصلہ سوسوا سو کلومیٹر ہے۔

مقنا: ابن زید کہتے ہیں کہ اصحاب سبت کی بستی کا نام مقنا تھا اور وہ مدین اور عینونا کے درمیان واقع تھی۔ یہ بستی خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل پر مدین کے جنوب میں پچیس تیس کلومیٹر کے فاصلے پر تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مقنا کے یہودیوں سے ان شرائط پر صلح ہوئی تھی کہ وہ اپنے ایک چوتھائی اونٹ (چراگاہ میں) اور ایک چوتھائی چوپائے اور ان کے بچے جزیے میں دیں گے۔ واقدی کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک چوتھائی چوپائے اور ایک چوتھائی پھل دینے کی شرط پر مصالحت کی تھی۔ (معجم البلدان)

طبریہ: فلسطین کا یہ شہر بحیرہ طبریہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ اس کی آبادی پچیس تیس ہزار ہے۔ یروشلم کی تباہی (586ء) کے بعد طبریہ یہودیوں کا تہذیبی مرکز بن گیا۔ (المنجد فی الاعلام) اسے 13ھ میں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ 1099ء میں یورپی صلیبیوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ صلاح الدین ایوبی نے معرکۂ حطین (1087ء / 583ھ) میں فتح یاب ہو کر طبریہ کو صلیبی قبضے سے چھڑایا۔ لبنان کے پہاڑوں سے آنے والا دریائے اردن پہلے بحیرہ طبریہ میں گرتا ہے' پھر اس کے جنوب سے نکل کر دریائے یرموک کو ساتھ ملاتا ہوا بحیرہ مردار میں اختتام پزیر ہوتا ہے۔ بحیرۂ روم کی بندرگاہوں حیفا اور عکا دونوں سے طبریہ کا فاصلہ پچاس پچاس کلومیٹر ہے جبکہ بیت المقدس اور دمشق دونوں میں سے

ہر ایک طبریہ سے تقریباً 125 کلومیٹر دور ہے۔ بائبل میں اس کا نام گلیل آیا ہے۔ گرم پانی کا ایک چشمہ جو ''حمہ سلیمان بن داوٗد'' کہلاتا ہے طبریہ اور بیسان کے درمیان واقع ہے اور بحیرہ طبریہ کے اندر ایک تراشیدہ چٹان ہے جس کے بارے میں مقامی لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن مجید میں مندرجہ ذیل پانچ مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	39	مریم	19	12‘7
الأنعام	6	85	الأنبياء	21	90

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

”اے زکریا! ہم تجھے ایک بیٹے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ ہم نے اس سے قبل اس کا کوئی ہم نام پیدا نہیں کیا۔“ زکریا کہنے لگا: ”پروردگار! میرے گھر بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں شدید بڑھاپے کی حالت میں ہوں؟“ فرشتے نے کہا: ”اسی حالت میں ہوگا۔ تیرے رب نے کہا ہے کہ یہ کام میرے لیے بہت آسان ہے کہ میں نے اس سے قبل تجھے پیدا کیا حالانکہ تو کچھ بھی نہ تھا۔“ زکریا نے کہا: ”رب کریم! میرے لیے کوئی نشانی مقرر فرما دیجیے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”نشانی یہ ہے کہ تو تین دن رات باوجود تندرست ہونے کے لوگوں سے کلام نہیں کر سکے گا۔“ پھر وہ اپنے خصوصی کمرۂ عبادت سے اپنی قوم کی طرف نکلا اور انہیں اشارہ کیا کہ صبح و شام تسبیح میں مشغول رہو۔“ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ۔“ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت عطا فرمادی تھی اور اپنی طرف سے شفقت و پاکیزگی مہیا فرمائی تھی۔ وہ بہت پرہیزگار اور والدین سے حسن سلوک کرنے والا تھا۔ وہ سرکش

اور نافرمان نہیں تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا' جس دن مرے گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔"
(مریم:7/19...15)

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جناب مسیح علیہ السلام کو دریائے اردن میں بپتسمہ دیا۔ اسی بنا پر حضرت یحییٰ کو یوحنا اور مَعمَدان بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں "صخرہ" پر ذبح کیا گیا اور ان کا سر مبارک کاٹ کر دمشق لے جایا گیا۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے دور کے ایک بادشاہ نے اپنی کسی محرم لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا پروگرام بنایا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اسے منع فرمایا۔ اس کا اس نے دل میں برا منایا۔ آخر کار جب اس نے اسی لڑکی سے شادی کر لی تو لڑکی نے بادشاہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی اجازت حاصل کر لی۔ بالآخر لڑکی نے خفیہ طور پر کسی کے ہاتھوں انہیں قتل کروا دیا۔ قاتل نے ان کا سر اسے پیش کر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دمشق میں قتل کیا گیا۔ اب تک دمشق کی "مسجد اموی" میں ان کا مدفن موجود ہے۔

- قصص الأنبیاء' ابن کثیر : 404
- قصص الأنبیاء' الثعلبي : 377
- قصص الأنبیاء' الطبري : 317
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الکریم : 225
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظیم : 1328
- قصص الأنبیاء' النجار : 369

یحییٰ علیہ السلام

القدس، دریائے اردن اور دمشق
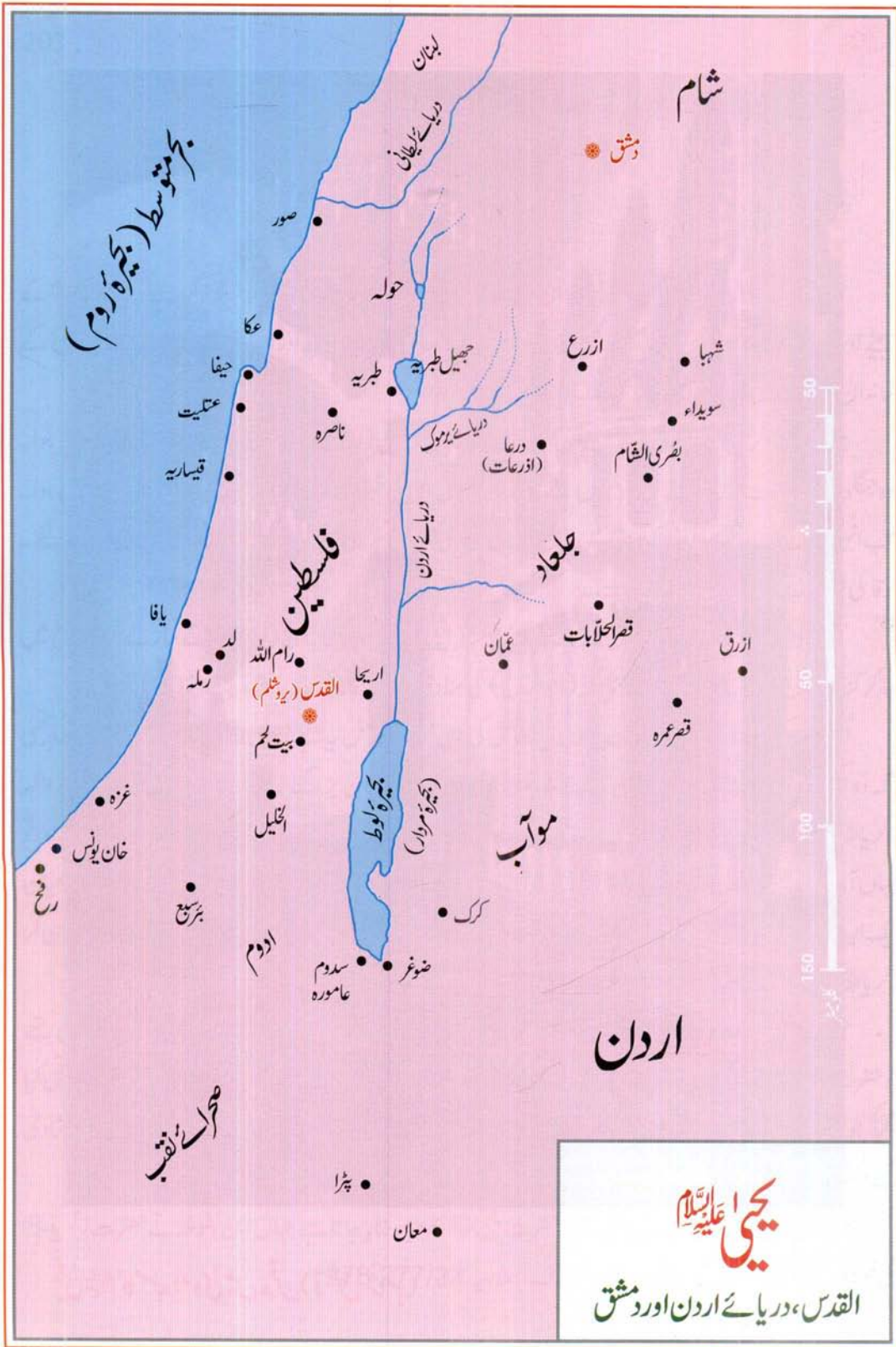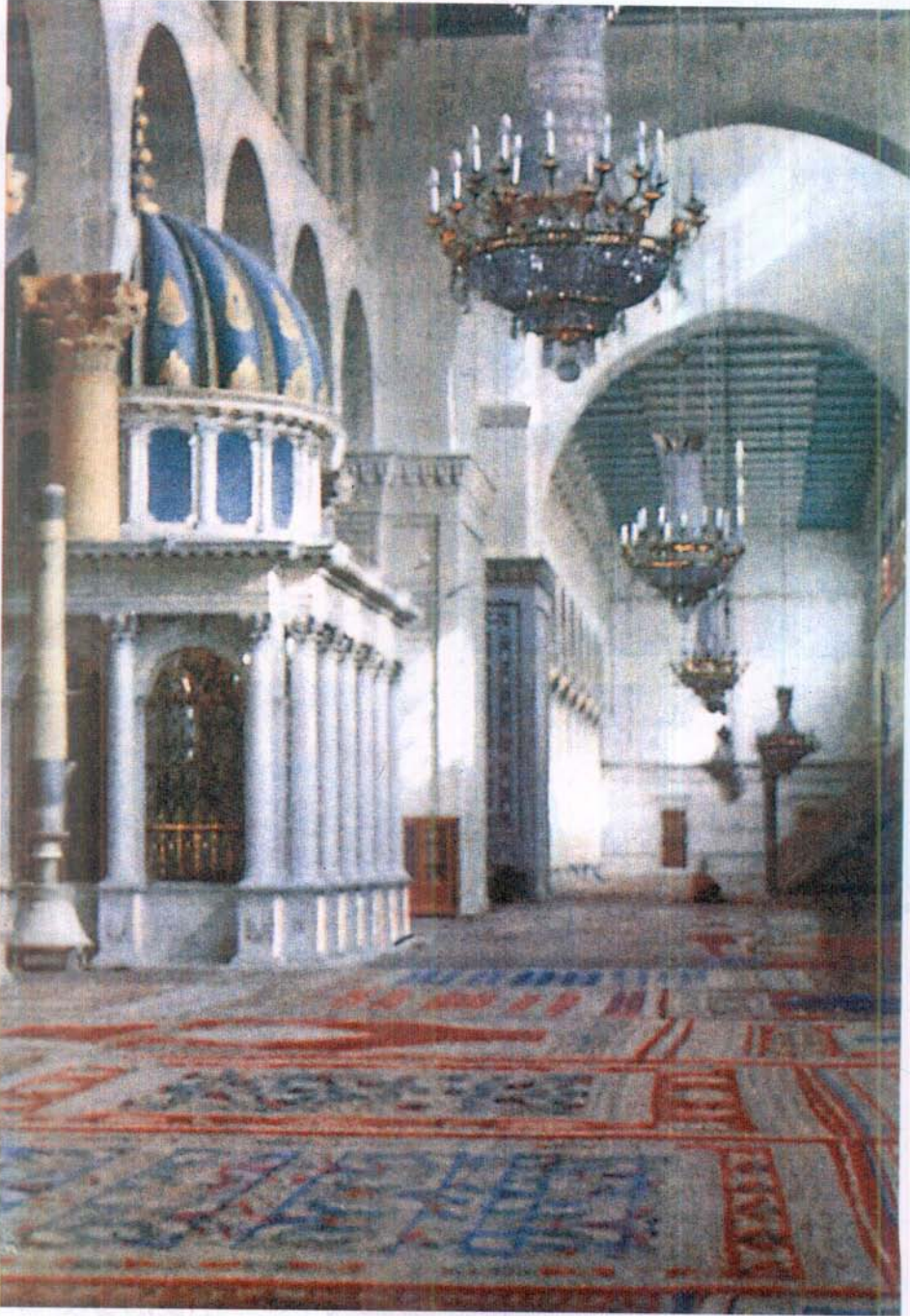
یحییٰ علیہ السلام کا مسجد اموی میں مدفن (دمشق، شام)

حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر قرآن عزیز میں ان ہی سورتوں میں آیا ہے جن میں زکریا علیہ السلام کا ذکر ہے۔ یہ زکریا علیہ السلام کے بیٹے اور ان کی پیغمبرانہ دعاؤں کا حاصل تھے۔ ان کا نام بھی اللہ تعالیٰ کا فرمودہ ہے اور ایسا نام ہے کہ اس سے قبل ان کے خاندان میں سے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا تھا۔

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ''قصص القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ (علیہ السلام) کی زندگی کا بہت بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا۔ وہ جنگلوں میں خلوت نشین رہتے اور درختوں کے پتے اور ٹڈیاں ان کی خوراک تھیں اور وہیں ان پر اللہ کا کلام نازل ہوا۔ تب انہوں نے دریائے اردن کے نواح میں دین الٰہی کی منادی شروع کر دی اور عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔ لوقا کی انجیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

''اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یوحنا (یحییٰ) پر اترا اور وہ یردن (اردن) کے سارے گرد ونواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ (اصطباغ) کی منادی کرنے لگا۔'' (باب:3 آیت:302)

ابن عساکر نے وہب بن منبہ سے چند روایات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یحییٰ علیہ السلام پر خدا کی خشیت اس درجہ تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے حتی کہ ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے والد زکریا علیہ السلام نے جب ان کو جنگل میں تلاش کر لیا تو ان سے فرمایا: ''بیٹا! ہم تیری یاد میں مضطرب تجھ کو تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ وگریہ میں مشغول ہے!'' یحییٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا: ''اے باپ! تم نے مجھ کو بتایا ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لق ودق میدان ہے جو خدا کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔'' یہ سن کر زکریا علیہ السلام بھی رونے لگے۔ (البداية والنهاية:49/2)

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصے کی خصوصیات مختلف عرب مصنفین کے ہاں مختلف ہیں۔ طبری کے بقول وہ پہلے شخص تھے جو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لائے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تک زندہ رہے اور انہیں ہیرودیاس کی درخواست پر قتل کیا گیا' جو یہودی بادشاہ ہیرود کی بھتیجی یا اس کی بھانجی تھی۔ وجہ یہ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بادشاہ کی ہیرودیاس کے ساتھ شادی سے اختلاف کیا تھا۔

آج بھی دمشق کی بڑی مسجد میں ایک قبر کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے جہاں ابن بطوطہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی قبر ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ:278'277/23)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نام نامی کے ساتھ قرآن مجید میں پچیس دفعہ، لقب مسیح کے ساتھ گیارہ دفعہ اور ابن مریم کی کنیت کے ساتھ تیئیس دفعہ مذکور ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

(۱) عیسیٰ (۲۵ دفعہ)

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	253‘136‘87
آل عمران	3	84‘59‘55‘52‘45
النّساء	4	171‘163‘157
المائدة	5	‘112 ‘110 ‘78 ‘46 116‘114
الأنعام	6	85
مريم	19	34
الأحزاب	33	7
الشُّورىٰ	42	13
الزُّخرف	43	63
الحديد	57	27
الصَّف	61	14‘6

(۲) المسيح (گیارہ دفعہ)

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
آل عمران	3	45
النّساء	4	172‘171‘157
المائدة	5	17 (دودفعہ)‘ 72 (دودفعہ)‘75
التّوبة	9	31‘30

(۳) ابن مریم (۲۳ دفعہ)

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	253‘87
آل عمران	3	45
النّساء	4	171‘157
المؤمنون	23	50
الأحزاب	33	7
الزخرف	43	57

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
المائدة	5	17 (دو دفعہ) 46' 72' 75' 78' 110' 112' 114' 116	الحدید	57	27
التوبة	9	31	الصَّف	61	6' 14
مریم	19	34			

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾

''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم جیسی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا: ''ہوجا'' تو وہ ہوگیا۔'' (آل عمران:3/59)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

''اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ بڑھ جاؤ اور اللہ کی نسبت وہی بات کہو جو حق اور سچ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف بھیجا اور وہ اللہ کی پیدا کردہ روح ہے' اس لیے اللہ پر ایمان رکھو اور اس کے تمام رسولوں کو مانو۔ اور مت کہو کہ اللہ تین ہیں۔ باز آجاؤ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تو واحد معبود ہے اور وہ اس بات سے منزہ ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کافی نگران ہے۔'' (النساء:4/171) اللہ کا ارشاد ہے:

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

''اور وہ (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزات لے

کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے جیسا ڈھانچہ بناتا ہوں' پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتا ہے۔ نیز میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور پھلبہری کے مریض کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اور تمہیں بتا دیتا ہوں کہ تم گھر میں کیا کھا کر آئے ہو اور کیا باقی رکھ آئے ہو۔ بلاشبہ ان معجزات میں تمہارے لیے نشانی ہے بشرطیکہ تمہارا ارادہ ایمان لانے کا ہو۔'' (آل عمران:49/3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

''مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔لوگ کہنے لگے:''ہم اس گود کے بچے سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟ مگر بچہ کہنے لگا: ''میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں بھی رہوں مجھے بابرکت بنایا ہے۔ اور مجھے زندگی بھر کے لیے نماز روزے کا تاکیدی حکم دیا ہے' نیز مجھے اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے متکبر اور بدنصیب نہیں بنایا۔ مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا' جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔'' (مریم:29/19...33) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

''(ہم نے یہودیوں پر لعنت کی) ان کی یہ بات کہنے کی وجہ سے:''ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔'' حالانکہ انہوں نے اسے نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا' بلکہ ان کو غلطی لگی اشتباہ ہوگیا۔ بلاشبہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے' وہ خود شک میں ہیں۔ انہیں حقیقت کا کوئی علم نہیں' صرف غلط گمان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے ہرگز اسے قتل نہیں کیا' بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھایا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت وحکمت کا مالک ہے۔ سب اہل کتاب اس کی وفات سے پہلے اس پر ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دے گا۔'' (النساء:157/4...159)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

’’اور جب (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کی بجائے معبود بنالینا؟‘‘ وہ کہے گا: ’’سبحان اللہ! میرے لیے یہ کیونکر مناسب تھا کہ میں ایسی بات کرتا جو میرا حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوتا تو تو جان چکا ہوتا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے میں تیرے دل کی بات نہیں جان سکتا۔ بلاشبہ تو ہی ہر قسم کے غیب جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان کو وہی کچھ کہا تھا جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے تمہارا بھی۔ نیز میں تو اس وقت ان کا ذمہ دار تھا جب ان میں تھا لیکن جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔ اور تو ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ اب اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے غلام ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو (کوئی تجھے پوچھنے والا نہیں کیونکہ) تو سب پر غالب اور خوب حکمت والا ہے۔‘‘ (المائدۃ:5/116...118) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

’’مسیح ابن مریم صرف رسول تھا۔ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اس کی والدہ انتہائی راستباز خاتون تھی۔ وہ دونوں کھانا بھی کھایا کرتے تھے۔ دیکھیے ہم کس طرح ان کے سامنے اپنی آیات واضح فرماتے ہیں؟ اور پھر دیکھیے کہ وہ کدھر بہکے پھرتے ہیں؟‘‘ (المائدۃ:5/75)

حضرت مسیح علیہ السلام فلسطین کے ایک شہر بیت اللحم میں پیدا ہوئے۔ معروف ’’کھجور کا درخت‘‘ بھی وہیں تھا۔ اور وہ چھوٹی سی نہر بھی، جس کا ذکر ولادت مسیح کے سلسلہ میں آتا ہے۔ اصلاً ان کا تعلق فلسطین کے شمال میں ایک بستی ناصرہ سے تھا، جو (جھیل) گلیل کے قریب ہے۔

وہ اپنی مقدس ومطہر ماں کے ساتھ ناصرہ ہی میں رہے، البتہ مذکور ہے کہ ایک دفعہ اپنی والدہ اور یوسف نجار کے ساتھ مصر کے شہر ’’عین شمس‘‘ بھی گئے تھے۔ وہاں اس مبارک خاندان کی رہائش ’’مطریہ‘‘ کے مضافات میں تھی۔ جسے کنواری مریم کا درخت (شجر مریم) کہا جاتا ہے۔ پھر یہ خاندان ناصرہ واپس آ گیا۔ اس کے بعد انجیل مسیح علیہ السلام کی حیات طیبہ کے بارے

میں بالکل خاموش ہے۔ اس وقت ان کی عمر 12 سال تھی' پھر ان کا تذکرہ اس وقت ملتا ہے جب ان کی عمر 30 سال ہوئی اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملے۔ 1975ء میں یونیسکو نے ایک انجیل شائع کی جس کا انکشاف مصر کے ایک شہر "نجع حمادی" میں 1945ء میں ہوا تھا۔ اس میں لکھا ہے:

"نجات دہندہ کہتا ہے: جس شخص کو تو نے خوش خوش ہنستے مسکراتے دیکھا تھا وہ زندہ یسوع تھا۔ لیکن جس شخص کے ہاتھوں اور پاؤں میں وہ لوگ کیل ٹھونک رہے تھے وہ کوئی اور تھا۔ درحقیقت وہ ایک مشابہ شخص کو سولی دے رہے تھے۔ اسے بھی دیکھ مجھے بھی دیکھو۔"

"وہ کوئی اور شخص تھا جس نے کڑوا مشروب اور سرکہ پیا تھا' میں نہیں تھا۔ وہ کوئی اور شخص تھا جو اپنے کندھے پر صلیب اٹھائے جا رہا تھا۔ وہ کوئی اور تھا جس کے سر پر لوگوں نے کانٹوں کا تاج رکھا تھا۔ میں تو اوپر' بہت اوپر' ان کی جہالت پر ہنس رہا تھا۔"

اور اب قرآن مجید کا بیان پڑھیے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

"(ہم نے یہودیوں پر لعنت کی کیونکہ) وہ کہتے ہیں: "ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے۔" حالانکہ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا۔ بلاشبہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے' وہ خود شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں وہ صرف اپنے گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس اٹھا لیا تھا اور اللہ تعالیٰ غالب' خوب حکمت والا ہے۔" (النساء 4/157' 158)

- العقائد الوثنية في الديانة النصرانية : 77
- قصص الأنبياء' الثعلبي : 383
- قصص الأنبياء' الطبري : 449
- قصص الأنبياء' النجار : 371
- قصص الأنبياء' ابن كثير : 416
- المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 494' 665' 666
- المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 856
- ينابيع المسيحية : 160
- مجلة المجلة العدد : 712' تشرين الأول (اكتوبر) 1993 م

فلسطینی شہر بیت لحم

عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش (الناصرہ، فلسطین)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم' سلسلۂ انبیائے بنی اسرائیل کے آخری نبی اور حضرت مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ ان کی پیدائش معجزانہ انداز میں بغیر باپ کے ہوئی۔ جب یہودیوں نے آپ کی والدہ پر الزام لگایا تو آپ نے گود میں معجزانہ انداز میں کلام کرکے اپنی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کوہ ساعیر کے دامن میں ہے۔ یہ جگہ بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگوں نے جائے پیدائش ناصرہ کو قرار دیا ہے (ترجمان القرآن) پیدائش کے بعد سے لے کر نبوت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں رہے۔ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ قرآن و حدیث میں اس مسئلے پر سکوت اختیار کیا گیا ہے۔ ابن کثیر (البدایۃ :70/2) نے وہب بن منبہ وغیرہ سے' جو اسرائیلی روایات کے ماہر تھے' یہ نقل کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام بادشاہ وقت ہیرود کے خوف سے مصر کے کسی مقام پر چلی گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کے ابتدائی 12 سال وہیں گزرے۔ (الطبری تاریخ :22/2)

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر 30 سال ہوئی تو ان پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پورے زور وشور سے دعوت و تبلیغ کا آغاز کر دیا۔ ان کی تبلیغ میں حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ احکام الٰہی پر شدت سے عمل کرنے اور کرانے کا جذبہ بھی پایا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے مواعظ میں ان مذہبی لوگوں کو خاص طور پر ہدف تنقید بنایا' جنہوں نے مذہب کے نام پر دکانداریاں قائم کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اعلان نبوت کے چند دن بعد ایک پہاڑی سے وعظ کیا' جسے خطبہ کوہ (sermon on the mount) کہا جاتا ہے۔ اس وعظ میں ان کی تمام تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے۔ پھر جیسے جیسے عوام ان سے متاثر ہوتے گئے خواص' یعنی مذہبی لوگ' کاہن اور فریسی (Pharisees) اتنے ہی ان کے مخالف ہوتے گئے' کیونکہ انہیں اپنی مذہبی سیادت ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ :364/14/2)

بہر حال دشمنوں نے رومی گورنر پونطس پیلاطس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ابھارا اور اس کے سپاہیوں کے ساتھ مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی سازش تیار کر لی اور بقول انجیل حضرت عیسیٰ کے ایک شاگرد یہوداہ اسکریوتی کو 30 دینار پر جاسوسی کے لیے تیار کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذہبی تہوار کے موقع پر بیت المقدس آئے ہوئے تھے یہاں انہوں نے فسح کا آخری کھانا کھایا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے گیارہ شاگردوں سمیت شہر کے باہر گتسمنی (Gethsemane) نامی ایک جگہ شب باشی کے لیے تشریف لے گئے' پھر اپنے شاگردوں سے الگ ہو کر منہ کے بل گر کر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی: اے میرے خدا اگر ہو سکے تو یہ پیالہ (موت) مجھ سے ٹل جائے۔ اس دعا کے جواب میں تسلی نازل ہوئی۔ (متی باب :26' آیت :36 تا 40)

مسلم علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دشمن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک شاگرد یہودا اسکریوتی [یا اسخریوطی] کی رہنمائی میں مذکورہ جگہ کے پاس پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا تو عین اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور خود گرفتار کروانے والے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و شباہت طاری کر دی۔ چنانچہ حکومت کے اہلکاروں اور یہودیوں حتی کہ خود حواریوں نے بھی اسی کو حضرت عیسیٰ سمجھ لیا اور اسی کو لے جا کر پھانسی پر چڑھا دیا جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ مائدہ (آیات 157-158) میں مذکور ہے۔

بیت اللحم (Bethlehem): یہ بیت المقدس کے جنوب میں 8 کلومیٹر کے فاصلے پر غرب اردن کے اندر واقع ہے۔ جو 1967ء سے اسرائیلی تسلط میں ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے قریب ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے۔ یہاں کلیسائے ولادت ہے جسے قسطنطین اعظم نے 326ء میں تعمیر کرایا تھا۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے تو بیت اللحم کا ایک راہب حاضر ہوا اس نے کہا کہ میرے پاس آپ کی طرف سے بیت اللحم کے لیے امان نامہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لاعلمی ظاہر کی تو اس نے وہ امان نامہ پیش کر دیا (جو اس نے دو جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ سے لکھوایا تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہچان کر کہا کہ یہ درست ہے مگر ضروری ہے کہ ہم عیسائیوں کے ہر مقام پر مسجد بنائیں۔ راہب نے کہا: ''بیت اللحم میں ایک محراب ہے جس کا رخ آپ کے قبلے کی طرف ہے' اسے آپ مسلمانوں کے لیے مسجد بنا لیں اور گرجا منہدم نہ کریں۔ آپ نے گرجے کو چھوڑ دیا اور محراب کے پاس جا کر نماز پڑھی اور اسے مسجد بنا لیا۔ اسے محراب عمر بن الخطاب کہا جاتا ہے اور فرنگیوں (صلیبیوں) نے جب شہر پر قبضہ کیا تو اس میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہاں داود اور سلیمان علیہما السلام کی قبریں ہیں۔'' (معجم البلدان)

ناصرہ (Nazareth): یہ فلسطین کے علاقہ گلیل میں واقع ہے اور اسرائیلی ناجائز اور غاصب مملکت میں شامل ہے۔ اس کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ حضرت مریم کا تعلق ناصرہ ہی سے تھا۔ ناصرہ کی نسبت ہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ بیت المقدس سے ناصرہ کا فاصلہ تقریباً 100 کلومیٹر شمال کی طرف ہے۔

حضرت لقمان حکیم

حضرت لقمان حکیم کا نام قرآن مجید کی ایک سورت، جو انہیں کے نام سے موسوم ہے یعنی ''سورۂ لقمان'' میں دو دفعہ آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
لقمان	31	13'12

چند متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؔؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۳﴾

''بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر۔ جو شخص شکر ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرے گا اور جو ناشکری کرے گا، اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بے پروا اور قابل تعریف ہے۔ جب لقمان نے اپنے بیٹے سے نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ بلاشبہ شرک ظلم عظیم ہے۔''
(لقمان:31/12'13)

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (حسن سلوک کا) تاکیدی حکم دیا ہے۔ اس کی والدہ نے اسے

بہت کمزوری کی حالت میں اپنے پیٹ میں اٹھایا اور پھر اسے دو سال تک دودھ پلایا۔ میرا (اللہ کا) شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ آخر لوٹنا تو میری ہی طرف ہے' البتہ اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو ہرگز ان کی بات نہ مان البتہ دنیوی تعلقات میں ان سے حسن سلوک کر اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف آرہا ہے۔ آخر کار تم سب میری طرف لوٹو گے اور میں تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دوں گا۔ ''اے بیٹا! اگر (تیرا عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو' خواہ وہ کسی چٹان میں چھپا ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں' اللہ تعالیٰ اسے سامنے لے آئے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ باریک بین خبردار ہے۔ اے بیٹا! نماز پڑھا کر' نیکی کا حکم دے' برائی سے روک اور کوئی تکلیف پہنچے تو صبر کر یقیناً یہ (بہت ضروری اور) ہمت کے کام ہیں۔ اور (از راہ تکبر) لوگوں کے سامنے اپنے رخسار ٹیڑھے نہ کیا کر اور زمین میں اکڑ کر نہ چل۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی اکڑ کر فخریہ چال چلنے والے (خود پسند اور شیخی خورے) کو پسند نہیں فرماتا اور اعتدال کے ساتھ چل اور اپنی آواز پست رکھ کیونکہ گدھے کی آواز انتہائی نازیبا (اور بری) آواز ہوتی ہے۔'' (لقمان:31/14...19)

حضرت لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ حضرت داود علیہ السلام کے دور نبوت تک زندہ رہے۔ جب حضرت داود علیہ السلام نبی بنے تو انہوں نے فتوی دینا بند کر دیا۔ ان سے وجہ پوچھی گئی تو فرمانے لگے ''اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔'' آپ کا تعلق نوبیہ (سوڈان) سے تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے نہ بادشاہ' بلکہ آزاد کردہ حبشی غلام تھے۔

خالد ربعی فرماتے ہیں کہ ان کے آقا نے ایک دفعہ انہیں کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کی دو بہترین بوٹیاں لاؤ۔ وہ زبان اور دل نکال کر لے گئے۔ پھر چند دن بعد آقا نے یہی حکم دیا اور کہا دو بدترین بوٹیاں لے کر آؤ تو وہ پھر بھی زبان اور دل ہی نکال کر لے گئے۔ آقا نے وضاحت طلب کی تو فرمانے لگے: ''یہ دونوں اعضاء اگر پاکیزہ ہوں تو سب سے بہترین ہوتے ہیں اور اگر پلید ہوں تو بدترین ہوتے ہیں۔''

ان کے اقوال حکمت میں سے ایک یہ ہے:

''خاموشی دانائی کی علامت ہے مگر اس پر عمل کرنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔''[1]

❀ موسوعة القرن العشرين : 370/8

[1] تفسير الطبري : 209/10

بحر متوسط (بحیرۂ روم)
سلوم
مرسہ مطروح
اسکندریہ
ڈیلٹا
قاہرہ
القدس
عمان
اردن
جھیل طبریہ
قلزم
(سویز)
سدر
ایلہ
عقبہ
سعودی عرب
سیناء
مصر
نخلستان جغبوب
نشیب قطّارہ
نخلستان سیوہ
نخلستان فرافرہ
نخلستان داخلہ
نخلستان خارجہ
مغربی مصر
غردقہ
سفاجہ
قصیر
اسیوط
قنا
وجہ
اسوان
وادی حلفا
صحرائے نُوبیہ
افریقہ
ابوحمد
بورسودان
(پورٹ سوڈان)
دنقلہ
مروی
عطبرہ
سودان
خرطوم
وادمدنی
سطح مرتفع حبشہ
800
600
400
200
نُوبیہ
لقمان حکیم کا وطن

لقمان حکیم

لقمان یا حکیم لقمان' اہل عرب کے ہاں ایک مشہور شخصیت ہے لیکن اس کے باوجود ان کے حالات اور خاندان ونسب سے متعلق مختلف اقوال پائے جاتے ہیں اور اس اتفاق کے سوا کہ وہ ایک بہت بڑے دانا (حکیم) تھے اور ان کے حکیمانہ اقوال صحیفۂ لقمان کے نام سے ان کے درمیان معروف ومشہور تھے ان سے متعلق باقی امور میں متضاد آراء پائی جاتی ہیں' اور یہ اس لیے کہ تاریخ قدیم میں لقمان نام کی ایک اور شخصیت کا پتا چلتا ہے جو عاد ثانیہ (قوم ہود علیہ السلام) میں ایک نیک بادشاہ گزرا ہے اور خالص عرب نژاد ہے۔ مشہور مورخ محمد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ لقمان حکیم عرب کے مشہور قبیلہ عاد سے یعنی عرب بائدہ کی نسل سے تھے اور غلام نہ تھے بلکہ بادشاہ تھے۔ (کتاب التیجان' ص:70۔ بحوالہ قصص القرآن)

اس کے برعکس ابن جریر' ابن کثیر' سہیلی جیسے مورخین کی رائے یہ ہے کہ مشہور لقمان حکیم افریقی النسل تھے اور عرب میں ایک غلام کی حیثیت سے آئے تھے' چنانچہ یہ حضرات ان کا نسب نامہ اور حلیہ اس طرح بیان کرتے ہیں: لقمان بن عنقا (باثار) بن سندون۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ سوڈان کے نوبی قبیلہ سے تھے اور پستہ قد' بھاری بدن اور سیاہ رنگ کے تھے۔ ان کے ہونٹ موٹے اور ہاتھ پیر بھدے تھے مگر نہایت نیک' عابد وزاہد' صاحب حکمت اور دانا تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ (ابن کثیر:2193/3۔ ابن جریر:11/81۔82)

نوبیہ: یہ صحرائی علاقہ شمالی سوڈان میں دریائے نیل کے مشرق میں خرطوم (سوڈان کا دارالحکومت) اور اسوان (مصر) کے درمیان واقع ہے۔ اس کے مغرب میں صحرائے لیبیا (صحرائے اعظم کا حصہ) اور مشرق میں بحیرہ احمر کے ساحلی پہاڑ ہیں۔ صحرائے نوبیہ کا رقبہ 3 لاکھ 10 ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ دریائے نیل اور دریائے اتبارا (عطبرہ) اس کے میدانی حصوں کو سیراب کرتے ہیں جہاں سے کپاس اور کھجور کی وافر پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ زیریں نوبیہ مصر میں اسوان اور وادیٔ حلفہ کے مابین پھیلا ہوا ہے جبکہ بالائی نوبیہ' سوڈان میں ہے۔ فرعونی ادوار میں نوبیہ نے ترقی کی۔ مختلف زمانوں میں نپتہ (نزد جبل برقل)' مروی اور دنقلہ اس کے دارالحکومت رہے۔ مصر کی وسطی بادشاہت کے زمانے میں 2000 ق م کے فوراً بعد اس پر مصریوں نے قبضہ کرلیا اور تقریباً پندرہویں صدی ق م سے یہاں وائسرائے حکمران رہے۔ بتدریج یہاں مصری تہذیب غالب آگئی اور سونے کی تجارت پھولی پھلی۔ آٹھویں صدی ق م میں نوبیہ میں آزاد بادشاہت قائم ہوئی اور کچھ عرصے کے لیے مصر پر بھی نوبیہ کا اقتدار قائم ہوگیا۔ سعد العالی اسوان کی جھیل ناصر میں نوبیہ کا خاصہ علاقہ زیر آب آیا ہے۔

اِرَمُ ذَاتِ العِمَاد

بعض لوگ نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اسکندریہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد دمشق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''عدن'' کے قریب ایک شہر ہے یا حضر موت اور صنعاء کے درمیان میں ایک شہر ہے اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔ معجم البلدان میں لکھا ہے:

''بعض محققین نے کہا ہے: یہ علاقہ کسی زمانے میں تھا۔ اب مٹ چکا ہے۔ اب اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔'' بعض نے کہا ہے: ''اس سے اسکندریہ مراد ہے۔ اکثر لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے مراد دمشق ہے۔''

بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ وہ ''ارم ذات العماد'' جس کے متعلق قرآن مجید میں ہے: ﴿الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ ''جس جیسا کوئی شہر نہیں بنا۔'' یمن میں حضر موت اور صنعاء کے درمیان تھا جسے شداد بن عاد نے بنایا تھا۔''

قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں ہے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤

''کیا تجھے علم نہیں کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ بڑے بڑے ستونوں والے ارم کے ساتھ؟ جن جیسے لوگ کسی علاقہ میں پیدا نہیں کیے گئے۔ اور ثمود کی قوم کے ساتھ؟ جنہوں نے وادی میں چٹانوں کو کاٹ کاٹ کر گھر بنائے۔ اور میخوں کے ساتھ عذاب دینے والے فرعون کے ساتھ؟ جنہوں نے اپنے اپنے علاقوں میں سرکشی کی اور بہت فساد برپا کیا۔ تو تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ بلاشبہ تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔''

(الفجر: 14...6/89)

اِرَمْ ذَاتِ الْعِمَاد کا مسکن
(۱) یمن کے مشرق میں
(۲) بعض ان کا مسکن دمشق اور بعض اسکندریہ بتاتے ہیں
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
100
بحیرۂ روم
اسکندریہ
دمشق
شام
القدس
عمّان
قاہرہ
صحرائے شام
اردن
آیلہ
سیناء
صحرائے نفود
مدین
مصر
اسوان
دریائے نیل
نوبیہ
سوڈان
بور سودان
(پورٹ سوڈان)
عطبرہ
مدینہ منورہ
نجد
حجاز
جدہ
مکّہ مکرّمہ
سعودی عرب
عسیر
بغداد
بابل
اہواز
بصرہ
اصفہان
یزد
کرمان
فارس (ایران)
شیراز
بوشہر
خلیج فارس (خلیج العربی)
دارین
الاحساء
دبا
خلیج عمان
صحار
مسقط
عُمان
مصیرہ
ربع الخالی
ظفار
خوریا موریا
تریم
حضرموت
صنعاء
مصوع
حدیدہ
یمن
مکلا
بحیرۂ عرب
اریٹیریا
مخا
عدن
عصب
حبشہ

ارم ذات العماد

یہ ''ارم عاد'' کے نام سے بھی معروف ہیں۔''ارم'' عاد کی ماں کا نام بھی ہوسکتا ہے یا یہ قبیلے کا نام ہے۔ارم اگر ماں ہے تو عاد ان کا باپ ہے۔بعض نے کہا ہے کہ ''ارم'' ایک شہر کا نام ہے' پھر جو اس کو شہر کہتے ہیں' ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ زمین کے کسی علاقے میں تھا جس کے نشانات مٹ چکے ہیں۔بعض کہتے ہیں یہ اسکندریہ کا شہر ہے اور اکثر کی رائے میں یہ دمشق ہے۔﴿اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ الَّتِیۡ لَمۡ یُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِی الۡبِلَادِ﴾ یعنی قرآن میں جس ارم ذات العماد کا ذکر ہے وہ یمن میں حضر موت اور صنعاء کے درمیان ابین کے صحرا میں ہے جہاں ارم بن سام بن نوح آباد ہوئے۔مشہور ہے کہ شداد بن عاد نے اس شہر کو بہت خوبصورت بنایا تھا' جسے شداد کی جنت کا نام دیا گیا ہے۔بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ ''دمشق'' ہے' ان کے قول کے مطابق' وہاں چار لاکھ پتھر کے ستون ہیں جہاں جیرون بن سعد بن عاد نے قیام کیا تھا اور اسی کی طرف منسوب ہوگیا۔

مزید تشریح کے لیے دیکھیے باب ''حضرت ہود علیہ السلام''

اَصۡحَابُ الرَّسِّ

اصحاب الرس کا ذکر قرآن مجید میں ان دو مقامات پر آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَا۟ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَيۡنَ ذٰلِكَ كَثِيۡرًا ﴿۳۸﴾

''عاد، ثمود، کنویں والوں اور اس دور کی بہت سی قوموں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا۔'' (الفرقان:38/25)

كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّاَصۡحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوۡدُ ۙ ﴿۱۲﴾

''ان سے پہلے نوح کی قوم، کنویں والے اور ثمودی بھی اپنے انبیاء کو جھٹلا چکے تھے۔'' (قٓ:12/50)

عربی زبان میں ''رس'' اس کنویں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر پتھروں سے بنائی گئی ہو۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ ایک خاص کنواں تھا جس پر قوم ثمود کا ایک قبیلہ رہتا تھا۔ وہی لوگ ''اصحاب الرس'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس نام کے ساتھ مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کو کنویں میں پھینک دیا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ''اَصۡحَابُ الرَّسِّ'' اور ''اَصۡحَابُ الۡاُخۡدُود'' (کھائی والے) ایک ہی ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمامہ کے علاقے میں ایک بستی تھی جسے ''فلج'' کہا جاتا تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ قوم ثمود کے ایک قبیلے کا رہائشی علاقہ تھا۔ ان کے علاوہ بھی مختلف اقوال لکھے گئے ہیں۔

❀ القاموس الإسلامي : 120/1

❀ موسوعة القرن العشرين : 215/4

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 312

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 500

اصحاب الرّس کا علاقہ
(۱) فلج، یمامہ کا علاقہ
(۲) قوم ثمود کے ایک قبیلے کا علاقہ
(۳) آذربائیجان یا ارّان (داغستان) کی ایک وادی
(۴) حضرموت کی ایک بستی
قازاقستان
تاشقند
بحیرۂ ارال
ماوراء النہر
بخارا
سمرقند
خوارزم
ازبکستان
ترکمانستان
دریائے اتراک
مرو
جرجان
خراسان
رے
نیشاپور
اصفہان
یزد
فارس
سجستان
(سیستان)
کرمان
شیراز
مکران
خلیج عمان
مسقط
عمان
ربع الخالی
صلالہ
مکلا
سقوطرہ
بحر ہند
خلیج عدن
قرن افریقہ
(صومالیہ)
بربرہ
عدن
یمن
حضرموت
صنعاء
عسیر
مصوع
عصب
حبشہ
سودان
صحرائے نوبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حجاز
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
یمامہ
مصر
سیناء
ایلہ
صحرائے نفود
اُبلہ
صحرائے شام
دمشق
حلب
قبرص
موصل
تبریز
جھیل وان
جھیل اورمیہ
آذربائیجان
باکو
آرمینیا
ایشیائے کوچک
تفلس
جارجیا
ارّان
دربند
بحیرۂ اسود
کوبان
ازوف
یوکرین
کریمیا
ڈون
روس
دریائے وولگا
دریائے یورال
بحیرۂ عرب
دریائے فرات
دریائے دجلہ
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

اصحاب الرسّ

الرس کے کئی معانی ہیں: کنواں' معدن یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا۔قرآن میں الرس کنویں کے معنی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الرس ایک قوم تھی جس نے اپنے نبی کو جھٹلایا اور اسے کنویں میں گھسیڑ دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرس قوم ثمود کے ایک گروہ کی بستی تھی۔ بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيرًا﴾ میں الرس آذربائیجان کی وادی ہے۔ آذربائیجان کی حد الرس کے پیچھے سے شروع ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الرس کے علاقے ''الران'' میں ایک ہزار شہر آباد تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف موسیٰ نامی ایک نبی مبعوث کیا جو موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے علاوہ کوئی نبی تھا' جس نے انہیں اللہ کی توحید کی دعوت دی مگر انہوں نے تکذیب کی اور ان کی دعوت کا انکار کیا۔ نبی نے ان کے لیے بددعا کی جس سے وہ ہلاک ہوگئے۔ (معجم البلدان:3/43-44)

آذربائیجان: یہ علاقہ بحیرۂ کیسپین (قزوین)' قفقاز (کوہ قاف) آرمینیا' ترکی اور ایران کے مابین گھرا ہوا ہے۔ شمالی آذربائیجان ایک آزاد ملک ہے جس نے 1991ء میں روسی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ اس کا رقبہ 87 ہزار مربع کلومیٹر اور آبادی قریباً 75 لاکھ ہے۔ اس کا دارالحکومت باکو ہے جو تیل کی برآمد کا بہت بڑا مرکز ہے۔ یہاں ترک نسل کے مسلمان بستے ہیں۔ یہ علاقہ عہد فاروقی میں فتح ہوا تھا۔ آذربائیجان کے شمال میں مسلم اکثریت کا روسی علاقہ داغستان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہیں کوہ قاف کے پہاڑوں میں دربند کے پاس یاجوج ماجوج کی دیوار ہے۔ آذربائیجان کے مغرب میں کوہ قاف کی مسیحی مملکتیں جارجیا اور آرمینیا واقع ہیں۔ آرمینیا نے ایک دہائی پہلے جنگ کر کے آذربائیجان کے علاقہ نگورنو قرہ باغ پر قبضہ کرلیا تھا جہاں مسیحی اکثریت میں ہیں۔ الران یہیں واقع ہے۔ شمالی آذربائیجان انیسویں صدی عیسوی میں روسیوں نے ایران سے چھین لیا تھا۔ **نخچیوان** کا علاقہ بھی آذربائیجان میں شامل ہے جو آرمینیا اور ایران کے درمیان واقع ہے۔

آذربائیجان (ایران): یہ قفقاز' ترکی' عراق اور بحیرۂ قزوین سے گھرا ہوا ایرانی علاقہ ہے اور دو صوبوں میں بٹا ہوا ہے۔ مشرقی آذربائیجان کا دارالحکومت تبریز اور مغربی آذربائیجان کا صدر مقام اورمیہ ہے۔ ایرانی آذربائیجان کا کل رقبہ ایک لاکھ 9 ہزار مربع کلومیٹر اور آبادی تقریباً 40 لاکھ ہے۔

قومِ تُبَّع

قوم تبّع کا ذکر قرآن مجید میں دو دفعہ آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

''کیا یہ کافر بہتر ہیں یا تُبَّع کی قوم اور ان سے پہلے کافر جنہیں ہم نے ہلاک کیا کیونکہ وہ مجرم تھے۔'' (الدخان: 37/44)

وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ؕ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

''اَیکہ والے اور تبع کی قوم، غرض ہر قوم نے رسولوں کی تکذیب کی لہٰذا ان پر میرا وعدۂ عذاب صادق آ گیا۔'' (ق: 14/50)

''تُبَّع'' یمن کی حمیری حکومت کے بادشاہوں میں سے ہر بادشاہ کو (تبع) کہا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کو مجموعی طور پر ''تَبَابِعَه'' کہا جاتا ہے۔ ''تُبَّع اکبر'' جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، اس سے مراد حسان بن اسعد بن ابی کرب ہے۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دسویں صدی قبل مسیح میں حکمران رہا ہے۔ اس کی فتوحات کا دائرہ شمال میں شام اور مشرق میں ترکستان تک پھیلا ہوا تھا حتیٰ کہ وہ سمرقند میں بھی داخل ہوا۔ تبع نے دارالحکومت کے طور پر دو شہر مآرب اور ظفار آباد کیے۔ یاد رہے کہ یہی وہی مآرب ہے جس میں سبا کا مشہور ڈیم (سَد) قائم تھا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ اس نے سب سے پہلے کعبے کو غلاف پہنایا تھا۔

❀ القاموس الإسلامي : 437/1
❀ موسوعة القرن العشرين : 523/2
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 152
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 221

یوکرین
دریائے وولگا
بحیرہ ازوف
کوبان
روس
ایتل
بحیرہ اسود
جارجیا
تفلس
دربند
اران
آرمینیا
باکو
آذربائیجان
بحیرہ قزوین (خزر)
بحیرہ ارال
دریائے سیحون (سیر)
ازبکستان
تاشقند
بخارا
سمرقند
خوارزم
صحرائے قرہ قم
دریائے جیحون
ترکمانستان
مرو
ایشیائے کوچک (ترکی)
جھیل وان
تبریز
جھیل اورمیہ
جرجان
خراسان
رے
نیشاپور
حلب
موصل
قبرص
شام
عراق
دریائے دجلہ
دریائے فرات
دمشق
بحیرہ روم
اصفہان
سجستان
اردن
یزد
فارس
ابلہ
صحرائے نفود
کرمان
شیراز
سیناء
ایلہ
خلیج عربی (خلیج فارس)
مکران
خلیج عمان
مدینہ منورہ (یثرب)
مسقط
مصر
نجد
یمامہ
عمان
حجاز
مکہ مکرمہ
عرب
جدہ
مصیرہ
ربع الخالی
عسیر
ظفار
صحرائے نوبیہ
بحیرہ قلزم (احمر)
صلالہ
مارب
حضرموت
بحیرہ عرب
سودان
مصوع
صنعاء
یمن
ذمار
مکلا
سقوطرہ
عدن
خلیج عدن
عصب
بربرہ
قرن افریقہ (صومالیہ)
بحر ہند
جبشہ
200
400
600
800
1000
تبع
أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ
"کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبّع کی قوم کے لوگ۔"
(الدخان:37/44)
یمن، مکہ مکرمہ، سمرقند

تبع

عرب مورخین ''سبا'' اور ''حمیر'' میں کوئی فرق نہیں کرتے' اس لیے سلسلۂ حمیری سے الگ انہوں نے کسی بادشاہ کا ذکر نہیں کیا' البتہ ''حمیر'' کے انہوں نے دوٹکڑے کیے ہیں: ملوک حمیر اور تبابعہ۔ حمیری ملوک وہ ہیں جو صرف یمن میں حکمران تھے۔ تبابعہ وہ ہیں جن کے ماتحت یمن اور حضر موت دونوں تھے۔ ان کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے ''تبع'' حارث الرائش تھے...... حمیر بن سبا اور حارث الرائش کے درمیان کم از کم ایک ہزار برس کا فاصلہ تھا۔

حمیر بن سبا انتہائے عمر کو پہنچ کر مر گیا' تو اس کی نسل اس کے بعد وراثتاً حکومت کرتی رہی یہاں تک کہ صدیاں گزر گئیں اور حکومت حارث الرائش کے ہاتھ میں آئی۔ حارث سے پہلے حکومت یمن سبا اور حضر موت دوٹکڑوں میں منقسم تھی' تمام اہل یمن ایک بادشاہ پر متفق نہ تھے' لیکن حارث الرائش جب بادشاہ ہوا تو سب اس پر متفق ہو گئے اور اس کے تابع بنے' اس لیے اس کا نام ''تبع'' پڑا (اور یہی سب سے پہلا ''تبع'' ہے)۔ ممکن ہے کہ تبع عربی میں متبوع کے معنی میں ہو' یعنی جس کی لوگ پیروی اور اطاعت کریں۔ حبشی زبان میں تبع کے معنی قادر' جبار اور صاحب قوت کے ہیں۔ یہ حمیر جو سبا کی اولاد در اولاد میں تھا' جو تقریباً 115 ق م میں دولت حمیریہ کا بانی ہوا۔ قرآن مجید نے قوم تبع کا دوبار ذکر کیا ہے۔ پہلی آیت میں جبار قوموں میں اس کا نام بھی ہے۔ دوسری آیت میں قریش مکہ کی طرف روئے خطاب ہے کہ ان کو اپنی قوت پر ناز ہے' تبع اور ان سے پہلے کی قومیں کیا ان سے زیادہ توانا اور زور آور نہ تھیں' ان کا انجام کیا ہوا؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۙ وَعَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۙ وَّ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ﴾ (ق:50/12۔14)

''اس سے پہلے نوح کی قوم' اہل رس' ثمود' عاد' فرعون' برادران لوط' اہل ایکہ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ ﴾ (الدخان: 37/44) ''یہ قریش بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے گزریں ہم نے انہیں برباد کیا کہ وہ مجرم تھے۔'' (تاریخ ارض القرآن)

سبا اور حمیر: دیکھیے باب ''سلیمان علیہ السلام''

یاجوج وماجوج

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیۡنَ السَّدَّیۡنِ وَجَدَ مِنۡ دُوۡنِہِمَا قَوۡمًا ۙ لَّا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ قَوۡلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوۡا یٰذَا الۡقَرۡنَیۡنِ اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَمَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَہَلۡ نَجۡعَلُ لَکَ خَرۡجًا عَلٰۤی اَنۡ تَجۡعَلَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَہُمۡ سَدًّا ﴿۹۴﴾

''حتیٰ کہ جب ذوالقرنین دوسلسلہ ہائے کوہ کے درمیان پہنچا تو وہاں ایسی قوم پائی جو (اپنی زبان کے علاوہ) کوئی اور زبان نہیں سمجھتی تھی۔ انہوں نے درخواست کی: ''اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج ہمارے علاقے میں فساد کرتے ہیں۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو ہمارے اور ان کے درمیان مضبوط دیوار بنادیں۔ ہم آپ کو کچھ نہ کچھ اخراجات ادا کردیں گے۔'' (الکہف:93/18، 94)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ﴿۹۶﴾

''حتیٰ کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا تو وہ ہر ٹیلے سے تیز بھاگتے آئیں گے۔'' (الانبیاء:96/21)

یاجوج اور ماجوج دو ترک قبیلے تھے۔ قرآن مجید میں ایسے کوئی الفاظ نہیں جن سے ان کی شکل وصورت قد کاٹھ کے بارے میں کوئی خصوصی رہنمائی ملتی ہو۔ صرف اتنا بیان ہے کہ وہ بہت مفسد اور شرارتی لوگ تھے۔ اگر ان میں کوئی چیز عام انسانوں سے مختلف ہوتی تو قرآن مجید اسے ضرور بیان فرماتا۔

یہ بڑے جنگجو اور قوی لوگ تھے۔ اپنے پڑوسیوں پر لوٹ مار کے لیے حملے کرتے رہتے تھے۔ قرآنی الفاظ: ﴿اِنَّ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ مُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں پر حملہ کرتے، ان کے گھر بار تباہ کرتے، ان کی قیمتی چیزیں لوٹ لیتے۔ کسی کو قتل کرتے اور کسی کو قید کر لیتے۔ اس سے زائد ان کے بارے میں بعید از عقل مشہور باتوں کو ذکر یا تسلیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خصوصاً کتاب اللہ اور صحیح احادیث نبویہ میں ان باتوں کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ملتا۔

❀ دائرة معارف القرن العشرين : 68/1
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 770
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1326
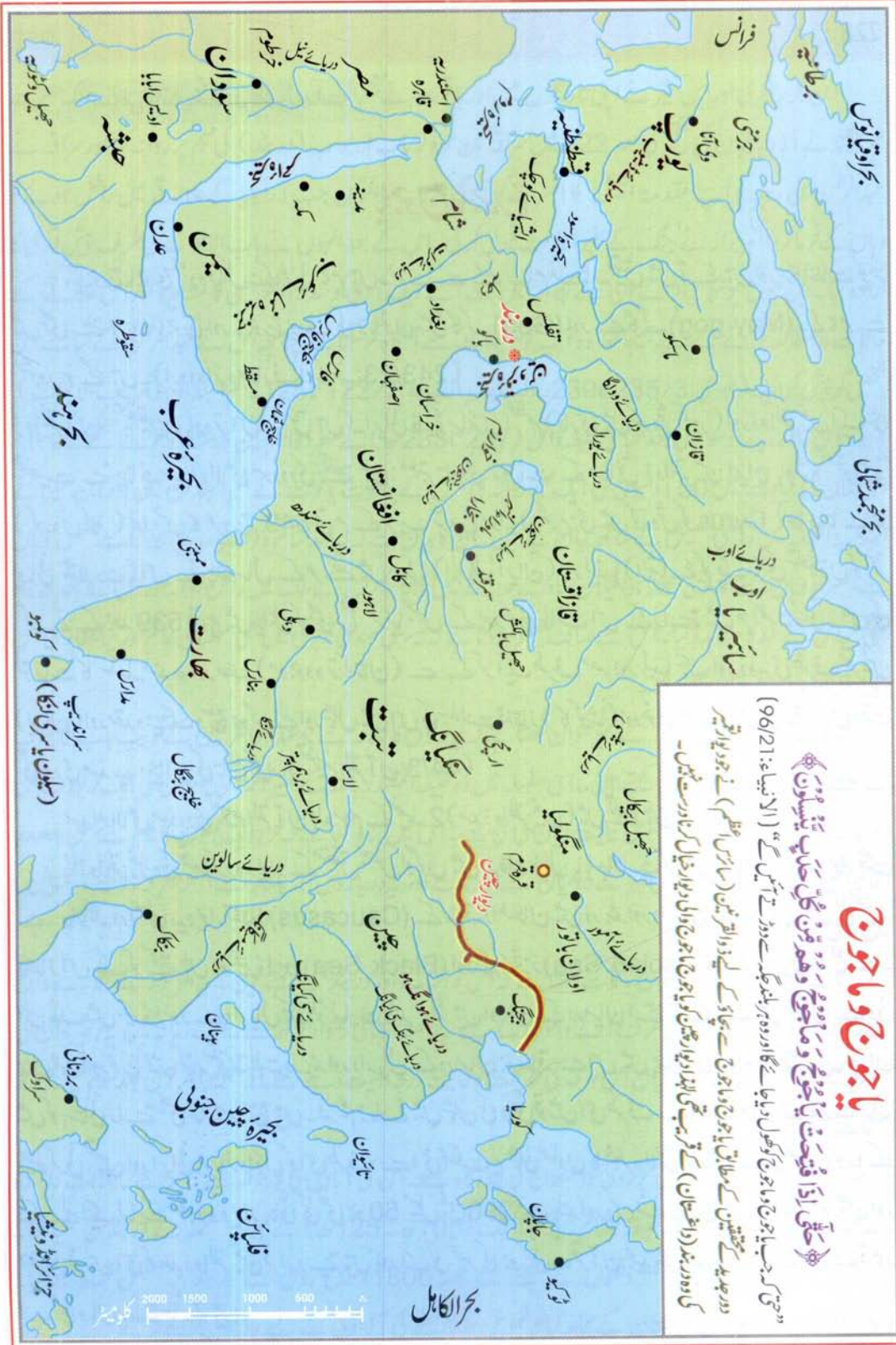
یاجوج وماجوج
﴿حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ ہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ﴾
”حتی کہ جب یاجوج وماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلند جگہ سے دوڑتے آئیں گے“ (الانبیاء:96/21)
دور جدید کے محققین کے مطابق یاجوج وماجوج سے بچاؤ کے لیے ذوالقرنین (سائرس اعظم) نے جو دیوار تعمیر کی وہ دربند (داغستان) کے قریب تھی لہٰذا دیوار چین کو یاجوج ماجوج والی دیوار خیال کرنا درست نہیں۔
بحراوقیانوس
بحرمنجمد شمالی
برطانیہ
فرانس
جرمنی
وی آنا
یورپ
دریائے ڈینیوب
ماسکو
قازان
سائبیریا
دریائے اوب
دریائے وولگا
دریائے یورال
قسطنطنیہ
بحیرۂ اسود
اناطولیہ
ایشیائے کوچک
تفلس
دربند
باکو
بحیرۂ روم
اسکندریہ
قاہرہ
شام
بغداد
خراسان
اصفہان
خوارزم
قازاقستان
جھیل بالکش
سمرقند
بخارا
کابل
افغانستان
مصر
دریائے نیل
خرطوم
سودان
مدینہ
مکہ
بحیرۂ احمر
جزیرہ نمائے عرب
فارس
خلیج فارس
خلیج عمان
مسقط
یمن
عدن
ادیس ابابا
حبشہ
سقوطرہ
بحیرۂ عرب
بحرہند
جھیل وکٹوریہ
لاہور
دریائے سندھ
دہلی
بنارس
ممبئی
بھارت
مدارس
سراندیپ
(سیلون یاسری لنکا)
کولمبو
جھیل بیکال
منگولیا
اولان باتور
قرہ قرم
دیوار چین
اُرمچی
سنکیانگ
تبت
لاسا
دریائے برہم پتر
دریائے گنگا
خلیج بنگال
بنکاک
بیجنگ
کوریا
جاپان
ٹوکیو
بحرالکاہل
دریائے ہوانگ ہو
دریائے یانگ سی کیانگ
چین
تائیوان
دریائے سی کیانگ
ہینان
بحیرۂ چین جنوبی
فلپائن
برونائی
سراوک
جزائرانڈونیشیا
کلومیٹر
500
1000
1500
2000

یاجوج ماجوج

''یاجوج ماجوج'' دو قبائل کے عربی نام ہیں۔ سب سے پہلے یہ نام عہد نامہ عتیق میں آئے ہیں اور مکاشفات یوحنا میں بھی ملتے ہیں۔ یاجوج اور ماجوج یورپ کی زبانوں میں گاگ (Gog) اور مے گاگ (May gog) کے نام سے مشہور ہوگئے ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 243/23)

ذوالقرنین: محققین زیادہ تر اس پر متفق ہیں کہ ایرانی فاتح سائرس اعظم (فارسی میں کوروش کبیر) اور ذوالقرنین ایک ہی شخصیت ہے، چنانچہ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: معتبر تاریخی روایات کے مطابق ذوالقرنین ایرانی بادشاہ ''خورس'' (کوروش کبیر) تھا جس کا عروج 549 ق م کے قریب شروع ہوا۔ (انگریزی میں کوروش کو Cyrus لکھا جاتا ہے جو یونانی تلفظ ہے) اس نے چند سال کے عرصے میں میڈیا (الجبال، ایران) اور لیڈیا (ایشیائے کوچک) کی سلطنتوں کو مسخر کرنے کے بعد 539 ق م میں بابل کو بھی فتح کر لیا جس کے بعد کوئی طاقت اس کے راستے میں مزاحم نہ رہی۔ اس کی فتوحات کا سلسلہ سندھ اور صغد (موجودہ ترکستان) سے لے کر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور دوسری طرف تھریس (یونان) اور مقدونیہ تک وسیع ہوگیا ہے اور شمال میں اس کی سلطنت قفقاز (کاکیشیا) اور خوارزم تک پھیل گئی۔ عملاً اس وقت کی پوری مہذب دنیا اس کی تابع تھی۔ (تفہیم القرآن: 44/3)

سید ابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن جلد سوم کے ضمیمہ 2 (سد ذوالقرنین) میں لکھتے ہیں:

''ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے۔ حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی۔ قفقاز اس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرۂ اسود (Black Sea) اور بحیرۂ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے۔ اس ملک میں بحیرۂ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گزر سکتی۔ البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انہی حملوں کو روکنے کے لیے ایک نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو 50 میل لمبی 290 فٹ بلند اور دس فٹ چوڑی تھی۔ مسلمان مورخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سد ذوالقرنین قرار دیتے ہیں، اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں اور یاقوت نے معجم البلدان میں اس واقعے کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذر بائیجان کی فتح کی بعد 22ھ میں سراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا اور سراقہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمٰن جب آرمینیا کے علاقے میں داخل ہوئے تو وہاں کے فرمانروا شہر براز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر شہر براز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سد ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیجا تھا' وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے' چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کے سامنے اس شخص کو پیش کر دیا۔ (طبری: 3/235 تا 239۔ البدایۃ والنہایۃ: 7/122 تا 125۔ معجم البلدان' ذکر باب الابواب)

اس واقعہ کے دو سو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (227 تا 233ھ) نے سد ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لیے سلاّم الترجمان کی قیادت میں 50 آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّمَنْ رَأَی) سے تفلس' وہاں سے السریرُ وہاں سے السلان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا' پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا۔ اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سد کا مشاہدہ کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سد ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت معجم البلدان میں خزر کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر' احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اتل ہے۔ دریائے اتل اس شہر کے درمیان سے گزرتا ہے اور یہ دریا روس اور بلغار سے آ کر بحر خزر (بحیرۂ کیپسین) میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان یاقوت لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لیے یہ راستہ انتہائی دشوار گزار ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نوشیروان کی مملکت میں شامل تھا اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم ضمیمہ نمبر 2 صفحات 771)

دربند: یہ بحیرہ کیپسین کے ساحل پر روسی داغستان کی بندرگاہ ہے۔ اس کی آبادی 75 ہزار سے زائد ہے۔ خلافت راشدہ کے عہد میں یہاں اسلام پہنچا۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک (105ھ - 125ھ) کے بھائی مسلمہ نے دربند فتح کیا تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مختصر وقفوں کے قبضے کے بعد 1806ء میں روس نے دربند پر مستقل تسلط جمالیا۔ 1835-59ء کے دوران داغستان کے مجاہد امام شمویل رحمہ اللہ خطے کی آزادی کے لیے روسیوں سے لڑتے رہے۔ دربند'

آذربائیجان کے دارالحکومت باکو سے تقریباً سوا دوسوکلومیٹر دور ہے۔ داغستان ترکی لفظ ہے (داغ بمعنی ''پہاڑ'') اس کا دارالحکومت مخاک قلعہ دربند کے شمال مغرب میں ہے۔ دربند کے مغرب میں کوہ قاف کا پہاڑی سلسلہ ہے جس کے ایک درے میں ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو روکنے کے لیے سد تعمیر کی تھی۔

خزر: بحیرہ قزوین (کیسپین) کے شمال مغرب میں دریائے وولگا سے داغستان اور دوسری طرف دریائے ڈان اور کریمیا تک آباد ترک قبائل خزر کہلاتے تھے۔ اس کی نسبت سے بحیرہ کیسپین کو بحیرہ خزر بھی کہتے ہیں۔ نویں صدی عیسوی میں خزر کے حکمران یہودی مذہب کے پیروکار تھے۔ بقول ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ خزر قوم اور ان کے بادشاہ نے 354ھ/965ء میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ پندرہویں سولہویں صدی عیسوی میں یہ علاقہ قازان کی اسلامی ریاست میں شامل تھا۔ 1552ء میں زار روس نے پیش قدمی کر کے ریاست قازان کا خاتمہ کر دیا۔

ہاروت وماروت

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ

''سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو علم بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر نازل کیا گیا۔'' (البقرۃ:102/2)

یہودی سرداروں میں جادو مشہور اور عام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دجلہ اور فرات کے درمیان قائم مملکت بابل میں لوگوں کی آزمائش اور امتحان کے لیے دو فرشتے اتارے۔ وہ لوگوں کو جادو تو سکھاتے تھے لیکن وہ پہلے خیر خواہی کے طور پر صاف بتلا دیتے تھے کہ ہمیں لوگوں کی آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہم پر جادو بھی اسی لیے اتارا گیا ہے کہ معلوم ہو جائے کون جاننے کے باوجود جادو سیکھ کر کفر کا ارتکاب کرتا ہے؟ لہٰذا ہم تجھے نصیحت کرتے ہیں کہ جادو نہ سیکھ۔ اگر لازماً سیکھنا ہے تو اسے کسی کو نقصان دینے کے لیے استعمال نہ کرنا اور جادو کی خاطر کفر کا ارتکاب نہ کرنا۔ جو شخص لوگوں کو جادو کے نقصان سے بچانے کے لیے جادو سیکھے گا وہ تو بچ جائے گا لیکن جو شخص لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جادو سیکھے گا وہ گمراہ ہو کر تباہ و برباد ہو جائے گا۔

اس دور میں جادو کی عجیب و غریب شکلیں رائج تھیں اور یہ بہت عام تھا حتیٰ کہ بعض لوگ جادو کے زور پر نبوت تک کا دعویٰ کر دیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو اتارا تاکہ وہ لوگوں کو جادو اور معجزے کا فرق سمجھا سکیں۔ نیز لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے جادوگر جھوٹے ہیں۔ وہ انبیاء نہیں جادوگر ہیں۔

❀ التفسير المنير : 244/1
❀ صفوة التفاسير : 83/1
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 736
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 1274

بابل کے ہاروت و ماروت

﴿ وَمَآ أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ﴾

”اور بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر جو (جادو) اتارا گیا تھا۔“ (البقرۃ: 102/2)
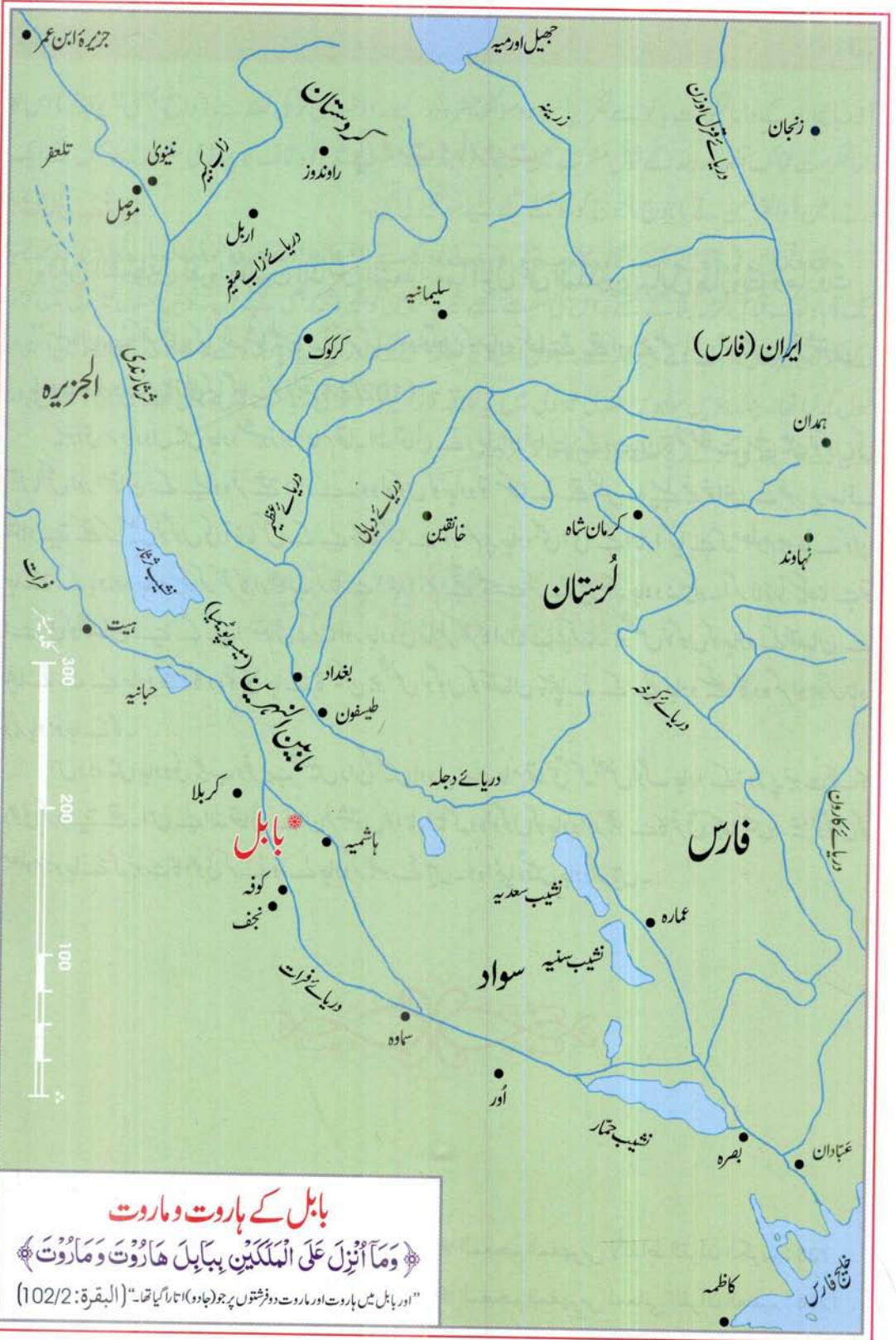
ہاروت وماروت

بابل میں نازل ہونے والے دوفرشتوں کے بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''ہاروت اور ماروت کے متعلق مختلف اقوال ہیں' مگر جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جس زمانے میں بنی اسرائیل کی پوری قوم بابل میں قیدی اور غلام بنی ہوئی تھی' اللہ تعالیٰ نے دوفرشتوں کو انسانی شکل میں ان کی آزمائش کے لیے بھیجا ہوگا۔ جس طرح قوم لوط کے پاس فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں گئے تھے' اسی طرح ان اسرائیلیوں کے پاس وہ پیروں اور فقیروں کی شکل میں گئے ہوں گے۔ وہاں ایک طرف انہوں نے بازار ساحری میں اپنی دکان لگائی ہوگی اور دوسری طرف وہ اتمام حجت کے لیے ہر ایک کو خبردار بھی کردیتے ہوں گے کہ دیکھو' ہم تمہارے لیے آزمائش کی حیثیت رکھتے ہیں' تم اپنی عاقبت خراب نہ کرو۔ مگر اس کے باوجود لوگ ان کے پیش کردہ عملیات' نقوش اور تعویذات پر ٹوٹے پڑتے ہوں گے۔'' (تفہیم القرآن: 98/1)

بعض مفسرین نے (وَمَآ اُنْزِلَ) میں ''ما'' نافیہ مراد لیا ہے اور ہاروت وماروت پر کسی چیز کے اترنے کی نفی کی ہے' لیکن قرآن کریم کا سیاق اس کی تائید نہیں کرتا۔ اسی لیے ابن جریر وغیرہ نے اس کی تردید کی ہے (ابن کثیر) اسی طرح ہاروت اور ماروت کے بارے میں بھی تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے۔ لیکن کوئی صحیح مرفوع روایت اس بارے میں ثابت نہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف کے بقول ''قرآن کے الفاظ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بابل میں ہاروت وماروت فرشتوں پر جادو کا علم نازل فرمایا تھا اور اس کا مقصد (واللہ اعلم بالصواب) یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ظاہر شدہ معجزے' جادو سے مختلف چیز ہیں اور جادو یہ ہے' جس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے' ہمیں عطا کیا گیا ہے (اس دور میں جادو عام ہونے کی وجہ سے لوگ انبیاء کو بھی نعوذ باللہ جادوگر اور شعبدہ باز سمجھنے لگے تھے) اسی مغالطے سے لوگوں کو بچانے کے لیے اور بطور امتحان فرشتوں کو نازل فرمایا گیا۔ (تفسیر احسن البیان' ص: 91)

بابل: دیکھیے باب ''ابراہیم علیہ السلام''

اَصحابُ القَریَة

(انطاکیہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

''ان کے لیے بستی والوں کی مثال بیان کیجیے' جب اس میں ہمارے پیغمبر آئے۔ پہلے ہم نے دو پیغمبر بھیجے لیکن ان (بستی والے) لوگوں نے انہیں جھٹلا دیا تو ہم نے ایک تیسرا پیغمبر بھیج کر ان کو قوت دی۔ ان پیغمبروں نے کہا: ''یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔'' (یٰسٓ :36/13' 14)

اس بستی والوں سے مراد انطاکیہ والے ہیں۔ اس پر سب مفسرین کا اتفاق ہے۔ یہ بستی دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ یہ دریا اس بستی سے تھوڑا سا آگے بحر متوسط میں جا گرتا ہے۔ یہ شہر سلوقس اول نے 307 ق۔م میں بسایا تھا اور اسکندر مکدونی کے بعد اس شہر کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ عباسیوں کے دور میں یہ شہر شامی سرحدی صوبہ عواصم کا مرکز تھا۔ یہ بہت صاف ستھرا' خوبصورت' بہترین آب وہوا اور میٹھے پانی والا شہر ہے۔

علامہ قرطبی نے لکھا ہے: ''اس بستی سے مراد ''انطاکیہ'' ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کی طرف تین حواری بھیجے تھے جن کے نام صادق' مصدوق اور شمعون تھے۔ بستی والے کہنے لگے:

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾

''تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو۔ رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری۔ تم سراسر جھوٹ بولتے ہو۔'' وہ کہنے لگے: ''ہمارا

پروردگار جانتا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہمارے ذمے صرف واضح تبلیغ ہے۔'' وہ کہنے لگے: ''ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر رجم کر دیں گے اور تمہیں ہماری طرف سے دردناک سزا برداشت کرنا پڑے گی۔'' حواریوں نے کہا: ''تمہاری نحوست تو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کیا اگر تمہیں نصیحت کی گئی ہے تو تم اسے نحوست کہتے ہو؟ بلکہ تم لوگ حد سے بڑھ چکے ہو۔'' اتنے میں ایک آدمی شہر کے آخری کنارے سے بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا: ''اے میری قوم! ان پیغمبروں کی بات مان لو۔ ہاں مانو ان کی بات جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت کی باتیں کرتے ہیں۔ ذرا سوچو! میں کیوں نہ اس ذات کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا فرمایا اور اسی کی طرف میں اور تم سب لوٹ کر جائیں گے۔ کیا میں اسے چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنا لوں؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وہ رحیم کریم ذات مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان جھوٹے معبودوں کی سفارش مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی اور یہ سب مل کر مجھے نہ چھڑا سکیں گے۔ اس صورت میں تو میں واضح گمراہی میں پھنس جاؤں گا۔ میں تمہارے پروردگار پر ایمان لے آیا ہوں اس لیے میری بات سنو۔'' اسے کہہ دیا گیا: ''سیدھا جنت میں داخل ہو جا۔'' وہ کہنے لگا: ''کاش! میری قوم کو پتہ چل جائے کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا ہے اور مجھے معزز مہمانوں میں شامل فرما لیا ہے۔'' (یٰسٓ: 15/36 ... 27)

یہ تھے حضرت حبیب نجار جو ان پیغمبروں کی مدد کے لیے آئے تھے اور انہوں نے علانیہ ایمان کا اظہار کر دیا' لیکن وہ خبیث اس پر چڑھ دوڑے حتیٰ کہ اسے پاؤں تلے کچل دیا اور وہ اپنے اللہ کو پیارا ہو گیا۔ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ شہر مکینوں سمیت زیروزبر کر ڈالا۔

❀ صفوة التفاسير : 9/3 ❀ معجم البلدان : 266/1

❀ القاموس الإسلامي : 202/1 ❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 459

اصحاب القریۃ
(انطاکیہ)

﴿إِذْ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾

(جب کہ ہم نے ان لوگوں کی طرف دو پیامبر بھیجے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے تیسرا ان کی مدد کو بھیجا) (یٰس: 14/36)
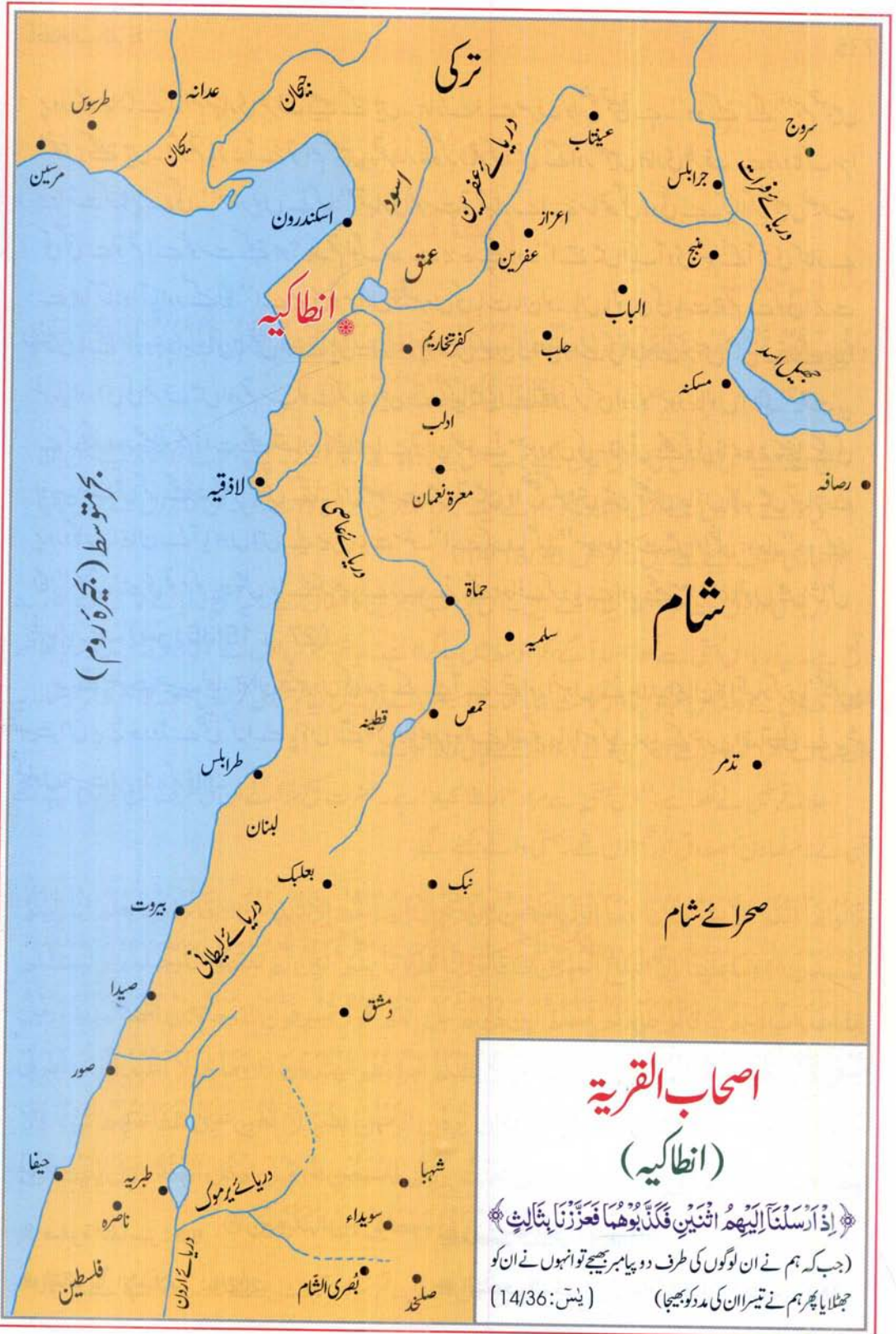
اصحاب القریۃ یا اصحاب یٰسٓ

قرآن عزیز کی سورۂ یٰسٓ میں ایک مختصر واقعہ مذکور ہے جسے ''واقعہ اصحاب یٰسٓ'' یا ''واقعہ اصحاب القریہ'' کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ گزشتہ زمانے میں ایک بستی میں کفر وشرک اور شر وفساد کو دور کرنے اور رشد وہدایت کا سبق دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو پیغمبروں کو مامور کیا۔ بستی والوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور ہادی کا اضافہ کر دیا۔ مگر قوم بدستور کفر وشرک کی راہ پر گامزن رہی۔ اس دوران میں بستی کے ایک مومن شخص نے انہیں اللہ کے پیغمبروں کی پیروی کی تلقین کی۔ قوم غیظ وغضب میں آ گئی اور اس مرد مومن اور تینوں رسولوں کو شہید کر ڈالا۔ تب اللہ کا عذاب نازل ہوا اور ایک ہولناک چیخ نے ان سب کا کام تمام کر دیا۔

یہ واقعہ انطاکیہ شہر میں پیش آیا' اس شہر کے لوگ بت پرست تھے' ان کی طرف جن پیغمبروں کو بھیجا گیا ان کے نام صادق' صدوق اور شلوم تھے۔ اگرچہ ان کے علاوہ دیگر ناموں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بعض نے کہا کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے۔ (ملخص از قصص القرآن جلد سوم)

انطاکیہ: یہ شہر دنیا کے قدیم ترین شہروں میں شامل ہے' شمال مغربی شام میں دریائے عاصی کے کنارے واقع ہے۔ سکندر اعظم کے بعد تیسرے حکمران انٹیوکس نے اسے آباد کیا اور اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اسے انطاکیہ بنت روم بن یقن بن سام بن نوح علیہ السلام نے آباد کیا تھا (معجم البلدان' یاقوت حموی) پہلی صدی عیسوی میں یہاں مسیحی بطور حکمران رہے۔ 540ء میں ایرانیوں نے برباد کیا اور کچھ عرصہ بعد شدید زلزلے نے آلیا۔ 636ء میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ فتح کیا۔ 1098ء میں اس پر صلیبی قابض ہوگئے۔ 1268ء میں مملوک سلطان رکن الدین بیبرس نے عیسائیوں کو انطاکیہ سے مار بھگایا۔ یہاں حبیب النجار کی درگاہ مشہور ہے جس کا ذکر بغیر نام کے قرآن مجید (سورۂ یٰسٓ) میں آیا ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد:3) انطاکیہ کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ حلب سے تقریباً 100 کلومیٹر مغرب میں واقع ہے۔

اصحاب کہف

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں ان کا ذکر یوں آیا ہے:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ
اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ
عَدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ
اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْ لَا
يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ
اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ
ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا
وَّهُمْ رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ڰ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ
عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ
لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى
الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾
اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ
لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ڼ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ
بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ
رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۭ
قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ڬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠
وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

”کیا آپ سمجھتے ہیں کہ غار اور تختی والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے؟ جب چند نوجوانوں نے غار میں

پناہ حاصل کی اور دعا کی: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارا معاملہ درست فرما۔'' تو ہم نے انہیں اس غار میں تھپکی دے کر کئی سال تک کے لیے سلا دیا۔ پھر ہم نے ان کو جگایا تا کہ پتہ چل جائے کہ (اختلاف کرنے والے) دو گروہوں میں سے کس نے ان کی نیند کی مدت کو صحیح یاد رکھا ہے؟ ہم آپ پر ان کا واقعہ صحیح صحیح بیان کرتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تو ہم نے ان کی ہدایت میں مزید اضافہ فرما دیا، نیز ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے۔ جب وہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: ''ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے کو قطعاً معبود نہیں کہیں گے۔ ورنہ یہ تو بہت ظلم کی بات ہوگی۔ یہ ہماری قوم کے لوگ جنہوں نے اس (اللہ) کے سوا معبود بنا رکھے ہیں، اس کی کوئی واضح دلیل پیش کیوں نہیں کرتے؟ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا جھوٹ گھڑا ہے؟ اب جبکہ تم ان سے اور ان کے معبودوں سے علیحدہ ہو چکے ہو تو اس غار میں پناہ حاصل کر لو، تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت نچھاور کرے گا اور تمہارے معاملے میں آسانی پیدا فرمائے گا۔'' آپ دیکھیں گے کہ جب سورج طلوع ہوتا تھا تو وہ ان کے غار سے دائیں طرف کو ہٹ کر گزر جاتا تھا اور جب غروب ہوتا تھا تو ان کو بائیں جانب چھوڑ کر گزرتا تھا۔ اور وہ غار میں کھلی ہوادار جگہ میں پڑے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی لیکن ہدایت تو اسے ہی نصیب ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا دوست نہ ملے گا۔ تو انہیں دیکھے تو سمجھے گا کہ وہ جاگ رہے ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی دائیں بائیں کروٹیں بدلتے رہے ہیں اور ان کا کتا اس غار کے دہانے پر بازو بچھائے ہوئے تھا۔ اگر تو ان کو دیکھتا تو ڈرتے ہوئے بھاگ اٹھتا اور سر تا پا مرعوب ہو جاتا۔ پھر اسی طرح ہم نے ان کو جگا دیا تا کہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ''تم کتنی دیر سوئے رہے؟'' وہ کہنے لگے: ''ایک آدھ دن سوئے ہونگے۔'' تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے تم کتنی دیر یہاں رہے؟ تم کسی کو رقم دے کر شہر کی طرف بھیجو، وہ تلاش کرلے کہ حلال اور صاف ستھرا کھانا کہاں سے ملتا ہے؟ وہاں سے وہ تمہارے لیے کھانا لائے۔ اسے چاہیے کہ وہ نرمی (اور سمجھ داری) سے کام لے اور کسی کو تمہارے بارے میں کچھ نہ بتائے، کیونکہ اگر انہیں تمہارا پتہ چل گیا تو تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹنے پر مجبور کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو، تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔'' اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان (جوانوں) پر مطلع کر دیا تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ پھر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے اور کہنے لگے: ''ان پر کوئی عمارت بنا دو۔'' ان کا رب ان کو بخوبی جانتا تھا۔ پھر جو لوگ غالب آئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ان پر ایک مسجد بنائیں گے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں: ''وہ (جوان) تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔'' اور کچھ لوگ کہتے ہیں: ''وہ پانچ تھے چھٹا ان کا کتا تھا۔'' بے تکی ہانکتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں: ''وہ سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔'' کہہ دیجیے میرا رب ان کی گنتی اور تعداد کو بخوبی جانتا ہے۔ تھوڑے ہی لوگ ان کی صحیح

تعداد کو جانتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان سے اس بارے میں جھگڑا مت کریں اور ان کے بارے میں ان سے کچھ نہ پوچھیے۔'' (الکہف:18/9...22)

''کہف'' سے مراد پہاڑ کے اندر وسیع غار ہے۔ اور ''رقیم'' سے مراد تختی ہے، جس میں مشہور قول کے مطابق اصحاب کہف کے نام لکھے گئے تھے۔ اس وقت ایک بت پرست بادشاہ دقیانوس روم کا حکمران تھا۔ اصحاب کہف کا شہر طرسوس ان دنوں حکومت روم کے ماتحت تھا۔ وہ بادشاہ ہر مومن کو قتل کر دیتا تھا۔ ان نوجوانوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بہت فکر مند ہوئے اور بھاگ کر ایک چرواہے اور اس کے کتے سمیت طرسوس کے قریب ایک غار میں پناہ حاصل کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند مسلط کر دی حتیٰ کہ وہ تین سو شمسی سال تک سوئے رہے جبکہ ان کو اس بات کا احساس وشعور تک نہ تھا۔ اس مدت کو اگر قمری سالوں میں تبدیل کیا جائے تو تین سو نو سال بن جاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو جگا دیا۔ انہوں نے سمجھا کہ وہ ایک آدھ دن سوئے ہونگے۔ انہوں نے جب اپنے میں سے ایک کو کھانا لینے کے لیے بھیجا تو اس نے سمجھا میں راستہ بھول گیا ہوں۔ لوگوں نے اس کے دیے ہوئے سکوں پر تعجب کیا۔ حتیٰ کہ صورت حال واضح ہوگئی۔ اب سابقہ حالات بدل ہو چکے تھے۔ دقیانوس کا بت پرستی کا دور ختم ہو چکا تھا۔ دین حق کا دور دورہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دوبارہ اسی غار میں موت دے دی۔ لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہم ان پر بطور یادگار ایک مسجد بنائیں گے۔

❀ التفسیر المنیر : 207/15 ❀ دائرۃ معارف القرن العشرین : 220/8

❀ صفوۃ التفاسیر : 183/2

اصحاب الکہف
اِفسُوس (ترکی)
بعض کے نزدیک اصحاب کہف کا غار پٹرا (اردن) کے پاس ہے
سیواس
دریائے قزل ارماک
قیصری
عموریہ
نمکین جھیل
ملطیہ
سطح مرتفع اناطولیہ
کوہستان طورس
مندرس
قونیہ
مرعش
لیڈیا (تُرکی)
افسوس
طرسوس
عدانہ
انطالیا
مرسین
انطاکیہ
حلب
لاذقیہ
حماۃ
قبرص (سائپرس)
حمص
طرابلس
بعلبک
شام
بیروت
دمشق
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
حیفا
عمان
القدس (یروشلم)
کرک
غزہ
نیل کا ڈیلٹا
اسکندریہ
تانیس
عریش
فرما
نقب
رقیم
اردن
معان
بتراء (پٹرا)
بابلیون
قلزم (سویز)
ایلہ
عقبہ
مصر
سیناء
فیوم

اصحاب الکہف والرقیم

قرآن کریم میں ان کا قصہ مختصراً سورۂ کہف میں مذکور ہے' اسی بناء پر یہ سورۃ الکہف کہلاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے مدینے کے احبار (علمائے یہود) سے کہا کہ وہ انہیں چند ایسی باتیں بتائیں جن سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لیں۔ یہود نے تین امور کے متعلق استفسار کرنے کو کہا: (1) اصحاب کہف (2) ذوالقرنین اور (3) روح۔ اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا ذکر اسی سورت میں ہے جبکہ روح کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے...... اصحاب کہف کو قرآن نے اصحاب الکہف والرقیم سے تعبیر کیا ہے۔ رقیم بمعنی مرقوم یعنی لکھی ہوئی چیز۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جہاں وہ غار تھا اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اس گاؤں کا نام ہے جہاں اصحاب کہف رہتے تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 827/2)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کعب احبار کے خیال میں ''رقیم'' ایلہ کے نزدیک ایک شہر کا نام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی روایت کے مطابق رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس میں غار (کہف) واقع ہے اور اس پہاڑ کا نام بنجلوس ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کہتے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا کہ رقیم تحریر تھی یا جگہ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ: 1707)

اصحابِ کہف کا شہر: اِفسُوس

اصحاب کہف کا شہر کون سا تھا؟: اصحاب کہف کا واقعہ کہاں پیش آیا تھا' اس سلسلے میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ یاقوت نے معجم البلدان میں ''رقیم'' کی ذیل میں اس قسم کے اور غاروں کا بھی ذکر کیا ہے' مثلاً نواح دمشق میں' اندلس میں' قسطنطنیہ کے قریب۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اردن کے شہر بترا (Petra) میں پیش آیا تھا لیکن اس کی کوئی تاریخی سند نہیں ملتی' البتہ اب زیادہ تر ایشیائے کوچک (ترکی) کے شہر افسوس یا افسس (Ephesus) پر اتفاق پایا جاتا ہے لیکن اطلس القرآن میں دکتور شوقی ابوخلیل نے متعلقہ نقشے میں جنوبی ترکی کے شہر طرسوس کے شمال میں کچھ فاصلے پر افسوس کا تعین کیا ہے جو درست نہیں۔ تمام مستند نقشوں اور اٹلسوں میں تاریخی شہر افسوس کے کھنڈر ترکی کے مغربی ساحل کے قریب جس جگہ دکھائے جاتے ہیں وہ ازمیر کی بندرگاہ سے تقریباً 60 کلومیٹر جنوب میں اور شہر آیدین سے 42 کلومیٹر مغرب میں ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی تفہیم القرآن جلد سوم میں دیے گئے نقشہ بسلسلہ قصہ ذوالقرنین میں افسوس کا تعین لیڈیا (ترکی) کے مغربی ساحل ہی پر کیا ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے: اصحاب کہف کا قصہ عیسائیوں اور یہودیوں میں معروف تھا اسی لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا تھا۔ یہ قصہ مسیحی دنیا میں مذہبی تقدس کا درجہ رکھتا تھا۔ مسیحی روایات میں یہ ''افسوس کے سات سونے والوں'' (Seven Sleepers of Ephesus) کے نام سے مشہور ہے۔ جن مشرقی زبانوں میں یہ مسیحی روایت موجود ہے ان میں سب سے قدیم روایت پانچویں صدی میلادی کے اواخر کی سریانی میں یعقوب کی ہے۔

اس واقعے کی ابتدا رومی شہنشاہ دقیوس یا دقیانوس Dacius (201ء تا 251ء) کے زمانے میں ہوئی۔ اس نے کوشش کی کہ رومیوں میں جو بت پرستی رائج تھی اس کا احیاء کرے اور عیسائیت کا قلع قمع کرے۔ اس نے عیسائیوں پر بہت ظلم ڈھائے' انہیں بت پرستی پر مجبور کیا اور بے شمار کو تہ تیغ کیا۔ مقام افسوس کے یہ سات یا آٹھ نوجوان ایک غار میں پناہ گزین ہوئے۔ دقیوس نے اس غار کا دہانہ پتھروں سے پاٹ دیا۔ ان کے دو عیسائی دوستوں نے دھات کی تختیوں پر ان کا قصہ لکھ کر ان پتھروں کے نیچے دبا دیا تاکہ آئندہ زمانے میں لوگوں کو ان کے احوال سے واقفیت ہو جائے۔

مدتوں بعد شہنشاہ تھیودوسیس (Theodosius) ثانی (408ء تا 450ء) کے زمانے میں' جب عیسائیت کا عروج ہو چکا تھا' ایک فتنہ برپا ہوا۔ ایک پادری نے قیامت کے روز مردوں کے زندہ ہونے کا انکار کر دیا۔ شہنشاہ پریشان ہوا کہ اس فتنے کا رد کس طرح کیا جائے۔ اتفاق سے کسی نے غار کے دہانے سے پتھر اٹھا لیے۔ یہ نوجوان صحیح حالت میں بیدار ہو گئے۔ اس طرح شہنشاہ کو اس فتنے کے رد کا ثبوت مل گیا' جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔'' (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 2)

سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ تفہیم القرآن جلد 3 کے ضمیمہ نمبر 1 میں لکھتے ہیں:

''شہر افسوس (Ephesus) جس میں اصحاب کہف کا واقعہ پیش آیا' تقریباً گیارہویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا اور بعد میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ یہاں چاند دیوی کی پوجا ہوتی تھی' جسے ڈائنا (Diana) کے نام سے

موسوم کیا جاتا تھا۔ اس کا عظیم الشان مندر عہد قدیم کے عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا ہے۔ ایشیائے کوچک کے لوگ اس کی پرستش کرتے تھے۔ اور رومی سلطنت نے بھی اس کو اپنے معبودوں میں شامل کر لیا تھا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ کہف کے حاشیہ نمبر 9 میں لکھتے ہیں:

''ہمارے مفسرین جس شہر کو افسس یا افسوس لکھتے ہیں اور گبن اس کا نام افسس (Ephesus) بتاتا ہے جو ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر رومیوں کا سب سے بڑا شہر اور مشہور بندرگاہ تھا' جس کے کھنڈر آج موجودہ ترکی کے شہر ازمیر (سمرنا) سے 20-25 میل بجانب جنوب پائے جاتے ہیں۔ پھر جس بادشاہ کے عہد میں اصحاب کہف جاگے اس کا نام ہمارے مفسرین تیذوسیس لکھتے ہیں اور گبن لکھتا ہے کہ ان کے بعث کا واقعہ قیصر تھیوڈوسیس (Theodosius) ثانی کے زمانے میں پیش آیا جو رومی سلطنت کے عیسائیت قبول کر لینے کے بعد سن 408ء سے 450ء تک روم کا قیصر رہا۔ دونوں بیانات کی مماثلت کی حد یہ ہے کہ اصحاب کہف نے بیدار ہونے کے بعد اپنے جس رفیق کو کھانا لانے کے لیے شہر بھیجا تھا اس کا نام ہمارے مفسرین ''یملیخا'' بتاتے ہیں اور گبن اسے ''یملیخس'' (Jamblchus) لکھتا ہے۔ قصے کی تفصیلات دونوں روایتوں میں یکساں ہیں اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ قیصر ڈیسئس کے زمانے میں جب مسیح علیہ السلام کے پیروؤں پر سخت ظلم و ستم ہو رہے تھے' یہ سات نوجوان ایک غار میں جا بیٹھے تھے۔ پھر قیصر تھیوڈوسیس کی سلطنت کے اڑتیسویں سال (یعنی تقریباً 445ء یا 446ء میں یہ لوگ بیدار ہوئے جبکہ پوری سلطنت مسیح علیہ السلام کی پیرو بن چکی تھی۔ اس حساب سے غار میں ان کے رہنے کی مدت تقریباً 197 سال بنتی ہے۔''

''بعض مستشرقین نے اس قصے کو قصۂ اصحاب کہف کا مترادف ماننے سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ آگے قرآن ان کے قیام غار کی مدت 309 سال بیان کر رہا ہے۔ اس اعتراض کا جواب سورۂ کہف کی آیت 26 کی تفسیر میں علمائے کرام نے یوں دیا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''اس فقرے کا تعلق ہمارے نزدیک جملۂ معترضہ سے پہلے کے فقرے کے ساتھ ہے۔ یعنی سلسلۂ عبارت یوں ہے کہ'' کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا...... اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور بعض لوگ اس مدت کے شمار میں نو سال اور بڑھ گئے ہیں'' اس عبارت میں تین سو اور تین سو نو سال کی تعداد جو بیان کی گئی ہے ہمارے خیال میں یہ دراصل لوگوں کے قول کی حکایت ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا قول۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بعد کے فقرے میں اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ تم کہو' اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت رہے۔ اگر 309 کی تعداد اللہ نے خود بیان فرمائی ہوتی تو اس کے بعد یہ فقرہ ارشاد فرمانے کے کوئی معنی نہ تھے۔ اسی دلیل کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی تاویل اختیار فرمائی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول نہیں ہے بلکہ لوگوں کے قول کی حکایت ہے۔ (تفہیم القرآن جلد سوم حاشیہ نمبر 25)

اِفسُوس: یہ ایشیائے کوچک (ترکی) کے مغربی ساحل پر قدیم یونانی شہر ہے۔ یہاں ڈائنا دیوی کا مندر دنیا کے سات (قدیم) عجوبوں میں شمار ہوتا ہے۔ یہ شہر ابتدائی مسیحیت کا بھی مرکز رہا۔ سینٹ پال (پولوس) نے یہاں تبلیغ کی اور سینٹ

جان (یوحنا) بھی یہاں مقیم رہے۔اس زمانے میں افسوس ساحل سمندر پر واقع تھا لیکن کثیر مقدار میں گاد جمع ہوتے رہنے سے اس کے کھنڈران دنوں ساحل سے 5 کلومیٹر ہٹ کر پائے جاتے ہیں۔(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری) یہ شہر بحیرہ ایجین کے ساحل پر واقع ہے۔سلجوقی ترکوں کے دور میں یہ تباہ ہوگیا۔ یہاں آرٹیمس دیوی (اپالو کی بہن جسے رومی ڈائنا کہتے تھے) کا مندر تھا۔یہیں 431ء میں کلیسائی کونسل منعقد ہوئی جس نے مسیح کے ایک خدا (نعوذ باللہ) ہونے کا اعلان کردیا۔(المنجد فی الاعلام)

ازمیر: ترکی کا یہ شہر بحیرہ ایجین کے ساحل پر واقع ہے۔ ماضی میں اسے سمرنا کہتے تھے۔اس کی آبادی 15 لاکھ سے زائد ہے۔ یہ صوبائی دارالحکومت اوراہم بندرگاہ ہے۔ یہاں کئی تاریخی زلزلے آئے۔

طرسوس: جنوبی ترکی میں دریائے طرسوس کے کنارے واقع ہے۔آبادی پونے دولاکھ ہے۔موجودہ مسیحیت کا بانی سینٹ پال یہیں پیدا ہوا تھا۔خلیفہ مامون الرشید عباسی نے اسے فتح کیا اور یہیں وفات پا کر دفن ہوا۔(المنجد فی الاعلام)

صابی

قرآن مجید میں صابئین کا ذکر مندرجہ ذیل تین مقامات پر آیا ہے:

سورت	سورت نمبر	آیات نمبر	سورت	سورت نمبر	آیات نمبر
البقرة	2	62	الحج	22	17
المائدة	5	69			

متعلقہ آیات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

''بلاشبہ مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر صحیح ایمان رکھے گا اور نیک کام کرے گا ایسے لوگوں کے لیے ان کا اجر وثواب ان کے پروردگار کے ہاں محفوظ ہوگا۔ ان پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غم کھائیں گے۔'' (البقرة:62/2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

''یقیناً اہل اسلام، یہود، صابیوں اور نصرانیوں میں سے جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم قیامت پر صحیح ایمان رکھے گا اور نیک کام کرے گا ایسے لوگوں پر کوئی خوف ہوگا نہ وہ غم کھائیں گے۔'' (المائدة:69/5)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

''مسلمانوں، یہود ونصاریٰ، صابیوں، مجوسیوں اور مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قطعی فیصلہ فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر بخوبی گواہ ہے۔'' (الحج:17/22)

جس صابئہ فرقے کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے وہ موحدین تھے۔ ان کا دور یہود ونصاریٰ سے پہلے کا ہے۔ وہ ایک اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ اس جہان کا خالق ومالک ہے۔ وہ جسمانی معاد کے بھی قائل تھے۔ پھر بعد میں ان کا عقیدہ ستاروں کے ساتھ مرطبت (وابستہ) ہوگیا جس کی وجہ سے ان پر بت پرستی کا الزام لگا۔

صابی ایک دینی گروہ رہا ہے اور ابھی تک شمالی عراق میں موجود ہے۔ ان کا مرکز حران تھا۔ عباسی دور سے یہ بغداد منتقل ہوگیا۔ بعض اور علاقوں میں بھی ان کا وجود رہا۔ بعض مسلمان بھی ہو گئے۔ ان کو علم طبیعیات سے بہت شغف تھا۔ انہوں نے بہت سی یونانی اور سریانی وراثت علمیہ عربی میں منتقل کی۔ آج کل یہ بہت کم تعداد میں شمالی عراق میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ بہت مخفی رکھا جاتا ہے تاکہ یہ مرور زمانہ (وقت گزرنے) کے ساتھ تبدیل نہ ہو جائے۔

❀ دائرة معارف القرن العشرين : 426/5
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم : 399
❀ القاموس الإسلامي : 223/4
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم : 657
❀ معجم البلدان : 235/2

صابیوں کا مسکن
حرّان : دیار مُضر کا قصبہ
حرّان
دیارِ مُضر
ترکی
جیحان
خلیج اسکندرون
بحیرۂ روم
اسود
دریائے عفرین
انطاکیہ
حارم
حلب
عینتاب
نزب
کرکمیش
جرابلس
ساجور
منبج
الباب
الرُّہا (اُورفہ)
سروج
تل ابیض
سلوک
رقّہ
دریائے بلیخ
دریائے فرات
ماردین
نصیبین
راس العین
سنجار
دریائے خابور
الجزیرہ
دیر الزور
میادین
رصافہ
صحرائے شام
شام
تدمر
کفر تخاریم
خناصر
معرۂ نعمان
لاذقیہ
حماۃ
سلمیہ
مصیاف
حمص
طرابلس
لبنان
بعلبک
کلومیٹر
200
150
100
50

صابی (صائبین)

صابیوں کے دومختلف فرقے ہیں (1) مند (Mandaeans) = مندویون' مغتسلہ یا صبوہ (سُبّہ Subbas) یہ عراق کا ایک یہودی فرقہ ہے جورسم اصطباغ کا پابند ہے۔ (2) صابئہ حران' یعنی وہ مشرک فرقہ جواسلامی عہد میں بھی عرصے تک باقی رہا۔ یہ فرقہ اپنے عقائداوران فضلا کی اہمیت کے سبب جواس میں پیدا ہوئے جاذب توجہ ہے جیسے ثابت بن قرہ' ممتاز مہندس' ہیئت دان' مترجم اور فلسفی' سنان بن ثابت' طبیب اور ماہر علم کائنات جوی' ابواسحاق بن ہلال البتانی اور ابوجعفر الخازن وغیرہ۔

صابی ابتدا میں سارے شمالی عراق میں پھیلے ہوئے تھے اوران کا صدر مقام حران تھا' جسے قدماء ''کاریا'' کہتے تھے۔ ان کی عبادت کی زبان سریانی تھی۔ 259ھ/872ء میں مشہور صابی ثابت بن قرہ کا اپنے ہم مذہبوں سے اختلاف ہوگیا' چنانچہ اسے حران کی صابی جماعت سے خارج کردیا گیا اور وہ بغداد آ گیا جہاں اس نے صابئیت کی ایک اور شاخ قائم کرلی۔ کچھ عرصے بعد خلیفہ القاہر کے عہد حکومت میں ثابت کے بیٹے سنان نے اسلام قبول کرلیا۔ تقریباً 364ھ/975ء میں خلیفہ المطیع اور خلیفہ الطائع کے کاتب ابواسحاق بن ہلال صابی نے حران' رقہ اور دیار مضر میں رہنے والے اپنے ہم مذہبوں کے حق میں ایک فرمان رواداری جاری کرالیا جس کی رو سے اس کے بغدادی ہم مذہبوں کو بھی اہل ذمہ میں شمار کرلیا گیا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں بغداد اور حران میں بہت سے صابی موجود تھے' مگر 424ھ/1033ء میں حران میں صرف ایک چاند کا معبد باقی رہ گیا تھا' جو ایک قلعے کی شکل میں تھا۔ سال مذکور میں اس معبد پر مصری فاطمیوں نے قبضہ کرلیا۔ گیارہویں صدی کے وسط کے بعد حران کے صابیوں کا کوئی سراغ نہیں ملتا' گواس صدی کے آخر تک وہ بغداد میں پائے جاتے تھے۔

شہرستانی کے بیان کے مطابق' سب صابی تین نمازیں پڑھتے تھے۔ کسی میت کو چھونے کے بعد وہ اپنے آپ کو غسل کے ذریعے پاک کرتے تھے۔ سوروں' کتوں' نیز پنجے والے پرندوں اور کبوتروں کا گوشت ان کے ہاں حرام تھا۔ ختنے کی رسم موجود نہ تھی۔ طلاق صرف قاضی کے حکم سے واقع ہوسکتی تھی اور ایک آدمی کے نکاح میں دوعورتیں نہیں ہوسکتی تھیں۔ (ملخص اردو دائرہ معارف اسلامیہ' ص:478-479)

حران: دیکھیے باب ''ابراہیم علیہ السلام''

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''صابئین کے نام سے قدیم زمانے میں دو گروہ مشہور تھے۔ ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیرو جو بالائی عراق یعنی الجزیرہ

کے علاقے میں اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کی پیروی میں اصطباغ کے طریقے پر عمل کرتے تھے۔ دوسرے ستارہ پرست لوگ جو اپنے دین کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے تھے اور عناصر پر سیاروں کی اور سیاروں پر فرشتوں کی فرماں روائی کے قائل تھے۔ ان کا مرکز حران تھا اور عراق کے مختلف حصوں میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دوسرا گروہ اپنے فلسفہ وسائنس اور فن طب کے کمالات کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا لیکن اغلب یہ ہے کہ یہاں پہلا گروہ مراد ہے، کیونکہ دوسرا گروہ غالبًا نزول قرآن کے زمانے میں اس نام سے موسوم نہ تھا۔ (تفہیم القرآن: 210/3)

مجوسی (زرتشتی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿١٧﴾

''مسلمانوں، یہودیوں، صابیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور مشرکین کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قطعی فیصلہ فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (الحج:17/22)

چھٹی صدی قبل مسیح میں زرتشت نے مجوسی عقائد کی بنیاد رکھی۔ اس کی پیدائش ''رَے'' شہر میں ہوئی۔ اصلاً وہ آذربائیجان سے تعلق رکھتا تھا۔ بعض اہل علم نے اُسے نبی بھی کہا ہے۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ''ژنداوستا'' تھا۔ اس کتاب میں اس نے حضرت محمد ﷺ کے ظہور کی پیش گوئی کی تھی۔ جیسا کہ ''فیدیارتی'' نے اپنی کتاب ''محمد کتب مقدسہ کی نظر میں'' میں ذکر کیا ہے۔

ظہور اسلام کے وقت مجوسیت ایرانیوں کا مشہور مذہب تھا۔ تیسری صدی قبل مسیح کے نصف سے یہ ساسانی حکومت کا سرکاری مذہب رہا ہے۔ اس کا بنیادی عقیدہ خیر اور نور کے معبود ''اہورمزدا'' اور شر اور اندھیرے کے معبود ''اہرمن'' میں مسلسل کشمکش ہے۔ اس میں اس آگ کو مقدس خیال کیا جاتا ہے جو ''اہورمزدا'' کی تعظیم کی نیت سے جلائی جاتی ہے۔ آج تک بعض آتش کدے قائم ہیں۔ آذربائیجان کے دارالحکومت ''باکو'' کا آتش کدہ اور اصفہان کے قریب ایک ٹیلے پر قائم آتش کدہ زیادہ مشہور ہیں۔ فارسیوں نے یمن میں بھی ایک آتش کدہ چھوڑا ہے جس کی عمارت اب تک قائم ہے۔

زرتشتیوں کی کچھ باقی ماندہ نسل بھارت کے شہر بمبئی اور وسطی ایران کے شہروں ''یزد'' اور ''کرمان'' میں پائی جاتی ہے۔

❀ تاريخ العالم : 366/4

❀ قصة الحضارة : 424/2

❀ دائرة معارف القرن العشرين : 550/4، 446/8

❀ القاموس الإسلامي : 44/3

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم :661

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم :1071

❀ الحضارة العربية الإسلامية :68

مجوسی (زرتشتی)
اسلامی فتوحات تک ساسانی سلطنت کا مذہب زرتشتی تھا
بازنطینی سلطنت (رومی)
ایشیائے کوچک
لیڈیا (ترکی)
بحیرہ اسود
دربند
باکو
بحیرہ قزوین
جھیل وان
آذربائیجان
دریائے دجلہ
جھیل اورمیہ
قبرص
الجزیرہ
دمشق
صور
بحیرہ روم
شام
غسانی سلطنت
دریائے فرات
القدس
منف
سیناء
مصر
تبوک
دومۃ الجندل
بابل
حیرہ
سلطنت مناذرہ
طیسفون (مدائن)
نہاوند
سوس
عیلام
میڈیا (ایران)
خراسان
طوس
ساسانی سلطنت
اصفہان
فارس
یزد
شیراز
کرمان
ہرات
افغانستان
کابل
سجستان
بلوچستان
موجودہ پاکستان
دریائے سندھ
صحرائے نفود
تیماء
طیبہ
مدینہ منورہ
نجد
الاحساء
ہجر
خلیج فارس
مکران
خلیج عمان
صحار
مسقط
حجاز
مکہ مکرمہ
طائف
صحرائے نوبیہ
جزیرہ نمائے عرب
عمان
بحیرہ عرب
بمبئی (ممبئی)
بھارت
ربع الخالی
حبشہ
حضرموت
بحر ہند
300
600
900
1200

باکو (آذر بائیجان) میں مجوسیوں کا آتش کدہ

مجوس

مجوس: دراصل یہ ایک ایرانی لفظ ہے اور فارسی قدیم کے ''مگش'' وفارسی جدید کے ''مغ'' کو ظاہر کرتا ہے اور یہ سریانی زبان کے ذریعے عربی میں رائج ہوا۔ عربی لغت نویسوں کے نزدیک لفظ مجوس لفظ یہود کی طرح اسم جمع ہے۔ اس کا واحد مجوسی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس فرقے کا بانی زردشت یا زرتشت تھا۔ اسی لیے اس کے پیروزردشتی یا زرتشتی کہلاتے ہیں۔

فرقہ مجوسیہ کے عروج سے پہلے اہل فارس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیرو تھے۔ طبری کے مطابق زردشت فلسطین کا باشندہ اور یرمیاہ نبی کے ایک حواری کا نوکر تھا۔ اس نے اپنے آقا کو دغا دیا اور اس کی بددعا پر جذامی ہوگیا۔ تب اس نے آذربائیجان جا کر اس مذہب کی اشاعت شروع کی جسے مجوسیہ کہا جاتا ہے۔ بعدازاں وہ بلخ چلا گیا۔ بلخ کے حکمران بشتاسب اور اس کے باپ لہراسب نے جو پہلے ستارہ پرست صابی تھے زردشت کا مذہب قبول کرلیا۔ اسلامی فتوحات کے بعد یمن، بحرین، عمان، فارس، آذربائیجان اور خراسان کے زرتشتیوں نے بتدریج اسلام قبول کرلیا۔ اب بچے کھچے زرتشتی ''پارسی'' کہلاتے ہیں۔

امام رازی نے کہا ہے: ''مجوس کسی حقیقی نبی کے پیرو نہیں، صرف ایک متنبّی کے پیرو ہیں۔'' ان کے ان الفاظ سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ مجوس کو حقیقی اہل کتاب اور مشرکین کے بین بین ایک درمیانی امت سمجھتے ہیں۔ بقول نیشاپوری: مجوس، جو دو خداؤں (یزداں: نیکی کا خدا۔ اہرمن: بدی کا خدا) پر ایمان رکھتے ہیں، ان کا نبی بھی حقیقی نبی نہیں، بلکہ ایک متنبّی ہے۔ اس کے برعکس مشرکین کا نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ کوئی مقدس کتاب۔

ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مجوسی اہل کتاب تو نہیں، لیکن بعض معاملات میں ان سے اہل کتاب ذمیوں جیسا سلوک کرنا چاہیے۔ ان کے لیے جزیہ ادا کرنا لازمی ہے۔ لیکن نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے زرتشتیوں کو پیش کش کی تھی کہ وہ اسلام اور جزیہ میں سے جو چیز چاہیں قبول کرلیں۔ (ابوداود 433:3، روایت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد: 18 ص 588 تا 594)

مجوسیوں کی اخلاقی حالت کے بارے میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: ''ان کے مذہب واخلاق کو مزدک کی گمراہیوں نے بری طرح مسخ کر کے رکھ دیا تھا، حتی کہ سگی بہن سے نکاح تک ان میں رواج پا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن: 211/3)

باکو: یہ آذربائیجان کا دارالحکومت ہے جو بحیرۂ کیسپین کے ساحل پر واقع ہے۔ یہ پٹرولیم کی صنعت کا مرکز ہے۔ اس کی آبادی 20 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

یزد: ایران کا یہ شہر اصفہان کے جنوب مشرق میں تقریباً 300 کلومیٹر دور ہے اور دشت کویر کے کنارے واقع ہے۔ اس کی

آبادی ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہے۔

کرمان: یہ شہر یزد سے تقریباً سوا تین سو کلومیٹر جنوب مشرق میں دشت لوط کے مغرب میں واقع ہے۔ آبادی ڈیڑھ لاکھ سے اوپر ہے۔ یہ صوبائی دارالحکومت ہے۔

بمبئی: آج کل اسے ممبئی کہا جاتا ہے۔ یہ بھارت کی مشہور بندرگاہ ہے جو بحیرۂ عرب کے ساحل پر واقع ہے۔ اس کی آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ سولہویں صدی عیسوی میں بمبئی پرتگالیوں کے تسلط میں تھا۔ 1668ء میں پرتگالی شہزادی کی شادی انگلستان کے بادشاہ سے ہوئی تو شاہ پرتگال نے بمبئی اپنی بیٹی کو جہیز میں دے دیا۔ اس طرح یہ برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا مرکز بن گیا۔ بمبئی اور گجرات کاٹھیاواڑ کے ساحل پر مجوسی (پارسی) صدیوں سے آباد ہیں۔ ٹاٹا بھارت کی صنعتی برادری کا ایک بڑا نام ہے، وہ پارسی تھا۔

سیلِ عَرِم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾

''قوم سبا کے لیے ان کے رہائشی علاقے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی کہ ان کے دائیں بائیں باغوں کے وسیع سلسلے تھے۔ (ہم نے انہیں کہا:) کھاؤ اپنے رب کا دیا ہوا اور اس کا شکر ادا کرو۔ عمدہ شہر اور معاف کرنے والا رب۔ (اور کیا چاہیے؟) لیکن انہوں نے اعراض کیا تو ہم نے ان پر زبردست سیلاب بھیج دیا اور ان کے باغوں کے وسیع سلسلوں کو کڑوے اور بدمزہ باغوں' جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیری کے درختوں کے سلسلوں میں بدل دیا۔ یہ سب کچھ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ اور ہم ناشکرے لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔'' (سبا:15/34...17)

سبا ایک قدیم تہذیب کی حامل حکومت تھی جو یمن میں قائم ہوئی۔ اس کا عرصہ 950 سے 115 ق-م تک تھا۔ اس کا دارالحکومت مأرب تھا۔ اس کے بعد حمیریوں کی حکومت قائم ہوئی۔ یہ لوگ بھی سبا ہی سے تعلق رکھتے تھے۔ اس حمیری حکومت نے حبشیوں سے ٹکر لی' پھر ایرانیوں سے لڑائی لڑی۔ اس طرح یہ حکومت ختم ہوگئی۔

شہر سبا کو بھی ''مأرب'' کہا جاتا ہے۔ (مأرب کا معنیٰ کثیر پانی ہے) اس شہر کے قریب ایک وادی میں سیلابی پانی کثرت سے بہتا تھا' وہاں مشہور بند بنا ہوا تھا۔ اس بند کے پانی سے وہ پینے کا پانی بھی حاصل کرتے تھے اور باغات کی سیرابی کا کام بھی لیتے تھے۔

عَرِم کا معنیٰ مضبوط اور قوی ہے۔ کثیر لشکر کو بھی عرم کہا جاتا ہے۔ سیلِ عرم سے مراد وہ سیلاب ہے جو مأرب کا بند ٹوٹنے سے برپا ہوا۔ یہ ظہور اسلام سے تقریباً چار سو سال پہلے کی بات ہے۔ بعض محققین کے مطابق ''عرم'' اس وادی کا نام ہے جہاں یہ ڈیم (بند) تعمیر کیا گیا تھا۔

❀ دائرة معارف القرن العشرين : 390/6

❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم :374

❀ القاموس الإسلامي : 221/3، 610

❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم :612

سَیل العَرِم کے بعد ہجرت
غَسّان .... جنوبی شام کی طرف
جذام .... تہامہ کی طرف
أزد .... عُمان کی طرف
أوس اور خزرج .... یثرب کی طرف
افغانستان
پاکستان
فارس (ایران)
اصفہان
یزد
زاہدان
شیراز
بوشہر
اہواز
اُبلّہ
عراق
دریائے دجلہ
دریائے فرات
صحرائے شام
دمشق
بصری الشام
غسّان
بحیرۂ روم
اسکندریہ
القدس
عمّان
ایلہ
بابلیون
صحرائے نفود
الاحساء
خلیج فارس
مصر
جذام
اوس اور خزرج
مدینہ منورہ (یثرب)
نجد
خلیج عُمان
مسقط
ازد
عُمان
جزیرہ نمائے عرب
مکہ مکرمہ
جدہ
دریائے نیل
صرائے نوبیہ
سودان
ربع الخالی
مصیرہ
ظفار
حضرموت
بحیرۂ عرب
صنعاء
مأرب
مصوع
مکلا
یمن
عدن
سقوطرہ (یمن)
عصب
خلیج عدن
حبشہ
قرن افریقہ
بحرہند
200
400
600
800
1000
1500
1400

سیلِ عَرِم

قوم سبا جزیرہ نمائے عرب کے جنوب میں ملک یمن میں آباد تھی۔عرب میں مستقل دریا ناپید ہیں' اکثر بارش کے پانی پر گزر بسر ہوتی ہے اور کہیں کہیں پہاڑی چشمے بھی ہیں۔ بارش کا پانی ہو یا پہاڑی چشموں کا' تمام پانی بہہ کر ریگستان (ربع الخالی) میں جذب ہوکر ضائع ہوجاتا تھا۔قوم سبا نے اس پانی کو کام میں لانے کے لیے ایک سو سے زائد بند باندھے تھے اور ان کی وجہ سے تمام ملک سرسبز و بہارستان بنا ہوا تھا۔ان بندوں میں سے سب سے بڑا اور عظیم الشان بند ''سدمأرب'' تھا جو دارالحکومت ''مأرب'' کے قریب بنایا گیا تھا (قصص القرآن:305/3)

سد مأرب: مسعودی کے بقول مأرب کے پاس ایک آبی بند سبا بن یشجب بن یعرب نے بنانا شروع کیا تھا۔مگر اس کی تکمیل سے پہلے وہ فوت ہوگیا اور پھر حمیر کے بادشاہوں نے اسے مکمل کیا۔مسعودی کہتے ہیں کہ سدمأرب کی لقمان بن عاد نے تکمیل کی۔ڈاکٹر محمد عبدالقادر بافقیہ ''تاریخ الیمن القدیم'' میں رقمطراز ہیں:

''مأرب کا عظیم بند اس وادی پر واقع ہے جس کے شمالی دہانے پر مأرب کا شہر بنا ہوا ہے۔مأرب کے قریب ''بلق'' نام کا ایک پہاڑ ہے' اس پہاڑ کو کاٹنے والی تنگ گزرگاہ کا نام ''وادی دنہ'' ہے جو اس کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔اس وادی کے دہانے پر مکربون (ملوک سبا) کے زمانے میں اہل سبا نے مٹی کی ایک موٹی دیوار کھڑی کی تھی جس کو انہوں نے سیلاب کی جانب سے بڑی بڑی چٹانوں سے ڈھانک دیا تھا۔اس مٹی کی دیوار یا بند کی لمبائی 1800 فٹ تھی۔اس کی بلندی اس کے آخری دور میں 42 فٹ تک پہنچ گئی تھی۔انہوں نے بند کی دونوں جانب پانی کے اخراج کا راستہ چھوڑ دیا تھا۔اس کو داہنا صدف اور بایاں صدف کہا جاتا ہے۔اس طرح وہ اس قابل ہوگئے کہ اس پانی کو روک سکیں جو بارش کے موسم میں پہاڑوں کی بلندیوں سے اترتا تھا (اور ساتھ ہی) انہوں نے سطح آب کو اتنا بلند کیا کہ وہ ان زرعی زمینوں تک بآسانی پہنچ سکے جو نچلی سطح پر وادی کے دونوں طرف واقع تھیں۔'' (سید عبدالرحمٰن الکاف: ''ارض سبا'' کا سفرنامہ)

اہل سبا ایک عرصہ تک حلقہ بگوش اسلام رہتے ہوئے احکام الٰہی کی تعمیل کرتے رہے' لیکن تمول اور ہر قسم کی نعمتوں نے آہستہ آہستہ ان میں تکبر وغرور پیدا کر دیا' یہاں تک کہ دین حق کو خیرباد کہہ دیا اور کفر وشرک کی زندگی کو دوبارہ اپنا لیا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی فوراً گرفت نہیں کی بلکہ انہیں سمجھانے کے لیے انبیائے کرام ان کی طرف بھیجے جنہوں نے ان کو توحید کی طرف بلایا اور شرک وکفر سے ڈرایا مگر وہ اپنی خوش عیشی اور بدمستی میں مبتلا رہے' چنانچہ ان پر اللہ کا عذاب آیا جو دو طرح کا تھا:

الف: وہ ''بند'' جس کی تعمیر پر ان کو بے حد ناز تھا' جس کی بدولت ان کے دارالحکومت کے دونوں جانب تین سو مربع میل تک خوبصورت باغات' سرسبز کھیتوں اور فصلوں سے یمن گلزار بنا ہوا تھا وہ اللہ کے حکم سے ٹوٹ گیا اور اس کا پانی سیلاب کی

شکل میں چاروں طرف پھیل گیا جس سے ان کے باغات اور کھیت تباہ ہو گئے۔ جب پانی خشک ہوا تو پورے علاقے میں باغوں کی جگہ جھاؤ کے درخت، جنگلی بیریاں اور پیلو کے درخت اگ آئے۔ اللہ کے اس عذاب کو کوئی نہ روک سکا، ان کی قوت کام آئی نہ علم ہندسہ کی مہارت نے فائدہ دیا۔ (قصص القرآن: 3/300-311)

ب: ''مأرب'' کا بند ٹوٹ جانے پر جب شہر مأرب اور اس کے دونوں جانب کے علاقے سرسبز کھیتوں، خوشبودار درختوں، عمدہ میووں اور پھلوں کے شاداب باغوں سے محروم ہو گئے تو ان بستیوں کے اکثر باشندے منتشر ہو کر کچھ شام، عراق اور حجاز کی جانب چلے گئے اور کچھ یمن کے دوسرے علاقوں میں جا بسے...... نیز یمن سے شام تک کی راحت رساں آبادیاں اور کارواں سرائیں بھی اجڑ گئیں جو انہیں سفری سہولتیں مہیا کرتی تھیں اور ان کی حکومت کا شیرازہ اس طرح بکھر گیا کہ وہ حقیقتاً ایک کہانی بن کر رہ گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یمن کے ان پہاڑوں پر کئی دن تک مسلسل طوفانی اور موسلا دھار بارش ہوتی رہی جس سے پانی ان وادیوں میں جمع ہوتا رہا، پھر اس پانی کا دباؤ اور بلندی دونوں بڑھتے ہی گئے، پانی بند کے اوپر سے بہنے لگا، مگر بارش تھمنے کا نام ہی نہ لیتی تھی، یہاں تک کہ مسلسل دباؤ کی وجہ سے خود بند ہی کے پیرا کھڑ گئے۔ پھر کیا تھا؟ جل تھل ایک ہو گئے، بارش پہلے ہی کھیتوں، باغوں، گھروں اور بازاروں کو پانی سے بھر چکی تھی، نکاسی کا کوئی راستہ باقی نہ رہ گیا تھا، اس پر بند ٹوٹنا قیامت ہو گیا، یوں کہیے کہ چھوٹا طوفان نوح تھا۔ (سید عبدالرحمٰن الکاف: ''ارض سبا'' کا سفرنامہ)

نیا سد مأرب: پرانے سد مأرب سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر نیا سد مأرب تعمیر کیا گیا ہے جس کا سنگ بنیاد علی عبداللہ صالح صدر جمہوریہ یمن اور شیخ زاید بن سلطان آل نہیان نے اکتوبر 1986ء میں رکھا، پھر اس کا افتتاح ستمبر 1987ء میں ہو گیا۔ اس ڈیم کی بنیاد 54 میٹر گہری کھودی گئی ہے، اس کا مجموعی رقبہ 24 مربع کلومیٹر ہے۔ (سید عبدالرحمان الکاف ''ارض سبا'' کا سفرنامہ)

ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ پرانا بند شمالی و جنوبی دونوں یمنوں کے پہاڑوں سے آنے والے پانی کو روکتا تھا جبکہ نیا بند صرف جنوبی یمن کے پہاڑوں کا پانی جمع کرتا ہے۔

مأرب: اس کی تفصیل باب ''حضرت سلیمان علیہ السلام'' میں دیکھیے۔

اَصۡحَابُ الۡاُخۡدُوۡد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

''قسم ہے برجوں والے آسمان کی' وعدے کے دن کی اور جمعے اور عرفے کے دن کی۔ اصحاب الاخدود (کھائی والوں) پر لعنت ہے۔ جنہوں نے بھڑکتی آگ جلائی تھی اور وہ آگ کے قریب بیٹھے ایمان والوں کے ساتھ اپنی بدسلوکی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے جو مومنوں سے دشمنی کی تھی' ان کے نزدیک بھی ایمان والوں کا یہی جرم تھا کہ وہ غالب قابل تعریف اللہ پر ایمان لائے تھے۔ جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر بخوبی گواہ ہے۔'' (البروج:85/1...9)

لغت میں ''اخدود'' زمین کی لمبی کھائی کو کہتے ہیں۔ جس طرح زلزلے کے نتیجے میں بن جاتی ہے۔ اصحاب اخدود کا ذکر قرآن مجید میں صرف سورۂ بروج میں آیا ہے۔

مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ کچھ مومنین نے اپنے عقیدے سے مرتد ہونے سے انکار کردیا اور موت کو ترجیح دی خواہ انہیں قتل کردیا جائے یا جلا دیا جائے۔ ان کے ظالم بادشاہ نے ایک کھائی کھدوائی' اس میں زبردست آگ جلائی اور ان سب کو کوئلہ کردیا۔

بعض مفسرین اور مؤرخین کے مطابق یہ بادشاہ ''حِمْیَری'' بادشاہوں میں سے تھا۔ اس کا نام ''یوسف ذونواس'' تھا۔ 524ء میں فوت ہوا۔ یہ متعصب یہودی تھا۔ اس نے نجران کے عیسائیوں پر سخت ظلم کیے۔ انہیں اپنا دین چھوڑنے پر مجبور کیا ورنہ انہیں آگ میں جلانے کی دھمکی دی۔ جب انہوں نے اپنا دین چھوڑنے سے انکار کیا تو اس ظالم نے انہیں 523ء میں حقیقتاً جلا دیا۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے: ''جب بادشاہ نے کھائی کھودنے کا حکم دیا اور اس میں ہر طرف آگ جلا دی تو اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ ہر صاحب ایمان مرد وعورت کو باہر لائیں اور انہیں آگ پر کھڑا کر کے پیشکش کریں' اگر وہ دین

چھوڑ دیں تو اچھی بات ہے ورنہ انہیں آگ میں پھینک دیں۔ایک عورت اپنے بچے کو گود میں اٹھائے لائی۔ وہ آگ میں چھلانگ لگانے سے ذرا ہچکچائی تو بچہ بول اٹھا:''ماں! مضبوط رہ! بلاشبہ تو حق پر ہے۔''(صحیح مسلم' الزھد' حدیث:3005)

❀ التفسير المنير: 155/30
❀ صفوة التفاسير: 540/3
❀ القاموس الإسلامي: 120/1
❀ المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم: 227
❀ المعجم المفهرس لمعاني القرآن العظيم: 80
❀ الموسوعة اليمنية: 1035/2
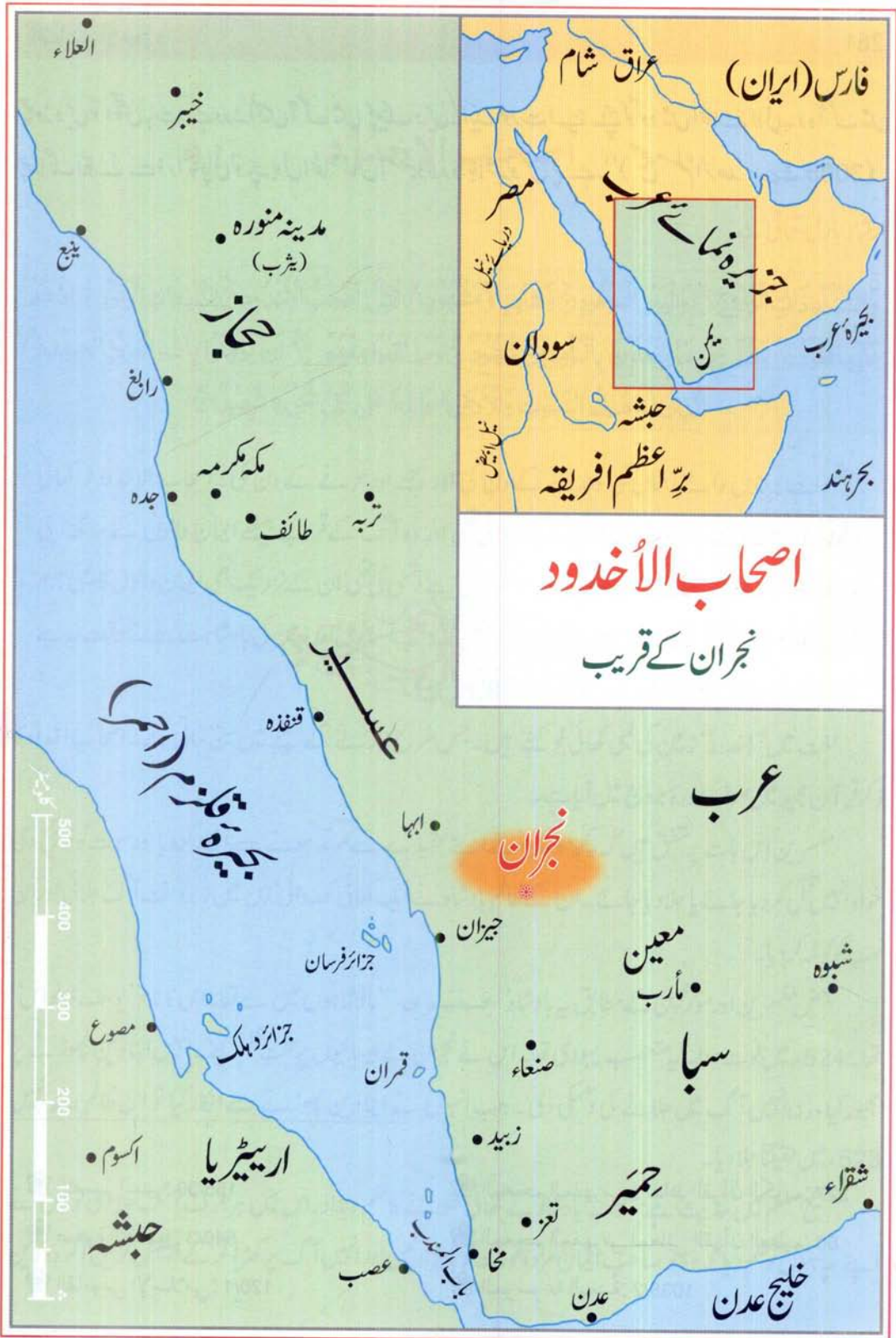
اصحاب الاُخدود
نجران کے قریب
فارس (ایران)
عراق
شام
مصر
جزیرہ نمائے عرب
سوڈان
یمن
حبشہ
برِّ اعظم افریقہ
بحیرۂ عرب
بحرِ ہند
العلاء
خیبر
مدینہ منورہ
(یثرب)
ینبع
حجاز
رابغ
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
تربہ
عسیر
قنفذہ
بحیرۂ قلزم (احمر)
عرب
ابہا
نجران
جیزان
جزائر فرسان
معین
مأرب
شبوہ
مصوع
جزائر دہلک
قمران
صنعاء
سبا
زبید
اکسوم
اریٹیریا
حمیر
شقراء
تعز
حبشہ
باب المندب
مخا
عصب
عدن
خلیج عدن

اصحاب الاخدود

اخدود...... ''خد'' کے معنی گڑھے' کھائی اور خندق کے ہیں اور اس کی جمع ''اخدود'' ہے۔ چونکہ زیر بحث واقعے میں کافر بادشاہ اور اس کے امراء واعیان سلطنت نے خندقیں اور گڑھے کھدوا کر اور ان کے اندر آگ دہکا کر عیسائی مومنوں کو ان میں ڈال کر زندہ جلا دیا تھا۔ اس نسبت سے ان کافروں کو ''اصحاب اخدود'' کہا جاتا ہے۔ (قصص القرآن:331/3)

حاکم یمن ذونواس یہودیت کا پرجوش مبلغ تھا ادھر رومی سوداگر یمن کے سواحل تک پہنچتے تھے لیکن جہاں جہاں گزرتے تھے اسباب سوداگری کے ساتھ عیسائیت کی سوغات بھی ساتھ ساتھ بانٹتے جاتے تھے۔ عیسائی راہب بھی مخصوص مقاصد کے ساتھ ملک میں دورہ کرتے تھے۔ پہلے اثر نے عدن اور دوسری کوشش نے نجران میں جہاں پہلے شجر پرستی ہوتی تھی عیسائیت کے برگ و بار پیدا کیے۔ ان تدابیر سے نجران عیسائیت کا مرکز قرار پا گیا تھا۔ حمیری یہودی عیسائیت کی ترقی دیکھ کر بھرتے تھے۔

نجران میں ایک راہب کا مقام تھا' ایک لڑکا اس راہ سے اکثر گزرتا تھا۔ راہب اس کو راستہ میں ٹھہرا کر مذہبی تعلیم کا روز کوئی نہ کوئی سبق دیا کرتا تھا۔ جب عام لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ طبعاً برافروختہ ہوئے۔ آخر ذونواس اور اس کے حواریوں نے خندقیں کھود کر انہیں آگ سے بھر دیا' پھر لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا۔ جس نے عیسائیت پر اصرار کیا اسے آگ میں پھینک دیا گیا۔ یہ واقعہ 523ء میں پیش آیا تھا۔

قرآن میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے تمام لوگوں کو جلا دیا اور شہر کو بے نشان کر دیا' رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نجران میں عیسائی آبادی موجود تھی' وہاں دعاۃ اسلام بھیجے گئے۔ نجران سے دو راہب رسول اللہ ﷺ سے مناظرہ کے لیے بھی آئے تھے۔ (ارض القرآن 235-236)

نجران: سعودی عرب کا یہ شہر وادی نجران میں حدود یمن کی طرف واقع ہے۔ اس کی آبادی 70 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ شہر نجران' صنعاء سے تقریباً 250 کلومیٹر شمال میں ہے۔ سن 9ھ میں نجران کے 60 عیسائیوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ نمبر 61 نازل ہوئی تھی مگر وہ نجرانی عیسائی مباہلے سے کنی کترا گئے تھے جس سے ثابت ہو گیا کہ نجرانی عیسائی جن عقائد کے پیروکار تھے ان کی صداقت پر انہیں خود کامل اعتماد نہیں تھا۔

اَصْحٰبُ الجَنَّۃ (باغ والے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْۤا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَاۤ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَاۤ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

''ہم نے مشرکین مکہ کو آزمائش میں ڈالا ہے جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ صبح صبح سارا پھل کاٹ لیں گے۔ انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا تھا۔ ابھی وہ سوئے ہوئے تھے کہ راتوں رات باغ پر تیرے رب کی طرف سے عذاب نازل ہوگیا۔ صبح کے وقت باغ کی یہ کیفیت ہوگئی جیسے فصل کاٹی گئی ہو۔ لیکن وہ (بے خبر) صبح صبح اٹھ کر ایک دوسرے کو پکارنے لگے: ''اگر تم نے پھل کاٹنا ہے تو جلدی جلدی باغ میں پہنچ جاؤ۔'' راستے میں جاتے ہوئے آہستہ آہستہ سرگوشیاں کررہے تھے: ''آج تمہارے پاس (باغ میں) کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔'' وہ سمجھتے تھے کہ ہم پوری فصل کاٹ لائیں گے۔'' لیکن جب انہوں نے اس باغ (والی جگہ) کو دیکھا تو کہنے لگے: ''شاید ہم راستہ بھول آئے ہیں۔'' پھر غور وفکر کے بعد کہنے لگے: ''ہم تو محروم ہوگئے۔'' درمیان والا بھائی کہنے لگا: ''میں نے تمہیں کہا نہیں تھا؟ اب تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' تب وہ نادم ہو کر کہنے لگے: ''پاک ومقدس ہے ہمارا رب ہم ہی ظالم ہیں۔'' پھر ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: ''ہائے افسوس! ہم ہی سرکش ہوگئے تھے۔ شاید رب تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر باغ دے دے۔ ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف رجوع کررہے ہیں۔'' عذاب ایسے ہی آتا ہے نیز آخرت کا عذاب اس سے بہت بڑا ہے۔ کاش لوگ جان لیں۔'' (القلم:68/17...33)

یہ باغ والے ''ضَوْرَان'' میں رہتے تھے۔ ''ضَوْرَان'' یمن میں بنو ہرش کا قلعہ تھا۔ دراصل ''ضَوْرَان'' اس علاقے کے ایک پہاڑ کا نام تھا۔ اسی مناسبت سے اس علاقے کو بھی ''ضَوْرَان'' کہا جاتا تھا۔

❀ التفسیر المنیر: 59/29 ❀ معجم البلدان: 464/3 ❀ صفوۃ التفاسیر: 427/3

اصحاب الجنّة
ضوران (صنعاء کے جنوب میں)
یمن میں بنو ہرش کے قلعے
ترکی
شام
عراق
فارس (ایران)
بحیرۂ روم
مصر
جزیرہ نمائے عرب
خلیج فارس
عمان
یمن
سوڈان
بحیرۂ عرب
حبشہ
صومالیہ
براعظم افریقہ
بحرِ ہند
نجران
صعدہ
جیزان
حرض
حوث
ربع الخالی
زہرہ
ریدہ
لحیہ
مأرب
صنعاء
جبل ضوران
حضرموت
معبر
حدیدہ
ضوران
یمن
ذمار
بیت الفقیہ
بحیرۂ قلزم (احمر)
یریم
حبان
حوطہ
زبید
اب
لودر
تعز
شقراء
مخا
لحج
عصب
عدن
حبشہ
خلیج عدن
کلومیٹر
300
200
100
20
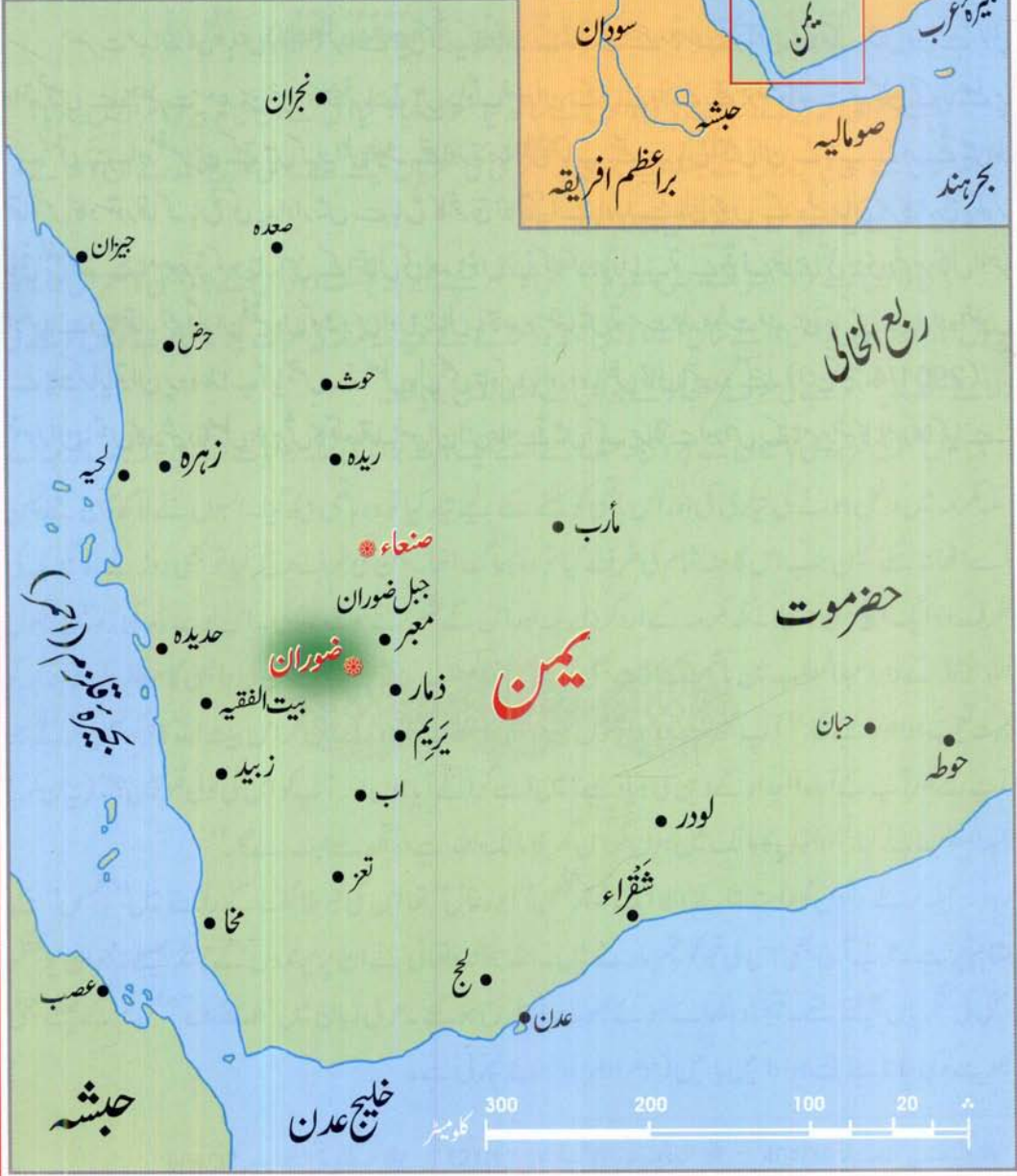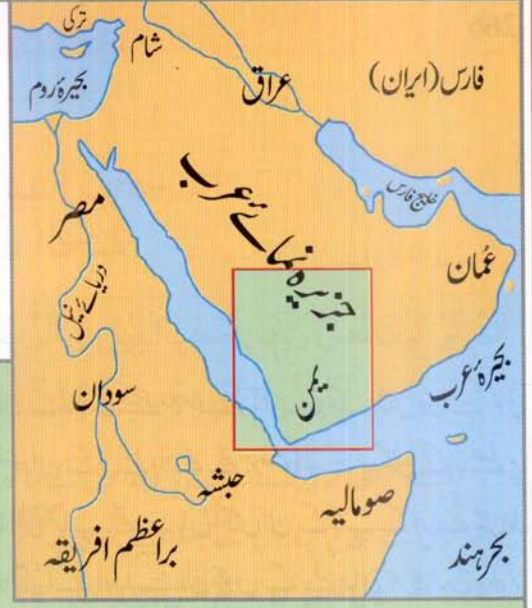
اصحاب الجنة

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ یہ کفار مکہ کے حالات کے مناسب قرآن نے ایک مثال دی ہے' کوئی واقعہ نہیں ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ ضوران کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے۔ اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے اور مذہباً اہل کتاب تھے۔ یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا جس کا دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکالتا' اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ کے نام صدقہ کر دیتا۔ اس کے انتقال کی بعد بیٹوں نے کہا کہ ہمارا باپ تو بے وقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر دے دیتا تھا۔ ہم اگر ان فقیروں کو نہ دیں اور اپنا مال باقاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں۔ یہ ارادہ انہوں نے پختہ کرلیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور وہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے۔ (ابن کثیر: 2901/4)

ضوران: یمن کا یہ شہر دراصل بنو ہرش کا قلعہ تھا۔ ضوران اس علاقے میں ایک پہاڑ ہے اور اس کے نام پر شہر کا نام رکھا گیا ہے۔

اَصۡحَابُ الۡفِيۡلِ (ہاتھی والے)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

''کیا تجھے علم نہیں کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کیا اس نے ان کی تدبیر کو نامراد نہیں بنادیا؟ اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے جو ان پر کھنگر مٹی کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ اس طرح اللہ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کردیا۔'' (الفیل:105/1...5)

ہاتھی والوں سے مراد ''اَبْرَھَہ بن اَشْرَم'' حبشی کا لشکر ہے۔ ابرہہ یوسف ذونواس کے بعد یمن کا حکمران بنا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش والے سال ۵۷۱ء میں کعبہ کو ڈھانے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف چلا تاکہ عرب لوگوں کو کعبے کی بجائے ''قُلَّیْس'' گرجے کی طرف متوجہ کرے' جو اس نے صنعاء میں بنایا تھا۔

اس لشکر کی سربراہی ہاتھیوں کے سپرد تھی۔ سب سے آگے ایک بہت بڑا ہاتھی تھا۔ روایات بتاتی ہیں کہ جب ابرہہ نے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی تیاری کی اور اس ہاتھی کو چلنے کے لیے تیار کیا تو وہ ہاتھی بیٹھ گیا۔ انہوں نے لاکھ جتن کیے لیکن اسے اٹھا نہ سکے' لیکن جب اس کا منہ شام کی طرف کیا تو وہ بھاگ اٹھا۔ یمن کی طرف رخ کیا تو بھی دوڑنے لگا مگر مکہ کی طرف وہ ایک انچ بھی نہ چلا۔ مکہ مکرمہ کے اردگرد ابرہہ اور اس کے لشکر نے لوٹ مار کی۔ اس لوٹ مار کی زد میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کے اونٹ بھی آگئے۔ عبدالمطلب نے ابرہہ سے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا تو ابرہہ کو بہت تعجب ہوا اور کہنے لگا: ''آپ مجھ سے دوسو اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ تو کررہے ہیں مگر اس بیت اللہ کا ذکر نہیں کرتے جو آپ کے اور آپ کے آباء واجداد کے دین کی بنیاد ہے؟ میں اسے گرانے آیا ہوں اور آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں؟'' (یہ سن کر) عبدالمطلب نے کہا: ''اونٹوں کا مالک میں ہوں مگر اس گھر کا مالک اللہ ہے وہ تجھ سے نبٹ لے گا۔''

حملہ کرنے والوں کو راستہ بتانے والا ایک غدار شخص ''ابو رغال'' تھا اس کی قبر طائف کے راستے میں ''مُغَمَّس'' کے مقام پر ہے۔ عرب آج بھی اس کی قبر کو پتھر مارتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان پر پرندوں کے جھنڈ بھیجے۔ جو ان پر کھنگر مٹی کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ نتیجتاً وہ کھائے ہوئے بھوسے کی طرح ہوگئے۔ عربی زبان میں ''عَصْف'' گندم کے چھلکے یعنی بھوسے کو کہا جاتا ہے جسے ہوا دائیں بائیں (ادھر ادھر) اڑائے پھرتی ہے۔

❀ التفسير المنير: 404/30 ❀ القاموس الإسلامي: 121/1 ❀ صفوة التفاسير: 604/3

اصحاب فیل
عام الفیل: 20 اپریل 571ء
﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ﴾
"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟"
(الفیل: 1/105)
قلزم
عقبہ
ایلہ
سیناء
مدین
تبوک
ضبا
العلاء
خیبر
مصر
دریائے نیل
ینبع
مدینہ منورہ
(یثرب)
نجد
رابغ
صحرائے نوبیہ
مکہ مکرمہ
جدہ
عسیر
سودان
نجران
صنعاء
مصوع
اکسوم
یمن
تعز
عصب
جھیل تانا
جبوتی
خلیج عدن
زیلع
سطح مرتفع حبشہ
صومالیہ
ہرجیسہ
200
400
600
800

اصحاب الفیل

حکومت سبا کی حدود مملکت جنوبی عرب سے شروع ہو کر شمالی عرب اور افریقہ تک وسیع ہو گئی تھیں۔ نجران میں یمن کے حمیری یہودی فرماں روا ذونواس نے عیسائیوں پر جو ظلم کیا اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کر کے حمیری حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا اور سن 525ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہو گئی تھی۔ بعض مورخین کے بقول اسی حبشی فوج میں ابرہہ بھی تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابرہہ اس فوج کا سپہ سالار تھا۔ رفتہ رفتہ وہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا' مگر برائے نام اس نے شاہ حبش کی بالادستی تسلیم کر رکھی تھی اور اپنے آپ کو نائب شاہ لکھتا تھا۔ یمن میں پوری طرح اقتدار مضبوط کر لینے کے بعد ابرہہ نے رومی سلطنت اور اس کے حلیف حبشی عیسائیوں کے لیے کام شروع کر دیا جو اس مہم کی ابتدا سے ان کے پیش نظر تھا' یعنی عرب میں عیسائیت پھیلانا اور عربوں کی تجارت پر قبضہ جمانا۔

ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان کلیسا تعمیر کرایا جسے عرب مورخین القَلِیس یا القُلَّیس یا القُلَیس اور یونانی میں Ekklesia کہتے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ اس کام کی تکمیل کے بعد اس نے شاہ حبش کو لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبہ سے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر نہ رہوں گا۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اس نے یمن میں علی الاعلان اپنے اس ارادے کا اظہار کیا اور اس کی منادی کرادی۔ اس کے اس اعلان پر غضبناک ہو کر ایک عرب (حجازی) نے کسی نہ کسی طرح کلیسا میں گھس کر رفع حاجت کر ڈالی۔ اپنے کلیسا کی اس توہین پر اس نے قسم کھائی کہ میں اس وقت تک چین نہ لوں گا جب تک کعبے کو ڈھا نہ دوں۔

اس کے بعد وہ سن 570ء یا 571ء میں ساٹھ ہزار فوج اور 13 ہاتھی لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں یمن کے سردار ذونفر نے' پھر خثعم کے علاقے کے سردار نفیل بن حبیب خثعمی نے مقابلہ کیا' مگر وہ شکست کھا گئے...... طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف کا ایک سردار مسعود وفد لے کر ابرہہ سے ملا اور کہا ہمارا بت کدہ وہ معبد نہیں جسے آپ ڈھانے آئے ہیں' وہ تو مکہ میں ہے' اس لیے آپ ہمارے معبد کو چھوڑ دیں۔ ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے آپ کو رہنما فراہم کیے دیتے ہیں۔ ابرہہ نے یہ بات قبول کر لی اور بنی ثقیف نے ابورغال نامی ایک آدمی کو اس کے ساتھ کر دیا۔ جب مکہ تین کوس رہ گیا تو ''اَلْـمُـغَـمَّـس'' نامی مقام پر پہنچ کر ابورغال مر گیا۔ عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے۔ بنی ثقیف کو بھی وہ سالہا سال تک طعنے دیتے رہے کہ انہوں نے لات کے مندر کو بچانے کے لیے بیت اللہ پر حملہ کرنے والوں کا تعاون کیا۔

محمد بن اسحاق کی روایت ہے کہ المغمس سے ابرہہ نے اپنے مقدمۃ الجیش کو آگے بڑھایا اور وہ اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لے گیا جن میں رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ تھے۔ اس کے بعد اس

نے اپنے ایک ایلچی کو مکہ بھیجا اور اس کے ذریعے سے اہل مکہ کو یہ پیغام دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس گھر (کعبہ) کو ڈھانے آیا ہوں' اگر تم نہ لڑو تو میں تمہاری جان و مال سے کوئی تعرض نہ کروں گا' مکے کے سب سے بڑے سردار اس وقت عبدالمطلب تھے۔ ایلچی نے ان سے مل کر ابرہہ کا پیغام پہنچایا' انہوں نے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے' یہ اللہ کا گھر ہے' وہ چاہے تو اپنے گھر کو بچا لے گا۔ ایلچی نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ابرہہ کے پاس چلیں' وہ اس پر راضی ہو گئے اور اس کے ساتھ چلے گئے۔ وہ اس قدر وجیہ اور شاندار شخص تھے کہ ان کو دیکھ کر ابرہہ بہت متاثر ہوا اور اپنے تخت سے اتر کر ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا' پھر پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرے جو اونٹ پکڑ لیے گئے ہیں وہ مجھے واپس دے دیے جائیں۔ ابرہہ نے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں کا مطالبہ تو کر رہے ہیں اور یہ گھر جو آپ کا اور آپ کے دین آبائی کا مرجع ہے' اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتے۔ انہوں نے کہا میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور انہی کے بارے میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں۔ رہا یہ گھر' تو اس کا ایک رب ہے' وہ اس کی حفاظت خود کر لے گا۔ ابرہہ نے جواب دیا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبدالمطلب نے کہا آپ جانیں اور وہ جانے۔ دوران گفتگو عبدالمطلب نے یہ بھی کہا: یہ اللہ کا گھر ہے آج تک اس نے کسی کو اس پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ یہ کہہ کر وہ ابرہہ کے پاس سے اٹھ آئے اور اس نے ان کے اونٹ واپس کر دیے۔

قریش اتنی بڑی فوج سے لڑ کر کعبے کو بچانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عبدالمطلب نے لوگوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں میں چلے جائیں تاکہ ان کا قتل عام نہ ہو' پھر وہ اور قریش کے چند سردار حرم میں حاضر ہوئے اور اللہ کے حضور دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر کی حفاظت فرمائے۔ ابن ہشام' سہیلی اور ابن جریر نے عبدالمطلب کے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:

لَاهُمَّ إِنَّ الْعَبْدَ يَمْ　　نَعُ رَحْلَهُ فَامْنَعْ حِلَالَكْ

''الٰہی! بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے' تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما''

لَا يَغْلِبَنَّ صَلِيبُهُمْ　　وَمِحَالُهُمْ غَدْواً مِحَالَكْ

''کل ان کی صلیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے''

إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقِبْ　　لَتَنَا فَأَمْرٌ مَا بَدَالَكْ

''اگر تو ان کو اور ہمارے قبلے کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تو چاہے کر''

وَانْصُرْنَا عَلَى آلِ الصَّلِيْ　　بِ وَعَابِدِيهِ الْيَوْمَ آلَكْ

''صلیب کی آل اور اس کے پرستاروں کے مقابلے میں آج اپنی آل کی مدد فرما''

يَا رَبِّ لَا أَرْجُو لَهُمْ سِوَاكَا　　يَا رَبِّ فَامْنَعْ مِنْهُمْ حِمَاكَا

''اے میرے رب! تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا۔ اے میرے رب! ان سے اپنے حرم کی

حفاظت فرما۔''

إِنَّ عَــدُوَّ الْبَيْــتِ مَنْ عَــادَاكَــا امْــنَـعْهُــمْ أَنْ يُّخَرِّبُوا قُرَاكَــا

''اس گھر کا دشمن تیرا دشمن ہے۔اپنی بستی کو تباہ کرنے سے ان کو روک''

یہ دعائیں مانگ کر عبدالمطلب اور ان کے ساتھی بھی پہاڑوں میں چلے گئے اور دوسرے روز ابرہہ مکے میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا' مگر اس کا خاص ہاتھی محمود' جو آگے آگے تھا' یکا یک بیٹھ گیا' بہت کوشش کی مگر وہ نہ ہلا...... اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ اپنی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے لیے ہوئے آئے اور انہوں نے اس لشکر پر ان سنگریزوں کی بارش کر دی جس سے سارا لشکر ہلاک و برباد ہو گیا۔ یہ واقعہ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان وادی محصب کے قریب محسر کے مقام پر پیش آیا۔ جس سال یہ واقعہ پیش آیا' اہل عرب اسے عام الفیل کہتے ہیں۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ اصحاب الفیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا تھا' جبکہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ربیع الاول میں تقریباً 50 دن بعد ہوئی تھی۔ (ملخص از تفہیم القرآن: 462/6-469)

صنعاء: 525ء میں جب حبشہ (اکسوم) کے عیسائی بادشاہ نے آخری حمیری حکمران ذونواس کو شکست دے کر یمن میں اپنا گورنر مقرر کر دیا تو اس نے صنعاء کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ 543ء میں ابرہہ یمن کا گورنر ہوا جسے نکٹا ہونے کے باعث ابرہہ الاشرم کہا جاتا ہے۔ اس نے اگست 570ء میں خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے ارادے سے مکہ کی طرف یلغار کی مگر نامراد ٹھہرا۔ صنعاء اسلامی دور میں بھی یمن کا دارالحکومت رہا اور آج بھی جمہوریہ یمن کا دارالحکومت ہے۔

خثعم: جبل سراۃ (طائف اور نجران کے درمیان) میں خثعم بقول امام نووی ایک پہاڑ کا نام تھا اور اس نسبت سے یہاں آباد قبیلہ بھی خثعم کہلاتا تھا۔ ابرہہ الاشرم صنعاء سے چل کر خثعم کے راستے مکہ معظّمہ پر حملہ آور ہوا تھا۔

طائف: یہ عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے اور اچھی آب و ہوا اور زرخیزی و شادابی کے لیے مشہور ہے۔ سطح سمندر سے 1700 میٹر بلند ہونے کے باعث یہ زمانہ قدیم سے اہل مکہ کا مصیف یعنی گرمائی پہاڑی مقام رہا ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔ یہ مکہ کے جنوب مشرق میں 65 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ 1982ء میں یہاں مسلم سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ طائف کا انار دنیا کا بہترین انار ہے جو نہایت میٹھا' رسیلا اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ طائف بنو ثقیف کا شہر تھا۔ ان میں سے مختار ثقفی' حجاج بن یوسف اور فاتح سندھ محمد بن قاسم نے تاریخ میں شہرت پائی۔

مغمّس: یہ مکہ سے دو میل کے فاصلے پر عرفات سے پرے طائف کی جانب واقع ایک مقام ہے۔ یہاں ابورغال کی قبر ہے جس نے اصحاب فیل کی مکہ پر چڑھائی کرنے میں رہنمائی کی تھی۔ اسے یہاں موت نے آ لیا اور اس کی غداری کے باعث لوگ اس کی قبر پر کنکریاں پھینکتے ہیں۔

سردی اور گرمی کا سفر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۚ﴿۲﴾ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ﴿۴﴾

''چونکہ ہم نے قریش کو سردی اور گرمی کے سفر سے مانوس کر رکھا ہے۔ اس لیے ان کو چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک میں کھانے کے لیے دیا اور خوف سے امن دیا۔'' (قریش:106/1...4)

قریشی سردار ہر سال دو تجارتی سفر کرتے تھے' ایک سردیوں میں دوسرا گرمیوں میں۔ سردیوں میں یمن اور حبشہ کی طرف سفر کرتے تھے اور گرمیوں میں شام و عراق کی طرف۔

عبدِ مناف کے چاروں بیٹے ان قافلوں کی قیادت کرتے تھے۔ ہاشم شام کو جاتے تھے۔ خصوصاً غزہ کے علاقہ میں' اسی بنا پر غزہ ''غزہ ہاشم'' کے نام سے موسوم ہو گیا۔ مُطّلب یمن کو جاتے تھے۔ عبد شمس حبشہ کو اور نوفل عراق کو۔

قریش کے یہ قافلے بڑے امن وامان اور اطمینان سے جاتے تھے۔ (نقصان پہنچانا تو دور کی بات ہے) کوئی بری نیت سے ان کے سامنے نہ آتا تھا' کیونکہ وہ بیت اللہ کے پڑوسی اور حرم پاک کے باسی تھے۔

❀ التفسير المنير:412/30

❀ القاموس الإسلامي:507/2

❀ صفوة التفاسير:606/3

قریش مکہ کے سفر
﴿رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾ (القریش: 2/106)
(گرمیوں میں)
(سردیوں میں)
بحیرہ روم
شام
بصریٰ
القدس
غزہ ہاشم
بحیرہ مردار
وادی سرحان
قلزم
معان
دومۃ الجندل
ایلہ
سیناء
تبوک
خریبہ
مدین
تیماء
حائل
ضبا
العلاء
الوجہ
خیبر
مصر
مدینہ منورہ
(یثرب)
حجاز
بحیرہ احمر
صحرائے نوبیہ
جدّہ
شعیبہ
مکہ مکرمہ
تربہ
طائف
عسیر
قنفذہ
بحیرہ قلزم
نجد
طیسفون
(مدائن)
دریائے فرات
بابل
دجلہ
حیرہ
سواد
اُبلہ
کاظمہ
خلیج فارس
نجران
جیزان
فرسان
صعدہ
سوڈان
مصوع
دہلک
مأرب
صنعاء
قمران
زبید
یمن
اکسوم
تعز
مخا
حبشہ
عصب
عدن
خلیج عدن
1000
800
600
400
200
100

فلسطینی شہر غزہ ہاشم

قدیم شہر صنعاء (یمن کا دار الحکومت)

اصحاب ایلاف

قریش کے سفر: سردار عبدالمطلب کے والد اور رسول اللہ ﷺ کے پردادا کو سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس بین الاقوامی تجارت میں حصہ لیا جائے جو عرب کے راستے بلاد مشرق اور شام ومصر کے درمیان ہوتی تھی' اور ساتھ ساتھ اہل عرب کی ضروریات کا سامان بھی خرید کر لایا جائے تاکہ راستے کے قبائل ان سے مال خریدیں' اور مکے کی منڈی میں اندرون ملک کے تجار خریداری کے لیے آنے لگیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران کی ساسانی حکومت اس بین الاقوامی تجارت پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھیں جو شمالی علاقوں اور خلیج فارس کے راستوں سے رومی سلطنت اور بلاد مشرق کے درمیان ہوتی تھی۔ اس لیے جنوبی عرب سے بحیرۂ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جو تجارتی راستہ شام ومصر کی طرف جاتا تھا اس کا کاروبار بہت چمک اٹھا تھا۔ دوسرے عربی قافلوں کی بہ نسبت قریش کو یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبائل بیت اللہ کے خدام ہونے کی حیثیت سے ان کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ ہاشم نے تجارت کی اسکیم بنائی اور اپنی اس اسکیم میں اپنے باقی تینوں بھائیوں کو شامل کیا۔ شام کے غسانی بادشاہ سے ہاشم نے' حبش کے بادشاہ سے عبد شمس نے' یمنی امراء سے مطلب نے اور عراق وفارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اس طرح ان لوگوں کی تجارت بڑی تیزی سے ترقی کرتی چلی گئی۔ اسی بنا پر یہ چاروں بھائی متجرین (تجارت پیشہ) کے نام سے مشہور ہو گئے اور جو روابط انہوں نے گردوپیش کے قبائل اور ریاستوں سے قائم کیے تھے ان کی بنا پر ان کو اصحاب ایلاف بھی کہا جاتا تھا۔ ایلاف کے لفظی معنی ''الفت پیدا کرنے'' کے ہیں۔

ان بین الاقوامی تعلقات کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ عراق سے یہ لوگ وہ رسم الخط لے کر آئے جو بعد میں قرآن مجید لکھنے کے لیے استعمال ہوا۔ عرب کے کسی دوسرے قبیلے میں اتنے پڑھے لکھے لوگ نہ تھے جتنے قریش میں تھے۔ انہی وجوہ سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ **قریش قادة الناس** ''قریش لوگوں کے لیڈر ہیں'' (مسند احمد' مرویات عمرو بن العاص) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: **کان هذا الامر فی حمیر فنزعه الله منهم و جعله فی قریش** ''پہلے عرب کی سرداری قبیلہ حمیر والوں کو حاصل تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وہ ان سے سلب کر کے قریش کو دے دی۔'' (تفہیم القرآن' جلد ششم' ص:475)

وَدّ، سُوَاع، یَغُوث، یَعُوق، نَسر، لَات، عُزّٰی اور مَنَات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾

''قوم نوح نے کہا: ''تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو۔ (اپنے بتوں) وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو مت چھوڑو۔'' اس طرح انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا' لہٰذا اے اللہ! ان ظالموں کی گمراہی میں اضافہ فرما۔'' (نوح: 24...23/71)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿۲۳﴾

''کیا بھلا تم نے لات اور عزیٰ پر بھی غور کیا؟ اور ایک تیسری (دیوی) منات پر بھی؟ کیا تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اس (اللہ) کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی ناانصافی والی تقسیم ہے۔ یہ تو خالی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔'' یہ لوگ صرف گمان اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں جبکہ ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔'' (النجم: 23...19/53)

''صنم'': اس بت کو کہتے ہیں جس کی عبادت کی جائے۔

''وثن'': بھی بت کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اوثان ہے۔

''نُصُب'': سے مراد وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے ارد گرد رکھے ہوئے تھے۔ وہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیے جاتے تھے۔ ''نصب'' کی جمع ''انصاب'' ہے۔ مکہ میں سب سے پہلے بت نصب کرنے والا عمرو بن لُحَی ازدی تھا۔ وہ انہیں شام سے لے کر آیا تھا۔ اہم بت مندرجہ ذیل تھے:

''اساف اور نائلہ'': یہ دونوں بت مسجد حرام میں کعبہ کے دروازے کے پاس رکھے تھے۔

''اُقَیصر'': قضاعہ، لخم اور عاملہ (قبائل) کا بت تھا۔ شامی حدود کے پاس نصب تھا۔

''جَلْسَدْ'': حضر موت کے علاقے میں تھا۔ بنو کندہ اس کی پوجا کرتے تھے۔

''ذوالخَلَصَہ'': یہ بت مکہ اور یمن کے درمیان ''تبالہ'' کے مقام پر تھا۔ خثعم' بجیلہ 'از دالسراۃ اور ان کے قریب بنوہوازن کے قبائل اس بت کی بہت تعظیم کرتے تھے۔

''ذوالشَّری'': بنوحارث بن مبشر ازدی کا بت تھا۔

''ذوالکفّین'': قبیلۂ دوس کا بت تھا۔

''سواع'' مدرکہ بن الیاس کی نسل سے ہذیل قبیلے کا بت تھا جو مدینہ منورہ کے قریب ''ینبع'' کے علاقے میں تھا۔

''ضَیزَنان'': یہ دو بت تھے جنہیں جذیمہ ابرش نے حیرہ کے علاقے میں نصب کیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ منذر اکبر نے حیرہ کے دروازے پر انہیں کیا تھا۔ تا کہ حیرہ میں داخل ہونے والا ہر شخص انہیں سجدہ کرے۔ اس کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ کون میرا مطیع ہے۔

''عائم'': از دسراۃ کا بت تھا۔

''عُزّٰی'': مکہ سے عراق جانے والے راستے کے دائیں جانب پڑتا تھا۔ یہ بت قریش کے نزدیک عظیم ترین تھا۔

''لات'': طائف میں نصب تھا جس جگہ آج کل طائف کی مسجد کا بایاں مینار ہے۔

''مَنَات'': یہ عرب کا قدیم ترین بت تھا۔ یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ''مُشَلّل'' کے علاقہ میں ''قدید'' کے مقام پر سمندر کے قریب نصب تھا۔

''نَسر'': یمن میں تھا۔ بنوحمیر نے اسے بنایا تھا اور وہ ''بلخع'' کے علاقے میں اس کی پوجا کرتے تھے۔

''ھُبُل'': یہ بت عین کعبہ کے اندر نصب تھا۔

''وَدّ'': یہ بت بنوکلب نے ''دومۃ الجندل'' کے مقام پر نصب کیا تھا۔

''یعوق'': یہ بت قبیلۂ ہمدان نے صنعاء کے قریب ''خَیوان'' بستی کے قریب بنا رکھا تھا۔

''یغوث'': یہ بنومذحج اور ''جُرَش'' والوں کا بت تھا...... الخ۔

❀ الأصنام (عدة صفحات) ❀ القاموس الإسلامي (عدة أماكن وأجزاء)

❀ الأعلام: 84/5

عربوں کے اصنام اور مورتیں
۱۔سواع ۲۔العزی ۳۔اللات ٤۔مناة
٥۔نسر ٦۔ود ۷۔یعوق ۸۔یغوث
وہ بت جن کا ذکر قرآن کریم میں نہیں
۹۔إساف ۱۰۔ذوالخلصہ ۱۱۔ذوالشری
۱۲۔ذوالکفین ۱۳۔نائلة ۱٤۔ہبل
بحیرہ روم
اسکندریہ
قاہرہ
فیوم
مصر
دریائے نیل
صحرائے نوبیہ
سودان
حبشہ
بحیرہ مردار
ایلہ
سینا
عقبہ
تبوک
مدین
صحرائے نفود
دومۃ الجندل
عراق
کاظمہ
شیراز
بوشہر
فارس (ایران)
زاہدان
خلیج عربی (خلیج فارس)
دارین
الاحساء
جزیرہ نمائے عرب
نجد
حجاز
مدینہ منورہ
رابغ
جدہ
مکہ مکرمہ
طائف
بحیرہ قلزم
عسیر
نجران
جیزان
صنعاء
حدیدہ
مخا
عصب
مصوع
عدن
خلیج عدن
قرن افریقہ
ربع الخالی
تریم
حضرموت
مکلا
یمن
ظفار
دبا
صحار
خلیج عمان
مسقط
عمان
مصیرہ
بحیرہ عرب
بحر ہند
200
400
600
800
1000
کلومیٹر

سرزمین عرب کے بت

(1) اساف و نائلہ: یہ ایک انسانی شکل کا بت تھا اور عمرو بن لحی نے زمزم کے پاس رکھ دیا تھا۔ لوگ اس کا طواف کرتے اور ساتھ قربانی بھی کرتے تھے۔ اساف (مرد) اور نائلہ (عورت) کعبے میں زنا کے مرتکب ہوئے تھے اور جب لوگوں نے آ کر دیکھا تو وہ پتھر بن چکے تھے۔ لوگوں نے انہیں عبرت کے لیے صفا اور مروہ پر رکھ دیا تھا مگر ابن لحی نے حرم میں ان کی پوجا شروع کر دی۔

(2) اقیصر: زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے ایک معبود کا نام ہے۔ قضاعہ، لخم، جذام، عاملہ اور غطفان قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ یہ صحرائے شام کی سطح مرتفع (مشارف) میں واقع ہے۔ ہشام نے کہا ہے: قضاعہ، لخم، جذام اور اہل شام اس کا حج کرتے تھے اور اس کے پاس سر منڈاتے تھے۔ (معجم البلدان: 1/238)

(3) الجلسد: یہ حضر موت کے علاقے میں کندہ کا بت تھا۔ اس کے خادم و متولی بنی شکامہ بن شبیب تھے جو کندہ کی آل میں سے تھے۔ اس بت کے نام ایک چراگاہ تھی جس میں اس پر چڑھائے جانے والے جانور چرتے تھے۔ اس کی شکل ایک ضخیم انسان کی سی تھی جسے سفید پتھر سے تراش کر بنایا گیا تھا۔ (تلخیص از معجم البلدان: 2/51، 52)

(4) ذو الخلصہ: یہ بت تبالہ کے مقام پر نصب تھا اور دوس، خثعم اور بجیلہ قبائل اس کی پوجا کرتے تھے۔ اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا۔ اسے جریر بن عبداللہ بجلی نے توڑا۔

(5) ذو الشری: یہ دوس اور ازد قبائل کا دیوتا تھا اور عسیر کے علاقے میں اس کی پوجا ہوتی تھی۔ شری تہامہ میں ایک پہاڑی مقام تھا۔ نبطیوں میں ذوالشری اور حریس دیوتاؤں کا جوڑا تھا۔ ادوم (اردن) کے ایک پہاڑی مقام کا نام بھی ''شری'' تھا اور یہاں بھی ذوالشری کو خصوصاً پٹرا (بطرا) میں پوجا جاتا تھا۔

(6) ذو الکفَّین: یہ قبیلہ دوس کا دیوتا تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی (رضی اللہ عنہ) فتح مکہ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے واپس گئے اور جا کر ذوالکفین کو جلا دیا۔

(7) سواع: قرآن مجید کی سورۂ نوح میں ود، یغوث، یعوق اور نسر نامی بتوں کے ساتھ اس کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی قوم نوح ان پانچوں بتوں کو پوجتی تھی اور اس کے غرقاب ہونے کے ایک عرصہ بعد قبیلہ خزاعہ کے سردار عمرو بن لحی نے شام میں بت پرستی ہوتے دیکھی اور چند بت ساتھ لے آیا، پھر اس نے مذکورہ پانچوں بتوں کو جدہ کے مقام پر دریافت کیا اور اس کے بعد مختلف علاقوں میں ان کی پوجا ہونے لگی۔ عہد اسلام سے پہلے یثرب کے مغرب میں ینبع کے قریب رہاط کے مقام پر سواع کی پوجا ہوتی تھی، نیز دومۃ الجندل میں قبیلہ ہذیل کے لوگ بھی اسے پوجتے تھے۔ سواع کی شکل عورت کی تھی۔

(8) الضَیزَنَان: یہ "ضیزن" سے تثنیہ کا صیغہ ہے۔ لغت عرب میں ضیزن ایک دوسرے کے خلاف مزاحم ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ دو بت تھے جنہیں جذیمہ الابرش یا منذر الاکبر نے "حیرہ" (عراق) شہر کے دروازے پر نصب کیا تھا تاکہ جو بھی حیرہ میں داخل ہو انہیں سجدے کرے اور اس سے مقصود یہ تھا کہ آنے والے کی اطاعت کا امتحان لیا جائے۔ (لسان العرب: 254/13)

(9) عائم: کلبی نے کہا ہے کہ ازدسراۃ کے بت کا نام عائم تھا۔ (معجم البلدان: 73/4)

(10) العزیٰ: یہ نام اعز کی تانیث اور تفضیل کا صیغہ ہے جبکہ اعز بمعنی عزیز اور عزیٰ بمعنی عزیزہ لیا گیا ہے۔ مکہ سے چند میل دور وادی نخلہ میں ببول کا ایک درخت تھا جس کے نیچے عزیٰ کا تھان تھا۔ عزیٰ کا بت حرم کعبہ میں بھی رکھا ہوا تھا جسے فتح مکہ کے وقت توڑا گیا وادیٔ نخلہ میں بنوکنانہ عزیٰ کو پوجتے تھے اور اسے توڑنے کے لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا تھا۔

(11) اللات: طائف میں بنوثقیف اس کی عبادت کرتے تھے۔ "لات" کے معنی ہیں "ستو گھولنے والا" یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا۔ بعد میں عمرو بن لحی کے ایما پر اس کا بت بنا کر اس کی پوجا کی جانے لگی۔ قریش سونے سے پہلے لات اور عزیٰ کی پوجا پاٹ کرتے اور انہی کی قسم کھایا کرتے تھے۔

(12) منات: یہ بت قدیم ترین تھا اور بحیرۂ احمر کے ساحل پر قدید کے قریب مشلل میں نصب تھا۔ لات، منات اور عزیٰ عرب کے سب سے بڑے بت تھے اور ان تینوں کے نام سورۂ نجم میں آئے ہیں۔ منات کی پوجا کا آغاز بھی عمرو بن لحی نے کیا تھا۔ بنواز داور غسان منات کا حج بھی کرتے تھے۔ اوس اور خزرج حج کے بعد منات کے پاس آ کر احرام اتارتے تھے۔ فتح مکہ کے لیے جاتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو منہدم کر دیا۔

(13) نسر: حمیر (یمن) کے علاقے میں نجران کے پاس قبیلہ ذی الکلاع کے لوگ اس کی پوجا کرتے تھے۔ آج کل نجران سعودی عرب کا شہر ہے جو سرحد یمن کی طرف واقع ہے۔ نسر پرندے (گدھ) کی شکل کا بت تھا۔

(14) ھبل: قریش کے اس سب سے بڑے دیوتا کا نام دراصل "بعل" کی تحریف ہے۔ "بعل" اہل شام کا دیوتا تھا، اس سے منسوب "بعلبک" لبنان کا قدیم شہر ہے۔ "بعل" کے لغوی معنی قوت کے ہیں اور مجازاً آقا کے معنی لیے جاتے ہیں، اسی لیے قرآن میں "بعل" شوہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ بت قریش کو انسانی مورت کی شکل میں ملا تھا جو سرخ عقیق سے تراشا گیا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا، قریش نے وہ سونے کا بنوا کر لگا دیا۔ "ہبل" خاص کعبہ میں نصب تھا۔ فال کے پانسے اسی کے آگے ڈالے جاتے تھے۔ قریش جنگوں میں (اُعْلُ هُبَل) "ہبل کی جے" کا نعرہ لگاتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے توڑ دیا تھا۔

(15) ود: یہ بت دومۃ الجندل میں نصب تھا اور بنوکلب اس کی پوجا کرتے تھے۔ قریش بھی اس بت کو پوجتے تھے۔ لغوی لحاظ سے وَد اور وُد دونوں ایک ہی بت کے نام ہیں۔ قریش کا مشہور بہادر عمرو بن عبدود تھا جو غزوۂ احزاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔

(16) یعوق: یہ بھی ان پانچ بتوں میں شامل تھا جو جدہ میں دفن تھے۔ کہا جاتا تھا کہ عمرو بن لحی کے تابع ایک جن نے ان بتوں کا اسے پتہ دیا اور وہ انہیں کھود کر تہامہ لے آیا اور حج کے دنوں میں انہیں مختلف قبائل کے حوالے کر دیا۔ یعوق کے معنی ہیں مصیبت روکنے والا اور اس کی شکل گھوڑے کی تھی۔ یعوق یمن میں ارحب کے مقام پر نصب تھا' بنو ہمدان و خولان اس کی پوجا کرتے تھے۔ ارحب صنعاء سے دو راتوں کے فاصلے پر مکہ کی جانب واقع تھا۔

(17) یغوث: یہ بت اکمہ (یمن) میں نصب تھا اور بنو مذحج اور ہمدان اس کی پوجا کرتے تھے۔ قبیلہ طے کی شاخ انعم' مراد اور بنو غطیف بھی اسے پوجتے تھے۔ یغوث کے معنی ہیں ''فریاد کو پہنچنے والا'' اور اس کی شکل شیر کی تھی۔

اَدۡنَی الارض

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الٓمّٓ ۟ۚ غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ۙ۟ فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ۙ۟ فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ۟ بِنَصۡرِ اللّٰہِ ؕ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۙ۟

''الٓـمّٓ. رومی قریبی نشیبی جگہ میں مغلوب ہوگئے' لیکن وہ مغلوب ہونے کے چند سال بعد پھر غالب آئیں گے۔ فتح وشکست کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور رہے گا۔ نیز اس دن مومن بھی اللہ کی مدد کے ساتھ خوش ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ وہی غلبے اور حکمت کا مالک ہے۔'' (الروم:30/1...5)

''ادنیٰ الارض'' سے مراد فلسطین کا نشیبی علاقہ ہے۔ یعنی بحیرہ مردار (بحیرۂ لوط) جو سطح سمندر سے 392 میٹر نیچے ہے۔

عربی زبان میں ادنیٰ کا معنیٰ اقرب بھی ہے اور نشیب بھی۔ نشیب کے مقابلے میں بلندی ہوتی ہے۔ گویا ادنیٰ کا معنیٰ ہے نیچا' یعنی نشیبی علاقہ۔ لہٰذا ''ادنیٰ الارض'' سے مراد قریبی نشیبی علاقہ ہے۔

واقعتاً اسی طرح ہوا جس طرح قرآن مجید نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ رومی فارسیوں پر فلسطین کے علاقے میں غالب آگئے۔ اور یہ عین اس وقت کی بات ہے جب 2 ہجری یعنی 624ء میں مسلمان بدر کبریٰ میں مشرکین مکہ پر غالب آئے۔

ادنیٰ الارض سے مراد سطح ارض پر سب سے نچلا درجہ ہے اور وہ بحیرہ مردار ہے جو سطح سمندر سے 392 میٹر نیچے ہے۔ نیز یہ علاقہ رومی علاقے میں فارس اور جزیرۂ عرب کے قریب ترین تھا۔

اس سورت کی ابتدا قرآن مجید کے غیبی معجزات میں سے ہے کیونکہ واقعات اسی طرح وقوع پذیر ہوئے جس طرح یہاں بیان ہوئے۔ یہ واضح دلیل ہے جو آپ ﷺ کی سچی نبوت کی گواہی دیتی ہے۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ کیونکہ ایسے غیب کی خبر دی گئی جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور واقعتاً اسی طرح ہوا۔

❀ التفسیر المنیر: 42/21

❀ صفوۃ التفاسیر: 470/2

❀ لسان العرب: دنا' سفل

جزیرہ نمائے عرب
فارس اور روم
ساتویں صدی عیسوی کے پہلے ربع میں
سلطنت فارس
طیسفون
(مدائن)
دجلہ
دریائے فرات
حیرہ
سلطنت مناذرہ (لخمی)
ابلہ
بوشہر
ہرمز
آبنائے ہرمز
خلیج فارس
دارین
دمشق
بصریٰ
غسانی سلطنت
مشرقی رومی سلطنت
بحیرۂ روم
ایلہ
تبوک
سینا
مصر
نیل
دومۃ الجندل
مدین
تیماء
نجد
مدینہ منورہ
حجر
یمامہ
حجاز
عمان
بحیرۂ احمر
جدہ
مکہ مکرمہ
سودان
بحیرہ قلزم
عسیر
ربع الخالی
ظفار
نجران
یمن
صنعاء
حضرموت
بحیرۂ عرب
عدن
حبشہ
جھیل تانا
عطبرہ
نیل الازرق
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
شام
بحیرۂ روم
صفد
عکا
حیفا
بحیرہ طبریہ
ناصرہ
دریائے یرموک
فلسطین
بیسان
عجلون
دریائے اردن
نابلس
دریائے زرقا
یافا
لُد
رام اللہ
سلط
رملہ
اریحا
عمان
القدس
بیت لحم
بحیرہ لوط (بحیرہ مردار)
غزہ
الخلیل
کرک
بئر سبع
معان
أدنَی الأرض (قریب کی سرزمین)
(شام و فلسطین)
100
50
50

ادنیٰ الارض

یہ نام قرآن کریم کی سورۂ روم کی آیت نمبر 3 میں وارد ہوا ہے' اس کے معنی ہیں ''قریب کا علاقہ'' اور اس سے مراد ''اذرعات شام'' ہے۔

اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ''فارس (ایران) کے بادشاہ نے اپنے ایک جرنیل شہر بزان کو رومیوں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس جنگ میں رومیوں کو شکست ہوگئی۔ پھر قیصر روم نے اس ایرانی لشکر کے مقابلے کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ اذرعات اور بصریٰ (شام) کے مقام پر جنگ (613ء میں) ہوئی جس میں ایک دفعہ پھر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔

اس شکست کی خبر جب مکے میں پہنچی تو رسول اکرم ﷺ کو بہت دکھ ہوا' لیکن کفار مکہ بہت خوش ہوئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو یہ پسند نہ تھا کہ جاہل اور بے کتاب مجوسی روم کے اہل کتاب پر فتح پائیں۔ اس کے برعکس کفار مکہ کی ہمدردیاں اہل فارس کے ساتھ تھیں' چنانچہ اس موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے اہل اسلام سے کہا: ''تم بھی اہل کتاب ہو اور نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں' لیکن ہم اور ایران کے مجوسی' جو غیر اہل کتاب ہیں' تمہارے اہل کتاب بھائیوں پر غالب آ گئے ہیں' اس لیے اگر تم نے بھی ہم سے جنگ کی تو ہم ہی غالب آئیں گے۔'' اس پر سورۂ روم نازل ہوئی۔ اس کی ابتدائی آیات میں یہ واضح پیش گوئی کر دی گئی کہ یہ شکست عارضی ہے اور عنقریب اہل روم کو غلبہ حاصل ہوگا۔ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی بہت مختصر عرصے میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئی اور جنگ بدر (624ء) کے موقع پر جب اہل اسلام نے مشرکین مکہ کو شکست فاش دی تو اس زمانے میں روم کے اہل کتاب نے بھی ایران کے مجوسیوں کو شکست دے کر ایرانی شہنشاہیت کے ساتھ عرب بت پرستی کا بھی غرور توڑ دیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 396/10)

اذرعات: آج کل درعہ یا درعا کے نام سے مشہور ہے اور حوران (صوبہ) کا صدر مقام ہے۔ یہ دمشق سے جنوب کی طرف 106 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ سبزی مائل سیاہ پتھر (Basaltic) کے علاقے اور صحرا کی درمیانی سرحد پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ شہر ہر دور میں اناج کی منڈی اور تجارتی شاہراہوں کا اہم مرکز بنا رہا۔ 732 ق م سے پہلے یہ شہر دمشق اور اسرائیلی سلطنتوں کے درمیان وجہ نزاع رہا' بعد ازاں اس پر نبطیوں نے قبضہ جمالیا' پھر یہ رومیوں کے زیر نگیں ہوگیا اور 106ء سے سلطنت روم کے عرب صوبوں میں شامل کرلیا گیا۔

ہجرت نبوی سے ذرا پہلے اذرعات ایک یہودی نو آبادی کا اہم مرکز تھا۔ بنو نضیر نے بھی مدینہ سے ہجرت کر کے یہیں اپنے ہم مذہبوں کے ہاں پناہ لی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہاں کے باشندوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ القدس کو جاتے ہوئے یہاں سے گزرے تو اس شہر کے باشندوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم

کیا۔مملوکوں اور عثمانیوں کے زمانے میں اذرعات ضلع بثنیہ کا صدر مقام تھا اور حجاج کے راستے کی ایک منزل تھا۔عثمانی عہد کے آخر میں جب دمشق، عمان اور مدینے کو ملانے والی ریلوے لائن بنائی گئی تو اذرعات اس کا ایک اہم سٹیشن اور بصرہ اور حیفہ کو جانے والی ریلوے لائنوں کا جنکشن بن گیا۔28 ستمبر 1918ء کو اس پر برطانیہ نے قبضہ جمالیا۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ:277/2)

بُصریٰ: جنوبی شام کا ایک شہر ہے، آج کل اسے بصریٰ شام کہتے ہیں۔بُصریٰ اردن کی موجودہ سرحد سے انیس میل (تقریباً 30 کلومیٹر) شمال کی جانب اس سڑک پر واقع ہے جو مغرب میں درعا دمشق شاہراہ سے جا ملتی ہے۔لغت میں بصریٰ کے معنی بلند قلعہ کے ہیں۔تورات میں اس کا نام ''بصورة'' ذکر کیا گیا ہے۔(اردو دائرہ معارف اسلامیہ:585/4)

آغاز اسلام کے وقت بصریٰ شام کی غسانی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔سن 13 ہجری میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے فتح کیا۔(معجم البلدان:441/1)

تِین، زیتون، طور سینین اور بلدامین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝٥ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝٦ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝٨

''تین کی قسم، زیتون کی قسم، طور سیناء کی قسم اور اس امن والے شہر کی قسم۔ بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اس کو انتہائی ذلیل بھی کر دیا۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہوگا۔ پھر اب کون سی چیز تجھے روز جزا کو جھٹلانے پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں؟'' (التین:95/1...8)

اس سورت میں مقدس مقامات کی قسم اٹھائی گئی ہے۔ ان مقامات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء پر وحی اتارنے کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔

تین اور زیتون: اس سے مراد ملک شام کے تمام شہر ہیں خصوصاً بیت المقدس جہاں انجیر اور زیتون عام ہوتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کی قسم اٹھائی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل کیا گیا۔

طور سیناء: صحرائے سیناء کا ایک پہاڑ ہے۔ گویا اس پیغام کی قسم اٹھائی گئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طور سیناء میں اتارا گیا۔ سینین کا معنیٰ ہے مبارک۔

بلد امین: سے مراد مکہ مکرمہ ہے جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا پیغام اترا۔

گویا ان آیات مبارکہ میں تین آسمانی دینوں کی قسم اٹھائی گئی ہے جو بالترتیب حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائے گئے۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے درمیان اخوت کی روح صاف اجاگر ہوتی ہے۔ کیونکہ دین ایک ہے شریعتیں مختلف ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔'' (آل عمران:3/19)

❀ التفسیر المنیر: 30/301 ❀ صفوۃ التفاسیر: 3/577

انجیر اور زیتون کی سرزمین
﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ﴾ ''قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی ۝ اور طور سیناء کی ۝ اور اس پرامن شہر (مکہ) کی ۝'' (التین: 1,2,3/95)
ایشیائے کوچک (ترکی)
قبرص
حلب
طرابلس
بیروت
شام
دمشق
بحیرۂ روم
دریائے فرات
دریائے دجلہ
بغداد
صحرائے شام
اسکندریہ
عمان
القدس
ممفس
ایلہ
سیناء
صحرائے نفود
مصر
اسیوط
نجد
حجاز
بحیرۂ قلزم (احمر)
مدینہ منورہ
اسوان
دریائے نیل
مکہ مکرمہ
جدہ
صحرائے نوبیہ
سودان

تین اور زیتون

اس کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے۔ حسن بصری' عکرمہ' عطاء بن ابی رباح' جابر بن زید' مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ انجیر سے مراد یہی انجیر ہے جسے لوگ کھاتے ہیں اور زیتون بھی یہی زیتون ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے ایک قول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس کی تائید میں نقل کیا ہے۔ اور جن مفسرین نے اس تفسیر کو قبول کیا ہے انہوں نے انجیر اور زیتون کے خواص اور فوائد بیان کر کے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی خوبیوں کی وجہ سے ان دونوں پھلوں کی قسم کھائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک عام عربی دان تین اور زیتون کے الفاظ سن کر وہی معنی لے گا جو عربی زبان میں معروف ہیں۔ لیکن دو وجوہ ایسے ہیں جو یہ معنی لینے میں مانع ہیں۔ ایک یہ کہ آگے طور سیناء اور شہر مکہ کی قسم کھائی گئی ہے اور دو پھلوں کے ساتھ دو مقامات کی قسم کھانے میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ دوسرے ان چار چیزوں کی قسم کھا کر آگے جو مضمون بیان کیا گیا ہے اس پر طور سیناء اور شہر مکہ تو دلالت کرتے ہیں' لیکن یہ دو پھل اس پر دلالت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی کسی چیز کی قسم کھائی ہے' اس کی عظمت یا اس کے منافع کی بنا پر نہیں کھائی' بلکہ ہر قسم اس مضمون پر دلالت کرتی ہے جو قسم کھانے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ان دونوں پھلوں کے خواص کو وجہ قسم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بعض دوسرے مفسرین نے تین اور زیتون سے مراد بعض مقامات لیے ہیں۔ کعب احبار' قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ تین سے مراد دمشق ہے اور زیتون سے مراد بیت المقدس۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول ابن جریر' ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے یہ نقل کیا ہے کہ تین سے مراد حضرت نوح کی وہ مسجد ہے جو انہوں نے جودی پہاڑ پر بنائی تھی اور زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔ لیکن والتین والزیتون کے الفاظ سن کر یہ معنی ایک عام عرب کے ذہن میں نہیں آ سکتے تھے اور نہ یہ بات قرآن کے مخاطب اہل عرب میں معروف تھی کہ تین اور زیتون ان مقامات کے نام ہیں۔

البتہ یہ طریقہ اہل عرب میں رائج تھا کہ جو پھل کسی علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہو اس علاقے کو وہ بسا اوقات اس پھل کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔ اس محاورے کے لحاظ سے تین اور زیتون کے الفاظ کا مطلب منابت تین و زیتون' یعنی ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ ہو سکتا ہے' اور وہ شام اور فلسطین کا علاقہ ہے' کیونکہ اس زمانے کے اہل عرب میں یہی علاقہ انجیر اور زیتون کی پیداوار کے لیے مشہور تھا۔ ابن تیمیہ' ابن القیم' زمخشری اور آلوسی رحمۃ اللہ علیہم نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ اور ابن جریر نے بھی اگرچہ پہلے قول کو ترجیح دی ہے' مگر اس کے ساتھ یہ بات تسلیم کی ہے کہ تین و زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ بھی ہو سکتا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اس تفسیر کو قابل لحاظ سمجھا ہے۔

سورۃ التین میں اصل میں ''طـور سینـین'' فرمایا گیا ہے۔ سینین جزیرہ نمائے سیناء کا دوسرا نام ہے۔ اس کو سَیناء یا سِیناء بھی کہتے ہیں اور سینین بھی۔ خود قرآن میں ایک جگہ طور سیناء کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اب چونکہ وہ علاقہ جس میں کوہ طور واقع ہے سیناء ہی کے نام سے مشہور ہے اس لیے ہم نے ترجمہ میں اس کا یہی مشہور نام درج کیا ہے۔

البلد الامین سے مراد مکہ معظمہ جس کے باامن ہونے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی: ﴿ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ ''اے میرے رب اس کو ایک پرامن شہر بنا۔'' (البقرہ: 126/2) (تفہیم القرآن جلد 6 حاشیہ سورۃ التین)

طور سیناء (کوہ طور): دیکھیے باب ''حضرت موسیٰ علیہ السلام''۔

أُمُّ الْقُریٰ (مکہ مکرمہ)

مکہ مکرمہ کا ایک نام ''اُمُّ القریٰ'' ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

''یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے اتارا۔ تصدیق کرتی ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے اتری ہیں۔ تا کہ آپ امّ القریٰ (مکہ مکرمہ) اور اس کے اردگرد رہنے والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔'' (الانعام: 92/6)

دوسرا نام ''مکۃ'' ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ

''اللہ تعالیٰ نے وادیٔ مکہ میں تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔'' (الفتح: 24/48)

تیسرا نام ''بَکَّہ'' ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾

''بلاشبہ وہ پہلا گھر جسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر عوام الناس کے لیے بنایا گیا، شہر بکہ میں ہے۔ یہ گھر بابرکت ہے اور جہانوں کے لیے ہدایت کا سبب ہے۔'' (آل عمران: 96/3)

چوتھا نام ''البیت الحرام'' ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ شعائر، حرمت والے مہینوں، حرم کے لیے بھیجے گئے جانور جن کے گلے میں قلادے (پٹے) ڈالے گئے ہیں اور بیتِ حرام کا قصد کرنے والے حاجیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ یہ لوگ اپنے رب

کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں۔ جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم ان پر زیادتی کرو' اس بنا پر کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو' البتہ گناہ اور ظلم کے کام میں تعاون نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کی سزا بڑی سخت ہے۔'' (المائدۃ:2/5)

مزید ارشاد ربانی ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾

''اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ' حرمت والے مہینوں اور قربانی کے جانوروں کو' جن کے گلوں میں قلادے ڈالے گئے ہیں' لوگوں کے لیے بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔'' (المائدۃ:97/5)

قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کو ''البیت العتیق'' کے لفظ سے بھی ذکر کیا گیا ہے: **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٢٩﴾

''اس کے بعد وہ میل کچیل دور کریں۔ اپنی نذریں پوری کریں اور ''پرانے گھر'' کا طواف کریں۔'' (الحج:29/22)

قرآن مجید کی اسی صورت میں یہی نام ایک دفعہ اور مذکور ہے: **ارشاد ہے:**

لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾

''تمہارے لیے قربانی کے جانوروں میں ایک وقت مقررہ تک منافع اٹھانے کی گنجائش ہے۔ پھر وہ ''بیت عتیق'' کے پاس آ کر ذبح ہوں گے۔'' (الحج:33/22)

قرآن مجید میں مکہ مکرمہ کو ''البلد الامین'' بھی کہا گیا ہے: **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ﴿٣﴾

''اور اس ''امن والے شہر'' کی قسم۔'' (التین:3/95)

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ اس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے۔

اُمُّ القُرىٰ کے مختلف نام
مکّہ ، بکّۃ ، البیت الحرام
البیت العتیق ، البلد الامین
جزیرہ نمائے عرب
مصر
قاہرہ
اسکندریہ
فیوم
بحیرہ روم
دریائے نیل
سیناء
ایلہ
اردن
بحیرہ مردار
صحرائے نفود
عراق
اہواز
کاظمہ
بوشہر
فارس (ایران)
خلیج عربی (خلیج فارس)
دارین
الاحساء
مدین
حجاز
بحیرہ احمر
بحیرہ قلزم
مدینہ منورہ
نجد
مکہ مکرمہ
جدہ
سوڈان
ربع الخالی
دبا
صحار
خلیج عمان
مسقط
عمان
مصیرہ
ظفار
بحیرہ عرب
عسیر
مصوّع
صنعاء
حدیدہ
ترِیم
حضرموت
یمن
مکلا
مخا
عصب
عدن
خلیج عدن
حبشہ
قرن افریقہ
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
الحجون
سیدہ خدیجہ کی قبر
مسجد نوق
وادی فاطمہ کا راستہ
المعلاۃ مقبرہ
عرفات کا راستہ
مروہ
مسجد حرام
کعبہ
صفا
اس گھر میں نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی
مسجد بلال
اجیاد
مکہ مکرمہ

بیت اللہ اور مسجد حرام

غار حراء والا پہاڑ

مَكّة المُكَرَّمَة (بے آب وگیاہ وادی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝

جب حضرت ابراہیم نے کہا: ”اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا اور مجھے اور میری نسل کو بتوں کی پوجا سے بچا کر رکھنا۔ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔ جو شخص میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے تعلق رکھے گا اور جو میری نافرمانی کرے تو مولا! تو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے آب وگیاہ وادی میں تیرے قابل احترام گھر کے قریب ٹھہرادی ہے تاکہ وہ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کردے۔ اور ان کو کھانے کے لیے پھل عطا فرما۔ امید ہے یہ لوگ تیرے شکر گزار رہیں گے۔“ (ابراہیم:14/35...37)

مکہ مکرمہ کے غار حرا میں قرآن کا پہلا کلمہ ﴿اِقرأ﴾ نازل ہوا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

”پڑھ اس رب کا نام لے کر جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ ہاں! پڑھ کیونکہ تیرا رب ہی سب سے بڑھ کر معزز ہے جس نے قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔“ (العلق:96/1...5)

چند ہی سال گزرے تھے کہ اسلام مشرق میں کاشغر (چین) سے لے کر مغرب میں بحر اوقیانوس کے ساحل تک اور شمال میں قفقاز سے جنوب میں صحرائے اعظم تک بہترین انسانی تہذیب وتمدن کے ساتھ ضوفشاں ہوگیا۔ قیامت تک باقی رہنے والا قرآن مجید اعلان کرتا ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ”دین میں کوئی جبر نہیں۔“ (البقرۃ:2/256)

انسانیت نے بھی بالآخر تسلیم کرلیا، اگرچہ ردوکد کے بعد، کہ عقل ہی کسی دین کو قبول کرنے یا رد کرنے کا معیار ہے۔ باقی رہی فضیلت تو اس کا معیار قرآن مجید کی زبان میں یہ ہے:

اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰىكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۳﴾

"بلاشبہ تم میں سے عزت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو تم میں سے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔"
(الحجرات:۴۹/۱۳)

مکّہ مکرّمہ
﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے جو تمام دنیا کے لیے برکت اور ہدایت والا ہے۔'' (آل عمران: 96/3)
مکہ مکرمہ کے نام: مكة، بكة، ام القرى، البيت الحرام، البيت العتيق، البلد الامين، بيت الله الحرام
یہ نام بھی ہیں: النساسة، ام رحم، معاد، الحاطمة، الرأس، صلاح، العرش، القادس، المقدسه، الناسه، الباسه، کوثیٰ (معجم البلدان: 181/5)
پیمانہ: 1 سنٹی میٹر = 3,335 میٹر
عراق کا راستہ
محصّب
منیٰ اور عرفات کا راستہ
المعلاۃ
آبار
جبل الاحمر
مدینہ منورہ کا راستہ
قبور
وادی فاطمہ کا راستہ
کداء
آبار
شعب بنی عامر
جبل ابی قبیس
جبل قعیقعان
الحجون
شعب ابی طالب
کدی
جدے کا راستہ
جرول
مروہ
غار حرا
دار ارقم
جبل الخندمہ
اجیاد
جبل عمر
المسفلہ
یمن کا راستہ
قدیم قلعہ
مکّہ مکرّمہ
رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں
(شیخ محمد سعید فارس کی کاوش سے ماخوذ نقشہ)
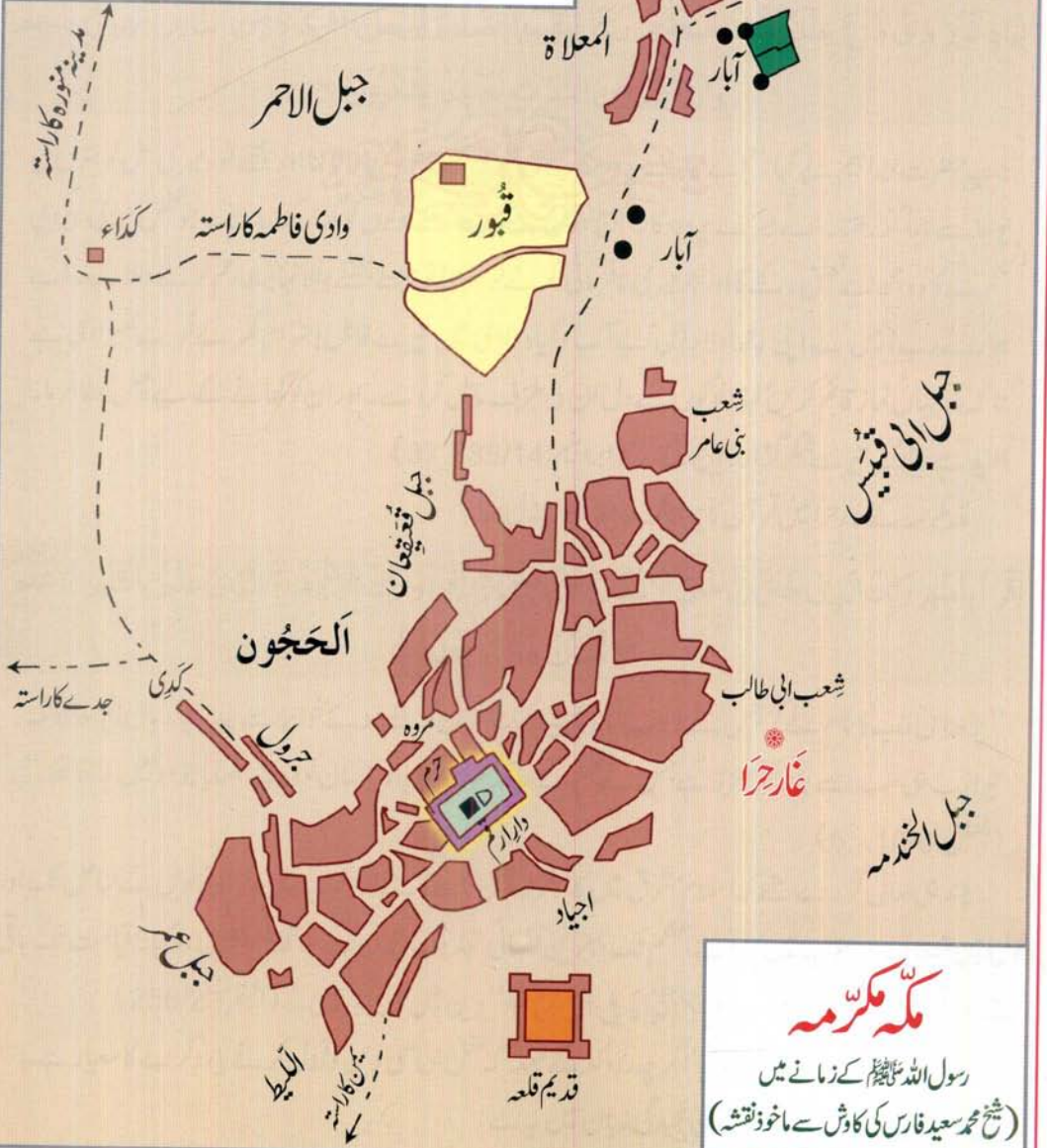
مكة المكرّمه

مکہ مکرمہ مملکت سعودی عرب میں حجاز کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ بقول سلیمان ندوی ''یہ مقدس شہر ایک مردِ ضعیف (ابراہیم علیہ السلام) کا بنا کردہ' ایک نوجوان پیغمبر (اسمٰعیل علیہ السلام) کی ہجرت گاہ اور ایک یتیم نبی (محمد ﷺ) کی جائے ولادت ہے۔'' مکہ سطح سمندر سے تقریباً 330 میٹر بلند ہے۔ شہر اسا ساً شرقاً غرباً تقریباً 3 کلومیٹر لمبا اور شمالاً جنوباً تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر چوڑا ہے۔ شہر مکہ کو اس لحاظ سے حرم کہتے ہیں کہ یہ حرمت اور عزت والا مقام ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ڈھائی ہزار برس پہلے یہ مقام کاروانِ تجارت کی ایک منزل گاہ تھا۔ اٹھارھویں صدی ق م میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ ہاجرہ اور اپنے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم ربی سے یہاں لاکر آباد کیا۔ باپ بیٹے نے اللہ کے نام پر یہاں ایک عبادت گاہ بنائی جسے کعبہ کہا جانے لگا۔ اس مقدس عمارت کی ساخت مکعب نما ہے' لہٰذا یہ کعبہ کہلائی کیونکہ عربی میں چھ یکساں مربع پہلوؤں والا پانسا مکعب یا کعبہ کہلاتا ہے۔ فرزندان اسمٰعیل کی اولاد ایک مدت یہاں بالادست رہی۔ کعبہ کی تولیت انہی کے پاس تھی۔ اس کے بعد قحطانی قبیلے بنو جرہم نے غلبہ حاصل کرلیا اور بنو اسمٰعیل کو مکہ سے نکال دیا کیونکہ انہوں نے ابھی تک بت پرستی میں بنو جرہم کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ پھر قُصَیّ نے' جو بنو اسمٰعیل میں سے عدنان کی پندرہویں پشت میں تھے' 440ء میں دوبارہ مکہ پر قبضہ حاصل کرلیا۔ انہوں نے یہاں مشترکہ حکومت کی بنیاد رکھی اور درج ذیل عہدے قائم کیے:

(1) رفادہ (حجاج کی ضیافت) (2) سِقایہ (حاجیوں کو پانی پلانا)
(3) حجابہ (غلاف کعبہ کا اہتمام اور چوکیداری) (4) قیادہ (سرداری)
(5) قومی نشان لواء (پرچم) (6) قومی مجلس جسے ندوہ یا دارلندوہ کہتے تھے۔

امور مملکت اور حکومتی عہدے ایک ایک شیخِ خاندان کے سپرد کیے گئے۔ شہر کے علاوہ بنو اسمٰعیل شہر کے آس پاس بھی آباد تھے۔ مکہ کے جنوب کی پہاڑیاں قبیلہ ھُذَیل کا مسکن تھیں۔ جنوب کی طرف وادی القریٰ قدیم قبائل کا مسکن تھی۔ اس کے اطراف میں قبائل کنانہ رہتے تھے۔ مکہ کے پاس جبل حبشی کے دامن میں حبشی قبائل آباد تھے۔

مکہ کا قدیم اور اصل نام بکّہ ہے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت 10 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پہلا متبرک گھر جو لوگوں کے لیے بنایا گیا وہ بکّہ تھا۔'' یہ شہر تہامہ (عرب کا مغربی تنگ ساحلی میدان) کے مشرق میں جدہ سے تقریباً 64 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مکہ مکرمہ کو بلد الامین' ام القریٰ' بیت العتیق اور بیت الحرام بھی کہا جاتا ہے۔ (ام القریٰ کی نسبت سے مکہ میں ایک جدید یونیورسٹی کا نام بھی ام القریٰ ہے۔) یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں حرم

کعبہ کی عمارت کا نام مکہ تھا' بعد میں پورے شہر کو مکہ کہا جانے لگا۔ مکہ معظّمہ جغرافیائی لحاظ سے 21 درجے 38 دقیقے عرض بلد شمالی اور 40 درجے 9 دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ مکہ وادئ ابراہیم میں ہے جو دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان ہے۔ شمال میں جبل قُعَیْقِعَان اور شِعْب بنی عامر ہیں۔ جنوب میں جبل حدیدہ اور جنوب مغرب میں جبل عمر ہے۔ جنوب میں غار ثور کی سمت جبل کَدَی ہے۔ مشرق میں شعب ابی طالب اور جبل حرا ہیں۔ پھر مزید مشرق میں جبل خندمہ اور شمال مشرق میں جبل ابی قبیس واقع ہیں۔ مکہ معظّمہ کا وسط بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ ہے جو القشاشیہ' شعب علی' الشامیہ اور الشبکیہ کی پہاڑیوں کے درمیان تقریباً 200 میٹر مربع کی وادی ہے جس کے چاروں جانب اونچے پہاڑ ہیں ان میں اونچی نیچی آبادی ہے۔

مکہ شہر کے وہ علاقے جو بیت اللہ سے بھی نشیب (گہرائی) میں ہیں' مسفلہ (نشیبی) کہلاتے ہیں اور فراز والے علاقوں کو المعلاۃ یا المعلی (اونچے) کہا جاتا ہے۔ المعلی کی طرف ہی اَلحَجُوْن کا علاقہ ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ المعلی کی جانب ہی سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔ اس سے آٹھ سال پہلے 622ء میں جب نبی کریم ﷺ مکہ چھوڑ کر جانے لگے تھے تو آپ ﷺ نے شہر کی جانب رخ کر کے فرمایا تھا: ''اے مکہ! مجھے تمام شہروں سے بڑھ کر تجھ سے محبت ہے مگر تیرے بیٹے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ گھر ایسا سادہ تعمیر ہوا تھا کہ اس کی نہ چھت تھی' نہ کواڑ اور نہ چوکھٹ تھی۔ جب قصی بن کلاب کو کعبہ کی تولیت حاصل ہوئی تو انہوں نے قدیم عمارت گرا کر نئے سرے سے تعمیر کی اور کھجور کے تختوں کی چھت ڈالی۔ تعمیر کعبہ کے بعد سب سے پہلے یہاں قبیلہ جرہم آ کر آباد ہوا اور بنو جرہم ہی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی تھی۔

حرم کعبہ پر سب سے پہلے جس نے غلاف چڑھایا وہ یمن کا حِمیَری بادشاہ اسعد تبع تھا۔ نبی کریم ﷺ کی عمر جب 35 برس تھی اور سیلاب سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تھا' قریش نے اسے گرا کر دوبارہ تعمیر کیا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر از سر نو تعمیر کیا لیکن دس سال بعد 74ھ میں حجاج بن یوسف نے پھر اسے قریش کی بنیادوں پر تعمیر کر دیا۔ شعبان 1039ھ میں موسلا دھار بارش سے کعبہ زمین بوس ہو گیا تو عثمانی خلیفہ مراد خاں نے اسے نئے سرے سے تعمیر کرایا' چنانچہ کعبہ کی موجودہ عمارت عثمانی تعمیر ہے۔ اس کی اونچائی 15 میٹر' لمبائی تقریباً 12 میٹر اور چوڑائی تقریباً 11 میٹر ہے۔

صفا اور مروہ: یہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ پانی کی تلاش میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھی اور ان کی یاد تازہ کرنے کے لیے حاجی ان دونوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔

دو اہم بستیاں (مکہ اور طائف)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿31﴾

''مشرکین نے کہا: ''یہ قرآن ان دو بستیوں کے عظیم آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔'' (الزخرف:31/43)

مشرکین نے کہا: ''یہ قرآن مجید مکہ یا طائف کے کسی عظیم اور سردار آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا؟ مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد مکہ میں ولید بن مغیرہ یا طائف کا عروہ بن مسعود ثقفی ہے۔

قریش نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نزولِ قرآن کو بعید خیال کیا کیونکہ آپ فقیر اور یتیم تھے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ کسی بڑے سردار پر اترنا چاہیے۔ ان کا خیال تھا کہ عظیم وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس مال اور اقتدار ہو۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ عظیم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿124﴾

''اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس شخص پر رسالت نازل فرمائے۔ ان مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت نصیب ہوگی اور اپنی شرارتوں کی وجہ سے سخت عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔'' (الانعام:124/6)

لہٰذا ان دو بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔

''رجل عظیم'' سے مراد یا تو ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم ہے، جس کی پیدائش ہجرت سے 95 سال پہلے 530ء میں ہوئی اور اس کی وفات ہجرت کے پہلے سال 622ء میں ہوئی۔ اسے ''قریش کا پھول'' اور ''عِدل'' (برابری کرنے والا) کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اکیلا سب قریش کے برابر تھا۔ قریش مل کر بیت اللہ کا غلاف تیار کرتے تھے لیکن ولید اکیلا غلاف تیار کرتا تھا۔ یا اس سے مراد عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی ہے۔ یہ طائف کے علاقے میں اپنی قوم کے سردار تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے ان کی مخالفت کی حتیٰ کہ ایک شخص نے تیر مار کر ان کو شہید کر دیا۔ یہ سن 9 ہجری یعنی 630ء کی بات ہے۔

❀ الأعلام: 227/4، 122/8 ❀ صفوة التفاسير: 156/3

❀ التفسير المنير: 141/25 ❀ هداية البيان في تفسير القرآن: 100/4

مکہ مکرمہ اور طائف
﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾
”اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔“
(الزخرف:31/43)
خُلیص
ام سدرہ
جدید شاہراہ
دھبان
بریمان
غیض
سیل الکبیر
جُدّہ
حداء
مکہ مکرمہ
مِنیٰ
جدید شاہراہ
طائف
مستابہ
جدید شاہراہ
بحیرۂ احمر
150
100
50
25
وادی فاطمہ
وہ تاریخی راستہ جو رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے طائف جاتے ہوئے اختیار کیا
مکہ مکرمہ
مسجد الخیف
شرائع
وادی یمانیہ
سیل الکبیر
مزدلفہ
مجگرنہ
شداد
کمرا
ہدہ
عین زبیدہ
وادی محرم
طائف

طائف

مکہ کے جنوب مشرق میں جبل غزوان پر واقع طائف عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ اور اچھی آب وہوا اور زرخیزی وشادابی کے لیے مشہور ہے۔ سطح سمندر سے 1630 میٹر بلند ہونے کے باعث یہ زمانۂ قدیم سے اہل مکہ کا مصیف یعنی گرمائی پہاڑی مقام رہا ہے۔ اب سعودی حکومت کا گرمائی صدر مقام بھی طائف ہی ہے۔ یہ مکہ سے 65 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ 1982ء میں یہاں مسلم سربراہی کانفرنس منعقد ہوئی۔ طائف کا انار دنیا کا بہترین انار ہے جو نہایت میٹھا، رسیلا اور خوش ذائقہ ہے۔ اس کی آبادی سوا دو لاکھ سے زیادہ ہے۔

طائف بنوثقیف کا شہر ہے۔ مشہور تاریخی شخصیت حجاج بن یوسف ثقفی کا تعلق اسی شہر سے تھا اور محمد بن قاسم ثقفی فاتح سندھ وملتان، حجاج کے عم زاد تھے۔ اس سے پہلے عہد فاروقی میں عراق میں رزم آرا اسلامی فوج کے سپہ سالار ابوعبید ثقفی رضی اللہ عنہ نے معرکۂ جسر (13ھ) میں شہادت پائی تھی۔

جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کے ارادے سے نکلا

(حضرت خالد بن حزام بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝١٠٠

''جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں رہائش کی وسیع گنجائش اور مال کی فراخی پائے گا اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کے ارادے سے نکلے پھر اسے موت آلے تو بلاشبہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (النساء:100/4)

حضرت خالد بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب قریشی اسدی، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے بھائی اور حضرت خدیجہ بنت خویلد ام المومنین رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ میں شریک ہوئے مگر راستے میں سانپ نے کاٹ لیا۔ سو وہ حبشہ کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے فوت ہوگئے۔ تو ان کے بارے میں فرمان الٰہی نازل ہوا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ

''جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کے ارادے سے نکلے پھر اسے راستے میں موت آلے تو بلاشبہ اس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں لازم ہوگیا۔'' (النساء:100/4)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت ضمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا ارادہ کیا اس وقت وہ اس قدر کمزور اور ضعیف تھے کہ سواری پر خود سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ اپنے گھر والوں سے فرمانے لگے: ''مجھے سواری پر لاد دو اور مشرکین کے علاقے سے نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے والے راستے پر پہنچا دو۔'' لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں فوت ہوگئے۔ تو ان کے حق میں یہ آیت اتری۔

تیسرا قول یہ ہے کہ حضرت جندع بن ضمرہ لیثی رضی اللہ عنہ مکہ میں مسلمانوں کے کمزور افراد میں شامل تھے۔ وہ بیمار تھے۔ ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت سے متعلقہ آیات سنیں تو گھر والوں سے کہنے لگے: ''جیسے بھی (ممکن) ہو

مجھے مکہ سے نکال دو۔" ان کا بستر تیار کر کے انہیں اوپر لٹا دیا گیا اور سواری پر رکھ دیا گیا۔ سواری انہیں لیکر چل دی۔ تنعیم کے مقام پر (حرم سے باہر متصل) راستے ہی میں فوت ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

❀ أسد الغابة : 92/2
❀ الاستيعاب: 411/1
❀ الإصابة : 2154 (403/1)
❀ التفسير المنير : 227/5
❀ صفوة التفاسير : 300/1

العلاء
خیبر
سعودی عرب
حجاز
مدینہ منورہ
(یثرب)
ینبع
رابغ
مکہ مکرمہ
جدّہ
شُعَیبہ
طائف
تُربہ
عسیر
قنفذہ
بحیرہ قلزم (احمر)
ابہا
نجران
سعودی عرب
جیزان
فرسان
مأرب
شبوہ
مصوع
دہلک
قمران
صنعاء
زبید
یمن
اکسوم
اریٹیریا
شقراء
تعز
باب المندب
مخا
عصب
حبشہ
عدن
خلیج عدن
کلومیٹر
500
400
300
200
100
0
ترکی
بحیرہ روم
شام
عراق
فارس
خلیج فارس
سعودی عرب
جزیرہ نمائے عرب
عُمان
مصر
دریائے نیل
سودان
بحیرہ احمر
یمن
بحیرہ عرب
نیل ازرق
حبشہ
نیل ابیض
براعظم افریقہ
بحر ہند
خالد بن حزام بن خویلد اسدی رضی اللہ عنہ
﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾
”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف اپنے گھر سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے پھر (راہ ہی میں) اسے موت آ لے تو اللہ کے ہاں اس کا اجر ثابت ہو چکا۔“

خالد بن حزام بن خویلد الأسدی رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے خالد بن حزام رضی اللہ عنہ کی سوئے حبشہ ہجرت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''مجھے ان کے نکلنے کی توقع تھی اور میں حبشہ میں ان کی آمد کا منتظر تھا۔ جب مجھے ان کی وفات کی خبر ملی تو مجھے شدید صدمہ پہنچا۔ اس لیے کہ وہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ میں سے تھے۔ حبشہ میں بنو اسد بن عبدالعزیٰ کا کوئی آدمی میرے ساتھ نہ تھا۔'' (الإصابہ: 2/196)

ضَمُرہ بن جندب رضی اللہ عنہ: مختلف راویوں نے ان کا نام ضَمُرہ بن جندب، جُندَع بن ضَمُرہ یا جندب بن ضمرہ بیان کیا ہے (الإصابه: 1/618)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بنولیث کا ایک آدمی جس کا نام جندب بن ضمرہ ہے وہ بڑا مالدار تھا اور اس کے چار بیٹے تھے۔ انہوں نے کہا: ''اے اللہ! میں بنفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرونگا۔ علاوہ ازیں میں مشرکوں کی کثرت والے علاقے سے نکل کر دارالہجرت چلا جاؤنگا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہونگا جہاں مہاجرین وانصار کی کثرت ہوگی۔'' اس نے اپنے بیٹوں سے کہا مجھے سوار کر کے دارالہجرت کی طرف لے چلو (کیونکہ وہ انتہائی بوڑھے اور کمزور تھے) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ جب وہ تنعیم پہنچا تو فوت ہوگیا۔ (اُسُد الغابہ: 1/566)

نصیبین کے جن (جزیرہ کے جن)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ۝۱ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۙ۝۲

''کہہ دیجیے مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے اپنی قوم کے پاس جا کر کہا: ''ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لے آئے۔ ہم ہرگز اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' (الجن: 2,1/72)

سورۂ احقاف میں یوں ارشاد الٰہی ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۝۲۹ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۰ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۱ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۲

''ہم نے آپ کی طرف جنوں کی ایک جماعت بھیجی تا کہ وہ قرآن کو غور سے سنیں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپس میں کہنے لگے: ''خاموش ہو جاؤ۔ جب قراءت مکمل ہوگئی تو وہ اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو تنبیہ کرنے لگے اور کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری گئی ہے' وہ اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے' راہ حق دکھاتی ہے اور صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے اس شخص کی بات مانو اور اس پر ایمان لاؤ' نتیجتاً وہ (اللہ) تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچالے گا۔ جو شخص اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات نہیں مانے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو زمین میں عاجز نہ کر سکے گا۔ اللہ کے سوا کوئی اس کا مددگار نہیں ہوگا۔ ایسے لوگ واضح گمراہی میں ہیں۔''

جنوں کے قرآن سننے کی خبر دینے کا مقصد عرب اور قریش کو تنبیہ کرنا ہے کہ تم سے تو جن بہتر ہیں جو سنتے ہی ایمان لے آئے اور تم ابھی تک سستی اور غفلت کا شکار ہو۔ جن نہ صرف ایمان لائے بلکہ واپس جا کر اپنی قوم کو بھی تبلیغ کرنے لگے۔ جبکہ مشرکین جن کی زبان میں قرآن اترا' تکذیب اور استہزاء میں لگے رہے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ معجز کلام ہے۔ اس کا

مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلاشبہ اس کتاب کو لانے والے حضرت محمد ﷺ امی تھے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ غرض جنوں اور انسانوں کے موقف میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ جنوں والی رات حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جنوں کا نمائندہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ پھر میں نے ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی۔''

یہ جزیرہ کے جن تھے۔ تفسیر درمنثور میں ہے: ''کہا گیا کہ سات جن نصیبین سے تعلق رکھتے تھے۔''

❀ التفسیر المنیر: 164/29 ❀ صفوۃ التفاسیر: 457/3

❀ الدر المنثور: 270/6 ❀ الطبري: 347/2

نَصِیبِین (الجزیرہ) سے
جنّوں کی آمد
اناطولیہ
(ایشیائے کوچک)
بحر متوسط (بحیرۂ روم)
قبرص
حلب
شام
دمشق
القدس (یروشلم)
اردن
ممفس (منف)
فیوم
مغربی صحرا
مصر
ایلہ
عقبہ
سیناء
حرّان
نَصِیبِین
نینویٰ
موصل
الجزیرہ
دریائے خابور
دریائے فرات
دریائے دجلہ
دریائے دیالہ
صحرائے شام
صحرائے نفود
بابل
سواد
اُور
جھیل وان
جھیل ارومیہ
بحیرۂ قزوین (خزر یا کیپسین)
طبرستان
ایران (فارس)
دریائے کارون
خلیج عربی (خلیج فارس)
الاحساء
سعودی عرب
نجد
مدینہ منورہ
(یثرب)
حجاز
جدہ
مکہ مکرمہ
بحیرۂ قلزم (بحیرۂ احمر)
کلومیٹر
1000
800
600
400
200
0
﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ○ یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾
”(اے رسول!) کہہ دیجیے! کہ وحی کی گئی ہے میری طرف یہ کہ غور سے سنا ایک جماعت نے جنّوں میں سے (قرآن) تو انہوں نے کہا' بلاشبہ ہم نے سنا قرآن عجیب ○ وہ راہنمائی کرتا ہے راہِ حق کی طرف سو ہم ایمان لائے اس پر' اور ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے ہم اپنے رب کیساتھ کسی کو بھی ○ (الجن: 2,1/72)

نصیبین (الجزیرہ) سے جنوں کی آمد

طائف (شوال 10 نبوی) سے واپسی پر نبی کریم ﷺ وادی نخلہ میں دس دن ٹھہرے۔اس دوران نصیبین (ترکی) سے آنے والے جنوں کی ایک جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن سنا اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔ یہ واقعہ جس مقام پر پیش آیا وہ الزیمہ یا السّیل الکبیر تھا کیونکہ یہ دونوں نخلہ میں واقع ہیں۔ اس موقع پر سورۂ احقاف کی آیات 28 تا32 نازل ہوئیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کتب سماوی پر ایمان رکھتے تھے۔اب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنا تو اس کتاب اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے۔ مفسرین کا زیادہ تر اتفاق اس بات پر ہے کہ جنوں کا یہ وفد نصیبین سے آیا تھا اور اس موقع پر سورۂ جن نازل نہیں ہوئی بلکہ سورۂ احقاف کی مذکورہ بالا آیات کا نزول ہوا تھا۔(تفہیم القرآن حاشیہ سورۂ احقاف)

تاہم اس سے پہلے نبوت کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مکّہ مکرمہ سے عکاظ تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں آپ نے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔اس دوران جنوں کی ایک جماعت وہاں سے گزری جو مشرکین اور منکرین رسالت تھے۔انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے قرآن کی تلاوت بغور سنی اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔اس موقع پر سورۂ جن نازل ہوئی تھی۔(تفہیم القرآن حاشیہ سورۂ جن)

نصیبین: الجزیرہ (دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ) کا یہ تاریخی شہر جنوبی ترکی میں شامی سرحد پر واقع ہے۔اس کے بالمقابل سرحد پار شام کا شہر القامشلی ہے۔شمالی عراق کے شہر موصل اور نصیبین کا درمیانی فاصلہ تقریباً اڑھائی سو کلومیٹر ہے۔ ماضی میں موصل سے شام جانے والے قافلے نصیبین سے گزرتے تھے۔معجم البلدان کے مطابق نصیبین اور اس کی نواحی بستیوں میں 40 ہزار باغات تھے۔شہنشاہ فارس نوشیروان ساسانی (متوفی 579ء) نے جب اس کا محاصرہ کیا تو شہر فتح نہیں ہو رہا تھا۔اس نے طیرانشاہ سے بڑی تعداد میں بچھو منگوائے اور انہیں شیشے کی بوتلوں میں بھر بھر کے عرّادہ (منجنیق کی طرح کا آلہ) کے ذریعے شہر میں پھینکا تو اہل شہر ان بوتل بموں کی تاب نہ لا سکے اور شہر فتح ہو گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عہد عثمانی میں شام کے گورنر تھے جب عامل نصیبین نے شکایت کی کہ اہلِ شہر بچھوؤں کی کثرت سے مصیبت میں گرفتار ہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسب الحکم بچھو مارنے کا معاوضہ مقرر کر دیا گیا تو لوگ بچھوؤں کے درپے ہو گئے حتیٰ کہ ان موذیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی۔(معجم البلدان)

بابرکت ماحول والا علاقہ (بیت المقدس اور اردگرد)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

''ہم نے بنی اسرائیل کو، جنھیں کمزور اور ضعیف سمجھا جاتا تھا، بابرکت زمین کے مشرق ومغرب کا مالک بنادیا۔ اور تیرے رب کا کلمۂ حسنیٰ بنی اسرائیل پر صادق آیا کیونکہ انہوں نے بہت صبر کیا تھا۔ اور ہم نے وہ سب کچھ تباہ وبرباد کردیا جو فرعون اور اس کی قوم (فخریہ) بناتے تھے اور جو انہوں نے عالیشان عمارتیں بنائی تھیں۔'' (الأعراف: 137/7) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر اکرائی، جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنایا ہے، تاکہ ہم اپنے بندے کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بلاشبہ وہی خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔'' (الاسراء: 1/17) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾

ہم نے حکم دیا: ''اے آگ! ابراہیم کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔'' کافروں نے اس کے خلاف بڑی چال چلی تھی مگر ہم نے ان کو خائب وخاسر کردیا۔ پھر ہم نے اسے اور (اس کے بھتیجے) لوط کو ایسی زمین میں پہنچادیا جہاں ہم نے سب جہان والوں کے لیے برکت رکھی تھی۔'' (الانبیاء: 69/21...71) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿۸۱﴾

''اور ہم نے تیز ہوا سلیمان کے تابع کررکھی تھی۔ وہ اس کے حکم سے اس علاقے کی طرف چلتی تھی جہاں ہم نے برکت رکھی تھی۔ ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔'' (الانبیاء: 81/21)

اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اور اس کے اردگرد مختلف قسم کی برکات رکھی تھیں۔ حسی بھی معنوی بھی۔ بیت المقدس کے

اردگرد سے مراد شام کا علاقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کا مرکز اور پاکباز فرشتوں کی فرودگاہ رہا ہے۔

﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی﴾ کے ساتھ کلام کے آغاز کی وجہ یہ ہے کہ اسراء و معراج خلاف عادت واقعہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کلام کا آغاز کمال قدرت اور تسبیح و تقدیس کے الفاظ سے فرمایا۔ اسے عربی میں ''بَرَاعَةُ اِسْتِهْلَال'' کہتے ہیں۔ (کلام کا آغاز عمدہ اور احسن انداز سے کرنا)

﴿بِعَبْدِهٖ﴾ میں اپنی طرف نسبت اظہار شرف و کرامت کے لیے ہے۔ یہ ممکن تھا کہ معراج بیت المقدس کے واسطہ کے بغیر، براہ راست بیت اللہ سے ہوتا، لیکن چونکہ معراج تو خالص آسمانی واقعہ تھا جس پر کوئی ظاہری دلیل نہیں بن سکتی تھی جس سے مشرکین کو مطمئن کیا جاسکتا اور عام لوگوں کو معراج کی تصدیق و قبولیت پر آمادہ کیا جاسکتا۔ اس لیے بیت المقدس تک زمینی سفر کی ضرورت پیش آئی، جسے اسراء کہا جاتا ہے، تاکہ اس معجزے کو ثابت کرنا آسان ہو۔ ورنہ سدرۃ المنتہیٰ کو کس نے دیکھا تھا جو تصدیق کرتا؟ رسول اللہ ﷺ نے معراج سے واپسی پر بیت المقدس کی انتہائی باریک تصویر کشی فرمائی حالانکہ آپ نے کبھی بیت المقدس نہ دیکھا تھا۔ قریش کہنے لگے: ''اچھا! ہمیں ہمارے قافلے کے بارے میں بتاؤ۔'' آپ ﷺ نے ان کو قافلے کے اونٹوں کی تعداد اور دوسری تمام تفصیلات بتائیں حتیٰ کہ آپ نے یہ بھی بتادیا کہ تمہارا قافلہ فلاں دن طلوع شمس کے وقت پہنچ جائے گا۔ آگے آگے ایک خاکستری اونٹ ہے۔ اور واقعتاً اسی طرح ہوا جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ البتہ قریش نے آپ سے معراج کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا، کیونکہ یہ آسمانی واقعہ تھا اور وہ آسمانی موجودات کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔

❀ التفسیر المنیر :11/15 ❀ صفوۃ التفاسیر: 151/2

ارضِ مقدّس
جس کے اردگرد اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے
اوغاریت
رصافہ
حماۃ
حمص
تدمر
طرابلس
لبنان
بیروت
بعلبک
نبک
شام
صحرائے شام
بحیرۂ روم
دمشق
حیفا
طبریہ
ناصرہ
القدس
اریحا
عمّان
بیت لحم
الخلیل
غزہ
خان یونس
عریش
بحیرۂ مردار
کرک
اردن
معان
بتراء (پٹرا)
عقبہ
ایلہ (ایلات)
سیناء
سعودی عرب
اسراء
مسجد حرام (مکہ) سے
مسجد اقصیٰ (القدس) تک
دمشق
شام
دریائے فرات
دریائے دجلہ
بحیرۂ روم
القدس
اردن
دومۃ الجندل
سکاکہ
ایلہ
عقبہ
مصر
صحرائے نفود
حائل
مدین
حجاز
مدینہ منورہ (یثرب)
دریائے نیل
مکہ مکرمہ
صحرائے نوبیہ
سودان
عسیر
صنعاء
یمن
تعز
عدن
حبشہ
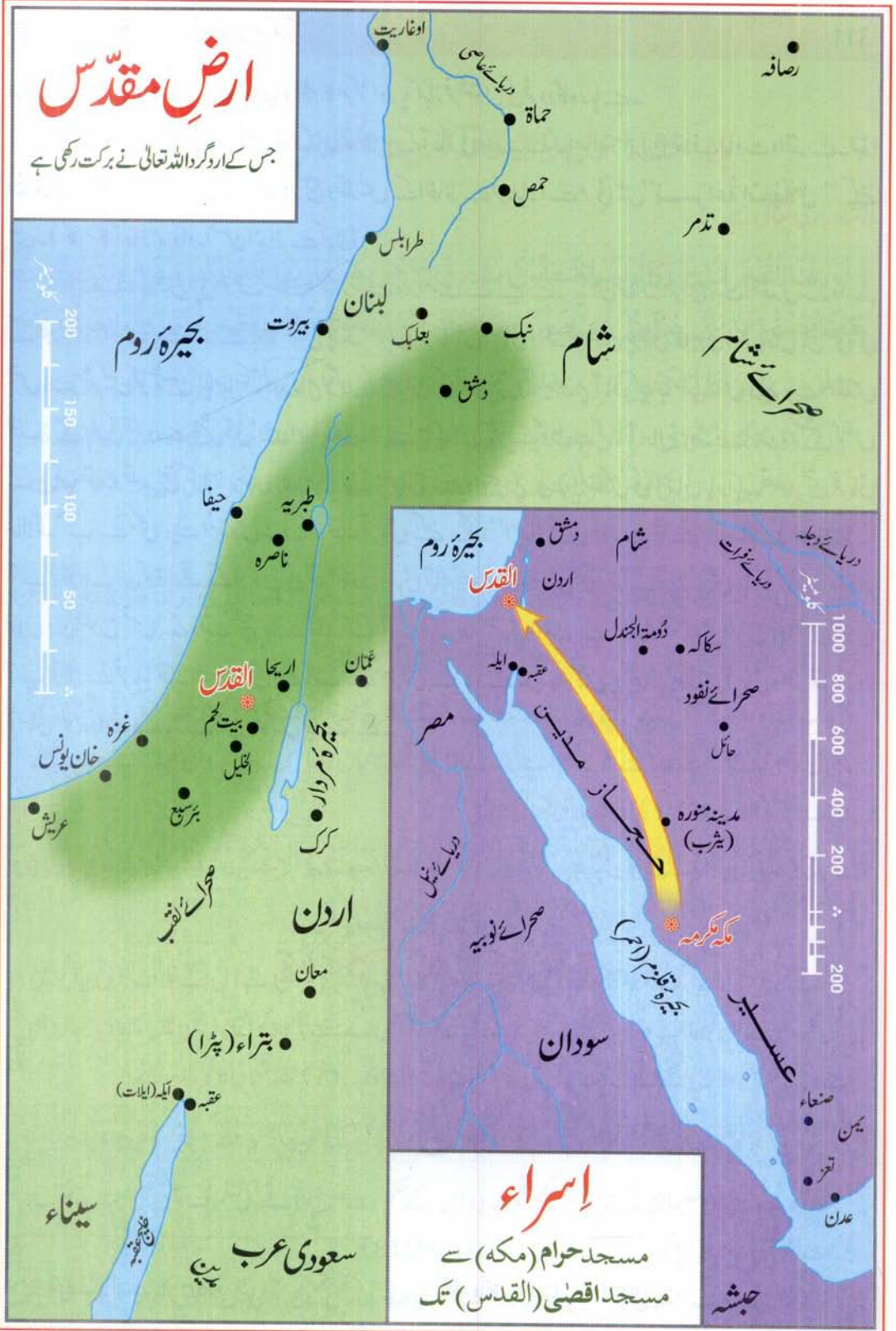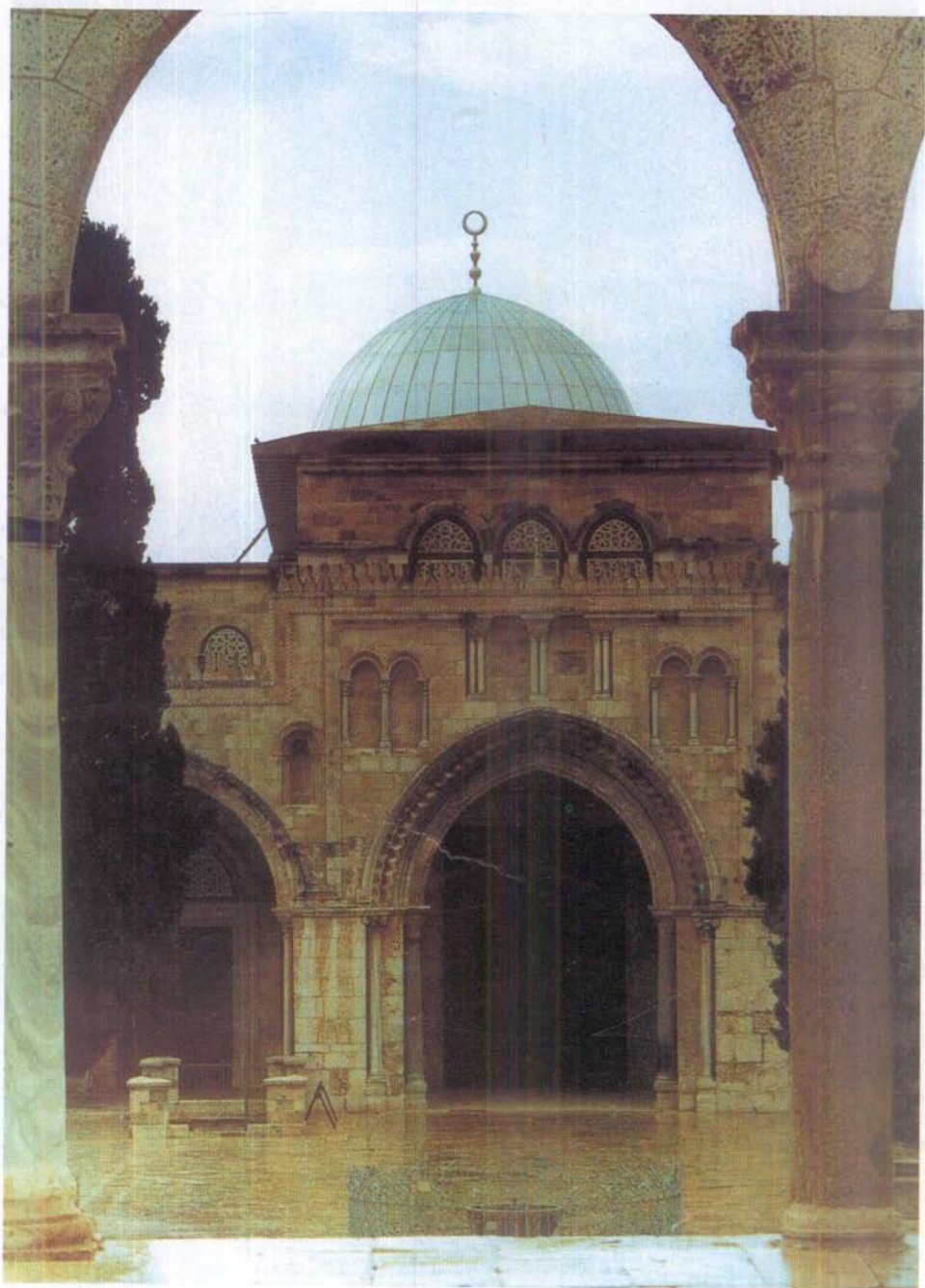
مسجد اقصیٰ

قبۂ صخرہ کا بیرونی منظر

اضافی توضیحات وتشریحات

اسراء...... مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے برکت والی سرزمین یعنی فلسطین (بیت المقدس) کی طرف ہجرت کی تھی۔ ان کے تقریباً 600 سال بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قوم فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر اس بابرکت سرزمین میں جگہ دی، پھر مزید اڑھائی تین سو سال بعد حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو یہاں بادشاہت عطا ہوئی۔ 620ء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام کی رہنمائی میں مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور وہاں سے معراج آسمانی کے لیے تشریف لے گئے۔

بیت المقدس: بیت المَقدِس یا بیت المُقدَّس کو اَلْقُدُس بھی کہتے ہیں۔ یہاں مسلمانوں کا قبلۂ اول، مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصّخرہ واقع ہیں۔ اسے یورپی زبانوں میں یروشلم کہتے ہیں۔ ''بیت المقدس'' سے مراد ''مبارک گھر'' یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔ پہلی صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً 1300 کلومیٹر ہے۔ شہر بیت المقدس 31 درجے 45 دقیقے عرض بلد شمالی اور 35 درجے 13 دقیقے طول بلد مشرقی پر واقع ہے۔ بیت اللحم اور الخلیل اس کے جنوب میں ہیں اور رام اللہ شمال میں۔ بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے۔ انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام کوہ صہیون (Zion) ہے جس کے نام پر یہودیوں کی عالمی تحریک صہیونیت قائم کی گئی ہے۔

مسجد اقصیٰ: حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس شہر آباد ہوا۔ پھر عرصۂ دراز کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام (961 ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر کی تجدید کی گئی۔ اسی لیے یہود مسجد بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے تھے۔

ہیکل سلیمانی کی تباہی: ہیکل سلیمانی اور بیت المقدس کو 586 ق م میں شاہِ بابل (عراق) بخت نصر نے مسمار کر دیا تھا اور وہ دس لاکھ یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ عراق لے گیا تھا۔ بیت المقدس کے اس دورِ بربادی میں حضرت عزیر علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو انہوں نے اس شہر کو مردہ پایا اور تعجب ظاہر کیا کہ کیا یہ شہر کبھی پھر آباد ہوگا؟ اس پر اللہ نے انہیں موت دے دی اور جب سو سال بعد وہ جاگے تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ بیت المقدس پھر آباد اور پررونق شہر بن چکا ہے۔ بخت نصر کے بعد 539 ق م میں شہنشاہ فارس کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے بابل فتح کر کے بنی اسرائیل کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دے دی تھی اور انہوں نے بیت المقدس شہر اور ہیکل سلیمانی پھر تعمیر کر لیے تھے۔ یروشلم پر دوسری تباہی رومیوں کے دور میں نازل ہوئی۔ رومی جرنیل ٹائٹس نے 70ء میں یروشلم شہر اور ہیکل سلیمانی دونوں مسمار کر دیے۔

اسلامی عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر: 137 ق م میں رومی شہنشاہ ہیڈرین نے شوریدہ سر یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔ چوتھی صدی عیسوی میں رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور بیت المقدس میں گرجا تعمیر کیا۔ جب نبی کریم ﷺ معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے' اس وقت یہاں کوئی باقاعدہ مسجد تھی نہ ہیکل' چنانچہ قرآن میں اس جگہ ہی کو مسجد اقصیٰ کہا گیا جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے مسجد بنائی تھی۔ 17 ھ یعنی 639ء میں عہد فاروقی میں عیسائیوں سے کیے گئے ایک معاہدے کے تحت بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر عمل میں آئی اور صخرۂ معراج پر قبۃ الصخرہ بنایا گیا۔ 1099ء (492ھ) میں یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے 70 ہزار مسلمان شہید کر دیے۔ 1187ء (583ھ) میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔

بیت المقدس پر یہودیوں کا قبضہ: پہلی جنگ عظیم کے دوران ستمبر 1917ء میں انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کر کے یہودیوں کو یہاں آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب 14 مئی 1948ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے 78 فیصد رقبے پر قابض ہو گئے' تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) سمیت غرب اردن کا علاقہ اردن کے قبضے میں آ گیا۔ تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون 1967ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جما لیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلۂ اوّل اب یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ 70ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں 2 ہزار سال سے یہودی زائرین آ کر رویا کرتے تھے۔ اسی لیے اسے دیوار گریہ (Wailing Wall) کہا جاتا ہے۔ اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل تعمیر کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں جنہیں مسلم ممالک کے کامل اتحاد ہی سے ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت بنا رکھا ہے۔

ہجرت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

''جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تجھے قید کردیں یا قتل کردیں یا نکال دیں۔ وہ بھی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کررہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی بہتر ہوتی ہے۔'' (الانفال: 30/8)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰

''اگر تم نبی کی مدد نہیں کرو گے تو (کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے اس وقت بھی اس کی مدد فرمائی تھی جب اسے کافروں نے نکالا تھا۔ وہ دو ساتھی تھے اور غار میں چھپے ہوئے تھے اور نبی اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر' اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور نظر نہ آنے والے لشکروں کے ساتھ اس کی مدد کی اور کافروں کی بات کو ذلیل کردیا۔ اللہ کی بات ہی بلند وغالب رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب اور خوب حکمت والا ہے۔'' (التوبۃ: 40/9)

بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ کے بعد قریش نے محسوس کیا کہ معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل رہا ہے اس لیے ان کے سردار دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے تاکہ ان واقعات کی روک تھام کریں جو ان کی منشا کے خلاف ہو رہے ہیں۔ کافی بحث وتمحیص اور مشورے کے بعد چند حل پیش کیے گئے:

- آپ (ﷺ) کو قید کردیا جائے تا آنکہ آپ اللہ کو پیارے ہو جائیں۔
- آپ کو ایک اونٹ پر باندھ کر مکہ مکرمہ سے نکال دیا جائے اور اونٹ کو کسی صحراء میں ہانک دیا جائے۔
- ہر قبیلے سے ایک ایک مضبوط جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر یک بارگی آپ پر تلواریں چلادیں۔ تاکہ بنو ہاشم قصاص نہ لے سکیں۔ خون بہا کے سوا کوئی طریقہ نہ ہوگا اور وہ سب قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ اسی آخری رائے کو عمل درآمد کے لیے اختیار کیا گیا۔

نتیجتاً ہجرت عمل میں آئی۔ البتہ حزم واحتیاط کے تمام اسباب اختیار کیے گئے' مثلاً ہجرت رات کے اندھیرے میں خفیہ طور پر کی گئی۔ ایک ماہر رہنما ساتھ رکھا گیا تاکہ وہ غیر معروف راستے سے لے کر جائے۔ ادھر قریش نے حضرت محمد ﷺ کو زندہ یا مردہ ہر حالت میں لانے والے کے لیے بہت بڑے انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔ ہجرت کے چند اہم نتائج یہ ہوئے:

(۱) مسلمان ایک جگہ (مدینہ طیبہ) اکٹھے ہو گئے' اس طرح وہ علانیہ دعوت دے سکتے تھے۔

(۲) اسلامی حکومت مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگئی اور حالات سازگار ہو گئے۔

(۳) دعوت اسلامی کی عالمگیریت واضح ہوگئی۔

(۴) عبداللہ بن ابی ابن سلول کی قیادت میں منافقوں کا گروہ پیدا ہو گیا۔

(۵) شام کو جانے آنے والی قریشی تجارت خطرے کی زد میں آ گئی۔

❀ ابن سعد: 227/1
❀ ابن هشام: 89/2
❀ البداية والنهاية: 170/3
❀ الطبري: 370/2
❀ الكامل في التاريخ :53/2
❀ عيون الأثر: 81/2
❀ مروج الذهب: 85/2
❀ الوفا بأحوال المصطفى: 235/1

ہجرت نبوی
﴿ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ﴾ ”اور یاد کیجئے! جب تدبیر کر رہے تھے آپ کی بابت وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' تاکہ وہ قید کر دیں آپ کو' یا قتل کر دیں آپ کو' یا نکال دیں آپ کو' اور تدبیریں کر رہے تھے وہ اور تدبیر کر رہا تھا اللہ بھی' اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہےO“ (الانفال: 30/8)
﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا ﴾
”اگر نہ مدد کرو گے تم اس کی' تو تحقیق مدد کی اس (پیغمبر) کی اللہ نے' جب کہ نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' (وہ) دوسرا تھا دو میں سے' جب وہ دونوں تھے غار میں' جب کہ وہ کہہ رہا تھا اپنے ساتھی سے غم نہ کر' بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے' پس نازل کی اللہ نے اپنی سکینت اس پر اور مدد کی اس کی ایسے لشکروں سے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو“
(التوبہ: 40/9)
ہجرت کا راستہ
قافلوں کا متروک راستہ
* نبی ﷺ 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622ء بروز پیر کو قباء پہنچے۔ یکم محرم 1ھ 16 جولائی 622ء کے مطابق ہے اور یہی ہجری تاریخ کی ابتدا ہے۔
ذات الجیش
عتیق
مدینہ منورہ
قباء
ملل
ذوالحلیفہ (آبارعلی)
بطن رئم
روحاء
رُویثہ
منصرف
عرج
حمراء الاسد
صفراء
ذوسلم
جداجد
بطن ذی کثیر
مرج مجاج
مولجہ حجاج
مولجہ لقف
ثنیۃ المرہ
بدر
رابغ الرمل
الجُحفہ
رابغ البحر
کُلیّہ
خیمہ ام معبد
قُدید
مشلل
خُلیص
امج
بحیرہ احمر (قلزم)
200
150
100
50
کدید
غدیر الأشطاط
ثنیۃ الغزال
عسفان
بطن مر
سرف
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
جبل ثور
طائف
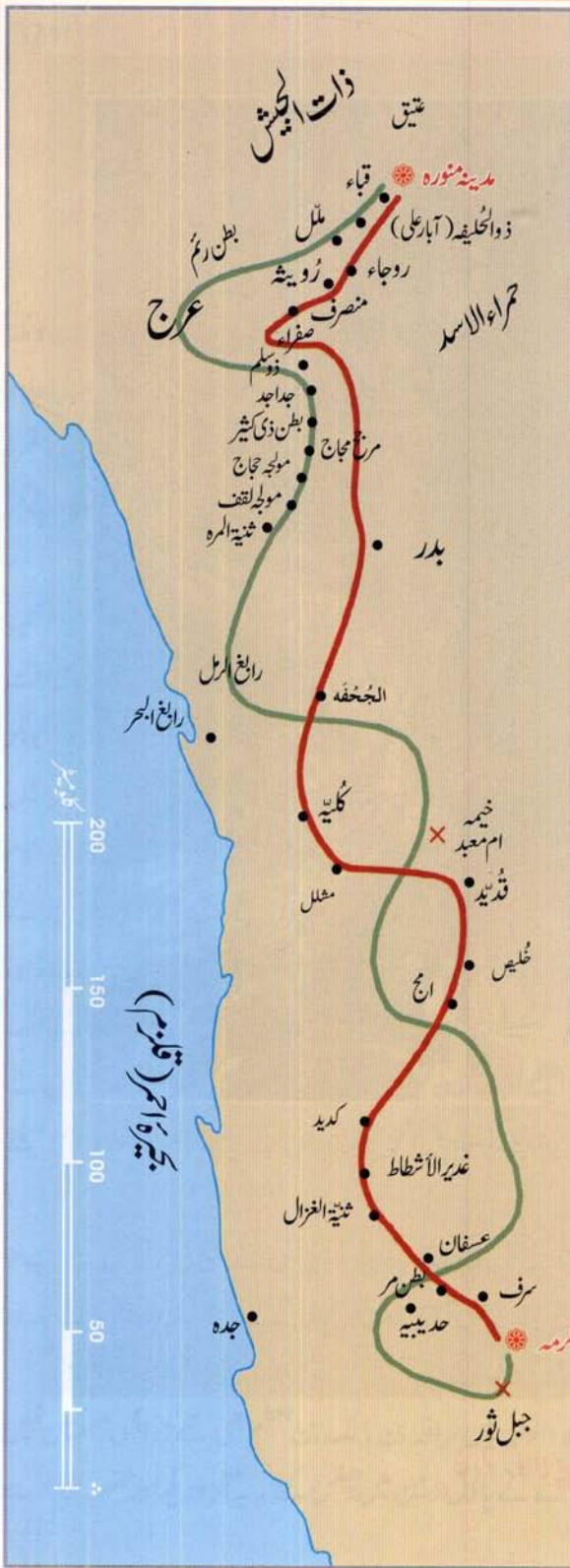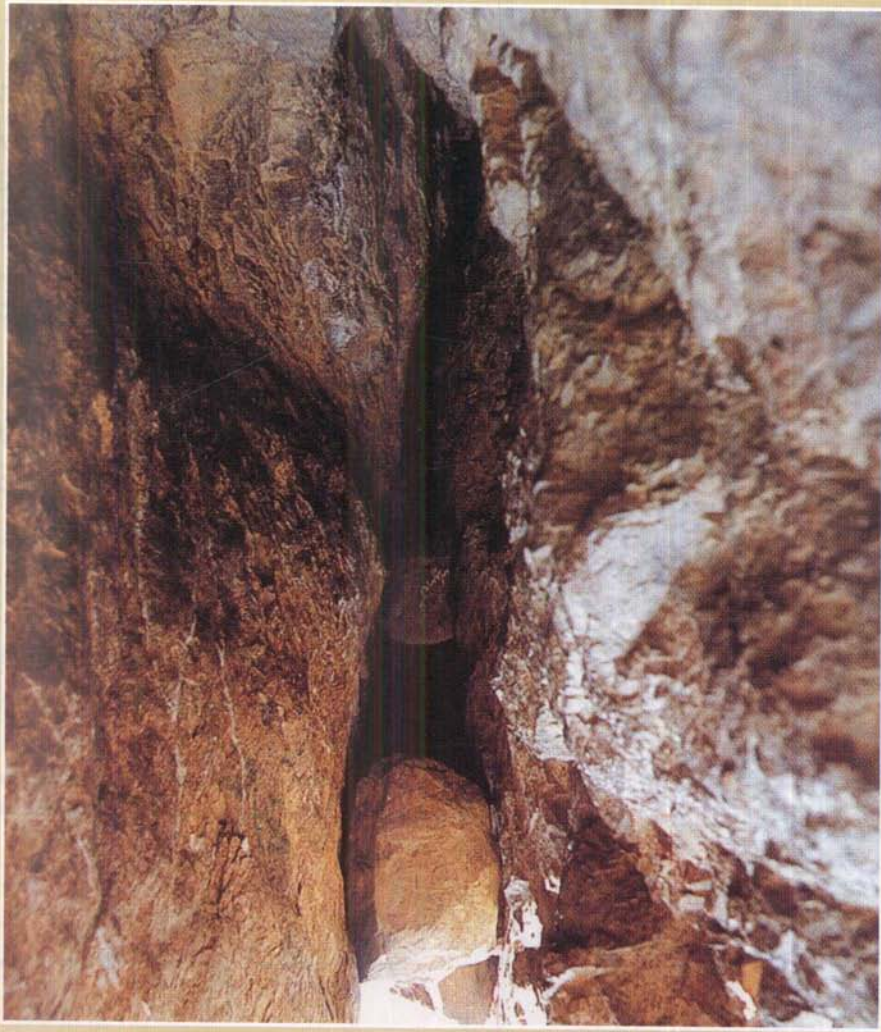
غار ثور والا پہاڑ

ہجرت نبوی

جب کفار مکہ نے دارالندوہ کے اجلاس میں نبی کریم ﷺ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کا حکم دیا' چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر تاکید کی کہ ''میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ اور صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے یثرب چلے آنا۔'' پھر اسی رات آپ ﷺ دروازے پر کفار کے مقرر کردہ قاتلوں کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہوئے اپنے گھر سے نکلے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچے اور انہیں ساتھ لے کر شہر سے جنوب کو ہو لیے۔

مکہ مکرمہ سے روانگی: رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک عبداللہ بن اُریقط سے کچھ رقم پر طے کرلیا تھا کہ وہ ان کو خفیہ راستوں سے مدینہ لے جائے گا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں اونٹنیاں اسکے سپرد کردی تھیں کہ وقت مقررہ تک وہ ان کو چراتا رہے اور سنبھال کر رکھے۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے نکلے تو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کے سوا کسی کو آپ کے نکلنے کا علم نہ تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں آپ ﷺ غار ثور پہنچے اور اس میں داخل ہوگئے۔ ادھر عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنے والد کی ہدایت کے مطابق دن بھر قریش میں رہتے' ان کی باتیں سنتے' پھر شام کے بعد غار ثور میں آکر بتاتے جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ مکہ کے چرواہوں کے ساتھ مل کر بکریاں چراتے اور شام کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں ان کے پاس لے آتے۔ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ان بکریوں کا دودھ پیتے اور ضرورت ہوتی تو بکری ذبح کر کے گوشت بھی کھاتے۔ یوں جمعہ' ہفتے اور اتوار کی تین راتیں گزر گئیں اور مکہ مکرمہ والے تھک ہار کر بیٹھ گئے تو عبداللہ بن اریقط دونوں اونٹنیاں اور اپنا ایک اونٹ لے کر آگئے اور پھر پیر 4 ربیع الاول کی شب تینوں نے یثرب کی راہ لی۔ ایک اونٹنی پر نبی کریم ﷺ سوار تھے اور دوسری پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ آگے آگے عبداللہ بن اریقط راستہ بتاتا جارہا تھا۔

ادھر جب مشرکین کو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکل جانے کا پتہ چلا تو ابوجہل نے ان کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کر دیا تھا۔ قریش تلاش کرتے ہوئے اس پہاڑ پر بھی آچڑھے تھے جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے بلکہ وہ غار کے منہ کے پاس بھی پھرتے رہے لیکن وہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔

سفر یثرب کے دوران آپ ﷺ کا کھوج لگانے والوں میں سراقہ بن مالک بن جعشم بھی تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ آپ ﷺ کے قریب پہنچے تو ان کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ یہ معجزہ دیکھ اور حضور ﷺ سے امان پا کر سراقہ لوٹ گئے۔

یثرب میں نبی اکرم ﷺ کا شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ شہر کے نزدیک پہنچے تو مسلمانوں نے مسلح ہو کر حَرّہ (ایک پتھریلے میدان) میں آپ کا باضابطہ استقبال کیا اور پھر اسلحہ کی چھاؤں میں آپ کو لے کر مدینہ کی طرف چلے۔ راستے میں آپ دائیں طرف کو مڑے اور بستی قباء میں بنو عمرو بن عوف کے ایک صاحب کلثوم بن ہدم کے ہاں اترے۔ یہ پیر کا دن تھا' تاریخ 8 ربیع الاول تھی اور آپ کی بعثت کا تیرہواں سال تھا۔ مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کے مطابق اس روز عیسوی تاریخ 23 ستمبر 622ء تھی۔ آپ قباء میں چودہ دن ٹھہرے جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قباء سے روانہ ہوئے تو تھوڑے ہی فاصلے پر نماز جمعہ کا وقت ہو گیا' رسول اللہ ﷺ نے بنو سالم بن عوف کے علاقے میں ''وادیٔ رانوناء'' کے مقام پر دوسرے حاضرین سمیت جمعہ ادا فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس مقام پر ایک مسجد کی بنیاد رکھی جسے بعد میں ''مسجد جمعہ'' کہا جانے لگا۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری: رسول اللہ ﷺ نے جب قباء سے مدینہ تشریف لانے کا ارادہ فرمایا تو اپنے ننھیال ''بنو نجار'' کو پیغام بھیجا۔ وہ ہتھیار سجا کر آئے تو رسول اللہ ﷺ سوار ہو کر ان کے جلو میں چلے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے سوار تھے۔ بنو نجار اور مسلمانوں کا ایک ہجوم' آپ ﷺ کے اردگرد تھا۔ کسی گھر کے پاس سے گزرتے تو اس گھر والے آپ سے اترنے کی درخواست کرتے مگر آپ ﷺ فرماتے: ''میری اونٹنی کو چلنے دو' یہ اللہ کے حکم سے رکے گی۔''

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی ''قصواء'' چلتی رہی حتیٰ کہ جب وہ بنو مالک بن نجار کے محلّہ میں پہنچی تو وہاں رکی جہاں بعد میں آپ ﷺ کی مسجد کا دروازہ بنا۔ اور وہ جگہ سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تھی۔ یوں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کی میزبانی کا شرف ملا۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں حبشی لوگوں نے نیزوں اور خنجروں سے کھیل دکھایا۔ پردہ نشین عورتیں بھی چھتوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھ رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں خوشی سے نعرے لگا رہے تھے:

''اللہ کے رسول آ گئے' اللہ کے رسول آ گئے ...... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔''

مقاماتِ ہجرت نبوی

جبل ثور: یہ پہاڑ مکہ سے قریباً ساڑھے چار کلومیٹر جنوب میں ہے۔ اس پہاڑ کے اوپر واقع ایک غار میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے دوران تین دن اور تین راتیں گزاریں۔ غار کا بڑا دہانہ تقریباً ایک میٹر چوڑا ہے اور چھوٹا دہانہ تقریباً' نصف میٹر کھلا ہے۔ اس کا طول اٹھارہ بالشت اور عرض گیارہ بالشت ہے۔

جبل ثور کی بلندی 759 میٹر ہے یعنی یہ پہاڑ جبل نور سے 120 میٹر زیادہ اونچا ہے۔ ثور پہاڑ کی چوٹی کا رقبہ تقریباً 30 مربع میٹر ہے۔ غار ثور میں سیدھے کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگتا ہے۔ اس غار میں نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تین راتیں گزاری تھیں۔

طریق الھجرۃ: جادۂ ہجرت نبوی کے ساتھ ساتھ اب دورویہ کشادہ سڑک تعمیر کی جا چکی ہے جس کو طریق سریع کہا جاتا

ہے۔اس کے نتیجے میں قظیمہ‘ رابغ‘ مستورہ‘ مفرق اور بدر والا راستہ متروک ہوگیا ہے جو طریق سلطانی کہلاتا تھا۔طریق سریع (تیزرفتارراستہ) پرمکہ معظّمہ سے چل کرسرف‘ بطن مر‘ عسفان‘ ثنیة الغزال‘ غدیر الاشطاط‘ کدید‘ امج‘ خلیص‘ قدید‘ المشلّل‘ کلیّہ‘ الجحفه‘ بدر‘ الصفراء‘ المنصرف‘ الرویثه اورالروحاء کےمقامات آتے ہیں جبکہ طریق الهجرت پر حدیبیه‘ خیمه ام معبد‘ رابغ الرمل‘ ثنیة المَرہ‘ مولجه لقف‘ مولجه حجاج‘ مرجح مجاج‘ بطن ذی کشر‘ الجداجد‘ ذوسلم‘ بطن رئم‘ ملّل‘ ذوالحلیفه (آبار علی) اور قباء آتے ہیں۔

قباء: یہ ایک کنویں کا نام تھا۔بستی کا نام بھی اسی کنویں کی وجہ سے معروف ہوگیا۔قباء کو عالیہ بھی کہا جاتا تھا۔ یہ مدینہ منورہ سے تقریباً سوا تین کلومیٹر جنوب میں مکہ کے راستے پر واقع ہے۔قباء کے کنویں بئر اریس کا پانی کھاری تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک ڈالا تو پانی میٹھا ہوگیا۔یہیں عین الزرقاء نامی چشمہ ہے۔قباء کے اردگرد کا علاقہ نہایت زرخیز اور اہل مدینہ کی سیرگاہ رہا ہے۔

یثرب: تمام عربی مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ”یثرب“ دراصل سیدنا نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ایک آدمی کا نام تھا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔اس کے نام پر اس شہر کا نام بھی ”یثرب“ پڑ گیا۔ یثرب کے ابتدائی باشندوں میں تین بڑے بڑے قبیلے تھے:

(1) عَمَالِیق: جس شخص کے نام پر اس شہر کا نام ”یثرب“ پڑا‘اس کا قبیلہ ”عُبَیْل“ عمالیق میں سے تھا۔ یہ لوگ ”عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح“ کی نسل سے تھے۔پہلے وہ بابل کے علاقہ میں رہتے تھے پھر جزیرۂ نمائے عرب کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے۔ان میں سے کچھ یثرب کے علاقہ میں جاگزیں ہوئے۔ یہ بات شک وشبہ سے بالا ہے کہ وہ عرب تھے اور علامہ طبری کے نزدیک ان کے جدامجد ”عملیق“ عربی زبان کے بانی تھے۔

(2) یہود: جب مسلمانوں نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو وہاں کئی یہودی قبائل آباد تھے اور اس بات پر بھی مؤرخین متفق ہیں کہ یثرب کے اکثر یہودی‘ فلسطین سے ہجرت کر کے آنے والوں کی نسل سے تھے۔ان میں سے کچھ لوگ بخت نصر کے حملہ (586ق م) کے بعد بھاگ کر آئے تھے۔پھر 70ء اور 135ء میں رومیوں نے یہود کو تشدد کا نشانہ بنایا تو باقی لوگ بھی فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ان میں سے بعض یثرب میں فروکش ہوئے۔ علاقۂ یثرب میں پہنچنے والے اوّلین یہودی قبائل بنوقریظہ‘ بنونضیر اور بنو یہدل تھے۔پھر ان کے بعد اور قبائل بھی آتے گئے۔

(3) اَوس اور خَــزْرَج: یہ دوقحطانی قبیلے تھے جو ”سدِّ مأرب“ کی تباہی کے بعد یمن سے ہجرت کر کے یثرب پہنچے۔راجح بات یہ ہے کہ یہ دونوں قبیلے تیسری صدی عیسوی میں یثرب آئے۔

مدینہ منورہ کے نام

اَلْمَدِیْنَة: یہ اس شہر کا سب سے مشہور نام ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہاں ہجرت فرمائی حتیٰ کہ یہیں مدفون ہوئے۔

طَابَہ: مدینہ کو "طابہ" بھی کہا جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس پیارے شہر کا نام "طابہ" رکھا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث: 1385، مسند احمد: 106/5)

طابہ اور طیبہ، طَیِّبٌ کے معنی میں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی برکت سے یہ شہر شرک سے پاک ہو گیا۔

یَثْرِب: یہ اس شہر کا اولین نام ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ نام تبدیل فرما کر "اَلْمَدِیْنَہ" رکھ دیا۔ ممکن ہے تبدیلی کی وجہ یہ ہو کہ لغت میں "یثرب" کے معنی، ملامت، فساد اور خرابی ہیں۔ صحیحین میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ چھوڑ کر ایسے علاقے کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میں نے سمجھا شاید یہ "یمامہ" یا "ھَجَر" ہو لیکن معلوم ہوا کہ یہ مدینہ یعنی یثرب ہے۔"

(صحیح البخاری، حدیث: 3622، صحیح مسلم، حدیث: 2272)

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں اس کے 29 نام لکھے ہیں، مثلاً عذراء، قدسیہ، عاصمہ، مسکینہ، محبوبہ، مختارہ، مجبورہ، مُحرَّمہ، مبارکہ، مرحومہ، محفوظہ ...... بعض ائمہ کا قول ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کے الفاظ "مُدْخَلَ صِدْقٍ" سے مراد مدینہ منورہ اور "مُخْرَجَ صِدْقٍ" سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔" (معجم البلدان: 83/5)

مدینہ منورہ: پیغمبر اسلام کا شہر مدینہ منورہ 39 درجے 50 دقیقے طول بلد مشرقی اور 24 درجے 32 دقیقے عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے تین سو میل اور ینبع سے ایک سو تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے اور سطح سمندر سے 600 میٹر بلندی پر ہے۔ اس کے شمال میں جبل احد اور جنوب میں جبل عیر ہیں اور یہ دونوں مدینہ منورہ سے چار چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں۔ شہر کے مغرب اور مشرق میں حرۃ الوبرۃ اور حرۃ الواقم سیاہ نوکیلے پتھروں کے علاقے ہیں، اور میلوں کی مسافت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ شہر کے اردگرد کئی وادیاں ہیں جن میں وادی العقیق اور وادی رانوناء قابل ذکر ہیں۔ ان میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں اور یہ اہل مدینہ منورہ کی سیر گاہیں ہیں۔

مدینہ منورہ میں چوبیس سے زیادہ پانی کے چشمے ہیں جن میں اہم ترین عین الزرقاء ہے۔ اس کا اجرا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے ہوا تھا۔ مدینہ کا پانی ہلکا، سرد اور شیریں ہے۔ شہر کی آب و ہوا گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں میں سخت سرد ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب کھجور، انگور اور انار بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب میں قباء، عوالی اور عقیق کی سیاہ مٹی میں گندم، جو، انار، رنگ برنگ کے پھول اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

مدینے میں یہود کے قبیلے 20 سے زیادہ تھے۔ بنو قینقاع اور دوسرے یہود میں عداوت چلی آتی تھی کیونکہ بنو قینقاع بنو خزرج کے ساتھ یوم بُعاث میں شریک تھے اور بنو نضیر اور بنو قریظہ نے بنو قینقاع کا بڑی بے دردی سے خون بہایا تھا۔ مدینہ منورہ میں یہود کے قلعہ بند محلے (یا گڑھیاں) آطام یا اطم کہلاتے تھے۔ یہود کی مادری زبان عبرانی تھی، مگر حجاز آکر ان کی زبان رفتہ رفتہ عربی ہو گئی تھی اور وہ اسی زبان میں روزمرہ کا کام کرتے تھے۔ عبرانی ان کی مذہبی اور تعلیمی زبان تھی۔

یہود کے علاوہ مدینہ میں عیسائی بھی موجود تھے۔ قبائل اوس مدینہ منورہ کے جنوب و مشرق میں اور خزرج وسطی اور شمالی علاقے میں آباد تھے۔ یہود ان دونوں قبیلوں کو لڑاتے رہتے تھے تاکہ وہ ان کا استحصال کرتے رہیں۔ اوس وخزرج کے درمیان آخری جنگ بعاث تھی جو ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔ مدینہ میں کئی بازار تھے، جن میں سب سے اہم سوق بنی قینقاع تھا جو سونے اور چاندی کے زیورات و مصنوعات اور کپڑے والوں کا خاص بازار تھا۔ مدینے کے بعض گھروں کے ساتھ باغ بھی تھے۔ بیٹھنے کے لیے کرسی بھی استعمال ہوتی تھی۔ عورتوں میں کپڑا بننے اور کاتنے کا عام رواج تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد: 20)

مکہ مکرمہ کے غریب الوطن مہاجر نہایت بے سروسامانی کی حالت میں آئے تھے، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے مہاجرین وانصار میں باہمی ہمدردی اور امداد واعانت کے لیے بھائی چارے کا ایک معاہدہ کرادیا۔ اسی زمانے میں آپ ﷺ نے یہود اور دیگر اقوام مدینہ منورہ سے امن وامان کا معاہدہ کیا، جو میثاق مدینہ منورہ کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ آنے پر نماز باجماعت کا اہتمام اور اذان کا حکم ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے جو مسجد تعمیر کی وہ مسجد نبوی کہلاتی ہے۔

مدینہ منورہ میں اسلام کو شان وشوکت نصیب ہوئی۔ جہاد کا حکم ملا۔ روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح وطلاق، غلاموں، اسیروں، دشمنان دین اور حدود وتعزیرات کے متعلق احکام نازل ہوئے اور دین اسلام نقطہ عروج کو پہنچ گیا۔ یہیں غزوۂ احد اور غزوہ خندق لڑے گئے۔ یہیں سے نبی کریم ﷺ نے شاہان وقت کو دعوتی خطوط لکھے۔ مدینہ منورہ ہی سے مسلمان ذوق جہاد اور شوق شہادت سے سرشار ہوکر دنیا کی تسخیر کے لیے روانہ ہوئے۔

مدینہ بطور دارالخلافہ: خلافت اسلامیہ کا پہلا دارالحکومت 11 تا 36ھ مدینہ منورہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہاں مرکزی بیت المال قائم کیا۔ مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کی۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کرائے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اہم کارنامہ بھی مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع ہے۔ انہوں نے ساری عمارت میں منقش پتھر لگوائے اور ستونوں کو سیسے سے مضبوط کیا اور عہد صدیقی کے قرآن مجید کے مدون نسخے کی نقلیں کراکر مدینہ منورہ سے تمام ممالک اسلامیہ میں بھجوائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد کوفہ واپس آکر مدینے کی بجائے اس کو مرکز خلافت قرار دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کرلی اور مرکز خلافت دمشق منتقل ہوگیا۔ اب مدینہ منورہ کی حیثیت ایک صوبائی شہر کی رہ گئی، اگرچہ اس کی علمی اور دینی مرکزیت اب بھی باقی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی دستبرداری کے بعد مدینہ منورہ چلے آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ کا مرقد مبارک ہے اور پہلے تین خلفائے راشدین اور بہت سے صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہم، امام مالک رحمہ اللہ اور دیگر تابعین اور تبع تابعین یہاں دفن ہیں۔

مدینہ منورہ مختلف ادوار میں اموی، عباسی، عبیدی، زنگی، ایوبی، مملوک اور عثمانی سلطنتوں میں شامل رہا۔ عثمانی ترکوں نے 1908ء میں دمشق سے مدینہ تک ریلوے لائن بچھائی جسے پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں کے ایجنٹ شریف مکہ

الحسین کے بدوفوجیوں نے تباہ کردیا۔ جنگ کے بعد شریف الحسین نے حجاز میں اپنی بادشاہت قائم کرلی۔ والی نجد سلطان عبدالعزیز بن سعود نے 1924ء میں حجاز پر قبضہ کرنے کے بعد ملک النجد والحجاز کا لقب اختیار کرکے ملک میں امن وامان قائم کیا اور 1930ء کی دہائی میں تیل کی دریافت اور برآمد سے ملک کی خوشحالی اور اقتصادی ترقی کا نیا دور شروع ہوا۔ مدینہ منورہ کی موجودہ ترقی وخوشحالی شاہ فیصل بن عبدالعزیز اور ان کے جانشینوں شاہ خالد مرحوم اور شاہ فہد کی مرہون منت ہے جنہوں نے مسجد نبوی کی توسیع وتزئین پر کروڑوں پونڈ صرف کیے اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی توسیع وتکمیل کی۔ مدینہ منورہ کی آبادی 3 لاکھ نفوس سے زائد ہے۔ ان میں ہندی (پاک و ہند کے)' بخاری (ترکستانی) اور شامی مہاجرین کی بھی خاصی تعداد ہے۔

مسجد قباء (مسجد تقویٰ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

''(اے نبی!) آپ مسجد ضرار میں کبھی نہ کھڑے ہوں۔ وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے یہ حق رکھتی ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں۔ اس مسجد میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنا پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔'' (التوبۃ:108/9)

''قباء'' مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی ہے جس میں ''مسجد تقویٰ'' قائم ہے۔ اور یہ اسلامی دور کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کی بنیاد شروع دن ہی سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو سوموار سے جمعرات تک قباء میں قیام فرمایا۔ جمعۃ المبارک کے دن آپ مدینہ منورہ کے ارادے سے سوار ہوئے اور جمعہ کی نماز بنو سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج کی مسجد میں ادا فرمائی۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں پڑھا۔

غزوۂ تبوک (9ہجری) سے کچھ پہلے 12 منافقوں نے مسجد ضرار بنائی اور رسول اللہ ﷺ سے اس میں بطور افتتاح نماز کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا: (اِنِّی عَلٰی جَنَاحِ سَفَرٍ وَ حَالِ شُغْلٍ وَلَوْ قَدْ قَدِمْنَا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی أَتَيْنَاكُمْ فَصَلَّيْنَا لَكُمْ فِيْهِ) (تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۂ توبہ آیت: 107، 108) ''فی الحال تو میں سفر کی مصروفیات میں مشغول ہوں۔ واپسی پر تمہارے پاس آئیں گے اور ان شاء اللہ اس مسجد میں نماز پڑھیں گے۔'' تبوک سے واپسی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیات نازل فرمادیں:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

''جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے، اظہار کفر، مومنین میں تفرقہ ڈالنے اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین کو

اڈہ مہیا کرنے کے لیے مسجد بنائی وہ آپ کے سامنے آکر قسمیں اٹھائیں گے کہ ہمارا ارادہ خالص نیکی کا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی بھی جا کر کھڑے نہ ہوں۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، حقدار ہے کہ آپ اس میں جایا کریں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور رضامندی پر رکھی، کیا وہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گڑھے کے کھودے ہوئے کنارے پر رکھی جس کی وجہ سے وہ اپنی عمارت سمیت جہنم میں جا گرا؟ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان کی تعمیر کردہ یہ عمارت ہمیشہ ان کے دلوں میں نفاق کا سبب بنی رہے گی الا یہ کہ ان کے دل کٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ خوب علم وحکمت والا ہے۔" (التوبۃ:9/107...110)

- التفسیر المنیر: 38/11
- صفوۃ التفاسیر: 518/1
- الدر المنثور: 276/3
- تفسیر ابن کثیر: 1339/2

مسجد قباء

﴿ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾ "نہ کھڑے ہوں آپ اس مسجد (ضرار) میں کبھی بھی، البتہ وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی ہے (اس کی) تقویٰ پر پہلے ہی دن سے، زیادہ حق دار ہے اس کی کہ کھڑے ہوں آپ اس میں، اس میں تو ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں اس بات کو کہ پاک ہوں وہ اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔" (التوبہ: 108/9)

مسجد قباء کا فضائی منظر
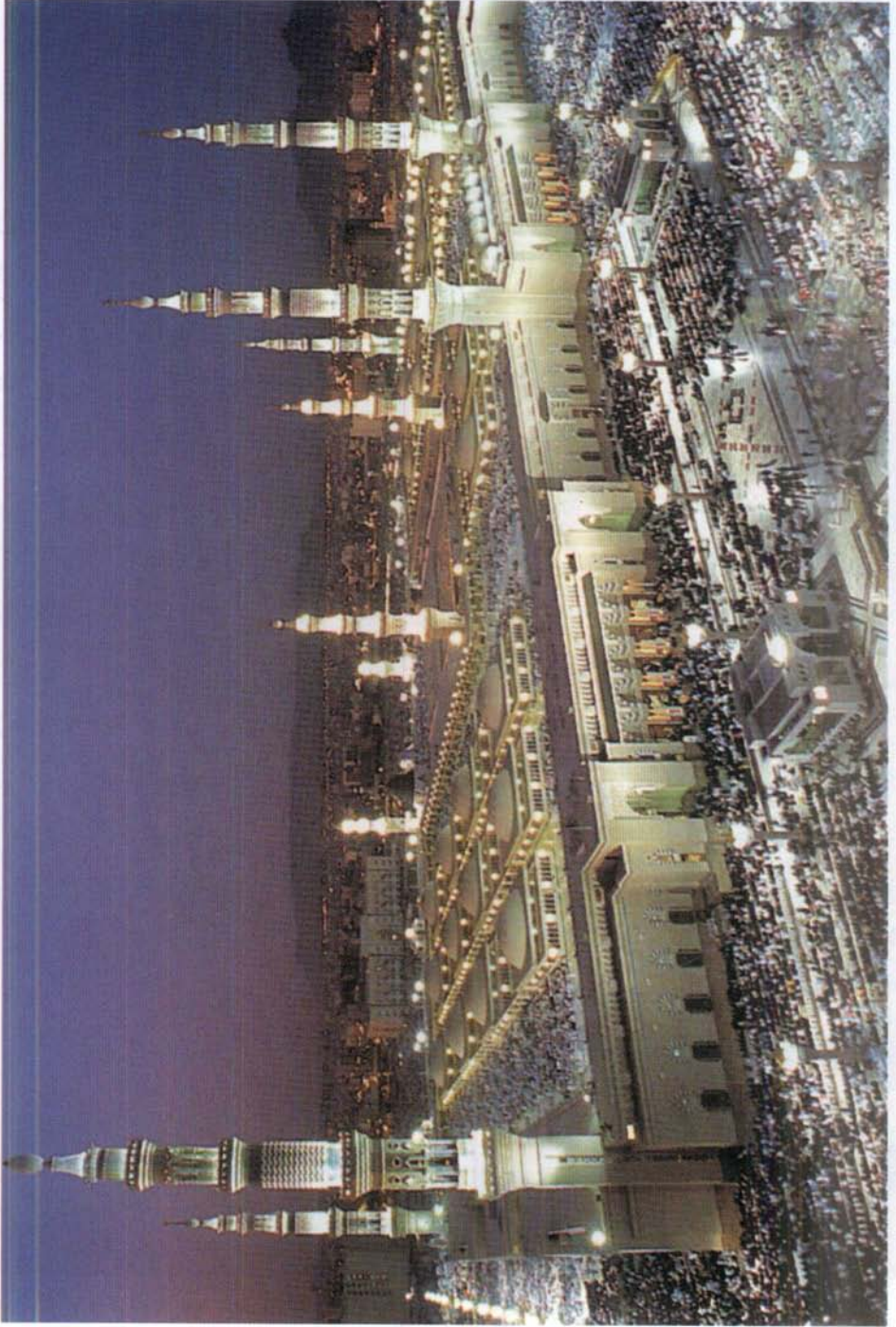
مسجد نبوی (مدینہ منورہ)
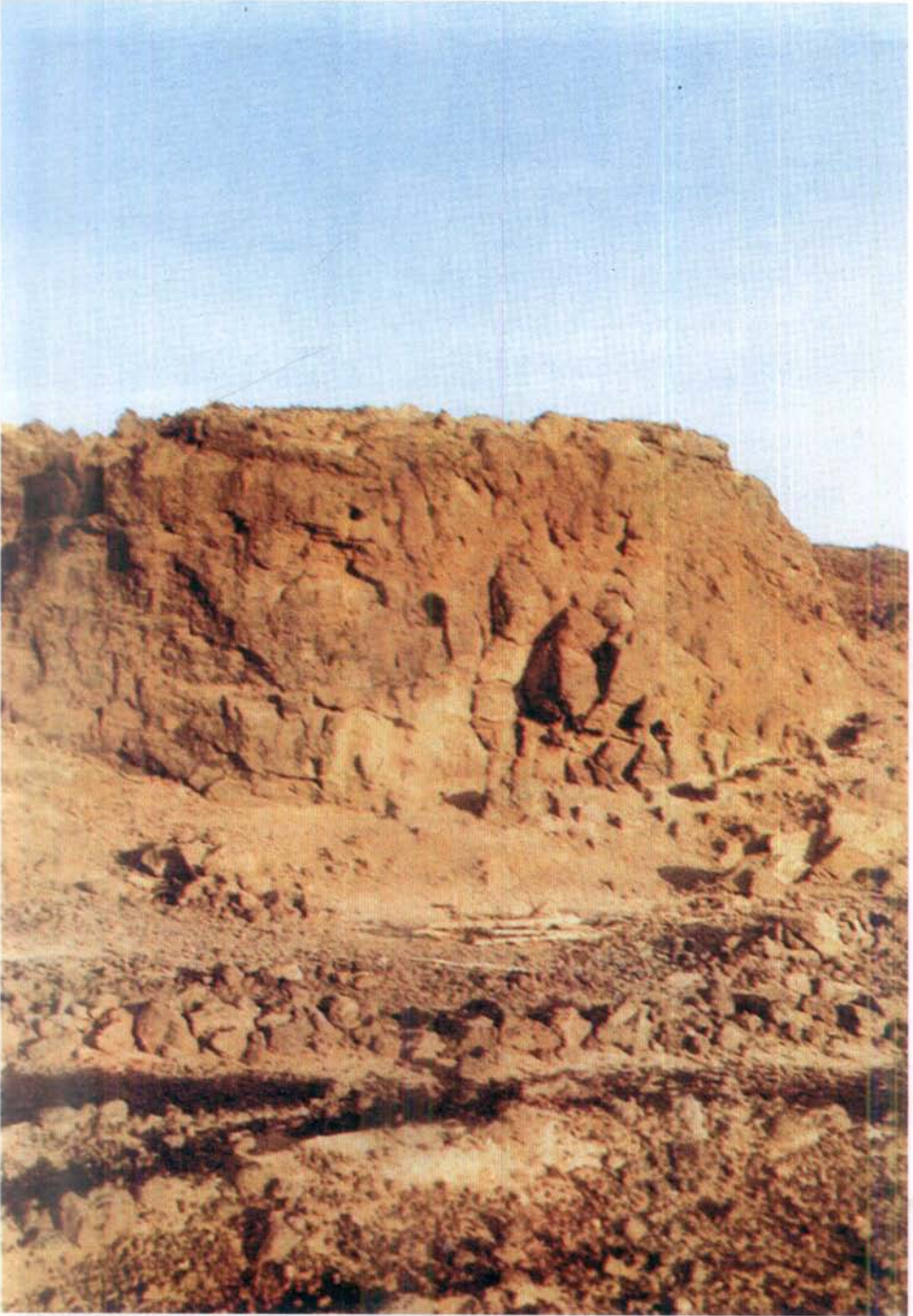
مدینہ منورہ میں آتش فشانی سنگریزے (حرہ)

مسجد قباء

احمد بن یحیٰ بن جابر کہتے ہیں: پہلے پہل ہجرت کر کے آنے والوں میں سے جو قباء میں قیام پذیر ہوئے انہوں نے ایک مسجد بنائی جس میں وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے سال بھر نمازیں پڑھتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ نے قباء میں قیام فرمایا اور قباء کی مسجد میں نماز ادا کی۔ یہی مسجد تقویٰ کہلاتی ہے۔ مسجد قباء کو جاتے ہوئے سڑک کے بائیں جانب مسجد جمعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینے میں تشریف آوری سے پہلے اسی میں نمازِ جمعہ ادا کی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسجد قباء کی تجدید وتوسیع ہوئی۔ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (گورنر مدینہ) اور پھر عثمانی خلیفہ سلطان محمود خان نے 1831ء میں اس کی تعمیر نو کی۔ فیصل شہید نے 1970ء میں اسے از سرِ نو 6 میٹر بلند چبوترے پر استوار کیا۔ اس وقت اس کا ایک سادہ مینار، وسط میں گنبد اور رقبہ 40 میٹر مربع تھا۔ 1988ء کی شاندار توسیع کے بعد مسجد قباء کا رقبہ 15 ہزار مربع میٹر ہو گیا ہے اور اس میں 10 ہزار نمازیوں کے لیے گنجائش ہے۔ اس کی چھت پر 58 چھوٹے اور تین بڑے گنبد ہیں اور چار پرشکوہ مینار ہیں۔ ساری مسجد مرکزی طور پر ائیر کنڈیشنڈ ہے۔

مسجد قباء کے اندر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک مرقوم ہے کہ ''جو شخص گھر سے پاک صاف ہو کر نکلا اور اس مسجد میں داخل ہو کر 2 رکعت نماز پڑھی اسے عمرہ یعنی حج اصغر کا ثواب ہوگا۔'' مسجد کے صدر دروازے پر آیت تاسیسِ مسجد کے نیچے ترکی زبان میں قطعہ تاریخ کندہ ہے جس میں ''امام المسلمین شاہ جہان سلطان محمود خان'' کے عجز اور گناہ گاری کا اظہار کر کے خدمت تعمیر کی قبولیت اور بخشش کی دعا کی گئی ہے۔ (حرم مدینہ از پروفیسر عبدالرحمٰن عبد، ص: 12 ومابعد)

سَرِیَّہ عبداللّٰہ بن جحش

(نخلہ وادی کی طرف)

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

''یہ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے دوران میں لڑائی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجیے: ''اس مہینے میں لڑائی کرنا کبیرہ گناہ ہے' لیکن اللہ کے راستے سے روکنا' اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا' مسجد حرام سے لوگوں کو روکنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا جرم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شرک قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور یہ کافر آپ سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے واپس نکال لیں بشرطیکہ یہ ان کے بس میں ہو۔ (یاد رکھو!) جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور پھر کفر ہی کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ یہ لوگ آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ البتہ جو لوگ ایمان پر قائم رہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہجرت و جہاد کریں یہ لوگ یقیناً اللہ کی رحمت کے سزاوار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ (ایسے لوگوں کے لیے) بہت غفور و رحیم ہیں۔'' (البقرۃ 2:217,218)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو جمادی الآخر سن 2 ہجری میں بارہ مہاجرین پر امیر مقرر کر کے بھیجا کہ وہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کی گھات لگائیں۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی اور تین دوسرے افراد شامل تھے۔ عمرو مارا گیا' دو شخص قید ہو گئے اور اسلامی لشکر تجارتی قافلے کو' جس میں طائف کا تجارتی مال تھا' مدینے ہانک لایا۔ اس دن رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لشکر والوں نے سمجھا 30 جمادی الآخر ہے۔ جب لشکر واپس پہنچا تو آپ نے فرمایا: (وَاللّٰهِ مَا أَمَرْتُكُمْ بِقِتَالٍ فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ) (دلائل النبوۃ للبیہقی 3/19) ''واللہ! میں نے تمھیں حرمت والے مہینے میں لڑائی کا حکم نہیں دیا تھا۔'' قریش نے بھی شور مچا دیا: ''اب تو محمد ﷺ نے حرمت والے مہینے میں لڑائی شروع کر دی ہے حالانکہ اس مہینے میں تو ہر خوف والا بے خوف ہو جاتا ہے۔ اور لوگ بے خوف و خطر اپنے معاشی امور میں مصروف ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔
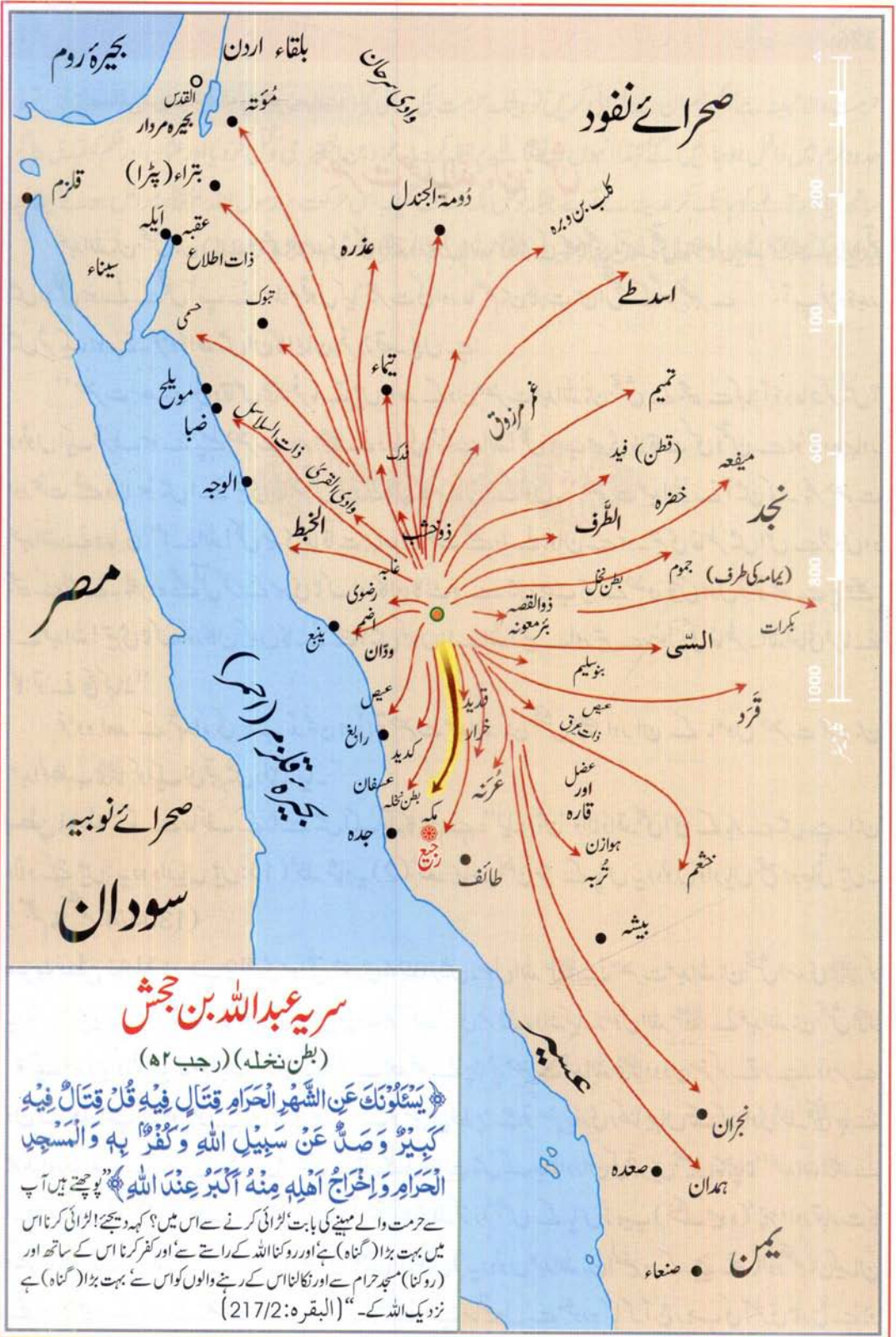
بحیرۂ روم
بلقاء
اردن
وادی سرحان
القدس
بحیرہ مردار
مُوتہ
صحرائے نفود
بتراء (پٹرا)
قلزم
دومۃ الجندل
ایلہ
عقبہ
ذات اطلاع
سیناء
عذرہ
اسد طے
تبوک
حسمی
تیماء
مویلح
ضبا
ذات السلاسل
اُم رزوق
تمیم
فدک
(قطن) فید
میفعہ
وادی القریٰ
الوجہ
خضرہ
نجد
الخبط
ذو خشب
الطَّرف
غابہ
جموم
(یمامہ کی طرف)
مصر
رضوی
بطن نخل
ذوالقصہ
بئر معونہ
بکرات
اضم
ینبع
ودان
السّی
بنو سلیم
عیص
عیص
ذات عرق
قرد
قدید
خرار
رابغ
کدید
عسفان
بطن نخلہ
عُرنہ
عضل
اور
قارہ
صحرائے نوبیہ
مکہ
رجیع
جدہ
ہوازن
تُربہ
خثعم
طائف
سودان
بیشہ
عسیر
نجران
صعدہ
ہمدان
یمن
صنعاء
سریہ عبداللہ بن جحش
(بطن نخلہ) (رجب ۲ھ)
﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ”پوچھتے ہیں آپ سے حرمت والے مہینے کی بابت‘ لڑائی کرنے سے اس میں؟ کہہ دیجیے! لڑائی کرنا اس میں بہت بڑا (گناہ) ہے‘ اور روکنا اللہ کے راستے سے‘ اور کفر کرنا اس کے ساتھ اور (روکنا) مسجد حرام سے اور نکالنا اس کے رہنے والوں کو اس سے‘ بہت بڑا (گناہ) ہے نزدیک اللہ کے۔“ (البقرہ: 217/2)

اضافی توضیحات وتشریحات

حضرت عبداللہ بن جحش

عبداللہ بن جحش بن رباب ابو محمد الاسدی' کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اُمَیمہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے قبل آپ نے اسلام قبول کیا' ہجرت کی اور عاصم بن ثابت بن افلح کے گھر ٹھہرے۔ .. آپ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں ان کا ایمان افروز قصہ یوں ہے:

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: احد کے دن حضرت عبداللہ بن جحش نے مجھ سے کہا: آؤ دعا نہ کرلیں؟ دونوں ایک طرف ہوئے' پہلے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اے اللہ! کل جب میری ملاقات کسی دشمن سے ہو تو وہ بہادر اور سخت غصے والا ہو' میں اسے تیری خاطر قتل کر کے اس کا سامان لے لوں۔'' حضرت عبداللہ نے آمین کہا۔ پھر حضرت عبداللہ نے دعا کی: ''اے اللہ! کل میری ملاقات بہادر اور سخت غصے والے جوان سے ہو۔ تیری خاطر میں اس سے لڑوں وہ مجھ سے لڑے۔ پھر وہ مجھے قتل کر کے میری ناک اور کان کاٹ دے۔ میں جب تیرے حضور پیش ہوں تو تو مجھ سے پوچھے: اے عبداللہ! تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ میں کہوں: اے اللہ! تیرے اور تیرے رسول کی خاطر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے سچ کہا۔''

غزوہ احد کے شہداء کی جب تدفین ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفنایا گیا۔

بطنِ نخلہ: مکہ سے طائف کے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ''لیلۃ الجن'' والا واقعہ بھی اسی کے بارے میں ہے۔ ابن ولّاد کہتے ہیں: یہ دو وادیاں ہیں: (1) نخلہ شامیہ (2) نخلہ یمامہ۔ بطن مرّ کے پاس یہ دونوں وادیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ (معجم ما استعجم: 1304/4)

سریہ بطن نخلۃ: رجب 2 ہجری موافق جنوری 624ء میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو بارہ مہاجرین کے ہمراہ مکہ اور طائف کے درمیان مقام ''نخلہ'' کی طرف روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک خط دیا اور فرمایا کہ وہ اسے دو دن کے سفر کے بعد کھولے' چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دو دن سفر کرتے رہے۔ دوسرے دن کے بعد جب خط کھولا تو اس میں درج تھا: ''جب تو میرا یہ خط پڑھے تو سفر جاری رکھنا یہاں تک کہ وادی نخلہ پہنچ جائے جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے' وہاں قریش کے قافلے کی گھات میں لگ جانا اور ان کی خبریں ہمیں پہنچانا'' عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا۔ جب بطن نخلہ پہنچے تو قریش کا قافلہ گزرا' جس کے پاس زبیب (خشک میوہ)' چمڑا اور تجارت کا دیگر سامان تھا۔ اس قافلے میں عمرو بن الحضرمی' عثمان اور نوفل (یہ دونوں عبداللہ بن المغیرہ کے بیٹے تھے) اور حکم بن کیسان تھے جو بنو مغیرہ کے غلام تھے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ آج رجب کی آخری تاریخ ہے' جو

حرمت والا مہینہ ہے' اگر ہم ان سے لڑائی کریں تو بیشک حرمت کی پامالی کا ڈر ہے۔ اگر ان کو آج رات چھوڑ دیتے ہیں تو وہ حدود حرم میں داخل ہو جائیں گے' لہٰذا انہوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان اور حکم کو قیدی بنا کر ساتھ لیا اور قافلے کو ہانک کر مدینہ لے آئے جبکہ نوفل مکہ بھاگ گیا۔ اس حرکت پر رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے' چنانچہ قیدیوں کو چھوڑ دیا گیا اور مقتول کا خون بہا (دیت) ادا کر دیا۔ (الرحیق المختوم: 180' 181)

طبقات ابن سعد کے مطابق سرایا کی تفصیل

نمبر شمار	لشکر کا قائد	تاریخ	جگہ	مسلمان	مشرکین
1	حمزہ بن عبدالمطلب	رمضان 1ھ	ساحل بحر احمر	30 مہاجر	30 آدمی
2	عُبیدہ بن حارث بن مطلب	شوال 1ھ	بطن رابغ	60 مہاجر	200 آدمی
3	سعد بن ابی وقاص	ذوالقعدہ 1ھ	غدیر خم کے قریب خرار	20 مہاجر	قافلۂ قریش
4	عبداللہ بن جحش اسدی	رجب 2ھ	وادئ نخلہ	12 مہاجر	قافلۂ قریش
5	عمیر بن عدی بن خرشہ خطمی	رمضان 2ھ	مدینہ منورہ	اکیلے عمیر	عصماء بنت مروان
6	سالم بن عمیر عَمری	شوال 2ھ		اکیلے سالم	ابوعفک یہودی
7	محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ	ربیع الاول 3ھ	مدینہ کے مضافات	5 مسلمان	کعب بن اشرف
8	زید بن حارثہ	جمادی الآخر 3ھ	قردۂ نجد	100 سوار	قافلۂ صفوان
9	ابو سلمہ مخزومی	محرم 3ھ	قَطَن	150 آدمی	بنواسد
10	عبداللہ بن اُنیس	محرم 3ھ	عُرَنَہ	صرف عبداللہ	سفیان بن خالد ہذلی
11	منذر بن عمر وساعدی	صفر 3ھ	بئر معونہ	70 انصار	بنوسلیم
12	مرثد بن ابی مرثد غنوی	صفر 3ھ	رجیع	10 آدمی	قارہ اور عضل
13	محمد بن مسلمہ	10 محرم 3ھ	قُرَطَاء	30 سوار	بنوبکر
14	عکاشہ بن محصن اسدی	ربیع الاول 6ھ	غَمرُ (بنو اسد)	40 آدمی	
15	محمد بن مسلمہ	ربیع الآخر 6ھ	بنو ثعلبہ	10 آدمی	بنوثعلبہ
16	ابو عبیدہ بن جراح	ربیع الآخر 6ھ	ذوالقصہ	40 آدمی	بنومحارب
17	زید بن حارثہ	ربیع الآخر 6ھ	جموم	کئی صحابہ	بنوسلیم
18	زید بن حارثہ	جمادی الاولیٰ 6ھ	عَیص	170 سوار	ساحل بحر
19	زید بن حارثہ	جمادی الآخر 6ھ	طَرَف	15 آدمی	بنوثعلبہ

نمبر شمار	لشکر کا قائد	تاریخ	جگہ	مسلمان	مشرکین
20	زید بن حارثہ	جمادی الآخر 6ھ	حِسمَی	500 آدمی	بنوجذام
21	زید بن حارثہ	رجب 6ھ	وادیٔ قریٰ	کئی صحابہ	وادیٔ قریٰ کے یہودی
22	عبدالرحمن بن عوف	شعبان 6ھ	دُومۃ الجندل	کئی صحابہ	بنوکلب
23	علی بن ابی طالب	شعبان 6ھ	فدک	100 آدمی	بنوسعد
24	زید بن حارثہ	رمضان 6ھ	وادیٔ قریٰ	کئی صحابہ	فزارہ
25	عبداللہ بن عتیک	رمضان 6ھ	خیبر	5 آدمی	ابورافع نضری
26	عبداللہ بن رواحہ	شوال 6ھ	خیبر	30 آدمی	اُسَیر بن زارم
27	کرز بن جابر فھری	شوال 6ھ	عرینہ	20 سوار	عرینہ
28	عمرو بن امیہ ضمری	6ھ	مکہ	2 آدمی	ابوسفیان
29	عمر بن خطاب	شعبان 7ھ	تُربَہ	30 آدمی	ہوازن
30	ابو بکر الصدیق	شعبان 7ھ	نجد (ضریۃ)		بنوکلاب
31	بشیر بن سعد انصاری	شعبان 7ھ	فدک	30 آدمی	بنومُرّہ
32	غالب بن عبداللہ لیثی	رمضان 7ھ	مَیفعَہ (بطن نخل)	130 آدمی	بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ
33	بشیر بن سعد انصاری	شوال 7ھ	یمن و جبار	300 آدمی	بنوغطفان
34	ابن ابی العوجاء سُلمی	ذوالحجہ 7ھ	بنو سلیم	50 آدمی	بنوسلیم
35	غالب بن عبداللہ لیثی	صفر 8ھ	کُدید	200 آدمی	بنوملوح
36	غالب بن عبداللہ لیثی	صفر 8ھ	فدک	200 آدمی	بنومُرّہ
37	شجاع بن وھب اسدی	ربیع الاول 8ھ	سِیّ	24 آدمی	ہوازن
38	کعب بن عمیر غفاری	ربیع الاول 8ھ	ذات اَطلاح	15 آدمی	شامی علاقے کے مشرک
39	زیدبن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ	جمادی الاولیٰ 8ھ	بلقاء	3000 آدمی	ایک لاکھ رومی
40	عمرو بن عاص	جمادی الآخر 8ھ	ذات السلاسل	300 آدمی اور 30 سوار	قضاعہ
41	ابو عبیدہ بن جراح	رجب 8ھ	قَبَلِیّہ	300 آدمی	جہینہ

نمبر شمار	لشکر کا قائد	تاریخ	جگہ	مسلمان	مشرکین
42	ابو قتادہ بن ربعي انصاری	شعبان 8ھ	خضِرہ	15 آدمی	غطفان
43	ابو قتادہ بن ربعي انصاری	رمضان 8ھ	بطنِ اضم	8 آدمی	فتح مکہ سے قبل دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے
44	خالد بن ولید	رمضان 8ھ	نخلہ	30 سوار	عزّیٰ بت گرانے کیلئے
45	عمرو بن عاص	رمضان 8ھ	سواع بت کی طرف	کئی صحابہ	بنو ہذیل
46	سعد بن زید اشهلی	رمضان 8ھ	مُشَلّل	20 سوار	منات بت گرانے کیلئے
47	خالد بن ولید	شوال 8ھ	مکہ کے جنوب میں	350 آدمی	بنوجذیمہ
48	طفیل بن عمرو دوسی	شوال 8ھ	ذوالکفین بت گرانے کے لیے		
49	عُیَیْنَہ بن حِصن فزاری	محرم 9ھ	بنو تمیم	50 آدمی	بنوتمیم
50	قطبہ بن عامر بن حدیدہ	صفر 9ھ	تبالہ	20 آدمی	بنوخثعم
51	ضحاک کلابی	ربیع الاول 9ھ	زجّ لاوہ	کئی صحابہ	بنوکلاب
52	علقمہ بن مجزز مدلجی	ربیع الآخر 9ھ	جدّہ	300 آدمی	حبشی جماعت
53	علی بن ابی طالب	ربیع الآخر 9ھ	فُلس کی طرف جو قبیلہ طی کا بت تھا	100 آدمی 50 سوار	بنوطی
54	عکاشہ بن محصن اسدی	ربیع الآخر 9ھ	عذرہ اور بَلِیّ کا علاقہ	کئی صحابہ	جناب
55	خالد بن ولید	ربیع الاول 10ھ	نجران	کئی صحابہ	بنوعبدالمدان
56	علی بن ابی طالب	رمضان 10ھ	یمن	300 سوار	مذحج

❀ طبقات ابن سعد: 2/5...170

بدر کبریٰ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں تمہاری مدد فرمائی جب تم کمزور تھے۔ سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔ جب آپ مومنوں سے کہہ رہے تھے: ''کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب کریم تین ہزار نازل شدہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے؟ کیوں نہیں! بلکہ اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کافر فوری طور پر تم پر حملہ آور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پانچ ہزار مقرر شدہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مدد کو تمہارے لیے خوشخبری بنا دیا تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں۔ یاد رکھو! مدد صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ وہی غالب خوب حکمت والا ہے۔'' (آل عمران:123/3...126)

جب مسلمان مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے تو قریش نے مسلمان مہاجرین کی املاک ضبط کر لیں۔ اب قریش کو اپنے تجارتی قافلوں کے بارے میں مسلمانوں کی طرف سے تشویش تھی کیونکہ مسلمانوں کی قوت مدینہ منورہ میں مجتمع ہو چکی تھی۔ مسلمانوں نے بھی تجارتی قافلوں کو روکنے کا ذہن بنایا۔ اس کے نتیجے میں 17 رمضان 2 ہجری 13 مارچ 624ء کو بدر کے میدان میں عظیم معرکہ برپا ہوا۔ کیونکہ مسلمانوں نے قریش کا اقتصادی اور معاشی محاصرہ شروع کرتے ہوئے قریش کے ایک تجارتی قافلے کو روکنے کی کوشش کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں تمہاری مدد فرمائی جب تم کمزور تھے۔ سو تم اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔'' (آل عمران:123/3)

اس وقت مسلمان مالی طور پر اور جنگی تیاری و تربیت کے لحاظ سے کمزور تھے۔ بدر میں مسلمانوں کی فتح کے اہم نتائج یہ ہوئے:

(۱) مسلمانوں کے رعب و دبدبے میں اضافہ ہو گیا کیونکہ تمام جزیرۂ عرب میں ان کی فتح کی دھوم مچ گئی۔

(۲) بت پرست قریشیوں کا تکبر اور غرور یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا اور منہ کے بل زمین پر آ رہا۔

(۳) یہودیوں کا حسد چھپ نہ سکا۔ انہوں نے علانیہ مخالفت شروع کر دی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَ مَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ

''ان کی زبانوں سے بغض ظاہر ہو چکا ہے جب کہ دلوں میں چھپی دشمنی اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔''

(آل عمران:118/3)

نتیجہ یہ ہوا کہ بنوقینقاع کو مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونا پڑا۔ کیونکہ انہوں نے علانیہ دشمنی شروع کر دی تھی اور مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے توڑ ڈالے تھے۔

غزوہ بدر الکبریٰ

(یوم الفرقان، یوم التقی الجمعان)

17 رمضان 2ھ، 13 مارچ 624ء

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾ "بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں صف بستہ گویا کہ وہ ایک عمارت ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔" (الصف: 4/61)

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ "اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں جب کہ تم کمزور تھے پس ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم شکر کرو۔" (آل عمران: 123/3)

بدر الکبریٰ
(۱۷ رمضان ۲ھ)
اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر غزوات
﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ...﴾
"اور البتہ تحقیق مدد کی تمہاری اللہ نے بدر میں۔"
(آل عمران:123/3)
صحرائے نفود
سیناء
مصر
صحرائے نوبیہ
نجد
نجد
حجاز
مدین
مدینہ منورہ
بدر
دومۃ الجندل
اذرح
معان
عقبہ
ایلہ
تبوک
تیماء
مدائن صالح (حجر)
العُلاء
الوجہ
مویلح
ضبا
خیبر
فدک
وادی القریٰ
ذات الرقاع
ذی ام
بنولحیان
بنوسُلیم
بواط
عُشیرہ
ینبع
اُحد
رابغ
ودان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
حنین
طائف
100
200
300
400
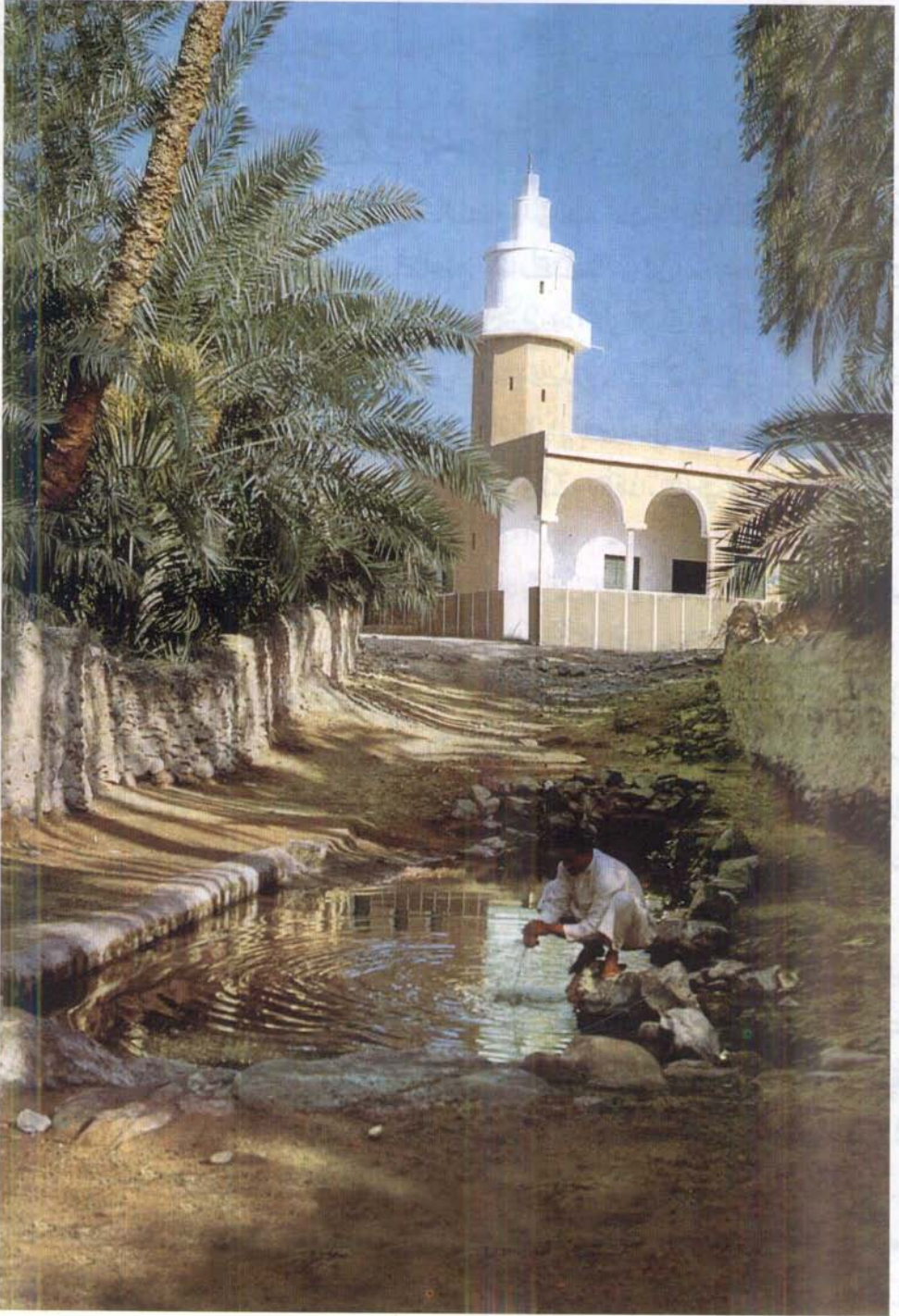
بدر کا چشمہ اور مسجد عریش

غزوۂ بدر الکبریٰ

بدر: یہ مدینہ منورہ سے جنوب مغرب میں 155 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسے ہر طرف سے بلند پہاڑوں نے گھیر رکھا ہے۔ اس میں کئی کنویں اور باغات تھے جہاں قافلے عموماً پڑاؤ ڈالتے تھے۔ اس میں آمد ورفت کے تین راستے ہیں۔ ایک جنوب میں ہے جسے (اَلْعُدْوَۃُ الْقُصْوٰی) ''دور کا ناکہ'' کہا جاتا ہے' دوسرا شمال میں ہے' جو (اَلْعُدْوَۃُ الدُّنْیَا) ''قریب کا ناکہ'' کہلاتا ہے' تیسرا شمالی راستے کے قریب ہی مشرق میں ہے' اسی سے اہل مدینہ آتے جاتے ہیں۔ مکہ سے شام آنے جانے والے قافلوں کا کاروانی راستہ اسی احاطے کے اندر سے گزرتا تھا' لہٰذا یہ بات آسانی سے کہی جا سکتی تھی کہ اس احاطے میں قریش کے قافلے اترنے کے بعد مسلمان تینوں راستوں کو بند کر دیں گے اور قافلہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

غزوۂ بدر: رمضان المبارک سن دو ہجری میں رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ شام سے لوٹ رہا ہے۔ اس کی خبر لینے کے لیے آپ ﷺ نے دو آدمی مقامِ ''حَوْراء'' تک بھیجے تھے۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے تعاقب میں تین ماہ قبل آپ ﷺ ''ذو العُشیرۃ'' تک گئے تھے مگر وہ بچ کر نکل گیا تھا۔ اب آپ ﷺ نے اس کی واپسی کی اطلاع پاتے ہی صحابہ کرام کو نکلنے کی دعوت دی' چنانچہ 313,314 یا 317 صحابہ آپ ﷺ کے ساتھ تیار ہوئے۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور صحابہ کو ساتھ لے کر مدینے سے مکہ کے قدیم راستے پر چلے۔ آپ ﷺ وادی عقیق پہنچے۔ پھر ''ذو الحُلَیْفَۃ'' سے ہو کر ''ذات الجَیْش'' آئے' وہاں سے آپ ''تُربان'' ''ملل'' ''غمیسُ الحمام'' اور ''السَّیَّالہ'' سے ہوتے ہوئے ''فَجُّ الرَّوْحَاء'' پہنچے۔ پھر آپ نے ''شنوکہ'' اور ''عِرق الظَّبیَہ'' سے گزرتے ہوئے ''سجسج'' پہنچ کر پڑاؤ ڈالا' اس گاؤں کو ''الروحاء'' بھی کہتے ہیں۔ یہاں آپ نے ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی جگہ روانہ کیا۔ یہاں سے کوچ کر کے آپ ''المنصرف'' پہنچے اور مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑ کر ''النَّازیۃ'' کے راستے پر چلنے لگے۔ وادی ''رُحْقان'' سے گزر کر جب ''الصَّفراء'' کے قریب پہنچے تو بنوساعدہ کے حلیف بَسْبَسُ بن الجُھَنی اور بنو النّجّار کے حلیف عدی بن ابی الزغباء الجھنی کو بدر روانہ کیا تاکہ وہ آپ ﷺ کو ابوسفیان اور قافلے کی خبریں پہنچائیں۔

''الصفراء'' کی طرف چلتے ہوئے' جو دو پہاڑوں کے درمیان ایک گاؤں ہے' آپ نے ان پہاڑوں کے نام دریافت کیے' تو ایک کا نام ''مُسلِح'' اور دوسرے کا نام ''مُخری'' بتایا گیا' آپ نے ان کے باسیوں کے متعلق سوال کیا تو لوگوں نے جواب دیا کہ بنوغفار کے دو قبیلے ''بنونار'' اور ''بنوحراق'' یہاں آباد ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے ناموں سے فال پکڑتے ہوئے (کہ کہیں ان کا وبال ہم پر نازل نہ ہو جائے) کترا کر گزرنے میں عافیت سمجھی۔ ''صفراء'' کی

دائیں جانب سے گزر کر جب "ذفران" کے قریب پڑاؤ ڈالا تو آپ ﷺ کو خبر ملی کہ قریش مکہ اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے نکلے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو قریش مکہ کے عزائم سے آگاہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بہت اچھی بات کہی' پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بہت اچھی بات کہی' پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! آپ اللہ کی رائے (حکم) کے مطابق چلتے رہیے ہم آپ کو بنی اسرائیل کی طرح جواب نہیں دیں گے' جیسے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا تھا: ﴿ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴾ (المائدہ: ٥/٢٤) لیکن ہم یہ کہتے ہیں: آپ اپنے رب کے حکم سے لڑیں' ہم بھی آپ کے ساتھ لڑیں گے۔ اللہ کی قسم! آپ ہمیں "برک الغماد" تک لے کر جائیں' ہم آپ کے ساتھ جانے کو تیار ہیں......"

پھر آپ ﷺ نے "ذفران" سے کوچ کیا تو "ثنایا" (اصافر) کے راستے پر چلے۔ اس کے بعد ایک جگہ اترے جسے "الدَّبَّة" کہتے ہیں۔ پھر "حنّان" کو اپنی دائیں جانب چھوڑ دیا' جو ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلہ بلکہ پہاڑ ہے۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ نے "بدر" کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ مندرجہ بالا مقامات کی مختصر تفصیل ملاحظہ کیجیے:

(1) عقیق: یہ مدینہ میں ایک وادی کا نام ہے' اس کا نام عقیق اس لیے ہے کہ یہ "حرہ" یعنی آتش فشانی پتھریلے علاقے سے کٹی ہوئی ہے' کیونکہ عَقّ کا معنی ہے "کاٹنا"۔ عقیق نامی دو وادیاں ہیں: عقیق اکبر اور عقیق اصغر۔ العقیق کو وادی مبارک بھی کہا گیا ہے جیسا کہ حج کی احادیث میں آتا ہے۔ یہ مدینہ سے مکہ کے راستہ پر مدینہ کے مغرب میں واقع ہے۔

(2) ذُوالحُلَیْفَہ: یہ ایک کنواں ہے جو بنی جُشم اور بنی خفاجہ کے درمیان واقع ہے۔ رسول ﷺ جب حج یا عمرہ کے لیے مدینہ سے نکلتے تو اس جگہ اترتے۔ حج کی حدیث میں اس جگہ کو میقات مقرر کیا گیا ہے۔ مسجد نبوی سے فاصلہ تقریباً دس گیارہ کلومیٹر ہے۔

(3) ذَاتُ الجَیْش: یہ ایک وادی ہے جو ذوالحلیفہ اور بُرثان کے درمیان واقع ہے' "ذات الجیش" کو اولات الجیش" بھی کہا گیا ہے۔ یہ ذوالحلیفہ سے سوا تین کلومیٹر دور ہے جبکہ مدینہ سے تقریباً تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

(4) تُرْبَان: ذات الجیش اور ملل کے درمیان ایک وادی ہے جس میں بہت زیادہ پانی ہوتا ہے۔ یہ مدینہ سے 29 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

(5) مَلَل: یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے 45 کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ یہ مدینہ سے مکہ کے راستے سے بائیں جانب ہے۔ یہاں کنویں بکثرت پائے جاتے ہیں جن کی تعداد چھ تک بیان کی جاتی ہے۔ ملل سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر پتھروں کو اندر سے کھود کر بڑے بڑے حوض بنائے گئے ہیں (جن میں بارشوں کا پانی جمع رہتا ہے۔)

(6) غَمِیس الحَمَام: حمام عربی میں کبوتر کو کہتے ہیں اور اسی کی طرف یہ منسوب ہے۔ یہ ملل اور "صخیرات" کے درمیان واقع ہے۔

(7) صُخَیْرات الیَمَام: یہ "السَّیَالة" اور "فرش" کے درمیان واقع ہے۔ اس کو "صُخَیْرَات الثُّمَام" بھی کہتے

ہیں۔ ثمام یا ثمامہ یہ ایک نرم سی گھاس ہے جو تکیے بھرنے کے کام آتی ہے۔

(8) السَّیَّالة: مدینہ منورہ سے تقریباً 46 کلومیٹر دور ہے۔ یہ ایک بڑی بستی ہے۔ یہاں بہت سے کنویں ہیں جن میں ایک "بئر الرشید" نامی کنواں سب سے بڑا ہے۔ مدینہ سے مکہ جانے والوں کے پہلے پڑاؤ کا یہی مقام ہے۔

(9) فجُّ الرَّوحاء: اکثر کی رائے کے مطابق "الروحاء" راحت و آرام سے ماخوذ ہے۔ اس علاقے میں "مُزَینہ" آباد تھے۔ مدینہ سے دوراتوں یعنی 65 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وادی کے متعلق فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ، حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا، أَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا﴾ (صحيح مسلم، الحج، باب إهلال النبي ﷺ وهديه، حديث: ۱۲۵۲) "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابن مریم (علیہ السلام) فج الرَّوحاء سے حج یا عمرہ یا دونوں کا احرام باندھیں گے۔" یعنی حج قران کریں گے۔

(10) شَنُوکة: "العُذَيبة" اور "الَجار" جو ساحل سمندر ہے، کے درمیان واقع ہے "الجار" سے تقریباً 25 کلومیٹر اور ینبع سے تقریباً 50 کلومیٹر دور ہے۔

(11) عِرقُ الظُّبيَةِ: "علامہ السُّہیلی" کہتے ہیں: "اَلظُّبيَه" کیکر کے مشابہ ایک درخت ہے جس سے سایہ حاصل کیا جاتا ہے۔ "الصفراء" علاقے کی ایک جگہ کا نام ہے۔ واقدی کہتے ہیں: یہ "الروحاء" سے 5 کلومیٹر دور ہے۔

(12) سجسج اور "الرَّوحاء" ایک جگہ کے دو نام ہیں۔

(13) المُنصَرَفُ: یہ مکہ اور بدر کے راستے میں ایک جگہ ہے۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑ دیا اور دائیں جانب النازیہ کے راستے پر ہو لیے۔

(14) النازیه: یہ مکہ سے مدینہ آتے ہوئے راستہ میں "صفراء" کے قریب ایک چشمہ ہے۔

(15) رَحُقان: "النازیه" اور "الصفراء" کے درمیان ایک وادی ہے۔

(16) الصفراء: ینبع کے بالائی علاقے میں ایک سرسبز وشاداب گاؤں ہے۔ یہاں چشموں کی بہتات ہے بلکہ گاؤں کی ضرورت سے زائد پانی ینبع کی طرف نکل جاتا ہے۔ یہاں "جهینه" "انصار" اور "نهد" قبیلے آباد تھے۔ اس کے چشموں میں سے سب سے زیادہ پانی والا چشمہ "البحیره" کے نام سے موسوم تھا۔

(17) ذَفِران: لغت میں "ذفران" مہک، خوشبودار اور تازہ ہوا کو کہتے ہیں۔ یہ "صفراء کے قریب ایک وادی ہے۔

(18) برک الغماد: مکہ سے پانچ راتیں دور سمندر کے پاس ایک جگہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یمن میں ایک جگہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ "هَجَر" (بحرین) کے دور دراز علاقے میں ایک جگہ ہے۔

(19) ثنایا: (اَصافِر): یہ مختلف گھاٹیاں ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ چل کر بدر پہنچے۔ اَصافر اَصفَر کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں خالی ہونا۔ (یہ گھاٹیاں سبزے سے خالی ہیں۔)

(20) الدَّبَّة: اصافر اور بدر کے درمیان ایک شہر ہے۔ اس کے معنی ہیں دو ریتوں کے جمع ہونے کی جگہ۔ "ریت کے ٹیلے

کو بھی دَبّہ کہتے ہیں۔

(21) الحنان: لغت میں اس کے معنی شفقت و مہربانی کے ہیں۔ بدر کے علاقے میں ایک بہت بڑا ریتلا' پہاڑ کی مانند ٹیلہ ہے۔ (معجم البلدان. مُعْجَم مَا اسْتُعْجِمْ)

رسول اللہ ﷺ کے غزوات کی تفصیل

نمبر شمار	غزوہ	تاریخ	اہم وجوہات
1	وَدّان (ابواء)	صفر 2ھ	رسول اللہ ﷺ کا پہلا غزوہ جس میں آپ بنفس نفیس شریک ہوئے۔ مقصد قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا۔
2	بُواط (رَضْویٰ)	ربیع الاول 2ھ	قریش کے قافلے کو روکنا۔
3	عُشَیْرہ	جمادی الآخر 2ھ	قریش کے قافلے کو روکنا۔
4	بدر الاولیٰ (سفوان)	جمادی الآخر 2ھ	کرز بن جابر فہری کا پیچھا کرنا کیونکہ اس نے مدینہ منورہ کے جانور لوٹ لیے تھے۔
5	بدر الکُبریٰ	رمضان 2ھ	قریش کے قافلے کو روکنا۔
6	بنو قینقاع	شوال 2ھ	یہود کی بدعہدی اور حسد۔
7	بنو سُلیم	شوال 2ھ	رسول اللہ ﷺ بنوسلیم اور غطفان کا زور توڑنے کے لیے قَرْقَرَۃ الکدر تک تشریف لے گئے۔
8	سَوِیق	ذوالحجہ 2ھ	ابوسفیان نے بدر کا انتقام لینے کے لیے مدینہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس کو بھگانے کے لیے یہ کارروائی ہوئی
9	ذو اَمَر	ربیع الاول 3ھ	بنوثعلبہ اور محارب کا زور توڑنا تاکہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے کے قابل نہ رہیں۔
10	بُحران	جمادی الاول 3ھ	بنوسلیم کا زور توڑنا۔
11	اُحُد	شوال 3ھ	قریش کے مدینہ منورہ پر حملے کا جواب اور دفاع۔
12	حمراء الاسد	شوال 3ھ	ابوسفیان کے مدینہ منورہ پر اچانک حملے کا توڑ۔
13	بنو نضیر	ربیع الاول 4ھ	بنونضیر نے رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا اس لیے ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔
14	ذات الرقاع	محرم 4ھ	انمار اور ثعلبہ کی جتھہ بندی کا سدباب۔
15	بدر الآخرۃ	شعبان 4ھ	ابوسفیان کی دعوت کا جواب۔
16	دُومۃ الجندل	ربیع الاول 5ھ	کچھ لوگ اکٹھے ہو کر لوٹ مار اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔

نمبر شمار	غزوہ	تاریخ	اہم وجوہات
17	مریسیع	شعبان 5ھ	بنومصطلق (خزاعہ کی شاخ) کو تتر بتر کرنا۔
18	خندق (احزاب)	شوال 5ھ	قریش کی سرکردگی میں آنے والے لشکروں کا سد باب۔
19	بنو قریظہ	ذوالقعدہ 5ھ	بنو قریظہ کی بدعہدی اور غزوۂ خندق میں عین محاصرے کے وقت دشمنوں کی مدد۔
20	بنو لحیان	ربیع الاول 6ھ	رجیع میں صحابہ کو قتل کرنے والے بنولحیان کی سرکوبی۔
21	ذی قَرَد (غابہ)	ربیع الاول 6ھ	عیینہ بن حصن فزاری کی سرکوبی جس نے مدینہ منورہ کے جانور لوٹ لیے تھے۔
22	حدیبیہ	ذوالقعدہ 6ھ	بیت اللہ کا عمرہ، مگر قریش نے روک دیا۔
23	خیبر	محرم 7ھ	مدینہ منورہ پر حملے کے لیے یہود کی جتھہ بندی اور منصوبہ سازی۔
24	مؤتہ	جمادی الاول 8ھ	آپ ﷺ اس میں شریک نہیں ہوئے مگر آپ نے مکمل تفصیل بیان فرمائی جیسے کہ آپ شریک ہوں۔
25	فتح مکہ	رمضان 8ھ	قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی۔
26	حنین و طائف	شوال 8ھ	بنوثقیف کی جتھہ بندی کا سد باب۔
27	تبوک (عسرہ)	رجب 9ھ	مدینہ منورہ پر حملے کی تیاری کرنے والے رومیوں کی روک تھام۔

رسول اللہ ﷺ نے کوئی جنگ خود شروع نہیں کی۔ آپ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ ذرہ بھر انسانی خون نہ بہایا جائے لیکن جب سر پر آن پڑتی تھی تو آپ اس کے لیے بھی تیار رہتے تھے کیونکہ آپ ﷺ "نَبِیُّ الرحمة" کے ساتھ ساتھ "نبی الملحمه" (جنگ کے لیے تیار رہنے والے نبی) بھی تھے۔ آپ لوگوں پر رحمت اور شفقت کرنے والی عظیم شخصیت تھے مگر جنگی تیاری' حرب وضرب' کامیابی اور فتح کے حصول کے لحاظ سے بھی عظیم شخصیت تھے۔

باقی رہا تجارتی قافلوں کو روکنا! تو یہ کام آپ نے قریش کے علاوہ کسی اور قبیلے کے ساتھ نہیں کیا حالانکہ قبائل بے شمار تھے اور ان کے قافلے شب و روز آزادانہ آتے جاتے تھے۔ دراصل قریش ہی نے شعب ابی طالب کے دل دوز منصوبے کے ساتھ مسلمانوں سے اقتصادی جنگ کا آغاز کیا تھا اور ہجرت کر جانے والے مسلمانوں کے اموال واملاک کو ناحق ضبط کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے جوابی کارروائی کی اور یہ ان کا مسلّمہ حق تھا۔

بَنُو قَيُنُقَاع

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

''ان کافروں سے کہہ دیجیے: ''عنقریب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔ جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔'' (آل عمران:12/3)

مزید ارشادِ الٰہی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

''اے ایمان والو! تم مومنین کے سوا کسی کو اپنا دوست نہ سمجھو۔ یہ لوگ تمھیں خراب کرنے میں سستی نہ کریں گے۔ ان کی تو خواہش ہے کہ تم مشقت و مصیبت میں پڑے رہو۔ ان کی زبانوں سے بغض ٹپکا پڑ رہا ہے اور ان کے دلوں میں چھپی دشمنی اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ہم نے تمھارے لیے نشانیاں واضح کر دی ہیں۔ اگر تم عقلمندی سے کام لو۔'' (آل عمران:118/3)

رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں سے معاہدہ کیا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کریں گے اور اگر کسی دشمن نے مدینے پر حملہ کر دیا تو وہ آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن جب 2 ہجری میں بدر کے میدان میں قریش کے نامی گرامی مشرک مارے گئے تو یہودیوں نے آپ کے خلاف حسد اور بغاوت کے جذبات ظاہر کیے' بلکہ کہنے لگے: ''محمد (ﷺ) کا مقابلہ ایسے لوگوں سے ہوا ہے جو لڑنا نہیں جانتے تھے اگر ہم جیسوں سے پالا پڑا تو دن کو تارے نظر آنے لگیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کے سردار قتل کر دیے ہیں تو ہمارے لیے زندہ رہنے سے مر جانا بہتر ہے۔'' اس طرح انھوں نے بدعہدی کا اظہار کیا اور حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کی توہین شروع کر دی حتیٰ کہ ایک مسلمان عورت ان کی منڈی میں اپنے زیورات بیچنے گئی' وہ ایک سنار کے پاس بیٹھی تھی کہ اس سنار نے اس کے کپڑے کا ایک کونہ اس کی پشت سے باندھ دیا۔ جب وہ اٹھی تو ستر کھل گیا۔ سنار اور اس کے ساتھی ہنسنے لگے۔ وہ عورت مدد کے لیے چیخی تو ایک مسلمان نے جوش میں آ کر اس سنار کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً اس مسلمان کو قتل کر دیا۔

اس طرح بنو قینقاع وہ پہلا یہودی قبیلہ بن گیا جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیے گئے معاہدے کو توڑ ڈالا۔

مسلمانوں نے 15 دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا۔ آخر کار انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ لیکن عبداللہ بن ابی ابن سلول کی وجہ سے ان کو یہ رعایت حاصل ہوگئی کہ انہیں مدینہ منورہ سے جلاوطن کر کے شمال کی طرف بھیجنے پر اکتفا کیا گیا۔

❀ ابن هشام: 118/2 ❀ الطبري :481/2

❀ البداية والنهاية: 3/4

خیبر
حرہ خیبر
مدینہ منورہ
آبار علی
حرہ واقم
(مشرقی سنگلاخ زمین)
بنوعبدالاشہل اور زعوراء
غبیت
بنوظفر
السُنُح
بنوحارث بن خزرج
مسجد نبوی
جبل سلع
البقیع
بنوواقف
بنو زُریق
وادی بطحان
بنوحارث
بنو قینقاع کے مکانات
وادی مہزور
بنوقریظہ
وادی العقیق
وادی مذینب
بنونضیر کے مکانات
بنوعوف بن خزرج
بنوعوف بن مالک بن اوس
مسجد قباء
بنو قینقاع
کا مدینہ سے اخراج
(2ھ)
﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ”کہہ دیجئے واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا' عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے تم اور اکٹھے کئے جاؤ گے جہنم کی طرف' اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔“ (آل عمران: 12/3)

غزوۂ بنوقینقاع

بنوقینقاع: رسول اللہ ﷺ کی مدینے میں تشریف آوری سے پہلے تین یہودی قبیلے: بنونضیر' بنوقریظہ اور بنوقینقاع آباد تھے۔ بقول ابن خلدون یہ لوگ مدینے کی ایک جانب رہتے تھے۔ ان کے پاس کھیت تھے نہ باغات۔ وہ تاجر تھے یا سنار۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسی قبیلے سے تھے۔ بنوقینقاع کے سات سو جنگجو آدمی تھے جن میں سے تین سو زرہ پوش تھے۔ مدینے میں تشریف لانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ تینوں قبائل سے ایک تحریری معاہدہ کیا جس کی رو سے تمام مسلمان ایک الگ امت قرار پائے اور یہود الگ قوم۔ یہودیوں اور مسلمانوں کے لیے پوری مذہبی آزادی کا اعلان کیا گیا۔ فریقین کے باہمی جھگڑوں اور تنازعات کے فیصلے کے لیے آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کی طرف رجوع کرنے کا معاہدہ طے پایا کہ اگر کوئی دشمن مسلمانوں کے خلاف مدینے پر حملہ آور ہوگا تو فریقین مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور مسلمان اور یہودی اپنے اپنے آدمیوں کا خرچ برداشت کریں گے۔ اسی معاہدے میں مدینے کو حرم قرار دیا گیا۔

غزوۂ بنوقینقاع: غزوۂ بدر کے بعد مدینہ کے یہودی قبائل نے اپنے کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں کیونکہ انہیں اسلام کی شان وشوکت ایک آنکھ نہ بھاتی تھی' چنانچہ ان میں سب سے پہلے بنوقینقاع نے عہد توڑ دیا' نیز ایک مسلمان خاتون کی بے حرمتی کی اور ایک مسلمان کے قتل کا ارتکاب کیا جس پر ان کے پیدا کردہ فتنے کا سدِ باب ضروری ہوگیا۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ پر ابولبابہ ابن منذر رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر فرمایا' لواء (جھنڈا)' جس کا رنگ سفید تھا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تھمایا اور 15 شوال 2ھ کو بنوقینقاع کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ ذی قعدہ شروع ہونے تک جاری رہا۔ 15 دن کے شدید محاصرے کے بعد بنوقینقاع نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ نے ان کی عورتوں اور بچوں سمیت سب کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا' مگر عبداللہ بن ابی منافق نے بیچ میں آ کر ان کے قتل کا معاملہ رکوا دیا اور انہیں ''اذرعات'' شام کے علاقے میں جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں تھوڑی ہی مدت میں ان میں سے اکثر مر گئے۔

آپ نے ان کے مال میں سے اپنے لیے تین کمانیں' دو زرہیں' تین تلواریں' تین نیزے اور خمس حاصل کیا اور باقی مال اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) میں تقسیم کر دیا۔ (طبقات ابن سعد جز: 2۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16 ص: 585-586)

غزوۂ اُحد

(15 شوال 3ھ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ عَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾

''اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تھا جب تم انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے حتیٰ کہ جب تم ہی بزدل ہوگئے' آپس میں جھگڑنے لگے اور نبی کی نافرمانی کی (تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑا) جبکہ تم اپنی پسندیدہ چیز دیکھ چکے تھے۔ تم میں سے کچھ لوگ دنیا کا ذہن رکھتے تھے اور کچھ آخرت کے طالب تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو ان سے پھیر دیا (پسپا کردیا) تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ بہرصورت اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ غلطی معاف کردی۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر بہت فضل کرنے والا ہے۔'' (آل عمران: 152/3)

قریش بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے مکہ سے چلے اور مالی اخراجات پورے کرنے کے لیے انہوں نے اپنے تجارتی اثاثوں کا پورا منافع صرف کردیا۔ ادھر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ نے جنگی نقشہ مرتب فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پچاس تیراندازوں کا دستہ ''جبل عینین'' (جبل رماۃ) پر مقرر کیا گیا تاکہ ضرورت کے وقت قریش کے سوار دستے کو روکا جاسکے۔

شروع میں قریش کو ہزیمت اٹھانا پڑی' لیکن تیرانداز دستے کی اکثریت رسول اللہ ﷺ کے تاکیدی فرمان سے غافل ہوگئی۔ آپ نے فرمایا تھا: (**لَا تَبْرَحُوا إِنْ رَأَيْتُمُونَا ظَهَرْنَا عَلَيْهِمْ فَلَا تَبْرَحُوا وَإِنْ رَأَيْتُمُوهُمْ ظَهَرُوا عَلَيْنَا فَلَا تُعِينُونَا**...... **الخ**) (صحيح البخاري' المغازي' حديث : 4043) ''تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اگر تم یہ دیکھو کہ ہم غالب آگئے ہیں تب بھی اپنی جگہ ہی پر رہنا اور اگر دیکھو کہ وہ ہم پر غالب آگئے ہیں تو تم ہماری مدد کے لیے ہرگز نہ آنا...... الخ''

ایک روایت کے الفاظ ہیں: (**إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ**) ''اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے نوچ رہے ہیں پھر بھی تم یہ جگہ نہ چھوڑنا۔''

کبھی کبھی ایک لمحہ پوری جنگ کا نتیجہ بدل کر رکھ دیتا ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ تیرانداز دستہ ہٹا تو قریش کی دلی مراد برآئی اور وہ اپنے بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے میں کامیاب ہوگئے۔ البتہ مسلمانوں کی جمعیت ختم نہ کرسکے اور نہ شام کی طرف اپنا

تجارتی راستہ ہی کھول سکے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگِ اُحد کی حقیقت حال کے بارے میں سورۂ آل عمران کے آخر میں مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں:

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ۖ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ
كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ
لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢٢﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ
أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ﴿١٢٤﴾ بَلَىٰ ۚ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا
وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا جَعَلَهُ
اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ ۗ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿١٢٦﴾
لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ﴿١٢٧﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ
عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ
مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ
تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ
وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ
مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ
وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ يَمْسَسْكُمْ
قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ
مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ
أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ
الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ
شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ
يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ
مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ
اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ
الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى
اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ
صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ
وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ
يَدْعُوْكُمْ فِىْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ
اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَىْءٍ ؕ
قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِىْۤ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ
مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ
وَلِيَبْتَلِىَ اللّٰهُ مَا فِىْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِىْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِى
الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ ؕ
وَاللّٰهُ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ
وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ
لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ

فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ
لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ
لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ
عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ
اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ
هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ
الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ
يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ
اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾
اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ
وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ
ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾
وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا
فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ
مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا
بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ

مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ
سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿١٨١﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ
وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٨٢﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا
بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿١٨٣﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿١٨٤﴾
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ
فَقَدْ فَازَ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ
الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾ وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ
وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا
وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾ وَ لِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ
وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ
تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ
اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا
مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ
لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي
الْبِلَادِ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٢٠٠﴾

''اگر تمہیں کوئی مفاد پہنچتا ہے تو ان کو بہت تکلیف ہوتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو ان کی کوئی چال تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جس وقت آپ گھر سے نکل کر مومنین کے لیے لڑائی کے مقامات متعین فرما رہے تھے' اللہ تعالیٰ خوب سننے جاننے والا تھا۔ پھر جب تم میں سے دو قبیلے پھسلنے لگے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحب ایمان لوگوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر تمہاری مدد فرمائی تھی جبکہ تم اس وقت بالکل کمزور تھے۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر سکو۔ جب آپ مومنین سے کہہ رہے تھے: ''کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تین ہزار نازل شدہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کرے؟ کیوں نہیں! بلکہ اگر تم صبر سے کام لو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور کافر ابھی تم پر حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار مقرر شدہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد فرمائے گا۔'' اللہ تعالیٰ نے اس مدد کو تمہارے لیے خوشخبری بنا دیا تا کہ تمہارے دل مطمئن ہو جائیں (یاد رکھو!) مدد اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آسکتی ہے جو غالب خوب حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ کافروں کا ایک بازو کاٹ دے اور انہیں رسوا کرے تا کہ وہ ناکام واپس لوٹ جائیں۔ (البتہ ایک بات ذہن میں رہے) اس معاملہ میں آپ کو اختیار حاصل نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کسی کی توبہ قبول کرے یا اسے عذاب دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے تمام اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں جسے چاہے معاف کرے جسے چاہے عذاب دے۔ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اے ایمان والو! سود دگنا چوگنا کر کے نہ کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔ نیز آگ سے بچو جو دراصل کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر اللہ کی رحمت برسے اور تیزی دکھاؤ اپنے رب کی بخشش حاصل کرنے کے لیے اور اس جنت کے حصول کے لیے جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ وہ جنت متقی لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشحالی اور تنگ حالی میں سخاوت کرتے ہیں۔ اپنے ذاتی غصے کو پی جاتے ہیں۔ اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی قسم کے نیکوکار لوگوں سے محبت رکھتا ہے جن سے اگر گناہ ہو جاتا ہے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہ کی معافی طلب کرتے ہیں۔ واقعتاً اللہ تعالیٰ کے سوا کون گناہ معاف کر سکتا ہے؟ نیز وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرتا ہے۔) ان کا بدلہ یہ ہے کہ انہیں اپنے رب کی طرف سے بخشش حاصل ہو گی اور ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور نیکی کرنے والوں کے

لیے یہ اجر کیا ہی خوب ہے! تم سے پہلے بھی بہت سے واقعات گزر چکے ہیں' ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا؟ یہ کتاب سب لوگوں کے لیے بیان اور ہدایت ہے' البتہ نصیحت صرف متقین کے لیے ہے۔ تم کمزور نہ پڑو' زیادہ غم نہ کھاؤ آخر کار غالب تم ہی ہو گے' یہ تمہارے ایمان کا تقاضا ہے۔ اگر تمہیں زخم لگے ہیں تو کیا ہوا؟ کافروں کو بھی تو ایسے زخم لگے ہیں۔ یہ دن ہم لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں تاکہ پتہ چل جائے کون حقیقتاً ایمان لایا ہے اور تمہیں مرتبۂ شہادت حاصل ہو سکے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ان کافر ظالموں کو تو پسند نہیں کرتا نیز اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایمان والوں کو خالص (چھانٹ) کر دیں اور آخر کار کافروں کو ملیامٹ کر دیں۔

کیا تم سمجھے ہو کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے یہ جانا نہیں کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں۔ اس سے پہلے تم تو خود موت (شہادت) کی خواہش ظاہر کرتے تھے اب تم اسے اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو (تو گھبراتے کیوں ہو؟) یاد رکھو! محمد (ﷺ) بھی ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اب اگر وہ فوت ہو جائیں یا جنگ میں شہید ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں دین سے پھر جاؤ گے؟ جو شخص الٹے پاؤں دین سے پھر جائے وہ اللہ تعالیٰ کا ذرہ بھر نقصان نہ کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ شکر گزار لوگوں کو ضرور بدلہ دیں گے۔ کسی شخص کے بس میں نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر سکے بلکہ موت مقررہ وقت پر لکھی ہوئی ہے۔ جو شخص دنیا میں بدلہ چاہتا ہے ہم اسے دنیا میں بدلہ دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کے ثواب کا طالب ہو ہم اسے آخرت کا ثواب عطا کرتے ہیں۔ ہم شکر گزار بندوں کو ضرور بدلہ دیتے ہیں۔ ان سے پہلے کتنے ہی نبی گزرے جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے کافروں سے لڑائی کی' لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہنچنے والی تکلیفوں کی وجہ سے سست نہیں پڑے' نہ وہ کمزور ہوئے نہ عاجز آئے۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے صابر لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔ انہوں نے صرف یہ کہا: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہمارے گناہ معاف فرما اور جو ہم سے زیادتی ہوئی اس سے بھی صرفِ نظر فرما۔ ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت میں بہترین ثواب عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکار لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی بات مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے دین سے مرتد کر دیں گے۔ نتیجتاً تم خسارے میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا دوست ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔ ہم کافروں کے دلوں میں ان کے شرک کی وجہ سے رعب ڈال دیں گے۔ ان کا ٹھکانا آگ ہوگا اور یہ ظالموں کے لیے بہت برا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا تھا جب تم کافروں کو اللہ کے حکم سے ملیامیٹ کر رہے تھے حتیٰ کہ جب تم بزدل ہو گئے' آپس میں جھگڑنے لگے اور نبی کی نافرمانی کی (تو معاملہ الٹ گیا) حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پسندیدہ چیز (فتح) دکھا چکا تھا۔ تم میں سے کچھ دنیا کا ذہن رکھتے تھے اور کچھ آخرت کے طالب تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا (پسپا کر دیا) تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ ویسے اللہ تعالیٰ نے تمہاری یہ غلطی معاف کر دی ہے۔ اور اللہ

تعالیٰ مومنین پر بہت فضل کرنے والا ہے۔ جب تم بگٹٹ بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر کسی کو نہ دیکھتے تھے جبکہ اللہ کا رسول تمہارے پیچھے سے تمہیں بلا رہا تھا۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم پر غم پہنچائے تاکہ آئندہ کے لیے تم کسی فوت ہونے والی چیز اور کسی پہنچنے والی مصیبت پر غم نہ کیا کرو۔ یقین رکھو! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ پھر اس غم کے بعد تمہیں سکون پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تم پر اونگھ نازل فرمائی جو تم میں سے مخلص لوگوں پر چھا رہی تھی۔ البتہ منافق گروہ کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق جاہلیت والے گمان قائم کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے: ''کیا ہمیں بھی اس معاملہ میں کوئی اختیار ہے؟ کہہ دیجیے! ''اختیارات تو سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔'' دراصل ان کے دل میں کوئی اور بات ہے جسے وہ آپ کے سامنے ظاہر نہیں کر رہے۔ وہ دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر ہمیں جنگ کے معاملہ میں کوئی اختیار ہوتا تو ہم یہاں یوں نہ مارے جاتے۔ فرما دیجیے! ''اگر تم اپنے گھروں میں بند ہوتے پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا لکھا ہے وہ خود بخود اپنی قتل گاہوں میں جا پہنچتے۔'' اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے دلوں کی باتیں ظاہر کر دے اور تمہارے قلبی ایمان کو خالص کر دے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ جس دن مومنوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا تھا اس دن جو لوگ بھاگے تھے دراصل انہیں شیطان نے ان کی بعض غلطیوں کی وجہ سے پھسلا دیا تھا۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت بردبار ہے۔

اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے جنگ کے لیے جانے والے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا: ''اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے نہ مارے جاتے۔'' اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے دلوں میں حسرتیں پیدا کرتا ہے' جبکہ زندگی موت تو اللہ دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔ واللہ! اگر تم اللہ کے راستے میں مارے جاؤ یا طبعی موت مر جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی بخشش اور رحمت ان کافروں کے جمع کیے ہوئے مال سے بدرجہا بہتر ہوگی۔ واللہ! اگر تم مر جاؤ یا مارے جاؤ ہر صورت تم اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہو گے یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم دل ہیں۔ بالفرض آپ بد خلق یا سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے بھاگ جاتے' لہٰذا ان سے درگزر کیجیے' ان کے لیے بخشش کی دعا کیجیے اور معاملات میں ان سے مشورہ کیا کیجیے' لیکن جب فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کرتے ہوئے ڈٹ جایئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ متوکل لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ نبی کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خیانت کرے۔ جو شخص خیانت کرے گا' وہ قیامت کے دن اپنی خیانت لے کر آئے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا طالب ہو کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غصے کا حقدار بن گیا جبکہ اس کا ٹھکانا تو جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانا

ہے اور ان کے لیے اللہ کے ہاں بلند درجات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کو بغور دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان عظیم فرمایا کہ ان میں انھی (کی نسل) میں سے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت فرماتا ہے' ان کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ بلاشبہ لوگ اس کی تشریف آوری سے پہلے واضح طور پر گمراہ تھے۔ تعجب ہے جب تمہیں مصیبت پہنچی جس سے دگنی تم انہیں پہنچا چکے تھے' تم کہنے لگے یہ کدھر سے آپڑی؟ فرما دیجیے! یہ سب تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو مصیبت تمہیں جنگ کے دن پہنچی وہ اللہ کے حکم سے تھی تاکہ ایمان والے منافقوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اور اس لیے کہ اللہ مومنوں کو بھی دیکھ لے اور منافقوں کو بھی۔ منافقوں سے کہا گیا: ''آؤ اللہ کے راستے میں لڑو یا کم از کم دفاع ہی کرو۔'' وہ کہنے لگے: ''اگر ہمیں حقیقی لڑائی کا یقین ہوتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔'' حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس دن ایمان کی بجائے کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے تھے جو ان کے دل میں نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی چھپی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ یہ خود تو جنگ سے بیٹھے رہے اور اپنے جانے والے ساتھیوں کے بارے میں کہنے لگے: ''اگر وہ ہماری مان لیتے تو نہ مارے جاتے۔'' کہہ دیجیے! ''اپنے آپ کو موت سے بچا لینا اگر سچے ہو۔'' آپ اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو ''مردے'' نہ سمجھیں۔ وہ تو اپنے رب کے حضور زندہ ہیں' کھا پی رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ فضیلت پر بہت خوش ہیں اور وہ اپنے ان بھائیوں سے بھی بہت خوش ہو رہے ہیں جو ان سے (شہادت سے) پیچھے رہ گئے کہ ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم میں مبتلا ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور فضل واحسان پر بہت خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ وہ لوگ جنہوں نے باوجود شدید زخمی ہونے کے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر لبیک کہا۔ ان نیکوکار اور متقی لوگوں کے لیے اجر عظیم تیار ہے۔ جنہیں لوگوں نے ڈرایا کہ ''کافر دوبارہ تم سے لڑنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں ان سے بچ جاؤ۔'' لیکن اس سے ان کا ایمان مزید مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کہا: ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔'' نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے صحیح سلامت واپس آئے۔ ان کو کچھ بھی گزند نہ پہنچا' بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی۔ اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کرنے والا ہے۔ یہ شیطان تھا جو تمہیں اپنے ساتھیوں سے ڈرا رہا تھا۔ تم ہرگز ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرو یہ تمہارے ایمان کا تقاضا ہے۔ آپ ان لوگوں کی بنا پر غمگین نہ رہا کریں' جو کفر کی طرف بھاگے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا ذرہ بھر نقصان نہ کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ رہے اور انہیں عذاب عظیم پہنچے۔ جن لوگوں نے ایمان کی بجائے کفر اختیار کیا بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کر سکیں گے اور انہیں دردناک عذاب جھیلنا ہوگا۔ کافر یہ نہ سمجھیں کہ ہم انہیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ ان کے لیے بہتر ہے' بلکہ ہم تو انہیں اس لیے ڈھیل دے رہے ہیں کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو۔ ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس صورت حال پر نہیں رکھ سکتا تھا جس پر تم تھے' بلکہ وہ برے بھلے کو الگ الگ کرنا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں

ہر غیب پر مطلع نہیں کر سکتا البتہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر اطلاع دینے کے لیے منتخب فرماتا ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر پختہ ایمان رکھو۔ اگر تم (مضبوط) ایمان رکھو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو تمہارے لیے اجر عظیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں بخل کرنے والے اس مال کو اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے شر بن جائے گا۔ روز قیامت بخل والے مال کو ان کے گلے میں طوق بنا دیا جائے گا۔ یاد رکھو! آسمانوں اور زمین کا حقیقی مالک و وارث اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی ہے جنھوں نے کہا: ''اللہ محتاج ہے اور ہم مالدار ہیں۔'' ہم ان کی باتوں کو لکھ رہے ہیں اور ان کے اس کرتوت کو بھی کہ انہوں نے انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ ہم انہیں (قیامت کے دن) کہیں گے: ''آگ کا عذاب چکھو۔'' یہ سلوک تم سے تمہارے اپنے کرتوتوں کی بنا پر ہو رہا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ یہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لے کر نہ آئے جسے آگ کھائے۔'' کہہ دیجیے! مجھ سے پہلے بہت سے رسول معجزات خصوصاً وہ نشانی لے کر آئے جو تم کہتے ہو۔ تو پھر تم نے انہیں قتل کیوں کیا؟ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو جواب دو۔'' اگر انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں' آپ سے پہلے بہت سے رسول معجزات' صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے مگر انہیں جھٹلا دیا گیا۔ (سن لو!) ہر شخص نے موت کو چکھنا ہے' پھر قیامت کے دن تمہیں تمہارا اجر پورا پورا دیا جائے گا۔ تو جو شخص آگ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔ باقی رہی دنیا کی زندگی تو وہ دھوکے کا سامان ہے۔ جان و مال کے سلسلے میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا اور تم اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یقیناً یہ بہت اہم کام ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا تھا کہ تم لازماً یہ کتاب لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور اسے نہیں چھپاؤ گے لیکن انہوں نے اسے پشت پیچھے پھینک ڈالا اور اس کے بدلے دنیا کا ذلیل مال وصول کیا۔ انتہائی برا ہے وہ مال جو وہ حاصل کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے غلط کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بغیر کسی نیکی کے ان کی تعریف کی جائے' آپ قطعاً یہ نہ سمجھیں کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے۔ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ آسمانوں اور زمین کی ملکیت اور بادشاہی و اختیارات صرف اللہ کے پاس ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں عقل مند لوگوں کے لیے بے شمار نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کھڑے' بیٹھے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی تخلیق میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں (پھر پکار اٹھتے ہیں:) ''اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ہے۔ لہٰذا ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے پروردگار! جسے تو آگ میں داخل کر دے اس کو تو تو نے

رسوا و ذلیل کر دیا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک دعوت دینے والے کو ایمان کی طرف بلاتے سنا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرما' ہماری غلطیاں مٹا دے اور وفات کے بعد ہمیں نیک لوگوں کا ساتھ نصیب فرما۔ اے ہمارے رب! ہمیں وہ چیزیں عطا فرما جن کا تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بلاشبہ تو وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔'' تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی کام کرنے والے کے نیک عمل کو میں ضائع نہیں کروں گا' خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث۔ تم سب ایک جیسے ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انہیں میری خاطر تکلیف دی گئی پھر وہ لڑے اور شہید ہوئے تو یقیناً میں ان کی برائیاں مٹا ڈالوں گا اور انہیں ایسے باغات میں ضرور داخل کروں گا جن میں نہریں چلتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین بدلہ ملتا ہے۔ ان کافروں کا مختلف شہروں میں چلنا پھرنا تجھے خیرہ نہ کرے۔ یہ تھوڑی دیر کے لیے مفاد حاصل ہو رہا ہے۔ بالآخر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لیے باغات ہونگے جن میں نہریں چلتی ہونگی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہمانی ہوگی۔ اور جو کچھ اللہ تعالی کے ہاں ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہت اچھا ہوگا۔ اہل کتاب میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اس کتاب کو بھی مانتے ہیں جو تمہاری طرف اتاری گئی اور اس کتاب کو بھی جو ان کی طرف اتاری گئی۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو بدل کر دنیا کا ذلیل و قلیل مال حاصل نہیں کرتے۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر تیار ہے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کا حساب بہت تیز ہے۔

اے ایمان والو! صبر کرو' دشمن کے مقابلے میں ان سے بڑھ کر ثابت قدم رہو' سرحدیں مضبوط رکھو اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔'' (آل عمران:3/120...200)

❀ ابن هشام: 21/3 ❀ الطبري: 522/2

❀ البداية والنهاية: 17/4 ❀ الكامل في التاريخ: 110/2

غزوۂ احد (15 شوال 3ھ)
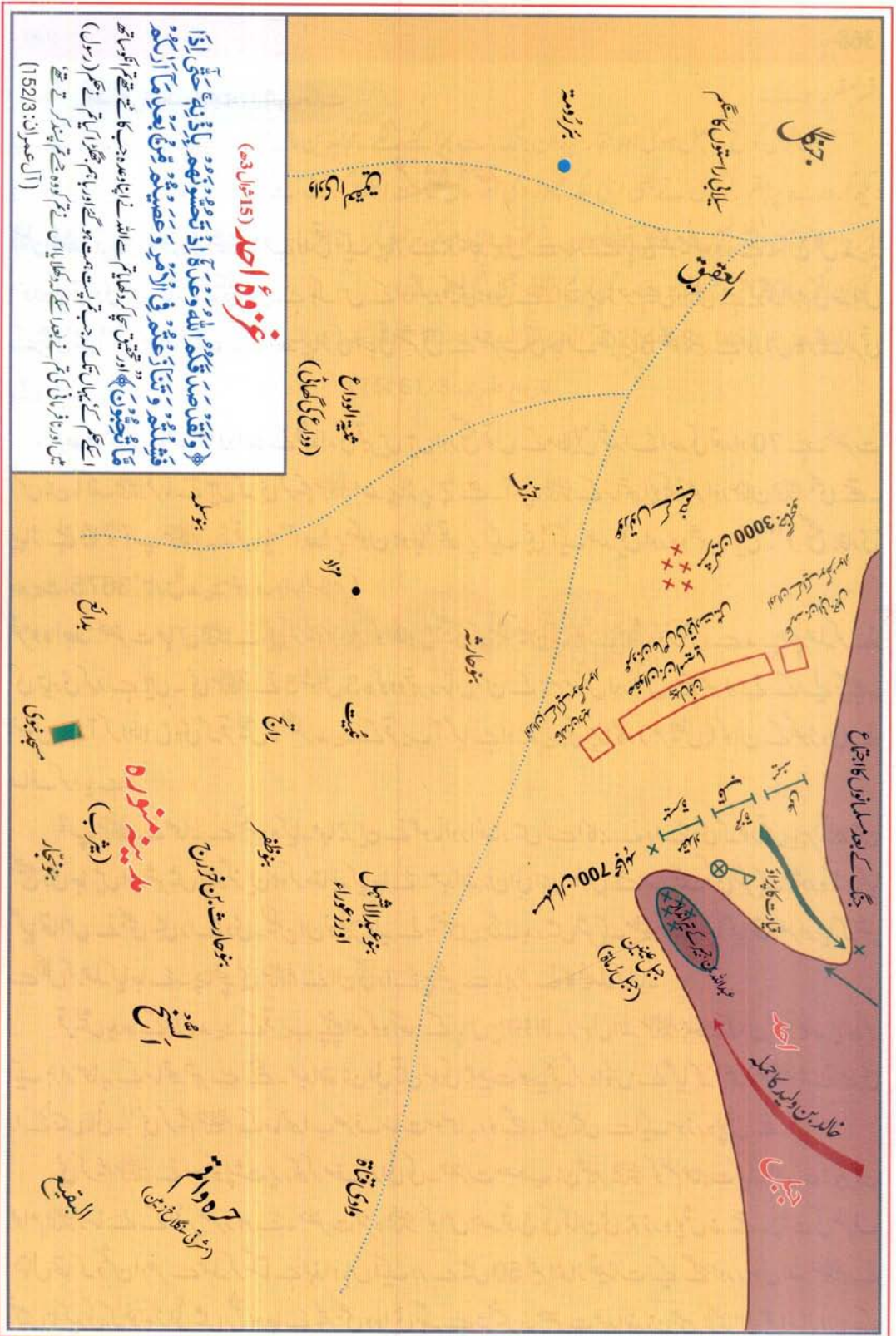
﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ﴾ ”اور تحقیق سچا کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب کاٹتے تھے تم انکو ساتھ اسکے حکم کے، یہاں تک کہ جب تم پست ہمت ہو گئے اور باہم جھگڑا کیا تم نے حکم (رسول) میں اور نافرمانی کی تم نے بعد اسکے کہ دکھلایا اس نے تم کو وہ جسے تم پسند کرتے تھے“ (آل عمران: 152/3)

اضافی توضیحات وتشریحات

غزوۂ اُحد

جبل اُحد: یہ مدینہ منورہ کی شمالی جانب واقع ایک پہاڑ ہے جو مسجد نبوی سے ساڑھے پانچ کلومیٹر دور ہے۔ آج کل مدینہ منورہ کی آبادی اس پہاڑ تک پہنچ چکی ہے بلکہ اس کے اردگرد پھیلی ہوئی ہے۔ احد پہاڑ حرم میں داخل ہے کیونکہ حرم کی حد اس کے شمال میں ''ثور پہاڑ'' تک ہے۔ احد پہاڑ کی لمبائی مشرق سے مغرب کی جانب تقریباً 6 کلومیٹر ہے اور اس کا رنگ سرخی مائل ہے۔

احد کی جنوبی جانب غزوہ احد کے شہداء کی قبریں ہیں اور صحیح قول کے مطابق شہدائے احد کی تعداد 70 ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''احد! پرسکون ہوجا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' (صحیح بخاری، حدیث: 3675، تاریخ مدینہ منورہ۔ دارالسلام)

غزوہ احد: حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع بھیجی کہ مشرکین مکہ بڑے جوش وخروش سے مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری کررہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 5 شوال 3ھ کو دو خبر رساں جن کے نام مونس اور انس تھے، خبر لانے کے لیے بھیجے۔ انہوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے اور مدینہ کی چراگاہ (عریض) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کردیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعے میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گزین ہوکر مقابلہ کیا جائے۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول جسے اب تک کبھی شریکِ مشورہ نہیں کیا گیا تھا اس نے بھی یہی رائے دی۔ لیکن ان نوخیز صحابہ نے، جنہیں جنگ بدر میں شریک مشورہ نہیں کیا گیا تھا اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے پر شہر سے باہر لڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ اُحد کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے۔ عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت کو یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری رائے نہیں مانی۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اب صرف سات سو صحابہ رہ گئے۔ ان میں سے ایک سو زرہ پوش تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو علم عنایت کیا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حصہ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے۔ پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے حملہ کرسکتا ہے لہٰذا وہاں ایک درے میں 50 تیر انداز تعینات کیے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تاکید کی کہ خواہ لڑائی میں فتح ہوجائے پھر بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ ان تیر اندازوں کے

افسر مقرر ہوئے۔

مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی اور کفار میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ مجاہدین مال غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئے۔ یہ دیکھ کر درے پر مقرر لوگوں نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو ابھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' انہوں نے عقب خالی دیکھ کر حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملے سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی اور تقریباً 70 افراد شہید ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔

(تلخیص از الکامل: 2/44 تا 52۔ البدایة والنہایة 4/10 تا 49۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شبلی نعمانی: 1/217۔ تاریخ طبری: 3/61 تا 75)

حمراء الاسد

(16 شوال 3 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾

''جن لوگوں نے شدید زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہا ایسے نیکوکار اور متقی لوگوں کے لیے اجر عظیم تیار ہے۔ جن سے لوگوں نے کہا: ''کافر تمہارے مقابلے کے لیے دوبارہ جمع ہو چکے ہیں' ان سے ڈر جاؤ۔'' لیکن اس بات نے ان کے ایمان کو مزید مضبوط کر دیا اور وہ جواب میں کہنے لگے: ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔'' لہٰذا مومن اپنے اللہ کے انعام و فضل سے صحیح سالم لوٹ آئے' انہیں کوئی گزند نہ پہنچی بلکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کر لی۔ اور اللہ تعالیٰ عظیم فضل والا ہے۔'' (آل عمران: 3/172...174)

جنگ احد سے اگلے دن رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس مسلمانوں کی معیت میں ابوسفیان اور مشرکین کا پیچھا کیا تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ جنگ احد میں پہنچنے والے نقصان نے مسلمانوں کو کمزور یا پست ہمت نہیں کیا۔ (وہ اب بھی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔) رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی مسلمان ''حمراء الاسد'' مقام تک پہنچے۔ وہاں اتفاقاً معبد بن ابی معبد خزاعی مسلمانوں کے پاس سے گزرا۔ بنو خزاعہ خواہ مسلمان تھے یا کافر' (مسلمانوں کے شروع ہی سے خیر خواہ اور) رسول اللہ ﷺ کے راز دار تھے۔ معبد تیزی کے ساتھ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا۔ اس وقت مشرکین مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ''روحاء'' میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ معبد نے ابوسفیان سے کہا: ''محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں سمیت تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ سخت غصے کی حالت میں ہیں۔'' یہ سن کر ابوسفیان اور اس کے ساتھی چپکے سے کھسک گئے۔

''حمراء الاسد'' میں مسلمان رات کے وقت پانچ سو جگہ آگ جلاتے تھے۔ جو بہت دور سے نظر آتی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان کئی ہزار ہیں اور ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ یوں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ

عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾

''جن لوگوں نے شدید زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کی آواز پر لبیک کہا ان نیکوکار اور متقی لوگوں کے لیے اجر عظیم تیار ہے۔ ان سے لوگوں نے کہا: ''کافر تمہارے مقابلے کے لیے جمع ہو چکے ہیں' ان سے ڈر جاؤ۔'' لیکن اس بات نے ان کے ایمان کو مزید مضبوط کر دیا اور وہ کہنے لگے: ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''(آل عمران: 173`172/3)

❀ ابن خلدون : 27/2 ❀ البداية والنهاية : 47/4

❀ ابن هشام : 45/3 ❀ عيون الأثر : 38/2

حمراء الاسد
(16شوال 2ھ)
﴿ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴾ ”پس لوٹے وہ ساتھ احسان کے اللہ سے اور فضل کے، نہیں پہنچی انہیں کوئی برائی اور پیروی کی انہوں نے رضائے الٰہی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“
(آل عمران:174/3)
200
100
50
0
کلومیٹر
مدینہ منورہ
قُباء
ذوالحلیفۃ (آبارعلی)
حمراء الاسد
جبل رضوی
ینبع النخل
ینبع
روحاء
صفراء
تنگ راستہ
المعلا
اثیل
عرج
الابواء
بدر
مستورہ
ودان
غدیرخم
الجُحفَہ
رابغ البحر
حجاز
معدن بنی سُلیم
صُفَینہ
نجد
بحیرہ قلزم (بحیرۂ احمر)

مدینہ منورہ میں یہودی قلعوں کے آثار

اضافی توضیحات و تشریحات

غزوۂ حمراء الاسد

18 شوال سن 3 ہجری کو مجاہدین احد سے لوٹے تو ہفتہ اور اتوار کی درمیانی رات انصار کے سرداروں نے آپ ﷺ کے دروازے کے پاس اور مہاجرین نے اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہوئے گزاری۔ صبح اتوار کو جب رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی تو بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: ''لوگوں میں اعلان کر دو کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں دشمن (قریش مکہ) کی تلاش (تعاقب) کا حکم دیا ہے اور ہمارے ساتھ صرف وہ جائے گا جس نے کل (غزوہ احد میں) ہمارے ساتھ جنگ میں شرکت کی تھی۔'' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''میرے والد نے احد کے دن مجھے میری بہنوں کے پاس چھوڑا تھا' اس لیے میں جنگ میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ میں نے عرض کی' آپ مجھے اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔

نبی اکرم ﷺ نے جھنڈا منگوایا' جو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا' اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ اس حال میں (دشمن کے تعاقب میں) نکلے کہ آپ کا چہرہ مبارک مجروح تھا' پیشانی مبارک پھٹی ہوئی تھی' دندان مبارک زخمی تھے اور نچلا ہونٹ مبارک بھی کٹا ہوا تھا۔ آپ کے داہنے کندھے میں شدید درد تھا جہاں بد بخت ابن قمیئہ نے تلوار کا وار کیا تھا۔ آپ ﷺ کے گھٹنوں پر بھی خراشیں تھیں۔ اہل عوالی بھی جمع ہو کر آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ چلے آپ نے اسلم قبیلے کے تین آدمی آگے روانہ کیے ان میں سے دو آدمی مقام حمراء الاسد میں کفار تک پہنچ گئے۔ کفار کے تیر انداز مشورے دے رہے تھے کہ واپس جا کر مسلمانوں پر ایک بار پھر حملہ کیا جائے' جبکہ صفوان بن امیہ روک رہا تھا۔ اسی اثناء میں انہوں نے دو آدمی دیکھے تو وہ ان پر پل پڑے اور انہیں شہید کر ڈالا اور چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ صحابہ کو لے کر حمراء الاسد پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ دونوں شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفنایا۔ یہاں مسلمان رات کے وقت پانچ سو چولہوں میں آگ جلاتے تھے تاکہ دور سے نظر آ جائے۔ مسلمانوں کے پڑاؤ اور ان کی آگ کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دل میں رعب ڈال دیا اور اس نے پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔ اللہ کے رسول ﷺ واپس آ گئے اور مدینہ میں جمعہ کے روز داخل ہوئے۔ اس مہم میں پانچ دن آپ مدینہ سے باہر رہے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد: 2/48'49)

حمراء الاسد: مدینے سے عقیق کے راستے پر ذوالحلیفہ کے بائیں طرف تقریباً 13 کلومیٹر دور ایک بستی ہے۔ الحمراء نام کے اور بھی کئی شہر ہیں' جیسے اندلس میں قصر الحمراء' بیت المقدس کے نواح میں اور مصر میں بھی ایک قریہ کا نام الحمراء ہے۔

بنو نضیر

(ربیع الاوّل 4 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستیوں والوں سے جو مفت کی غنیمت عطا فرمائی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر صرف کی جائے گی تا کہ وہ صرف مالدار لوگوں ہی میں نہ گھومتی رہے۔ اور اللہ کے رسول (ﷺ) جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سزا بہت سخت ہے۔ یہ غنیمت ان فقیر مہاجرین کو دی جائے گی جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر دیا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا مندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔'' (الحشر:59/7، 8)

رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیت میں تعاون حاصل کرنے کے لیے بنو نضیر کے علاقے میں گئے۔ کیونکہ مسلمانوں اور بنو عامر کے درمیان معاہدہ قائم تھا۔ اور یہودیوں نے آپ سے عہد کر رکھا تھا کہ دیت وغیرہ کی ادائیگی میں وہ باقاعدہ حصہ ڈالا کریں گے۔ جب آپ نے ان سے مدعا بیان کیا تو وہ ظاہراً کہنے لگے: ''ابو القاسم ﷺ! ہم آپ کے مطالبے کے مطابق ضرور حصہ ڈالیں گے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ تشریف لائے ہیں، لہٰذا ہم آپ کو کھانا کھلائے بغیر واپس نہیں جانے دیں گے۔ اتنی دیر میں دیت کا انتظام بھی ہو جائے گا۔'' رسول اکرم ﷺ ان کے گھروں میں سے ایک گھر کی دیوار کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ کون یہ جرأت کرے گا کہ چھت پر چڑھ کر بھاری پتھر آپ پر گرا دے؟ ہمیں ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے گی۔

اسلام قوت کے استعمال کا بھی قائل ہے اور درگزر کا حامی بھی ہے۔ لیکن درگزر کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان مار کھاتے رہیں اور کفار کی سازشوں کا شکار بنتے رہیں، بلکہ درگزر وہاں ہونی چاہیے جہاں درگزر سے مسلمانوں کی حفاظت یقینی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو وحی سے پتہ چل گیا۔ آپ وہاں سے اٹھ آئے اور ایک صحابی محمد بن مسلمہ انصاری کو ان کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں بتائیں کہ انہوں نے یہ سازش تیار کی تھی۔ ان کو پتہ چلا تو انہیں سانپ سونگھ گیا۔ وہ کوئی عذر پیش کر سکے نہ

انکار کر سکے۔ آپ نے انہیں دس دن کی مہلت دی کہ ''اگر دس دن کے بعد ان میں سے کوئی نظر آیا تو اسے بلا دریغ قتل کر دیا جائے گا۔'' یہاں رحم کی گنجائش نہ تھی کیونکہ یہاں درگزر کے مقابلے میں دشمنی کا مظاہرہ کیا جا رہا تھا' عہد توڑا جا رہا تھا اور سازشیں تیار کی جا رہی تھیں۔

منافقوں نے بنونضیر کی حمایت شروع کر دی۔ (منافق اعظم) عبداللہ بن ابی ابن سلول انہیں کہنے لگا: ''تم اپنے گھروں سے ہرگز نہ نکلنا بلکہ قلعہ بند ہو جاؤ۔'' رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور چند دن بعد ان کے درختوں کو آگ لگانے اور کاٹنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس سے بنونضیر کو معاملے کی شدت کا احساس ہو گیا' حالانکہ صرف چھ درختوں کو آگ لگائی گئی تھی۔ نتیجتاً انہوں نے شکست قبول کر لی اور اسلحہ چھوڑ کر باقی سامان چھ سو اونٹوں پر لاد کر لے گئے اور جا کر خیبر میں رہنے لگے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں بنونضیر سے مفت حاصل ہونے والے مال کی بابت یوں تذکرہ فرمایا۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۞ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۞

''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بستیوں والوں سے جو مفت کی غنیمت عطا فرمائی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق رشتہ داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں پر صرف کی جائے گی تاکہ وہ صرف مالدار لوگوں ہی میں نہ گھومتی رہے۔ اور اللہ کے رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی سزا بہت سخت ہے۔ یہ غنیمت ان فقیر مہاجرین کو دی جائے گی جن کو ان کے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر دیا گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طلبگار ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔'' (الحشر: 59/7'8)

اور ان کی بابت مزید فرمایا:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۞ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۞ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۞ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

قَوۡمٌ لَّا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿ۚ۱۴﴾ كَمَثَلِ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَرِيۡبًا ذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿ۚ۱۵﴾ كَمَثَلِ الشَّيۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اكۡفُرۡ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكَ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۶﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَاۤ اَنَّهُمَا فِى النَّارِ خَالِدَيۡنِ فِيۡهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيۡنَ ﴿ۚ۱۷﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ منافقین اپنے کافر یہودی ساتھیوں کو جا جا کر کہتے ہیں: ''اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات نہیں مانیں گے۔ اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمہاری بھرپور مدد کریں گے' حالانکہ اللہ تعالیٰ قسم کھاتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ منافق قطعاً ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ ہرگز ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بالفرض اگر یہ ان کی مدد کریں بھی تب بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ یقین رکھو! ان منافقوں کے دلوں میں تمہارا ڈر اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہے۔ ان کا یہ طرز عمل اس لیے ہے کہ وہ بے وقوف قوم ہے۔ یہ مل کر کبھی آپ سے لڑائی نہیں کر سکتے بلکہ یا تو بند قلعوں میں لڑیں گے یا کوئی چھاپہ مار کارروائی کر سکتے ہیں۔ یہ آپس میں ایک دوسرے کے سخت خلاف ہیں۔ آپ ظاہراً ان کو متفق دیکھتے ہیں لیکن ان کے دل ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔ ان کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو ان سے تھوڑا عرصہ قبل جلا وطن ہوئے۔ انہوں نے اپنی شرارتوں کا مزا چکھا اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ باقی رہے منافق تو وہ شیطان جیسے ہیں۔ وہ بھی انسان سے کہتا ہے: ''کفر کر۔'' لیکن جب وہ کافر بن جاتا ہے تو شیطان صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے تو اللہ رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔ پس دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آگ میں جائیں گے۔ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ ظالموں کا بدلہ ایسا ہی ہوتا ہے۔'' (الحشر 59:11...17)

❀ ابن هشام : 108/3
❀ البداية والنهاية : 74/4
❀ الطبري : 550/2
❀ الكامل في التاريخ : 119/2
❀ عيون الأثر : 48/2

خیبر
حرہ خیبر
50
100
کلومیٹر
ينبع النخل
آبار علی
مدینہ منورہ
حرہ واقم
(مشرقی سنگلاخ زمین)
بنوعبدالاشہل اور زعوراء
بنوظفر
السُّنح
بنوحارث بن خزرج
مسجد نبوی
جبل سلع
البقیع
مدینہ منورہ
بنوزُریق
بنوواقف
وادی بطحان
بنوحارث
بنوقینقاع کے مکانات
وادی مہزور
بنوقریظہ کے مکانات
وادی العقیق
وادی مذینب
بنونضیر کے مکانات
بنوعوف بن خزرج
بنوعوف بن
مالک بن اوس
مسجد قباء
بنونَضِیر (4ھ)
﴿مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ "جو کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت یا چھوڑ دیا تم نے اسے قائم اس کی جڑوں پر، تو (یہ سب) اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ وہ رسوا کرے فاسقوں کو۔" (الحشر: 5/59)

اضافی توضیحات وتشریحات

غزوۂ بنونضیر

مدینہ میں آباد بنونضیر ان یہودی قبیلوں میں سے ایک تھا جو اسرائیلی جنگوں کے بعد رومیوں کے دباؤ کی تاب نہ لاکر فلسطین سے یثرب اٹھ آئے تھے۔ الیعقوبی کا کہنا ہے کہ یہ لوگ عربی قبیلہ بنو جذام کی ایک شاخ تھے جو یہودی مذہب اختیار کرکے پہلے جبل نضیر پر آباد ہوئے۔ اس بنا پر بنونضیر کے نام سے موسوم ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خالص یہودی قبیلہ تھا جس کا تعلق یہود خیبر سے تھا۔ بنونضیر بھی مدینہ کے دوسرے یہودیوں کی طرح عربوں کے سے نام رکھتے تھے' مگر ان سے الگ تھلگ رہتے تھے اور ایک خاص زبان بولتے تھے۔ یہ لوگ کھیتی باڑی' ساہوکارہ' اسلحہ سازی اور جواہرات کے بیوپار کے ذریعے خاصے امیر تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ بنونضیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ ان کی اراضی وادی بُطحان اور بُویرہ میں اور رہائش شہر کے جنوب میں تھی۔ سورۃ الحشر انہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 22/243' 244)

غزوۂ بنونضیر: غزوۂ بنونضیر ربیع الاول سن 4 ہجری میں پیش آیا۔ ہوا یوں کہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں دو کلابی قتل ہوگئے جن کی دیت معاہدے کے مطابق مسلمانوں اور یہودیوں پر پڑتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب دیت کے بارے میں بات کرنے کے لیے بنونضیر کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا: ''ابو القاسم! آپ یہاں بیٹھیں ہم آپ کا کام کرتے ہیں۔'' اس دوران میں انہوں نے آپ ﷺ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دے دی اور آپ ﷺ چپکے سے اٹھ کر آگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے آگئے۔ انہوں نے دریافت کیا: ''اللہ کے رسول! آپ اٹھ کر آگئے اور ہمیں خبر نہ کی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہود نے دھوکہ دینے کی کوشش کی اور اللہ نے مجھے بتادیا۔'' آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر ان کی طرف بھیجا کہ وطن سے نکل جاؤ' یہاں رہنے کی اجازت نہیں اور اس کے لیے دس دن کی مہلت ہے۔ مگر وہ نہ گئے' مدینے ہی میں رکے رہے۔ عبداللہ بن ابی نے انہیں تسلی دی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے حلیف بنوغطفان بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہود نے رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہم نہیں نکلیں گے' آپ جو کرنا چاہتے ہیں کرلیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کو تیار کیا اور عصر کی نماز بنونضیر کی آبادی میں جاکر ادا کی' جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور مدینہ میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نائب مقرر کیا۔ آپ ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی بھی نہ آیا۔ محاصرے کے دوران آپ ﷺ نے ان کی کھجوریں کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہم یہاں سے جاتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب تمہاری بات قابل قبول نہیں' البتہ تم صرف اتنا سامان ساتھ لے سکتے ہو جو تمہارے اونٹ اٹھالیں' اس سے زیادہ کی اجازت نہیں اور نہ اسلحہ لے جاسکتے ہو۔ یہودیوں نے یہ شرط مان لی۔ آپ نے ان کا پندرہ روز تک محاصرہ کیا۔ جب وہ اپنا سامان اٹھارہے تھے تو اپنے ہی ہاتھوں اپنے گھروں

کوخراب کررہے تھے۔آپ نے انہیں جلاوطن کردیا۔ان کے اس اخراج پرآپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کونگران بنایا۔وہ اپنا سامان اورعورتیں اور بچے 600اونٹوں پرلاد کرلے گئے۔مدینہ سے نکل کروہ خیبرآباد ہوئے۔آپ ﷺ نے ان کے اموال اوراسلحے پرقبضہ کرلیا۔اسلحے میں 50زرہیں 50خوداور340 تلواریں ہاتھ آئیں۔یہ سامان اللہ کے رسول ﷺ کے لیے خاص تھا' یعنی اس کاخمس نہیں نکالا اورنہ کسی کواس میں سے حصہ دیا' البتہ بعض مہاجرین کواس علاقے کے کنویں الاٹ کیے تھے۔(طبقات ابن سعد:2/57'58)

بنوجذام: یہ نزار کی نسل سے تھے مگر اموی دورحکومت میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ کہلان بن سبا کی اولاد میں سے ہیں۔ بنوجذام قبل از اسلام شام اورفلسطین کی سرحدوں پرآباد تھے اوررومیوں کے زیراثر سطحی قسم کے عیسائی بن گئے تھے۔موتہ کے مقام پربنوجذام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ٹکرائے۔انہوں نے 15ھ/636ھ میں جنگ یرموک میں بھی رومیوں کا ساتھ دیا۔اس کے بعدوہ مسلمان ہوگئے اورفتوحات شام میں حصہ لیا۔روح بن زنباع جس نے مروان بن حکم کا نام بحیثیت خلیفہ تجویز کیا وہ بنوجذام کا رئیس اعظم تھا۔(اردودائرہ معارف اسلامیہ جلد:7)

بنوغطفان: غطفان بن سعد بن قیسِ عیلان کی چراگاہیں خیبراورحجاز سے لے کر بنوطی کے پہاڑوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ قبیلہ غطفان کی دوبڑی شاخیں تھیں: اشجع بن ریث بن غطفان یثرب کے قرب وجوار میں آباد تھے اوربغیض بن ریث' شربہ اورربذہ کے گردونواح میں رہتے تھے۔بنوبغیض'عبس اورذبیان میں تقسیم ہوگئے تھے۔داحس وغبراء کی جنگ کے فریق یہی عبس اورذبیان تھے۔بنوغطفان غزوہ خندق میں کفار مکہ کے ساتھ شریک رہے۔انہوں نے 8ھ میں فتح مکہ سے کچھ پہلے اسلام قبول کرلیا۔(اردودائرہ معارف اسلامیہ جلد:2/14)

یہود خیبر

فرمان الٰہی ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا؟ اس کے باوجود وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں حتی کہ وہ کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت ڈال دی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت ڈال دی ہو اس کے لیے تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔''
(النساء:4/51‘52)

جب بنونضیر کو گذشتہ اسباب کی بنا پر جلاوطن کر دیا گیا تو ان کے بڑے بڑے سردار‘ مثلاً: حُیَیّ بن اخطب‘ سَلاَّم بن مِشْکَم‘ کِنَانہ بن اَبِی الْحُقَیق اور ھَوْذَہ بن قیس وائلی‘ قریش کے پاس مکہ مکرمہ پہنچے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف خوب بھڑکایا اور پیشکش کی کہ ہم تمہارا ہر قسم کا ساتھ دیں گے آؤ مل کر مسلمانوں کو ختم کر ڈالیں۔

ابوسفیان نے انہیں خوش آمدید کہا اور انکی خوب آؤ بھگت کی اور کہا: ''جو محمد (ﷺ) کے خلاف ہماری مدد کرے اس سے بڑھ کر ہمیں کون عزیز ہوسکتا ہے؟ لیکن ہمیں تم پر اطمینان نہیں ہے‘ لہٰذا ہمارے بتوں کو سجدہ کرو تب ہم مانیں گے۔ یہودیوں نے بلا تأمل سجدہ کر دیا۔ پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا: ''تم اہل کتاب اور اہل علم ہو۔ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے اختلاف کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہمارا دین بہتر ہے یا محمد (ﷺ) کا؟ کیا ہم راہ راست پر ہیں یا محمد (ﷺ)؟'' یہودی کہنے لگے: ''تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے اور تم اس کی بجائے حق کے نزدیک ہو اور تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو کیونکہ تم بیت اللہ کی تعظیم کرتے ہو‘ حاجیوں کے کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہو‘ اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہو اور اپنے آباء واجداد کے دین پر ہو‘ لہٰذا تم اس سے زیادہ حق پر ہو۔'' تب اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ آیات نازل فرمائیں:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا؟ اس کے باوجود وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں حتی کہ وہ کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت ڈال دی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت ڈال دی ہو اس کے لیے تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔''

(النساء:4/51'52)

پھر یہ یہودی غطفان قبیلے کے پاس گئے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر اکسایا۔ بلکہ ان کو پیشکش کی کہ اگر تم جنگ میں شریک ہو جاؤ تو ہم تمہیں ہر سال خیبر کا نصف پھل (بہترین کھجور) دیا کریں گے۔ اس طرح ان کی کوششوں سے قریش، غطفان، بنو مرۃ، اشجع، سلیم اور بنو اسد وغیرہ نے مل کر لڑائی کی تیاری شروع کر دی۔ اس کے نتیجے میں شوال 5 ہجری میں جنگ احزاب (خندق) لڑی گئی۔

❀ ابن خلدون : 29/2
❀ ابن هشام : 137/3
❀ البداية والنهاية : 92/4
❀ الطبري : 564/2
❀ عيون الأثر : 55/2

یہود خیبر
﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴾
"کیا نہیں دیکھا آپ نے طرف ان لوگوں کی جو دیے گئے کچھ حصہ کتاب سے' ایمان لاتے ہیں وہ ساتھ بتوں اور شیطان کے اور کہتے ہیں واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا' یہ لوگ زیادہ ہدایت والے ہیں' ان لوگوں سے جو ایمان لائے' راستے کے لحاظ سے۔" (النساء: 51/4)
عقبہ
أیلہ (ایلات)
سینا
مدین
مقنا
تبوک
تریم
مدین
مویلح
ضبا
تیماء
مدائن صالح
(حجر)
العلاء
الوجہ
فدک
خیبر
وادی القریٰ
مدینہ منورہ
ینبع
حجاز
رابغ
جدہ
مکہ مکرمہ
طائف
تربہ
بحیرہ قلزم (بحیرۂ احمر)
سودان
(افریقہ)
کلومیٹر
500
400
300
200
100
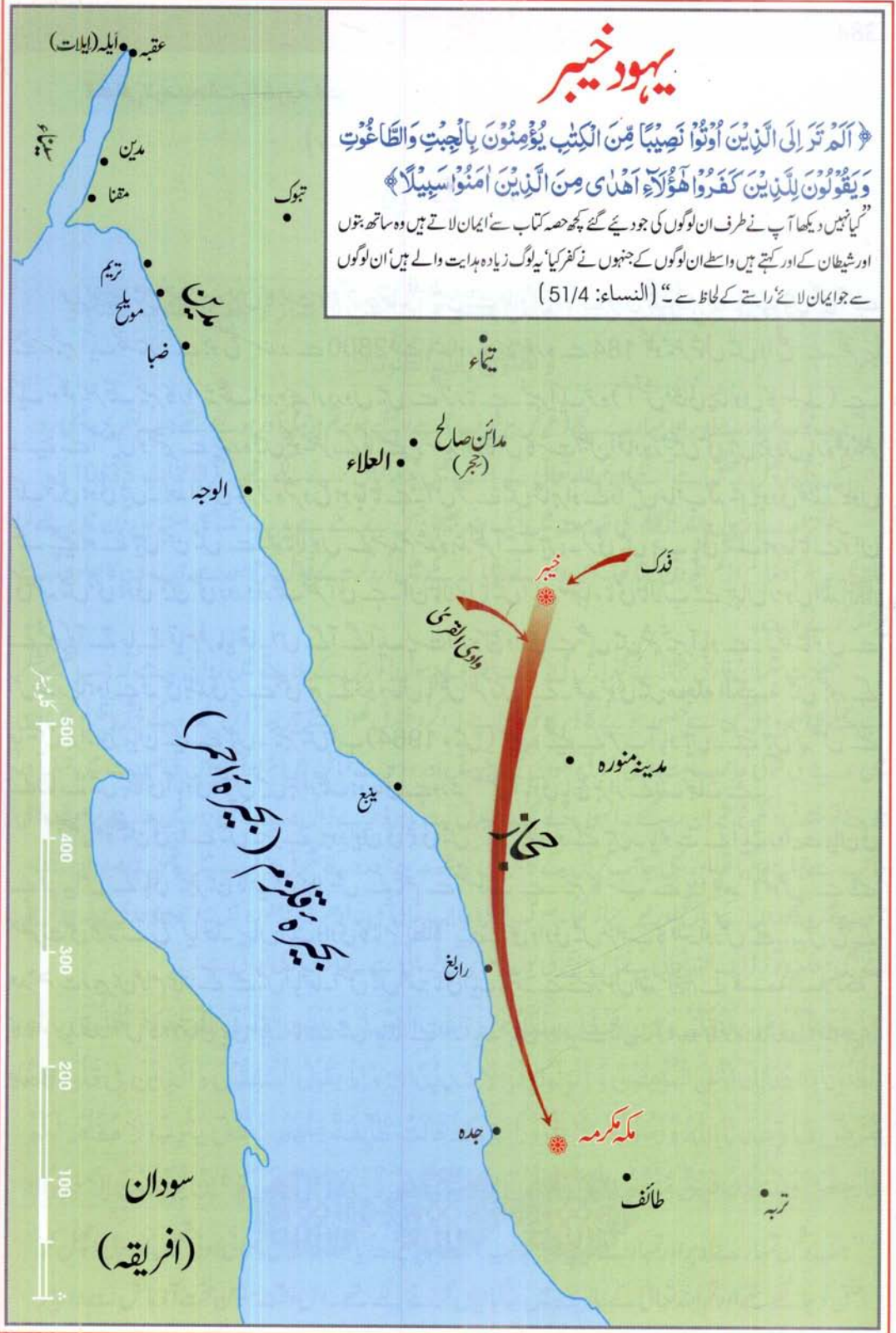
خیبر

عہد نبوت میں خیبر یہودیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ فلسطین سے جلاوطن ہو کر یہودی قبیلے خیبر اور یثرب میں بھی آ بسے تھے۔ خیبر ایک نخلستان ہے جو سطح سمندر سے 2800 فٹ بلند اور مدینہ منورہ سے 184 کلومیٹر شمال میں واقع ہے۔ تقریباً ایک سو کلومیٹر تک خیبر کا راستہ تنگ اور پیچدار دروں میں سے گزرتا ہے۔ خیبر ایک حرہ (آتش فشانی چٹانوں کا سلسلہ) ہے۔ مدینے سے آئیں تو شہر سے پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر سفید اور قابل کاشت لیکن افتادہ زمینیں ملتی ہیں جو دس بارہ کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بعد ازاں پھر حرہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس حرے میں شاہراہ کے دائیں جانب قدیم یہودی کھنڈر میلوں تک پھیلے ہوئے ہیں جن میں سے کچھ تالابوں کے منہدم شدہ بند نظر آتے ہیں۔ گرمی میں جب پانی خشک ہو جاتا ہے تو ان کی تہہ میں جمی ہوئی مہین مٹی دور دور تک نظر آتی ہے۔ ان تالابوں میں ایک صہباء نامی تالاب ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو آتے جاتے قیام فرمایا تھا۔ اس کے آگے ایک پست اور وسیع وادی ہے جس میں شہر خیبر آباد ہے۔ یہ نخلستانوں سے اس قدر پٹا ہوا ہے کہ کسی بلندی پر سے بھی شہر کے خط وخال بالکل نظر نہیں آتے۔ عہد نبوی میں **محلہ الکتیبة** میں کھجور کے چالیس ہزار پیڑ بیان کیے گئے ہیں۔ خیبر میں اب (1964ء میں) عنیزہ قبیلے کے عرب آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ فصل کٹنے کے زمانے میں ہنگامی آبادی پچیس تیس ہزار تک ہو جاتی ہے ورنہ مستقل آبادی پانچ ہزار کے لگ بھگ ہے۔

بعض مؤلفین کی رائے میں خیبر کے یہودیوں کی بولی میں ''خیبر'' قلعہ کو کہتے ہیں۔ یاقوت نے ایک روایت بیان کی ہے کہ یہ اس کے بانی خیبر بن قانیہ بن مہلائیل کے نام سے منسوب ہے۔ خیبر کا سب سے بڑا قلعہ ''القموص'' ہے جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ یہاں ایک وادی کا نام ''نِطَاۃ'' ہے۔ اسی وادی میں مرحب کا قلعہ اور محل تھے۔ یہ محل فتح کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا تھا۔ الشق میں الحمة نامی ایک چشمہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ''قسمة الملائكة'' کا نام دیا تھا۔ اس کا دوتہائی پانی ایک نالے میں جاتا ہے اور ایک تہائی دوسرے میں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد:9)

جنگ خندق (غزوۂ احزاب)

(شوال 5 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾

''جب لوگ تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے (غرض ہر طرف) سے اکٹھے ہو کر تم پر حملہ آور ہو گئے تھے، جب نظریں پھٹی رہ گئیں، دل اچھل کر حلق سے آ لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں کرنے لگے تھے۔'' (الاحزاب:10/33)

بنوخزاعہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بھیجا جس نے مکے سے مدینے تک کا راستہ چار دن میں طے کیا حالانکہ یہ سفر عموماً کم از کم چھ دن لیتا تھا۔ اس وفد نے بتایا کہ مکے میں اردگرد کے قبائل جمع ہو رہے ہیں۔ ان کا ارادہ مدینے پر حملہ کرنے کا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے گذارش کی: ''اے اللہ کے رسول! فارس کے علاقے میں رواج یہ ہے کہ جب عظیم لشکر کے حملے کا خطرہ ہو جس سے محصور ہونے کا ڈر ہو تو ہم اپنے اردگرد خندق کھود لیتے ہیں۔'' اس مشورہ کے پیش نظر نو دس دن میں مدینے کی شمالی جانب بہت بڑی خندق کھودی گئی۔ قریش اور دوسرے قبائل دس ہزار جنگجوؤں کی صورت میں حملہ آور ہوئے تو خندق دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے مجبوراً خندق سے باہر ڈیرے ڈال دیے۔ اس دور میں مدینے پر صرف اسی جانب سے حملہ ہو سکتا تھا اور یہی جانب لڑائی کے قابل تھی کیونکہ مدینہ منورہ کے مشرق و مغرب میں پتھریلے میدان تھے اور جنوب میں کھجوروں کے باغ اور عیر پہاڑ تھا۔ صرف شمالی جانب خالی تھی۔ ادھر مدینہ منورہ میں موجود یہودی قبیلہ بنوقریظہ نے بھی معاہدہ توڑ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس منظر کی یوں تصویر کشی فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَ مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾

''جب دشمن تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے (ہر جانب) سے تم پر چڑھ آیا تھا، آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور دل اچھل کر حلق کو جا لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں کرنے لگے تھے۔ اس وقت مومن سخت آزمائش سے دوچار

تھے اور ان کے دل دہلے ہوئے تھے۔ اس وقت منافق اور بیمار دل والے لوگ کہہ رہے تھے: ''اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹے وعدے کیے تھے۔'' منافقوں میں سے ایک گروہ نے کہا: ''اے یثرب والو! تمہارے ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں، واپس چلے جاؤ۔'' اور کچھ منافق آپ سے واپسی کی اجازت طلب کرنے لگے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں تھے بلکہ وہ بھاگنا چاہتے تھے۔'' (الاحزاب:33/10...13)

اس جنگ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک (خطرناک) تیر لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا خیمہ مسجد نبوی کے قریب ہی لگوا دیا جہاں رفیدہ اسلمیہ کا خیمہ تھا۔ (رفیدہ اسلمیہ زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں)

ایک ماہ محاصرے کے بعد نعیم بن مسعود اشجعی آپ کے پاس آئے وہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن ان کے اسلام کا کسی کو پتہ نہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی کہ ''میں اس نازک موقع پر کیا خدمت سرانجام دے سکتا ہوں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ﴾ ''جنگ میں دشمن کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔'' حضرت نعیم رضی اللہ عنہ نے اپنی دانائی اور حکمت کے ساتھ دشمن کے مختلف گروہوں میں پھوٹ ڈال دی۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے زبردست آندھی بھیج دی جس نے ان کے خیمے اکھیڑ دیے، دیگیں الٹ دیں اور ان کی آگ بجھا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مایوس ہو کر بے نیل مرام اپنے گھروں کو کھسک گئے اور میدان خالی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس احسان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۚ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾﴾

''اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر ہر طرف سے لشکر چڑھ آئے تھے تو ہم نے ان پر آندھی اور ان دیکھے لشکر بھیجے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا تھا جب دشمن تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے (ہر جانب) سے تم پر چڑھ آیا تھا، آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں، اور دل اچھل کر حلق کو جا لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانیاں کرنے لگے تھے۔ اس وقت مومن سخت آزمائش سے دوچار تھے اور ان کے دل دہلے ہوئے تھے۔ اس وقت منافق اور بیمار دل والے لوگ کہہ رہے تھے: ''اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹے وعدے کیے تھے۔ منافقوں میں سے ایک گروہ نے کہا: ''اے یثرب والو! تمہارے ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں، واپس چلے جاؤ۔'' اور

کچھ منافق آپ سے واپسی کی اجازت طلب کرنے لگے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے گھر غیر محفوظ نہیں تھے بلکہ وہ بھاگنا چاہتے تھے۔'' (سورۂ الاحزاب:33/9...13)

❀ ابن خلدون : 8/2
❀ الطبري : 571/2
❀ ابن هشام : 131/3
❀ الكامل في التاريخ : 125/2
❀ البداية والنهاية : 104/4
❀ عيون الأثر : 59/2

خندق کی وسعت
لمبائی: 5544 میٹر
اوسط چوڑائی: 4٫62 میٹر
اوسط گہرائی: 3٫234 میٹر
ملاحظہ کیجیے خندق کی مٹی نے مدینہ کی جانب ایک بلند دیوار سی بنادی تھی
احزاب کا حملہ
مجمع الاسیال (برساتی نالوں کا سنگم)
قریش
غطفان
سُلیم
کنانہ
فزارہ
اَشجع
بنو مُرّہ
بنو اسد
اُحد پہاڑ
حرّہ وبرہ (مغربی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
حرّہ واقم (مشرقی سنگلاخ زمین)
آتشی چٹانیں
خندق
بنو حارثہ
مزاد
نبیت
بنو عبدالاشہل اور زعوراء
بنو ظفر
ثنیّۃ الوداع
مسلمانوں کی قیادت
مسجد نبوی
بنو حارث بن خزرج
السُّنح
البقیع
بنو نجّار
جبل سلع
مسجد الفتح
غزوۂ خندق
(غزوۂ احزاب) (شوال 5ھ)
﴿وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ﴾
"اور جب پھر گئی تھیں آنکھیں اور پہنچ گئے تھے دل گلوں تک"
(الاحزاب: 10/33)

غزوۂ خندق

قریش مکہ اور مسلمانوں کے مابین تیسرا بڑا معرکہ غزوۂ خندق تھا۔ چونکہ قریش، یہود خیبر اور بہت سے گروہ اس میں جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے اس لیے ان کے قرآنی نام ''احزاب'' سے بھی یہ معرکہ منسوب ہے۔ عہد نبوی میں مدینے کی شمالی سمت کھلی تھی، باقی تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے جن میں سے دشمن گزر نہ سکتا تھا، چنانچہ کھلی سمت میں خندق کھود کر شہر کے دفاع کا فیصلہ ہوا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ''تاریخ اسلام میں ایک مشہور واقعہ جو غزوہ خندق کے نام سے مشہور ہے، ذوالقعدہ 5ھ کا محاصرہ مدینہ ہے جس میں مدافعت کے لیے مسلمانوں نے خندق کھودی تھی۔ چوڑائی اور گہرائی کا مؤرخ ذکر نہیں کرتے، مگر گھوڑا اچھلانگ نہ سکنے کی تصریح کی بنا پر شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ دس گز چوڑی اور شاید پانچ گز گہری تھی۔ مسلمان رضا کاروں کی تعداد تین ہزار بیان کی گئی ہے اور ہر دس دس آدمیوں کی جماعت کو چالیس چالیس ذراع (ہاتھ) لمبی خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا۔ ان تین سوٹولیوں میں سے ہر ایک نے بیس گز یعنی کل 6 ہزار گز یا کوئی ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی۔ مسلمان خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ قریش، غطفان، بنومرہ، اشجع، سلیم اور بنو اسد پر مشتمل احزاب آ پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔

خندق کی حفاظتی تدابیر: ابن سعد وغیرہ کے مطابق دیار بنی حارثہ کے قلعہ راتج (اور بعض روایتوں میں آطام شیخین) سے جبل ذباب تک کا حصہ مہاجرین کے سپرد ہوا اور وہاں سے جبل بنی عبید اور مذاد سے ہوتے ہوئے مسجد فتح تک انصار متعین کیے گئے۔ (آطام شیخین کی جانشین مسجد شیخین مجھے 1947ء میں جبل سلع اور جبل احد کے درمیان حرہ شرقی کے مغربی کنارے پر نظر آئی اور شاید دو گڑھیوں کی یادگار اس چھوٹی سی مسجد کی چھت پر برجیاں بنائی گئی ہیں، غالباً راتج اس کے پاس ہی ہوگا) جبل ذباب پر رسول اللہ ﷺ کھدائی کے وقت خیمہ زن تھے۔ اس کی یادگار میں وہاں ''ذوباب'' یعنی دروازے والی مسجد تعمیر ہوئی جواب تک ذُباب کے نام سے مشہور ہے اور جبل سلع پر واقع ہے۔ جبل بنی عبید کا پتا نہیں چل سکا۔ گمان ہوتا ہے کہ یہ حرہ غربی میں مسجد قبلتین کے قریب دو پہاڑیوں میں سے مغربی پہاڑی ہوگی۔ جبل مذاد میری دانست میں جبل سلع کے مغرب کی ہلالی شکل کی پہاڑی یا اس سے ملے ہوئے ٹیکرے کا نام ہے۔

مسجد فتح وہ مقام ہے جہاں محاصرہ شروع ہونے پر آنحضرت ﷺ کا خیمہ منتقل ہوا۔ یہاں آپ ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں فتح کی دعا کی تھی۔ یہ ایک مشہور قدیمی زیارت گاہ ہے اور اب تک جبل سلع کی ایک مغربی چوٹی کے محفوظ مقام پر موجود ہے۔ ذباب، بنی عبید، مذاد اور مسجد فتح ایک مربع سا بن جاتا ہے۔ غالباً یہ آباد علاقہ تھا، یہاں اب بھی کچھ باغات موجود ہیں۔ عام فوج اس محفوظ علاقے میں خیمہ زن ہوئی ہوگی۔ ذباب و شیخین کے نیچے کا رقبہ بھی آباد ہوگا کیونکہ 1945ء و مابعد میں یہاں ایک بڑے شفاخانے کی تعمیر کے لیے جگہ صاف کرائی گئی تو بیسیوں پرانے کنویں برآمد ہوئے تھے۔

الواقدی نے لکھا ہے کہ جب خندق کھودی گئی تو شہر کے جنوبی اور مغربی علاقوں کے بسنے والوں نے خندق کو اپنے طور پر عہد نبوی کی عیدگاہ (مصلیٰ، جہاں اب مسجد غمامہ ہے) کے قریب سے گزارا اور خاصی دور تک قباء کے رخ بڑھا دیا۔ المطری نے التعریف (تاریخ مدینہ) میں لکھا ہے کہ اب وادی بطحان سابقہ گزرگاہ کو بدل کر اس جگہ سے گزرتی ہے جہاں خندق کا یہ حصہ کھودا گیا تھا۔ اس سے وادی بطحان کی سابقہ گزرگاہ کے ایک حصے کا اگرچہ پتا نہیں چلتا، لیکن مذکورہ ذیلی خندق کے تعین میں موجودہ گزرگاہ سے معقول رہنمائی ہوسکتی ہے۔ الواقدی نے لکھا ہے کہ قباء میں بعض قبائل نے اپنے قلعوں (آطام) کے گرد بھی خندقیں کھود لی تھیں۔

محاصرین کا زور نہ چل سکا تو یہود خیبر نے مدینے کے بنوقریظہ کو ننگ و ناموس کا واسطہ دے کر غداری پر آمادہ کرلیا اور وہ حملے کی تیاری کرنے لگے۔ اس کے سدباب کے لیے ایک نومسلم (**نعیم بن مسعود اَلْاَشْجَعی الغطفانی**) نے، جس کے اسلام لانے کی خبر ابھی تک پھیلی نہ تھی ایک چال چلی۔ انہوں نے پہلے بنوقریظہ کو سمجھایا کہ جنگی اقدام سے پہلے قریش سے یرغمال حاصل کرلو کہ وہ ادھوری جنگ چھوڑ کر نہ چلے جائیں، ورنہ تم تنہا محمد ﷺ کا مقابلہ نہ کرسکو گے۔ پھر قریش کے پڑاؤ میں جا کر مشہور کیا کہ بنوقریظہ نے آنحضرت ﷺ سے ساز باز کرلی ہے اور دوستی کا ثبوت دینے کے لیے وعدہ کیا ہے کہ قریش کے چند سرداروں کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کے سپرد کردیں گے۔ پھر یہی خبر اسلامی لشکر میں پھیلائی اور کسی کے دریافت کرنے پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: (**لَعَلَّنا اَمَرْنَا هُمْ بِذٰلِکَ**) ''ہوسکتا ہے ہم نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہو۔'' اس کی اطلاع بھی قریش کے پڑاؤ تک پہنچی تو دشمنوں میں باہمی غلط فہمیاں پختہ ہوگئیں اور بنوقریظہ و قریش کے تعاون کے امکانات ختم ہوگئے۔

اس اثنا میں دشمن کا سامان رسد ختم ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ نے قریش اور غطفان پر سخت آندھی بھیجی جس سے ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے، سردی بڑھ گئی، شدید طوفانی ہوائیں چلنے لگیں، قریش اور ان کے ساتھی قبائل مایوسی کے عالم میں محاصرہ اٹھا کر واپس چل دیے اور مطلع صاف ہوگیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد:9، ص:6 تا10)

بنوقریظہ (ذوالقعدہ 5ہجری)

ابولبابہ: رفاعہ بن عبدالمنذر ر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

''کچھ لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا۔انہوں نے ملے جلے کام کیے تھے' نیک بھی اور برے بھی۔امید ہے اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (التوبۃ:102/9)

غزوۂ بنی قریظہ علانیہ بغاوت کا منصفانہ بدلہ تھا۔انہوں نے طے شدہ معاہدے کو توڑ دیا تھا جس کے رو سے وہ کسی بھی دشمن کے حملہ کے وقت مسلمانوں کی مدد کے پابند تھے اور اس نازک موقع پر' جبکہ دس ہزار کالشکر مدینہ منورہ کے شمال میں اتر چکا تھا' وہ دشمن سے مل گئے کیونکہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب کوئی مسلمان زندہ نہ بچ سکے گا۔ان کا تیاپانچا ہو کر رہے گا اور ان کا خاتمہ دنوں کی بات ہے۔

بیرونی دشمن کے بھاگ جانے کے بعد مسلمانوں نے بنوقریظہ کا رخ کیا اور ان کا محاصرہ کرلیا۔اب بنوقریظہ پھنس چکے تھے۔ وہ مسلمانوں سے محاصرے کا سبب نہیں پوچھ سکتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم ''جرم عظیم'' کا ارتکاب کر چکے ہیں۔البتہ انہوں نے حضرت ابولبابہ انصاری کو بلایا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے ان کے قلعہ میں گئے تو یہودی گریہ وزاری کرنے لگے۔آخر انہوں نے پوچھا: ''اے ابولبابہ! کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلے کو مانتے ہوئے لڑائی سے دست کش ہو جائیں؟'' انہوں نے کہا: ''ہاں'' اور ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔مقصد یہ تھا کہ تمہارے قتل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

ابولبابہ کہتے ہیں: ''اللہ کی قسم! مجھے فوراً احساس ہو گیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوا ہوں۔'' ابولبابہ فوراً مسجد نبوی میں پہنچے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون (کھجور کے تنے) سے باندھ لیا اور اعلان کر دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ سے میری توبہ قبول نہیں فرمالیتا' اس وقت تک میں یہیں بندھا رہوں گا۔''

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ چھ دن اور ایک روایت کے مطابق بیس دن اسی طرح بندھے رہے۔ان کی بیوی ہر نماز کے وقت آتی اور انہیں نماز کے لیے کھول دیتی وہ وضو اور نماز سے فارغ ہو کر پھر اپنے آپ کو وہیں باندھ لیتے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٤﴾

''کچھ لوگوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیا۔انہوں نے ملے جلے کام کیے تھے۔کوئی نیک کوئی برے۔امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ان کے مالوں میں سے صدقہ وصول کریں جس کے ساتھ آپ ان کو صاف کریں۔ پھر ان کے لیے دعا کیا کیجیے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے دلی سکون کا سبب ہے۔اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے صدقات وصول فرماتا ہے اور وہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا' نہایت رحم کرنے والا ہے۔''(التوبۃ :102/9...104)

بنوقریظہ نے بالآخر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے اور مسلمانوں کے درمیان فیصل تسلیم کرلیا۔ان کو رفیدہ اسلمیہ کے خیمہ سے یہاں لایا گیا۔انہوں نے فیصلہ سنایا:

''بنوقریظہ کے تمام بالغ لڑائی کے قابل مرد قتل کردیے جائیں۔ان کے مال مسلمانوں میں تقسیم کردیے جائیں اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا جائے۔'' **غزوۂ بنوقریظہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:**

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢٧﴾

''اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصے سمیت دفع کردیا۔وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے۔اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو لڑائی سے بچالیا۔اللہ تعالیٰ بڑی قوت خوب غلبے والا ہے۔پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مدد کرنے والے یہودیوں کو ان کے مضبوط قلعوں سے نیچے اتارلیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا۔ کچھ کو تم نے قتل کردیا باقی کو تم نے قیدی بنالیا۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کی زمین' گھر اور مال وراثت میں دے دیے' بلکہ ایک ایسا علاقہ بھی تمہیں عطا فرمائے گا جس پر ابھی تمہارے قدم نہیں پہنچے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز پر بخوبی قدرت رکھتا ہے۔''(الاحزاب:25/33...27)

❀ ابن هشام : 141/3
❀ الطبري : 581/2
❀ أسد الغابة : 375/2
❀ فتوح البلدان : 34
❀ الروض الأنف : 268/2

غزوہ بنوقریظہ

(5ھ)

ابولبابہ رفاعہ بن عبدالمنذر

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

”اور (کچھ) دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اعتراف کیا اپنے گناہوں کا، ملایا انہوں نے ایک عمل اچھا اور دوسرا (عمل) برا، امید ہے کہ اللہ توجہ فرمائے گا ان پر، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

(التوبة: 102/9)

غزوۂ بنوقریظہ

بنوقریظہ' یثرب کے تین یہودی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا جو بنونضیر کا رشتے دار تھا۔ دونوں قبیلے مل کر بنو دریہ کہلاتے تھے۔ یہ دوسرے یہودیوں کے مقابلے میں خاصی مدت بعد یثرب میں آباد ہوئے۔ بنوقریظہ کی دو شاخیں تھیں: بنوکعب اور بنوعمرو۔ وہ شہر سے باہر جنوب کی طرف وادی مہزور میں اپنے ہم نسب قبیلے ہدل کی معیت میں رہتے تھے۔ ان کے شمال مغرب میں قبیلہ اوس کا علاقہ تھا' شمال مشرق میں بنوعبدالاشہل کا اور مشرق میں الحرّہ واقع تھا۔ قریظہ' جو زمینوں کے مالک تھے' اپنی زرعی پیداوار' نیز تجارت کی بدولت بڑی فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی مدینے میں تشریف آوری کے وقت ان میں 750 سپاہی تھے اور ان کے پاس ہتھیاروں اور زرہوں کے بڑے ذخیرے موجود تھے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16 /2 صفحہ: 110)

بنوقریظہ کا محاصرہ: رسول اللہ ﷺ غزوۂ خندق سے واپس آنے کے بعد ابھی ہتھیار اور کپڑے اتار کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں غسل کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور بنوقریظہ کی طرف نکلنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میں آگے آگے جا رہا ہوں' ان کے قلعوں میں زلزلہ برپا کروں گا اور ان کے دلوں میں رعب ڈالوں گا۔'' اور یہ کہہ کر وہ فرشتوں کے جلو میں روانہ ہو گئے۔ (صحیح بخاری' حدیث: 2813)

ادھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں منادی کرائی کہ جو شخص ''سمع وطاعت'' پر قائم ہے' وہ عصر کی نماز بنوقریظہ میں پڑھے۔ (صحیح بخاری' حدیث: 946) اس کے بعد مدینے کا انتظام ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو سونپا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ کا پھریرا دے کر ایک جماعت کے ساتھ آگے روانہ فرما دیا۔ بنوقریظہ نے انہیں دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کی۔ ادھر اعلان سن کر مسلمان بھی جھٹ پٹ تیار ہوئے اور نکل پڑے۔ بعض لوگ ابھی راستے ہی میں تھے کہ عصر کا وقت ہو گیا' چنانچہ کچھ لوگوں نے وہیں نماز پڑھ لی اور کچھ لوگوں نے بنوقریظہ پہنچنے تک مؤخر کی۔ رسول اللہ ﷺ بھی مہاجرین وانصار کے جلو میں نکلے اور بنوقریظہ کے ''انا'' نامی ایک کنویں پر پڑاؤ ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے بنوقریظہ کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند ہو گئے۔ انہیں لڑائی کی جرأت نہ ہوئی۔

بنوقریظہ کا انجام: محاصرہ کی طوالت سے بنوقریظہ کے حوصلے ٹوٹ گئے' چنانچہ پچیس روز کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا کہ آپ جو فیصلہ مناسب سمجھیں کریں۔ آپ ﷺ نے مردوں کو باندھ لیا اور عورتوں اور بچوں کو علیحدہ کر لیا۔ قبیلہ اوس کے لوگ عرض پرداز ہوئے کہ ہمارے ان حلیفوں پر احسان فرمائیں جس طرح خزرج کے حلیف بنوقینقاع پر احسان فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم (قاضی) مقرر کیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ ''مردوں کو قتل کر دیا جائے' عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال تقسیم کر دیے جائیں۔'' اس

پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے بارے میں ویسا ہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔'' (تجلیات نبوت: ص: 235 تا 237)

غزوۂ مُرَیسِیع

(بنو مُصطَلِق 5 ہجری)

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لیے اپنی قوم اور اعراب میں سے کافی لوگ اکٹھے کر لیے۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ 2 شعبان 5 ہجری کو سات سو صحابہ لے کر حارث کے لشکر کو تتر بتر کرنے کے لیے چلے۔ مُرَیسِیع کے پانی (چشمے) کے قریب مقابلہ ہوا۔ حارث اور اس کے ساتھیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اس غزوہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا غلام خزرج کے ایک حلیف جہجاہ بن مسعود سے لڑ پڑا۔ حضرت عمر کے غلام نے خزرج کے حلیف کو مارا۔ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے ناراضی کا اظہار کیا اور کہا: ''اللہ کی قسم! اگر ہم مدینے واپس گئے تو ہم عزت والے ان ذلیلوں کو نکال دیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اپنی حکمت عملی سے یہ فتنہ فرو کر دیا۔ آپ نے لوگوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ چلنے میں مصروف ہو جائیں اور اس فتنے سے غافل ہو جائیں۔ جب زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی تو اس نے جھوٹی قسم کھائی کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ زید بن ارقم جھوٹ بولتا ہے۔ **اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی:**

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

''ہم چاہتے ہیں کہ اس کو تمہارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والا کان اسے یاد رکھے۔'' (الحاقۃ:69/12)

اس لیے حضرت زید کو ذُو الْأُذُنِ الْوَاعِيَه ''یاد رکھنے والے کان کا مالک'' کہا جاتا تھا۔ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بارے میں سورۂ منافقین کی (درج ذیل) کئی آیات اتریں۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ﴿۶﴾ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۷﴾ يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۸﴾

''جب ان منافقوں کو کہا جاتا ہے: ''آؤ! اللہ کے رسول تمہارے لیے استغفار کریں تو وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے تکبر کے ساتھ منہ موڑ جاتے ہیں۔ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں فرماتا۔'' یہی لوگ کہتے ہیں: ''تم اللہ کے رسول کے ساتھیوں پر اپنا

مال خرچ نہ کرو تاکہ یہ لوگ بکھر جائیں'' حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے صرف اللہ کے پاس ہیں' لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: ''اگر ہم مدینے واپس پہنچ گئے تو ہم عزت والے ان ذلیلوں کو مدینے سے نکال دیں گے۔'' حالانکہ عزت تو صرف اللہ کے لیے' اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے ہے' لیکن منافق نہیں جانتے۔'' (المنافقون:63/5...8)

عبداللہ بن ابی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اسی جنگ کے دوران میں اپنے اس فتنے کے ساتھ ایک اور فتنہ کھڑا کیا اور اپنے اس جھوٹ کے ساتھ ایک اور جھوٹ گھڑا جسے ''واقعۂ افک'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

واقعہ یوں ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قضائے حاجت کے سلسلے میں اور اپنا ہار تلاش کرتے ہوئے تاخیر ہوگئی اور لشکر چل پڑا۔ حضرت صفوان بن معطل سُلَمی رضی اللہ عنہ لشکر کی خدمت پر مامور تھے۔ وہ لشکر سے پیچھے پیچھے رہتے تھے تاکہ ان کی گری پڑی اشیاء اٹھالیں۔ جب انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لیٹے دیکھا تو پہچان لیا اور انہیں اپنا اونٹ پیش کیا۔ وہ اونٹ پر سوار ہوگئیں اور یہ مہار پکڑ کر چلنے لگے۔ دوپہر کے قریب وہ لشکر کو آملے۔ جب عبداللہ بن ابی نے یہ دیکھا تو کہا: ''تمہارے نبی کی بیوی نے ایک آدمی کے ساتھ رات گزاری ہے اب دن کو وہ اسے اونٹ پر بٹھا کر لا رہا ہے۔ یہ دونوں پاک صاف نہیں ہوسکتے۔'' منافقوں نے اسے جنگل کی آگ کی طرح پھیلا دیا اور مدینہ افواہوں اور الزامات سے بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ طیبہ وطاہرہ رضی اللہ عنہا کے حق میں مندرجہ ذیل آیات نازل فرمائیں۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَن تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا

أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾

''بلا شبہ جن لوگوں نے الزام تراشی کی ہے وہ تم میں سے ہی ایک گروہ ہے اور تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ نتائج کے لحاظ سے یہ تمہارے لیے بہتر ثابت ہوگا۔ ان میں سے ہر شخص کو اپنے کیے دھرے کا خمیازہ بھگتنا ہوگا اور جس شخص نے اس میں سب سے زیادہ دلچسپی لی ہے اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔ جب تم نے ایسی بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں نہ اپنے بارے میں حسن ظن سے کام لیا اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح جھوٹ ہے؟ کیوں نہ یہ لوگ اپنے الزام پر چار گواہ لائے؟ جب یہ گواہ نہیں لائے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور احسان نہ ہوتا تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے اس کی پاداش میں تمہیں عذاب عظیم پہنچتا۔ جب تم زبانوں سے یہ باتیں نقل کرتے تھے اور مونہوں (زبانوں) کے ساتھ وہ باتیں کرتے تھے جن کے بارے میں تمہیں کچھ علم نہ تھا۔ تم اسے معمولی سمجھتے ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ گناہ عظیم ہے۔ کیوں نہ ایسے ہوا؟ کہ جب تم نے یہ بات سنی تھی تو کہہ دیتے کہ ایسی بات کرنا ہمیں جائز نہیں۔ سبحان اللہ! یہ تو عظیم بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ ایسی غلطی کبھی نہ کرنا' اگر تم اپنے ایمان کا پاس رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیات بیان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب علم و حکمت والا ہے۔ یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب تیار ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ رؤف رحیم نہ ہوتا تو تمہیں سزا ملتی۔

اے ایمان والو! شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ جو شخص شیطان کے قدموں کے پیروی کرتا ہے وہ نقصان اٹھائے گا کیونکہ شیطان تو بے حیائی اور منکرات کا حکم دیتا ہے۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی شخص کبھی بھی پاک نہ رہ سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاک رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔ تم میں سے فضیلت اور فراخی والے لوگ یہ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ رشتہ داروں' مساکین اور مہاجرین کو اللہ کے واسطے کچھ نہیں دیں گے' بلکہ انہیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ تو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ یقیناً جو لوگ پاکدامن' گناہ سے غافل مومن عورتوں پر الزام تراشی کرتے ہیں وہ دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔'' (النور:24/11...23)

❀ ابن خلدون : 33/2
❀ ابن هشام : 182/3
❀ البداية والنهاية : 156/4
❀ الطبري : 604/2
❀ الكامل في التاريخ : 182/2
❀ عيون الأثر : 91/2

اِفک کا واقعہ
غزوۂ بنو مُصطلق (خزاعہ کی شاخ)
غزوۂ مُریسیع (شعبان 5ھ)
﴿ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ "بے شک وہ لوگ جو گھڑ لائے ہیں جھوٹ (بہتان) ایک گروہ ہے تم ہی میں سے نہ گمان کرو تم اسے برا اپنے لئے بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے واسطے ہر ایک شخص کے ان میں سے (سزا ہے اس کی) وہ جو کمایا اس نے گناہ سے، اور وہ شخص جس نے اٹھایا بڑا بوجھ اس (گناہ) کا ان میں سے، اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔"
﴿ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴾
"اور کیوں نہیں جب سنا تم نے اس کو، کہا تم نے نہیں لائق ہمارے یہ کہ کلام کریں ہم ساتھ اس بات کے، پاک ہے تو (اے اللہ!) یہ تو بہتان ہے، بہت ہی بڑا۔"
﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾
بلاشبہ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ان کے لئے عذاب ہے نہایت دردناک دنیا میں اور آخرت میں۔" (النور: 19،16،11/24)
اوس اور خزرج
مدینہ منورہ
ذوالحلیفہ (آبار علی)
مزینہ
یلم
غفار
ابواء
بدر
الجُحفہ
رابغ البحر
مریسیع
خزاعہ
قدید
امج
کدید
عضل اور قارہ
خزیمہ
عسفان
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
قریش
عرفہ
ہوازن
طائف
ثقیف
مازن
سراۃ کے ازد
بحیرہ احمر (قلزم)
کلومیٹر
200
150
100
50

اضافی توضیحات وتشریحات
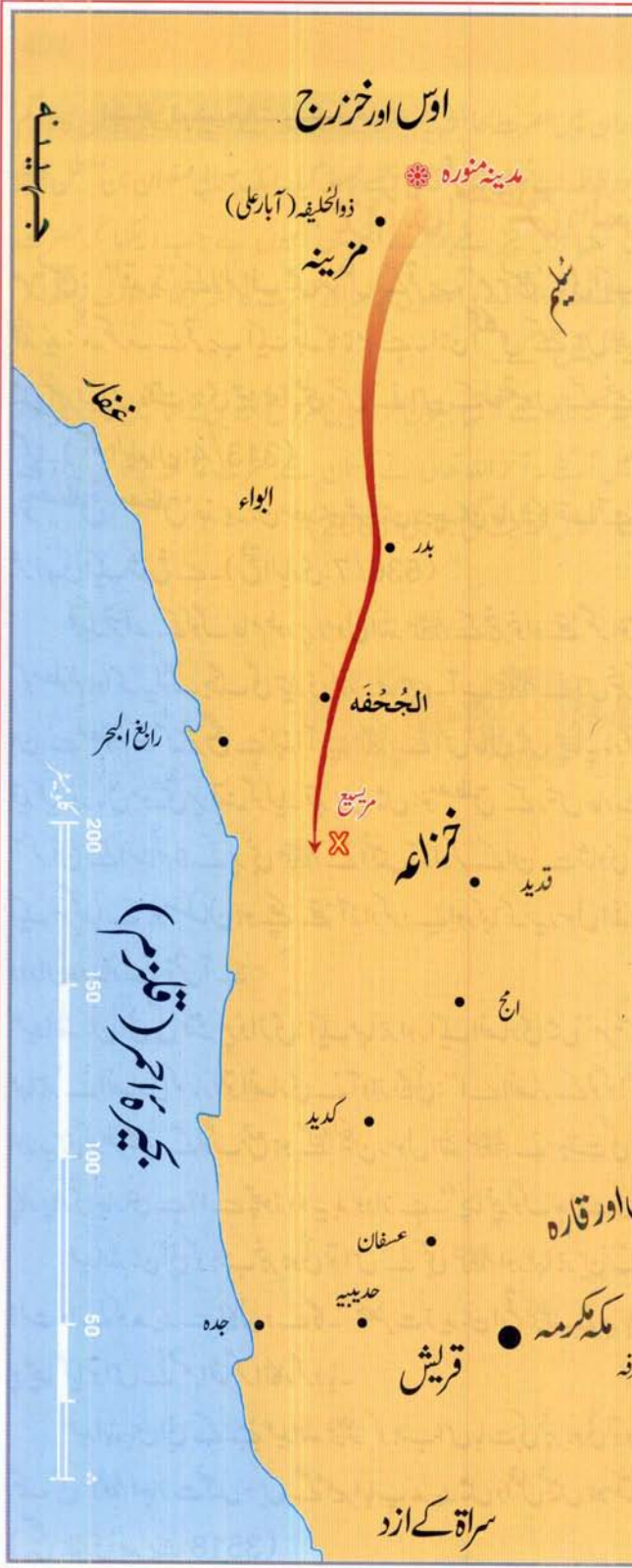
غزوہ بنی المصطلق (اَلْمُرَيْسِيْع)

مریسیع: ''قدید'' کے اطراف میں ساحل کے قریب ''مریسیع'' نامی ایک چشمہ ہے۔

قُدَیْد: مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ ابن الکلبی کہتے ہیں جب تبع یمن لڑائی کے بعد مدینہ سے لوٹا تو قدید میں ٹھہرا۔ اس وقت بڑی تیز ہوا چلی جس نے اس کے ساتھیوں کے خیمے پھاڑ دیے۔ اس وجہ سے اس جگہ کا نام قُدَیْد پڑ گیا۔ (معجم البلدان: 4/313)

بنو مصطلق: مصطلق، جذیمہ بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ کا لقب ہے۔ اس کی اولاد کو بنو مصطلق کہتے ہیں اور یہ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ (فتح الباری: 7/536)

قبیلہ خزاعہ کے لوگ عام طور پر رسول اللہ ﷺ کے خیر خواہ تھے، مگر بنو مصطلق، قریش کے طرفدار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس خبر کی تحقیق کے لیے بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ان سے معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے، لہٰذا آپ ﷺ نے اس حال میں چھاپہ مارا کہ وہ غافل تھے۔ بعض کو قتل کیا۔ عورتوں، بچوں کو قید کیا اور مال مویشی پر قبضہ کرلیا۔ قیدیوں میں بنو مصطلق کے رئیس حارث بن ضرار کی صاحبزادی جویریہ بھی تھیں۔ مدینہ آ کر ان کے اسلام لانے پر نبی ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کرلی۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بنو مصطلق کے ایک سو گھرانے، جو مسلمان ہو چکے تھے، آزاد کر دیے اور کہا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے سسرال کے لوگ ہیں۔ اس جنگ کے دوران دو حادثے پیش آئے:

عبداللہ بن ابی کی فتنہ پردازی: ایک مہاجر اور ایک انصاری میں ''مریسیع'' کے چشمہ پر پانی کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا اور مہاجر نے انصاری کو مارا تو انصاری نے آواز لگائی: ''اے انصار کے لوگو!'' اس پر مہاجرین نے آواز لگائی: اے مہاجرو!'' اور یہ سن کر طرفین کے لوگ جمع ہو گئے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے سبقت کی اور فرمایا: ''میں تمہارے اندر ہوں اور جاہلیت کی پکار پکاری جا رہی ہے؟ اسے چھوڑ دو یہ بدبودار ہے۔'' چنانچہ لوگ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔

عبداللہ بن ابی کو جب خبر ہوئی تو اس نے نبی ﷺ اور مہاجرین کے بارے میں ہرزہ سرائی کی اور کہا: ''عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا۔'' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی ﷺ تک پہنچادی۔ عبداللہ بن ابی سے پوچھا گیا تو اس نے قسم اٹھا کر انکار کر دیا۔

عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو وہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جب تک نبی ﷺ اجازت نہیں دیں گے میرا باپ مدینہ میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نبی ﷺ نے کہلوا بھیجا کہ اجازت دے دو۔ (صحیح بخاری، حدیث: 3518)

واقعۂ افک: غزوہ بنو مصطلق سے واپسی کے دوران میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے باہر گئیں تو ان کا ہار گم ہوگیا۔ اسے تلاش کرتے ہوئے انہیں تاخیر ہوگئی اور قافلہ بے خبری میں انہیں پیچھے چھوڑ گیا۔ ایک صحابی صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جو لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے تاکہ اہل لشکر کی گری ہوئی چیز ملے تو اسے اٹھالیں' انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لشکر سے پیچھے رہ گئی ہیں تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر بٹھا کر سواری کی نکیل تھامے آگے آگے پیدل چلتے ہوئے لشکر میں آگئے۔

منافقین کو موقع مل گیا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بہتان طرازیاں شروع کردیں۔ منافقین کا پروپیگنڈہ اتنا زوردار تھا کہ کئی مخلص مسلمان بھی اس کی زد میں آگئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کرکے انہیں سرخرو اور منافقین کو روسیاہ کردیا۔ (تلخیص حدیث صحیح بخاری: 2661)

صلح حُدَیْبِیَہ (بیعتِ رضوان)

ذوالقعدہ 6 ہجری

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾

''اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔'' (الفتح: 18/48)

رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہ کی معیت میں عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کو چلے۔ آپ نے اپنے ساتھ قربانی کے ستر (۷۰) اونٹ بھی لیے۔ البتہ منافق اور کچھ اعرابی اس سفر میں آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾

''پیچھے رہنے والے اعرابی آپ سے کہیں گے: ''ہمیں اپنے اہل ومال میں بہت مصروفیت تھی۔ لہٰذا آپ ہمارے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔'' یاد رکھو! یہ لوگ اپنی زبانوں کے ساتھ وہ باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ کہہ دیجیے: ''اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کچھ نقصان یا نفع پہنچانے کا ارادہ کرے تو کون ہے جو اللہ کی مرضی بدلنے کا اختیار رکھتا ہو؟'' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ کے رسول اور مومن کبھی اپنے گھروں میں واپس نہیں آئیں گے اور یہ چیز تمہارے دلوں کو بہت اچھی لگتی تھی اور تم مومنوں کے بارے میں بڑی بری باتیں سوچ رہے تھے۔ دراصل تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو۔ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان نہ رکھتا ہو ہم نے ایسے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔'' (الفتح: 48/11...13)

اس طریقے سے رسول اللہ ﷺ نے قریش کا ہر بہانہ ختم کردیا۔ خصوصاً یہ کہ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے عام مسافروں والے ہتھیار لیے ہوئے تھے۔ اس بات نے قریش کے موقف کو بہت کمزور کردیا۔ حدیبیہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس ان کے کئی سفیر آئے۔ آخر آپ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بطور سفیر مکہ مکرمہ بھیجا۔ مشہور ہوگیا کہ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کردیا ہے۔ نتیجتاً درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی جس کا نعرہ تھا ''فتح یا شہادت۔'' قریش نے یہ صورت حال دیکھی تو صلح کی پیشکش کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کے متعلقات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

''اگر یہ کافر آپ سے لڑائی لڑتے تو شکست خوردہ ہوکر بھاگ جاتے اور پھر کسی کو اپنا دوست یا مددگار نہ پاتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اصول ہے جو اس سے پہلے بھی بارہا ثابت ہوچکا ہے اور تو اللہ کے اصول میں تبدیلی نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے وادیٔ مکہ میں تمھارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روکے رکھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان پر قابو دے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔'' (سورۂ الفتح: 22/48...24)

فرمان الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۰﴾ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۭ بَلْ كَانُوْا

لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِیْعُوْا یُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّیْتُمْ مِّنْ قَبْلُ یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۶﴾ لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ﴿۱۸﴾

”جو لوگ آپ کی بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت ہو رہے تھے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر تھا۔ اب جو بیعت توڑے گا اسے اس کا وبال چکھنا ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ پیچھے رہنے والے اعرابی آپ سے کہیں گے: ”ہمیں اپنے اہل ومال میں بہت مصروفیت تھی۔ لہٰذا آپ ہمارے لیے بخشش کی دعا فرمائیں۔“ یاد رکھو! یہ لوگ اپنی زبانوں کے ساتھ وہ باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔ کہہ دیجیے: ”اگر اللہ تعالیٰ تمھیں کچھ نقصان یا نفع پہنچانے کا ارادہ کر لے تو کون ہے جو اللہ کی مرضی بدلنے کا اختیار رکھتا ہو؟“ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ رسول اللہ (ﷺ) اور مومن کبھی اپنے گھروں میں واپس نہ آئیں گے اور یہ چیز تمھارے دلوں کو بہت اچھی لگتی تھی اور تم مومنوں کے بارے میں بڑی بری باتیں سوچ رہے تھے۔ دراصل تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو۔ جو شخص بھی اللہ اور اس رسول پر سچا ایمان نہ رکھتا ہو ہم نے ایسے کافروں کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی۔ وہ جسے چاہے معاف کر دے، جسے چاہے سزا دے۔ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ جب تم غنیمتیں حاصل کرنے کے لیے چلو گے تو (صلح حدیبیہ سے) پیچھے رہنے والے تم سے کہیں گے: ”ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دو۔“ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام بدلنا چاہتے ہیں۔ کہہ دیجیے! ”تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ہی یہ حکم دے چکا ہے۔“ وہ کہیں گے: ”تم ہم سے حسد کرتے ہو جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بات نہیں سمجھتے مگر نہ ہونے کے برابر۔ پیچھے رہنے والے اعرابیوں سے کہہ دیجیے: ”کچھ دیر بعد تمھیں ایک سخت جنگجو قوم کے مقابلے کی دعوت دی جائے گی۔ تمھیں ان سے لڑنا ہوگا الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھیں بہترین اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تم بھاگ گئے، جس طرح پہلے بھاگ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ تمھیں دردناک عذاب دے گا۔ البتہ نابینے، لنگڑے اور بیمار شخص کو کوئی ملامت نہ ہوگی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے نہریں چلتی ہونگی اور جو شخص اعراض کرے گا اسے اللہ تعالیٰ دردناک عذاب دے گا۔ بلاشبہ اللہ

تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دلی کیفیت کو جان لیا اور ان پر سکون و اطمینان نازل فرمایا اور انہیں اس کے بدلے ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔" (الفتح:48/10...18)

مزید ارشاد ربانی ہے:

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٢٥﴾ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾ لَّقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾

"اللہ تعالیٰ ہی نے وادیٔ مکہ میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روکے رکھا جبکہ اس نے تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا، تمہیں مسجد حرام سے روکا اور تمہاری قربانیوں کو قربان گاہ میں پہنچنے سے رکاوٹ بن گئے۔ اگر مکہ میں بہت سے ایسے مومن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں پہچانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم لاعلمی میں ان کو روند ڈالو گے اور تمہیں ان کی وجہ سے شرمندگی لاحق ہوگی (تو فیصلہ کن لڑائی ہوتی۔) مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل فرماتا ہے۔ اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے تو ہم کافروں کو دردناک عذاب چکھاتے۔

جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلی نخوت اور تکبر پال لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور انہیں تقویٰ کے کلمے پر کاربند کر دیا۔ درحقیقت وہی اس مرتبے کے اہل اور حق دار تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر شے (کی قدر و قیمت) کو بخوبی جاننے والا ہے۔ یقین رکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا اور برحق خواب دکھلایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کٹواؤ گے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وہ بات جانتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس خواب کے واقع ہونے (فتح مکہ) سے پہلے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) مقدر فرما دی ہے۔

اللہ ذوالجلال نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہی اس لیے ہے کہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر کے رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی گواہی کافی ہے۔'' (الفتح:48/24...28)

❀ ابن خلدون : 34/2
❀ الروض الأنف : 38/4
❀ ابن هشام : 201/3
❀ الطبري : 627/2
❀ البداية والنهاية : 174/4
❀ عيون الأثر : 117/2

حدیبیہ
بیعت رضوان (ذی القعدہ 6ھ)
﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾
"اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی۔" (الفتح 18/48)
حدیبیہ کا مقام
میقات کی علامت
آغاز حرم کی علامت
حرم مکی کی حدود
شام کی طرف
عراق کی طرف
مدینہ منورہ
ذوالحلیفہ (آبار علی)
اہل مدینہ کے لیے میقات
بدر
مدینہ منورہ کی طرف
حجاز
ابواء
رابغ
کلومیٹر
200
150
100
50
اہل شام، مصریوں اور ان سب کے لیے میقات جو خشکی یا سمندر کے راستے ادھر سے آئیں
بحیرۂ احمر (قلزم)
مکہ مکرمہ کی طرف
عراق کی طرف
اہل عراق کے لیے میقات
ذات عرق
وادی نخلہ
نجد کی طرف
قرن المنازل
اہل نجد کے لیے میقات
عسفان
تنعیم
حدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
عرفہ
طائف
یمن کی طرف
اضاءۃ لبن
یمن کی طرف
یلملم
اہل یمن کے لیے میقات

اضافی توضیحات وتشریحات

صلح حدیبیہ ... بیعتِ رضوان

حدیبیہ: یہ حرم مکہ کی مغربی حد ہے۔ جب وادی بَکَّہ میں بیت اللہ (کعبہ) کی تعمیر ہوئی اور مکے کی آبادی حضری زندگی کی ایک مستقل بستی بنی تو اس تعمیر کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بستی کو ایک حرم (یا سیاسی اصطلاح میں ایک شہری مملکت) قرار دیتے ہوئے اس کے حدود مقرر کیے اور مختلف سمتوں میں حدود حرم پر منارے تعمیر کیے گئے۔ عہد نبوی میں یہ نہ صرف ایک قدیم چیز تھے بلکہ نبی کریم ﷺ نے ان کی مرمت بھی کرائی تھی۔ یہ اب تک چلے آرہے ہیں۔ ان میں سے ایک حد حُدَیبیہ بھی ہے۔

حدیبیہ مکے سے کوئی دس میل اور جدہ سے کوئی تیس میل پر واقع ہے۔ یہاں وہ پہاڑ جو مکے کو گھیرے ہوئے ہیں ختم ہو جاتے ہیں اور ساحلی میدان شروع ہوتا ہے۔ آغاز اسلام کے وقت یہاں ایک کنواں تو تھا جو مسافروں اور حاجیوں کے کام آتا ہوگا لیکن کسی آبادی کا ثبوت نہیں ملتا۔ غالباً زیر زمین پانی میٹھا اور کافی ہے۔ اسی لیے ببول وغیرہ کے جنگلی درخت یہاں غیر معمولی طور پر بلند نظر آتے ہیں۔ یہیں ایک درخت کے نیچے آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جان نثاری کا عہد لیا تھا۔ اس کے سائے میں مریضوں کی صحت یابی وغیرہ کے غیر اسلامی معتقدات توہم کی شکل اختیار کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اکھڑوا دیا۔ بعد میں اس کی جگہ ایک مسجد کی تعمیر عمل میں آئی۔ ترکی دور میں اس پر کوئی کتبہ نہ تھا۔ اب ترمیم وتزئین کے بعد اس پر سلطان عبدالعزیز بن سعود نام کا کتبہ پایا جاتا ہے۔ یہ مسجد نئی سڑک کے کنارے پر واقع ہے۔ خلافت راشدہ کے ایک مدت بعد یہ مقام حجاج کی ضرورتوں کے تحت آباد ہونے لگا اور یہ گاؤں کم از کم آٹھویں صدی ہجری سے شُمَیْسِیہ کہلاتا ہے اور اب پولیس کی اہم چوکی ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 7/958)

صلح حدیبیہ: سن 6 ہجری میں مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو خواب دکھلایا گیا کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور سروں کو منڈوایا اور قصر کرایا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ بروز پیر' یکم ذی قعدہ 6 ہجری کو چودہ سو مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی لے لئے' تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ جنگ کے لیے نہیں بلکہ عمرے کے لیے جارہے ہیں۔ اسلامی لشکر مکہ مکرمہ کے پاس حدیبیہ آکر مقیم ہوا۔

مشرکین مکہ کو جب اطلاع پہنچی تو وہ مزاحم ہوئے۔ نبی ﷺ نے اس مسئلے کا پرامن حل نکالنے کے لیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ مکہ والوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا۔ اس پر افواہ پھیل گئی کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کے لیے صحابہ سے بیعت لی جسے بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کچھ دنوں بعد واپس آگئے۔ اہل مکہ کی جانب سے مختلف سفیر آتے رہے۔ آخر آپ ﷺ اور اہل مکہ کے درمیان

ایک معاہدہ طے پا گیا جسے صلح حدیبیہ کہتے ہیں اور اس میں درج ذیل شرطیں طے ہوئیں:

(1) رسول اللہ (ﷺ) اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر مسلمانوں کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔ اگلے سال مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے۔ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا' صرف میان کے اندر تلواریں ہوں گی۔

(2) فریقین میں دس سال کے لیے جنگ بند رہے گی۔

(3) جو محمد (ﷺ) کے ''عہد'' میں داخل ہونا چاہے' داخل ہو سکتا ہے اور جو قریش کے عہد میں داخل ہونا چاہے' داخل ہو سکتا ہے۔

(4) قریش کا جو آدمی مسلمانوں کی پناہ میں جائے گا' مسلمان اسے قریش کے حوالے کر دیں گے' لیکن مسلمانوں کا جو آدمی قریش کی پناہ میں آئے گا قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ (تلخیص حدیث صحیح بخاری: 2732)

اس صلح کو قرآن مجید کی سورۂ فتح میں ''فتح مبین'' قرار دیا گیا کیونکہ اس کی بعض شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہونے کے باوجود ان میں خیر کے پہلو تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد قریش کی جارجیت کا مستقل خاتمہ ہو گیا اور پھر 8ھ میں فتح مکہ کے ساتھ ہی پورے عرب میں فروغ اسلام کی راہ ہموار ہوگئی۔

خیبر

(محرم 7 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝١٨ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝١٩

''یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی کیفیت جان لی اور ان پر اطمینان وسکون نازل فرمایا اور ان کو ایک قریبی فتح عطا فرمائی اور بہت سے اموال غنیمت بھی وہ حاصل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ غالب خوب حکمت والا ہے۔'' (الفتح:48/18'19)

مزید فرمان الٰہی ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝٢٧

''یقین رکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برحق سچا خواب دکھلایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کٹواؤ گے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ وہ بات جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے' لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس خواب (فتح مکہ) کے واقع ہونے سے پہلے تمہارے لیے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) مقرر فرما دی۔'' (الفتح:48/27)

خیبر کے یہودی اس دور کے جنگجو قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور پیشکش کی کہ اگر تم مسلمانوں کے خلاف جنگ کرو تو ہم تمہیں خیبر کا نصف پھل اور کھجوریں معاوضہ میں دیں گے' اسی طرح انہوں نے فدک' تیماء اور وادیٔ قری کے لوگوں سے بھی مدینہ پر حملہ کرنے کے معاہدے کیے۔

اس لیے رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں حاضر ہونے والے مسلمانوں کو ساتھ لے کر خیبر کی طرف چلے تاکہ یہودی سازشوں اور مسلمانوں کے خلاف کیے گئے معاہدوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔ اس وقت خیبر کئی قلعوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے اہم کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- نطاۃ : یہ قلعہ تین ذیلی قلعوں پر مشتمل تھا: ناعم' صَعب اور قُلّہ۔

۲- شق : یہ قلعہ بھی دو ذیلی قلعوں پر مشتمل تھا اُبی' اور بریٔ

۳- کتیبہ : یہ قموص' وطیح اور سلالم کے قلعوں پر مشتمل تھا۔

سب سے پہلے ناعم قلعہ فتح ہوا اور قلعۂ قموص پر سب سے زیادہ مزاحمت ہوئی۔ وَطیح اور سلالم صلح سے فتح ہوئے۔ فتح کے بعد بھی خیبر یہودیوں کے پاس ہی رہا' البتہ یہ طے پایا کہ مسلمانوں کو خیبر کی مکمل پیداوار کا نصف ملا کرے گا۔ (خیبر کی فتح کی طرف سورۂ فتح میں اشارات موجود ہیں۔ اور اسے فتحاً قریباً "قریبی فتح" کا نام دیا گیا ہے۔) (دیکھیے الفتح:48/18' 19' 37)

❀ ابن هشام : 217/3 ❀ الطبري : 14/3
❀ البداية والنهاية : 198/4 ❀ عيون الأثر : 138/2
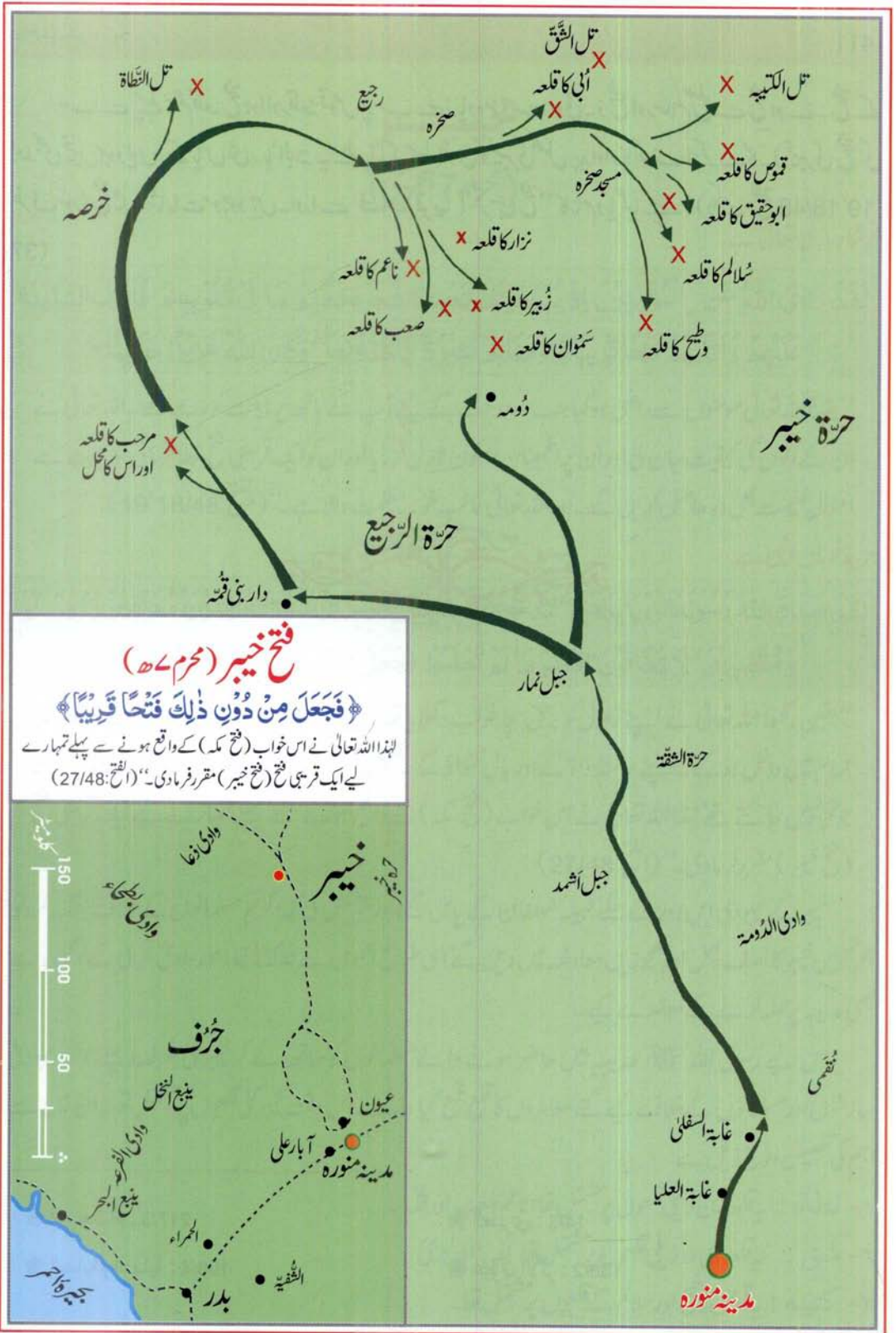
فتح خیبر (محرم ۷ھ)
﴿فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾
لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس خواب (فتح مکہ) کے واقع ہونے سے پہلے تمہارے لیے ایک قریبی فتح (فتح خیبر) مقرر فرما دی۔" (الفتح 27:48)
تل الشق
أبی کا قلعہ
تل النطاۃ
رجیع
صخرہ
تل الکتیبہ
قموص کا قلعہ
مسجد صخرہ
ابو حقیق کا قلعہ
خرصہ
نزار کا قلعہ
ناعم کا قلعہ
سُلالم کا قلعہ
زُبیر کا قلعہ
صعب کا قلعہ
سَموان کا قلعہ
وطیح کا قلعہ
دُومہ
حرۃ خیبر
مرحب کا قلعہ اور اس کا محل
حرۃ الرجیع
دار بنی قُمّہ
جبل ثمار
حرۃ الشقۃ
جبل أشمد
وادی الدُومۃ
نُقمی
غابۃ السفلیٰ
غابۃ العلیا
مدینہ منورہ
خیبر
وادی اِضم
وادی ریطا
جُرف
ینبع النخل
عیون
آبار علی
مدینہ منورہ
وادی الفرع
ینبع البحر
الحمراء
الصفیۃ
بدر
بحیرۂ احمر
150
100
50

غزوۂ خیبر

تاریخ اسلام میں خیبر کی شہرت سن 7 ہجری موافق 628ء کے غزوۂ نبوی کے باعث ہے۔ مدینے سے نکلے ہوئے بنو نضیر خیبر میں آباد ہو چکے تھے اور انہی کی انگیخت پر محاصرۂ خندق پیش آیا تھا۔ وہ مسلمانوں کی نئی مملکت کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئے تھے۔ انہی سے نبٹنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے حدیبیہ میں قریش کی منہ مانگی شرطوں پر صلح کی تھی اور قریش سے صرف یہ خواہش کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانب دار رہیں۔

غزوۂ خیبر: صلح حدیبیہ کے ایک مہینے بعد پندرہ سو کی جمعیت لے کر آپ ﷺ مدینے سے روانہ ہوئے۔

اہل خیبر اس زمانے کی عربی بستیوں کی طرح متعدد چھوٹے چھوٹے قبائلی محلوں پر مشتمل تھا۔ ہر محلے کا انتظام مستقل تھا۔ دفاعی لحاظ سے وہ لوگ سات بڑے اور متعدد چھوٹے قلعوں میں محفوظ تھے جن میں سے بعض میں منجنیقیں بھی نصب تھیں۔ سب سے پہلے ناعم کا قلعہ، پھر اندرون شہر کا قلعہ قموص فتح ہوا جو خاندان ابوالحقیق (اور ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا مسکن تھا۔ پھر حصن الشِّق اور حصن النَّطاۃ اور حصن الکتیبہ سر ہوئے۔ اس کے بعد حصن الوطیح اور حصن السُّلالم کوئی دو ہفتوں کی کشمکش کے بعد فتح ہوئے۔ فتح کے بعد آپ ﷺ نے یہودیوں کی جان بخشی کر دی۔ قبضے کے بعد اُن کو خیبر ہی میں رہنے دیا اور اس کے لیے شرط یہ رکھی کہ وہ غلے کا نصف مسلمانوں کو ادا کریں گے۔ اس جنگ میں یہودی سردار حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی جنگی قیدیوں میں آئی جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے پسند فرمایا۔

خیبر میں یہودیوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے تک رہنے دیا گیا۔ اس کے بعد انہیں جلاوطن کر دیا گیا' کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔'' (اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

خیبر: دیکھیے باب ''یہود خیبر''

عمرۂ قضاء (عمرۂ قصاص، عمرۂ قضیہ)

(ذوالقعدہ 7 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برحق سچا خواب دکھایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن واطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ پھر تم (عمرہ کی ادائیگی کے بعد) اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کٹواؤ گے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وہ بات جانتے تھے جو تم نہیں جانتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے تمہارے لیے ایک قریبی فتح مقرر فرما دی۔'' (الفتح 27/48)

صلح حدیبیہ کے عین ایک سال بعد صلح حدیبیہ کی شروط کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دو ہزار مسلمان عمرۂ قضاء کے لیے تیار ہو گئے۔ ادھر قریش کے کچھ لوگوں نے مکہ خالی کر دیا اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے وہ کہنے لگے: ''ہم محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھیوں کو عمرہ کرتے نہیں دیکھیں گے۔'' نیز قریش نے مشہور کر دیا کہ مسلمانوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ''رمل'' اور ''اضطباع'' کا حکم دیا کہ وہ اپنا داہنا کندھا ننگا کر کے پہلوانوں کی طرح اچھل اچھل کر طواف کریں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: [رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً أَرَاهُمُ الْيَوْمَ مِنْ نَفْسِهِ قُوَّةً] ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جو مشرکوں کو آج اپنی قوت دکھائے۔'' (البداية والنهاية: 227/4)

لہٰذا مسلمانوں نے آپ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے قوت کا خوب مظاہرہ کیا۔ مسلمان مکہ مکرمہ میں انتہائی شان وشوکت سے داخل ہوئے۔ مسلمانوں کو اس شہر سے ڈرا دھمکا کر ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا اور دور تک ان کا پیچھا کیا گیا تھا۔ اس کے بعد بدر واحد اور خندق کے میدانوں میں جنگیں ہو چکی تھیں اور مسلمان خیبر تک قابض ہو چکے تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کا حق بنتا تھا کہ شان وشوکت سے داخل ہوں اور رعب کے ساتھ طواف کریں۔ صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تین دن رہے۔

مسلمانوں کی اس پرشوکت آمد اور بارعب داخلے نے مکہ مکرمہ کی ایک نیک نفس معزز سردار خاتون کو انتہائی متاثر کیا اور ان کا دل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ یہ معزز خاتون میمونہ بنت حارث ہلالیہ تھیں۔ جو اپنی عمر کے چھبیسویں سال میں تھیں۔ ان کا خاوند ابورہم بن عبدالعزیٰ قریشی فوت ہو چکا تھا۔ انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار اپنی سگی بہن، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الفضل سے کیا۔ حضرت عباس یہ خبر لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش

کی: ''میمونہ بنت حارث نے آپ کے حضور نکاح کی پیشکش کی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٠﴾

''اے نبی! ہم نے آپ کے لیے وہ تمام بیویاں حلال کردی ہیں جن کو آپ نے مہر دے کر ان سے نکاح کیا ہے اور وہ مملوک لونڈیاں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنگ وغیرہ میں بطور غنیمت عطا فرمائی ہیں۔ اور آپ کی وہ عمزاد' پھوپھی زاد' ماموں زاد اور خالہ زاد جنھوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ اور وہ مومن عورت بھی جو خود نبی کریم سے نکاح کی پیشکش کرے بشرطیکہ نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ لیکن تعدد ازواج کی یہ وسعت صرف آپ کے لیے ہے۔ عام مومن حضرات کے لیے ان کی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں کے بارے میں مقرر شدہ احکام سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کو (سیاسی سماجی طور پر) کوئی مشکل اور تنگی لاحق نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (الاحزاب:50/33)

رسول اللہ ﷺ نے ان سے شادی کی اور ان کو مدینہ منورہ ساتھ لے آئے۔

❀ البداية والنهاية : 220/4 ❀ عيون الأثر : 145/2

❀ الطبري : 22/3

عمرۃ القضاء
(ذی قعدہ 7ھ)
﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ﴾
''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برحق سچا خواب دکھایا تھا۔ ان شاء اللہ تم ضرور امن و اطمینان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ پھر تم (عمرہ کی ادائیگی کے بعد) اپنے سر منڈواؤ گے اور بال کٹواؤ گے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ (الفتح: 27/48)
میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا
﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ﴾
اور وہ مومن عورت بھی جو خود نبی کریم سے نکاح کی پیشکش کرے (الاحزاب: 50/33)
عمرۃ القضاء (عمرۃ القضیہ یا عمرۃ القصاص) کا راستہ
حدود حرم مکی
مدینہ منورہ
ذوالحُلیفہ
عرج
صفراء
بدر
حجاز
الجُحفہ
رابغ البحر
مشلّل
قُدید
امج
کُدید
عُسفان
تنعیم
حُدیبیہ
جدہ
مکہ مکرمہ
ذات عرق
قرن المنازل
عرفہ
طائف
اضاۃ لبن
یلملم
بحیرۂ احمر (قلزم)
200
150
100
50
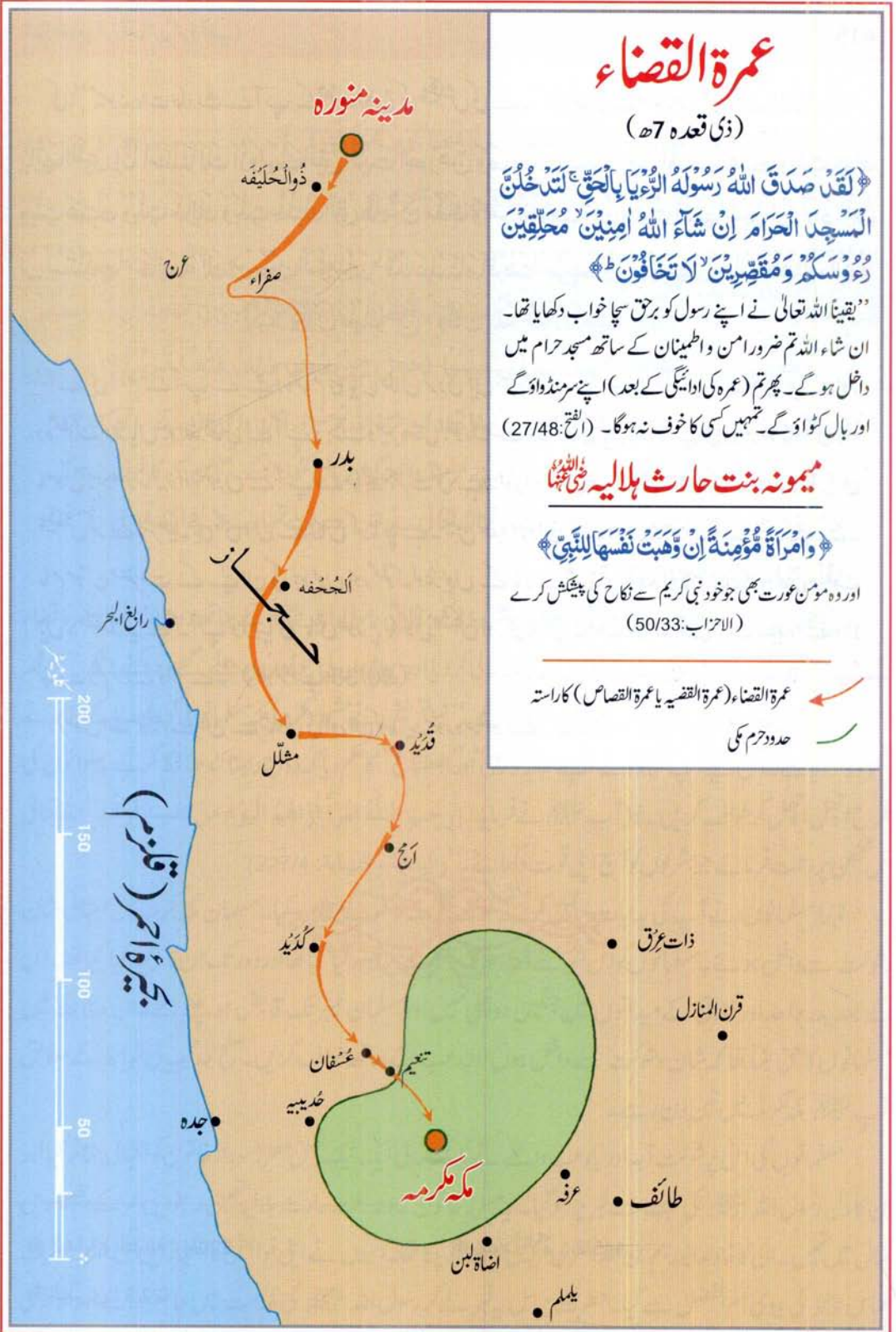
عمرة القضاء

ذی قعدہ 7 ہجری میں رسول اللہ ﷺ اس عمرے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے جس پر حدیبیہ کی صلح میں اتفاق ہوا تھا' چنانچہ آپ ﷺ نے مدینہ کا انتظام حضرت ابورُہم غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا' قربانی کے ساٹھ اونٹ ساتھ لیے اوران پر ناجیہ بن جُندب اسلمی کو مقرر فرمایا اور ایک سو گھوڑے بھی ہمراہ تھے جن پر محمد بن مَسلمہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔

پھر ذوالحلیفہ پہنچ کر احرام باندھا اور لبیک پکاری۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کے ساتھ لبیک پکاری۔ پھر سب نے اپنا سفر جاری رکھا۔ جب وادی ''یاجج'' پہنچے تو سارے ہتھیار رکھ دیے اوران کی حفاظت کے لیے اوس بن خولی انصاری رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دو سو آدمی وہیں چھوڑ دیے۔ صرف سوار کا ہتھیار یعنی میان میں رکھی ہوئی تلواریں لے کر ''کداء'' کے راستے سے جو ''حَجُون'' پر جا نکلتا ہے' مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تلواریں حمائل کیے آپ ﷺ کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ بھی لبیک پکار رہے تھے اور وہ بھی لبیک پکار رہے تھے۔ اس طرح آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ چھڑی سے حجر اسود کو چھوا' پھر سواری ہی پر طواف کیا۔ مسلمانوں نے بھی طواف کیا۔ وہ قوت وجوانمردی کی شان کے مطابق داہنے کندھے کھولے خانہ کعبہ کے گرد دوڑ رہے تھے۔ مشرکین کعبہ کے شمال میں ''قُعَیقِعان'' پہاڑ پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا تھا:

''تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آرہی ہے جسے یثرب کے وبائی بخار نے توڑ ڈالا ہے۔''

لیکن جب مسلمانوں کو دیکھا کہ دوڑ کر طواف کر رہے ہیں' تو کہنے لگے کہ یہ تو ایسے اور ایسے لوگوں سے بھی تگڑے ہیں۔ درحقیقت رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ پہلے تین چکروں میں دوڑ لگائیں' تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھلائیں' البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نہ دوڑیں' کیونکہ یہ حصہ جنوب میں تھا جسے مشرکین دیکھ نہیں رہے تھے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صفا اور مروہ کی ''سعی'' کی اوران کے سات پھیرے لگا کر مروہ کے پاس قربانی کے جانور ذبح کیے اور وہیں اپنا سر منڈوایا۔ مسلمانوں نے بھی یہی کیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں کو ''یاجج'' بھیج دیا گیا کہ وہ ہتھیاروں کی حفاظت کریں' اور جو لوگ حفاظت پر مامور تھے وہ آکر اپنا عمرہ ادا کرلیں۔

مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے تین روز قیام فرمایا۔ چوتھے روز صبح آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر مدینہ کی راہ لی۔

ذوالحلیفہ: دیکھیے باب ''بدرالکبریٰ''

کداء: یہ مکہ مکرمہ کے بلند علاقے (اعلیٰ) میں محصب کے پاس ایک چھوٹی گھاٹی ہے جو ابطح کی طرف اترتی ہے اور قبرستان (معلاۃ) اس کے دائیں طرف رہ جاتا ہے۔ (معجم البلدان فی الاعلام)

حَجُون: یہ مکہ معظّمہ کے بلند علاقے کی ایک پہاڑی ہے جس کے پاس ہی قبرستان ہے۔ یہ بیت اللہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر شمال مغرب میں ہے (معجم البلدان فی الاعلام)

جنگ موتہ (جیش اُمراء)

(جمادی الاولیٰ 8 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں کہ اس کے بدلے ان کو جنت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں کافروں کو قتل کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں قتل ہوتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکا وعدہ ہے جو تورات، انجیل اور قرآن میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنے وعدے کی وفا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے؟ لہٰذا اپنے اس سودے پر خوش رہو جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ یہ عظیم کامیابی ہے۔'' (التوبۃ:111/9)

رسول اللہ ﷺ نے 7 ہجری میں بادشاہوں اور گورنروں کو خطوط لکھے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ خطوط لے جانے والے قاصدوں میں حارث بن عمیر ازدی بھی شامل تھے جنہیں بُصریٰ کے گورنر کی طرف بھیجا گیا تھا۔ جب یہ ''موتہ'' کے مقام پر پہنچے تو قیصر کی طرف سے مقرر کردہ شام کے ایک گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی سے ان کا ٹاکرا ہوا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو قتل کر دیا۔ غزوہ موتہ شرحبیل غسانی کی سرکوبی کے سلسلے میں ہوا۔

آپ ﷺ نے تین ہزار مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا اور اس پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں گے۔ وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے۔

جب یہ لشکر موتہ پہنچا تو پتہ چلا کہ رومی ایک لاکھ سے زائد تعداد میں جمع ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے تین ہزار کا ایک لاکھ تربیت یافتہ مسلح فوج سے کیا مقابلہ؟ لیکن اسلامی لشکر بھڑ گیا۔؟ اس بے جوڑ مقابلے میں مذکورہ بالا تینوں کمانڈر شہید ہو گئے تو جھنڈا حضرت خالد بن ولید، جو سیف اللہ (اللہ تعالیٰ کی تلوار) کے لقب سے مشہور تھے، کو سنبھالنا پڑا۔ جو مزید کوئی نقصان اٹھائے بغیر لشکر کو بحفاظت نکال لائے۔ ورنہ خطرہ تھا کہ پورے کا پورا اسلامی لشکر تہِ تیغ ہو جاتا۔

ادھر مدینہ منورہ میں مسلمان اس لشکر والوں سے کہنے لگے ''آؤ بھگوڑو! تم اللہ کے راستے (میدان جنگ) سے بھاگ آئے؟'' رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا: [بَلْ أَنْتُمُ الْكَرَّارُونَ، أَنَا فِئَتُكُمْ] ''نہیں! تم تو دوبارہ حملہ کرنے والے ہو۔ میں تمہارا مرکز ہوں۔'' ظاہر ہے مرکز کی طرف مزید مدد حاصل کرنے کے لیے لوٹ آنا میدان جنگ سے فرار نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی محکم کتاب میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾

''جو شخص جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے وہ اللہ کے غصے کا مستحق بن گیا۔اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانا ہے۔ البتہ جو شخص لڑائی میں پینترہ بدلنے کے لیے پیچھے ہٹے یا مزید مدد حاصل کرنے کے لیے اپنے مرکز کا رخ کرے، وہ مجرم نہیں۔ یاد رکھو! تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا ہے اور (اے نبی کریم!) جب آپ نے ان کی طرف کنکر پھینکے تھے تو درحقیقت آپ نے اپنی قوت سے نہیں پھینکے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے (ان میں قوت وتاثیر رکھ دی تھی گویا اللہ تعالیٰ نے یہ) پھینکے تھے، تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مومنوں پر احسان فرمائے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔'' (الانفال:8/16، 17)

❀ ابن خلدون : 40/2

❀ ابن سعد : 341/1، 128/2، 234/3

❀ ابن هشام : 8/4

❀ الطبري : 37/3

❀ الكامل في التاريخ : 158/2

❀ عيون الأثر : 153/2

غزوۂ مُؤتہ
(جیش الامراء)
زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم
مُؤتہ کی جائے وقوع
بحیرۂ روم
بحیرۂ مردار
دُومۃ الجندل
صحرائے نفود
معان
تبوک
عقبہ
ایلہ
سیناء
بابلیون
فیوم
مصر
مدین
ضبا
الوجہ
العلا
خیبر
مدینہ منورہ
الاقصر
ینبع
بحیرۂ قلزم (احمر)
دریائے نیل
مہد الذہب
حجاز
رابغ
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
صحرائے نوبیہ
سوڈان
200
400
600
800
1000
کلومیٹر
اریحا
القدس
مغاور قمران
بیت اللحم
الخلیل
بلقاء
مادبا
وادی زرقاء معین
ذیبان
وادی موجب
اُردن
مُؤتہ
کرک
مزار
وادی الحسا
الحسا
طفیلہ
صحرائے نقب
وادی عربہ
شوبک
بتراء (پٹرا)
وادی موسیٰ
اذرح
معان
جفر
20
40
60
80
100
کلومیٹر

اضافی توضیحات وتشریحات

جنگ مُوتہ

مُوتہ: اردن کا ایک شہر، جو ایک زرخیز میدان میں بحیرۂ مردار کے جنوبی کونے کے مشرق میں اور کرک کے جنوب میں دو گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 731/21)

جنگ مُوتہ: شرحبیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تو نبی ﷺ نے اس کا قصاص لینے کے لیے تین ہزار کا لشکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا۔

اس لشکر نے جنوبی اردن پہنچ کر معان کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اسے معلوم ہوا کہ ہرقل ایک لاکھ کا لشکر لے کر ''مآب'' میں خیمہ زن ہے اور اس کے ساتھ مزید ایک لاکھ نصرانی عرب بھی شامل ہو گئے ہیں۔ اس اطلاع پر مسلمانوں نے دو راتیں مشورہ کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ کو لکھ کر آپ سے کمک طلب کریں یا جنگ میں کود پڑیں۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انہیں گرما دیا کہ ''اب آپ لوگ جس بات سے کترا رہے ہیں، یعنی شہادت، یہ وہی چیز ہے، جس کی طلب میں ہم نکلے ہیں۔'' پھر انہوں نے کہا: ''ہم تعداد اور قوت و کثرت کے بل پر نہیں لڑتے، بلکہ ہماری لڑائی اس دین کے بل بوتے پر ہے جس سے اللہ نے ہمیں نوازا ہے۔ ہمارے سامنے دو خوبیاں ہیں، غلبہ یا شہادت۔''

لوگوں نے کہا: ''واللہ! ابن رواحہ سچ کہتے ہیں۔'' چنانچہ انہوں نے آگے بڑھ کر ''موتہ'' میں پڑاؤ ڈال دیا، پھر وہیں لشکر کو ترتیب دیا اور لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔

اب کیا تھا، ایک خوفناک اور سنگین معرکہ شروع ہو گیا، جو تاریخ انسانی کا عجیب ترین معرکہ تھا۔ تین ہزار جانباز، دو لاکھ کے لشکر جرار کا مقابلہ کر رہے تھے اور دو بدو ڈٹے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں سے لیس رومیوں کا بھاری بھرکم لشکر دن بھر حملے کرتا اور اپنے بہت سے بہادر گنوا بیٹھتا تھا، لیکن اس مختصر سی نفری کو پسپا کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا تھا۔

مسلمانوں کا ''علم'' پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے لیا۔ وہ لڑتے رہے، یہاں تک کہ دشمن کے نیزوں میں گھِر گئے اور خلعت شہادت سے مشرف ہو کر زمین پر آ رہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے ''علم'' سنبھالا اور خوب جنگ کی۔ جب لڑائی کی شدت عروج کو پہنچی، تو وہ اپنے سرخ و سیاہ گھوڑے کی پشت سے کود پڑے، اس کی کونچیں کاٹ دیں اور وار پر وار کیے، یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ انہوں نے اب جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بلند رکھا، یہاں تک کہ ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ پھر دونوں باقی ماندہ بازوؤں کی مدد سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور وہ آسمانی فضا میں لہراتا رہا، یہاں تک کہ وہ نیزوں اور تیروں کے نوے سے زیادہ زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سارے زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں آئے تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی باری تھی۔ انہوں نے جھنڈا لیا، آگے بڑھے، پھر اپنے ممعہ نامی گھوڑے سے اتر کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم سنبھال لیا اور (جنگی

چال چلتے ہوئے) اسلامی لشکر کو بحفاظت پیچھے لے آئے۔ (ملخص از فتح الباری، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد، صحیح بخاری)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ: حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل کلبی کو بچپن ہی میں بنوقین کے غارتگروں نے چرا کر بازار میں بطور غلام فروخت کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام بن خویلد نے انہیں خرید لیا اور مکے لاکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو زمانہ بعثت سے قبل ہدیتاً حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ زید رضی اللہ عنہ کے والد حارثہ مکہ مکرمہ پہنچے تاکہ انہیں آزاد کرائیں، لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے علیحدگی گوارا نہ کی۔ اس پر آپ ﷺ نے انہیں آزادی عطا کی اور اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ یوں ان کا نام زید بن محمد (ﷺ) مشہور ہوگیا۔ (اسد الغابہ: 2/350، 351)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شادی نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی جو طلاق پر منتج ہوئی اور پھر زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ: جعفر بن ابی طالب کی کنیت ابوعبداللہ اور والدہ کا نام فاطمہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی اور ان سے دس سال بڑے تھے۔ جب ابوطالب تنگدست ہوگئے تو جعفر رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے تاکہ اپنے بھائی کے سر سے کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں جعفر رضی اللہ عنہ کا مقام چوبیسواں، اکتیسواں یا بتیسواں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ غزوہ خیبر کے موقع پر یہ حبشہ سے واپس آئے۔ غزوہ موتہ میں ان کے دونوں بازو کٹ گئے تھے۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے انہیں دو بازوؤں کے عوض دو پر عطا کر دیے ہیں جن کے ذریعے سے یہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔" اس لیے انہیں جعفر طیار کہا جانے لگا۔ (ملخص از اسد الغابہ جلد: 1۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد: 7)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ: ان کا نسب نامہ یوں ہے: عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ بن امرئ القیس الانصاری الخزرجی۔ بڑے مشہور شاعر تھے۔ عقبہ کی رات انہیں بھی نقیب مقرر کیا گیا۔ بدر اور دیگر غزوات میں حاضر ہوئے۔ جنگ بدر کی بشارت مدینہ میں لائے۔ نبی ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: عبداللہ انتہائی اچھا آدمی ہے۔ وہ غزوہ موتہ میں شہید ہوگئے۔ (الاصابہ: 4/72، 73)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: خالد بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے جلیل القدر صحابی، ایک عظیم سپہ سالار اور تاریخ ساز فاتح تھے۔ ان کی کنیت ابوسلیمان اور لقب سیف اللہ تھا۔ سلسلۂ نسب ساتویں پشت (یعنی مرہ بن کعب بن لوی) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ سے جاملتا ہے۔ صلح حدیبیہ تک کفار مکہ نے اہل اسلام کے خلاف جتنی جنگیں لڑیں ان میں وہ شریک تھے۔ عمرۃ القضاء (7ھ) کے بعد مسلمان ہوئے۔ فتنۂ ارتداد کا استیصال کرنے اور قیصر و کسریٰ کی سطوت و حشمت ختم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات ساٹھ سال کی عمر میں حمص (شام) میں ہوئی۔ (ملخص: الاصابہ، اُسد الغابہ، الاستیعاب، سیر اعلام النبلاء)

فتح مکہ

(10 رمضان 8 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور اصل فتح آ چکی اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد و تسبیح میں مشغول ہو جائیں اور مسلسل استغفار کیا کریں (یعنی آخرت کی تیاری فرمائیے۔) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔'' (النصر: 110/1...3)

رمضان 8 ہجری میں قریش نے خود ہی صلح حدیبیہ کی طے شدہ شرائط کو توڑ ڈالا جو انہوں نے بڑی ضد اور اصرار کے ساتھ منوائی تھیں۔ وہ جان چکے تھے کہ صلح حدیبیہ نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے بہترین فضا مہیا کر دی ہے۔ دو سال سے بھی کم عرصہ میں، جو کہ صلح حدیبیہ کی مدت بنی، اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ اس سے پہلے تقریباً بیس سال کے عرصے میں بھی اتنے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے۔

بات یوں بنی کہ قریش نے مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ کے خلاف ان کے دشمن بنوبکر کی مدد کی جس کے نتیجے میں خزاعہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ عمرو بن سالم خزاعی مدینے پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے مطلع کیا۔ ادھر ابوسفیان بھی مدینے آیا تاکہ شرائط صلح کی خلاف ورزی کی تلافی کر سکے لیکن کسی مسلمان نے اس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ اسے یہ کہنا پڑا۔ ''میں نے اصحاب رسول ﷺ کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا مگر میں نے کوئی قوم اپنے قائد و بادشاہ کی اس قدر فرمان بردار نہیں دیکھی۔''

8 ہجری رمضان المبارک میں آپ ﷺ نے فتح مکہ کے قصد سے چلنے کا قطعی فیصلہ فرما لیا۔ لیکن آپ نے یہ فیصلہ قریش سے مخفی رکھا۔ اتفاقاً حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کو مطلع کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ مخلص بدری مسلمان تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اس طرح قریش پر ایک احسان ہو جائے گا اور وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کا پروگرام یہ تھا کہ اچانک حملہ کیا جائے تاکہ وہ مقابلے کی کوشش نہ کر سکیں۔ اس طرح حرم پاک خون ریزی سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حاطب کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ

مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۖ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي ۚ تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ① إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ② لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ③

''اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے مشترکہ دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے دوستی کرنا چاہتے ہو حالانکہ انہوں نے تمہارے پاس آنے والے حق کا صاف انکار کیا ہے۔ انہوں نے اللہ کے رسول کو اور خود تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا صرف اس بنا پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لے آئے ہو تعجب ہے تم میرے راستہ میں اور میری رضامندی کے حصول کے لیے جہاد کے لیے بھی نکلتے ہو اور ان سے خفیہ طور پر دوستی بھی کرنا چاہتے ہو؟ (یادرکھو!) میں تمہاری ہر ظاہر اور باطن بات کو جانتا ہوں۔ جو شخص یہ طرز عمل اختیار کرے وہ سیدھے راستے سے قطعاً بھٹک چکا ہے۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے سخت دشمن ثابت ہونگے اور اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے تمہیں ہر ممکن تکلیف پہنچائیں گے۔ ان کی تو زبردست خواہش ہے کہ تم بھی کافر بن جاؤ۔ (یادرکھو!) تمہارے رشتہ دار اور آل اولاد قیامت کے دن تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔'' (الممتحنة:60/1...3)

مسلمانوں کا لشکر 10 ہزار کی تعداد میں رسول اللہ ﷺ کی زیر قیادت چلا۔ ذوطوی اور اذاخر کے مقام پر آپ ﷺ نے لشکر کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا:

① ایک حصہ حضرت زبیر بن عوام کے تحت مقرر فرمایا کہ وہ مکہ کی شمالی جانب سے داخل ہو۔

② دوسرا حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں جنوبی جانب سے داخل ہوا۔

③ تیسرا قیس بن سعد بن عبادہ کے ماتحت مغربی جانب سے داخل ہوا۔

④ چوتھا ابوعبیدہ بن جراح کی زیر ہدایت جبل ہند کی طرف سے داخل ہوا۔

⑤ پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ''حجون'' کے مقام پر پہنچا جو کہ اسلامی لشکر کا مرکز تھا۔

اس اچانک حملے نے قریش کو بدحواس کر دیا۔ ان کو یقین ہوگیا کہ وہ مزاحمت نہیں کر سکتے' لہٰذا یہ ''نبی مہاجر'' (ﷺ) اپنے لشکر کے ساتھ فاتحانہ شان سے بیس رمضان المبارک 8 ہجری کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اس وقت آپ بار بار سورۂ نصر کی تلاوت فرما رہے تھے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ① وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ② فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ③

''جب اللہ کی مدد آچکی اور واضح فتح حاصل ہوگئی اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہورہے ہیں۔ سو آپ اپنے رب کی تحمید و تسبیح میں مشغول ہوجائیں اور مسلسل استغفار کیا کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (النصر:110/1...3)

آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا ساتھ ساتھ آپ یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿٨١﴾

''کہہ دیجیے! حق آگیا اور باطل ختم ہوگیا۔ بلاشبہ باطل ختم ہونے والی چیز ہے۔'' (الاسراء:17/81)

پھر عام معافی کا اعلان فرمایا: [اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ] ''جاؤ! تم سب آزاد ہو۔'' (تاریخ الطبری:3/174)

دل فتح ہوگئے اور تمام قریش خوشی خوشی دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔ سب کو یقین آچکا تھا کہ اسلام ہی حق ہے جزیرۂ عرب سے بت پرستی ہوا ہوگئی۔ بالخصوص قریش اور ثقیف کے اسلام قبول کرنے کے بعد اور آئندہ سال 9ہجری میں جزیرۂ عرب کے کونے کونے سے وفد آنے لگے اور اپنے اسلام کا اعلان کرنے لگے۔ حتی کہ اس سال کو عام الوفود کہا جانے لگا۔

❀ ابن خلدون : 42/2 ❀ الطبري : 51/3

❀ ابن سعد : 135/2 ❀ الكامل في التاريخ : 163/2

❀ ابن هشام : 30/4 ❀ عيون الأثر : 167/2

❀ البداية والنهاية : 285/4

فتح مکہ (20 رمضان 8ھ)
﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ﴾
"جب آ جائے مدد اللہ کی اور فتح" (النصر: 1/110)
ذی طُویٰ
اذاخر
عراق کا راستہ
ابوعبیدہ بن جراح
جبل ہند
الحجون
قبر خدیجہ رضی اللہ عنہا
عرفات کا راستہ
کداء
قیس بن سعد بن عبادہ
مکہ مکرمہ
مسجد الحرام
مروہ
صفا
بیت رسول اللہ ﷺ
خندمہ
جبل ابی قُبیس
خالد بن ولید
جدہ کا راستہ
اجیاد
یمن کا راستہ

فتح مکہ

حدیبیہ میں جو معاہدہ فریقین کے مابین طے پایا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔ نیز قبائل عرب کو اختیار ہے کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں مل سکتے ہیں۔ اور فریقین میں سے کسی کو دوسرے کے حلیف پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کے باوجود قبیلہ بنوخزاعہ جو مسلمانوں کا حلیف بن گیا تھا اس کے حریف بنو بکر قریش کے معاون بن گئے اور ان کی حمایت میں قریش نے حرم کے اندر بنوخزاعہ کو قتل کیا۔ اس سانحہ کے بعد بنوخزاعہ کے لوگ شکایت لے کر دربار محمدی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ مقتولین کا خوں بہا ادا کریں یا بنو بکر کی حمایت چھوڑ دیں' ورنہ پھر اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

یہ شرائط سن کر قریش کی جانب سے قرطہ بن عمر نے کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے (زرقانی جلد 2)۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا قاصد قریش کا یہ فیصلہ سن کر مدینہ طیبہ روانہ ہو گیا' تو بعد میں قریش کو ندامت ہوئی۔ انہوں نے فوراً ابوسفیان کو تجدید عہد کے لیے مدینہ بھیجا۔ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے مگر اب رسول اللہ ﷺ کعبہ شریف کو بتوں کی نحوست سے پاک کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ نے تجدید عہد سے گریز کیا اور ابوسفیان کے لوٹ جانے کے بعد تطہیر کعبہ کے لیے لشکر کشی کی تیاریاں شروع فرما دیں۔ غرض 10 رمضان المبارک 8ھ کو آپ ﷺ مکہ مشرفہ کی طرف بڑھے۔ دس ہزار مسلح جاں نثار ہمرکاب تھے۔ مرالظہر ان میں جو مکہ معظّمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر تھا محمدی فوج فروکش ہوئی۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق تمام فوج نے الگ الگ آگ روشن کی جس سے تمام صحرا وادی ایمن بن گیا۔ قریش کو بھی خبر پہنچ چکی تھی' انہوں نے تحقیق حال کی لیے حکیم بن حزام (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے)' ابوسفیان اور بُدَیل بن ورقاء کو بھیجا۔

خیمہ نبوی کے محافظ دستہ نے انہیں گرفتار کر کے بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گویا ہوئے کہ اب کفر کے استیصال کا وقت آ گیا ہے۔ مگر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ان کی جان بخشی کی استدعا کی' جسے شرف قبولیت سے نوازا گیا۔ ابوسفیان کے گزشتہ تمام کارنامے سب کے سامنے تھے۔ ان میں سے ہر ایک فعل اس کے قتل کا متقاضی تھا۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے بے پایاں عفو سے کام لیتے ہوئے چپکے سے ابوسفیان سے کہہ دیا لاتخف (مت ڈرو)۔ اس خلق عظیم کا اثر قلب ابوسفیان پر اس قدر جلد ہوا کہ وہ فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ انہیں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کریں تا کہ الٰہی افواج کے جلال کا مظاہرہ کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد لشکر اسلام موج در موج مکہ مکرمہ کی طرف بڑھا۔ آپ نے مکہ معظّمہ پہنچ کر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو علم نبوی مقام حجون میں نصب کرنے کا فرمایا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسلامی فوج کی کمان کرتے ہوئے زیریں علاقہ سے داخل ہونے کا حکم صادر فرمایا اور خود بالائی سمت سے تشریف لائے۔ (صحیح بخاری' کتاب المغازی)

قریش میں اس لشکر جرار کے مقابلہ کی جرأت نہیں تھی۔ انہیں جان کے لالے پڑ گئے۔ لیکن رحمت للعالمین ﷺ نے اپنے جاں نثاروں سے فرمایا کہ جب تک کوئی شخص حملہ آور نہ ہو اس پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو آدمی ابوسفیان کے گھر پناہ لے اسے امان دی جائے۔ جو آدمی اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے پر چڑھائی نہ کی جائے۔ جو کوئی کعبہ شریف میں داخل ہو جائے اسے امن دیا جائے اور جو شخص بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب فتح مکہ، حدیث: 1780)

فتح مکہ کے موقع پر نبی علیہ السلام نے منیٰ میں خیف بنی کنانہ کے مقام پر قیام فرمایا تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں کفار نے مسلمانوں کے خلاف باہم متحد رہنے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ (بخاری جلد 1)

کعبۃ اللہ، جو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار تھا، اس کی آغوش میں 360 بت جاگزیں تھے جنہیں امام الانبیاء ﷺ لاٹھی کی ٹھوکر سے گراتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے تھے: ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کعبہ شریف میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بت بھی تھے جن کے ہاتھ میں تیر دے رکھے تھے۔ نبی علیہ السلام نے انہیں اور دیگر سب بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرا کر باہر پھنکوا دیا۔ آپ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کعبہ کی دیواروں پر جتنی تصویریں بنی ہیں انہیں مٹا دیں۔ جب کعبہ شریف شرک کی آلائشوں سے پاک صاف ہو گیا تو نبی علیہ السلام نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے چابی طلب فرمائی اور حضرت بلال اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ کعبہ شریف میں داخل ہو کر نوافل ادا فرمائے۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

اس کے بعد آپ نے قریش کے سامنے توحید و رسالت پر مبنی ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں عام معافی کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا: (لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ) ''تم سے آج کوئی مواخذہ نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

20 رمضان المبارک 8ھ بروز جمعہ مکہ معظّمہ فتح ہوا۔ اور دس یا پندرہ دن قیام کرنے کے بعد حضور ﷺ حنین تشریف لے گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی علیہ السلام کے ساتھ ہم دس دن مکہ میں رہے اور نماز قصر پڑھتے رہے۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں 19 دن قیام کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)

فتح مکہ کے سیاسی اثرات: مکہ معظّمہ فتح ہونے کے بعد قریش کا جاہ و جلال اور شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ عرب کے تمام قبائل اس انتظار میں تھے کہ قریش اور مسلمانوں میں سے کون سا فریق غالب اور فاتح بنتا ہے، تاکہ وہ بھی اسی کی رفاقت اختیار کریں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی تصویر ساری دنیا نے دیکھ لی:

﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ ''جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ گئی اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج دین اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔''

9ھ میں قبائل عرب کے نمائندہ وفود اس کثرت سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے کہ اس سال کا نام ہی ''عام الوفود'' مشہور ہو گیا۔ بنو تمیم' ملوک حمیر' اہل نجران' سلامان' ازد' ہمدان' ملوک کندہ' عبد قیس' بنو حنیفہ' کندہ' وائل بن حجر' مذحج' محارب' حضر موت' عبس' خولان اور طے کے وفود آئے۔ گویا کہ سارا عرب اڈ کر پروانہ وار شمع رسالت کے گرد جمع ہو گیا۔

مرالظہران مَرّ یامُرّ کڑوے کو کہتے ہیں۔ مرالظہران مکہ سے مدینہ کے راستے پر 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کو وادی فاطمہ بھی کہتے ہیں۔

کدید: مکہ سے مدینے کے راستے پر عسفان اور قدید کے درمیان ایک وادی ہے جس میں پانی بکثرت ہوتا ہے۔ یہاں کھجور کے باغات ہیں۔ فتح مکہ کے سفر میں آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام نے روزہ رکھا ہوا تھا۔ جب کدید پہنچے تو روزے سے صحابہ کو خاصی مشقت ہوئی' لہٰذا آپ ﷺ نے روزہ افطار کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی افطار کر دیا۔ (معجم ما استعجم: 1119/4' 1120)

حجون: دیکھیے باب ''عمرۃ القضاء''۔

حنین اور طائف

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّ یَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۟ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۟ ثُمَّ یَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟

''اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد فرمائی، خصوصاً ''حنین'' میں (بھی تمہاری مدد فرمائی۔) جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا، لیکن تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور کافروں کو عذاب میں مبتلا کیا۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت غفور رحیم ہے۔'' (التوبۃ:9/25...27)

20 رمضان 8 ہجری کی فتح مکہ کے بعد ہوازن اور ثقیف میں سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ بت پرستی کا خاتمہ ہو چکا تھا اور یہ دونوں قبیلے سمجھتے تھے کہ قریش کے بعد اب مسلمانوں کا اگلا ہدف اور نشانہ ہم ہی ہونگے۔ ان کے عقل مند لوگ کہنے لگے: ''اب محمد (ﷺ) کے سامنے ہم تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔'' اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ آپ کے حملہ آور ہونے سے قبل ہم آپ پر حملہ کر دیں۔ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نصری نے اپنے قبیلے اور ثقیف کو اکٹھا کر لیا۔ اردگرد کے قبائل بنو نصر، جشم، سعد بن بکر اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی ان سے مل گئے۔ البتہ ہوازن میں سے کعب اور کلاب کے قبائل شریک نہ ہوئے۔ بنو جشم میں ایک جہاندیدہ شخص دُرید بن صِمہ بھی تھا جس کی عمر 120 سال ہو چکی تھی اور اس کی نظر بھی جاتی رہی تھی۔ وہ لڑائی میں حصہ تو نہیں لے سکتا تھا البتہ اس کے مشورے، جنگی تجربے اور مہارت و معرفت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔

بنو ثقیف کا سردار کنانہ بن عبد یالیل تھا۔ اس کے ساتھ قارب بن اسود بن مسعود بن معتب بھی اہم شخص تھا۔ بنو مالک میں ذوالخمار سُبَیع بن حارث اور اس کا بھائی احمر بن حارث تھے۔ لیکن تمام لوگوں کا اصل قائد مالک بن عوف نصری ہی تھا۔ وہ فوج کے ساتھ ساتھ لوگوں کے تمام اموال واولاد بھی میدان جنگ میں لے آیا تھا۔ اس نے ہوازن کے علاقے میں وادی اوطاس میں پڑاؤ ڈالا۔ اس کے پاس بیس ہزار سے زائد جنگجو تھے۔

آپ ﷺ 6 شوال 8 ہجری میں 12 ہزار کے لشکر کے ساتھ ان کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کے لشکر میں دس ہزار تو فتح مکہ والا لشکر تھا اور دو ہزار مکہ کے نومسلم تھے۔ آپ ﷺ 10 شوال کو وادیٔ حنین میں پہنچے۔ مالک بن عوف بھی اپنے لشکر سمیت وادیٔ اوطاس سے اٹھ کر وادیٔ حنین میں آ گیا۔ دُرَید بن صِمّہ کے مشورے سے کچھ لشکری وادی کی گھاٹیوں اور تنگ راستوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ مسلمان لشکر پر اچانک پل پڑیں۔ آپ نے وادیٔ حنین میں اپنا لشکر اتارا۔ ان کے سامنے کفار کے گھڑ سوار جنگجو تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا۔ ادھر ہوازن اور ثقیف کے تیرانداز دستوں نے مسلمانوں کے گھوڑوں پر یکبارگی تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اور آپ کے قریبی چند صحابہ ثابت قدم رہے۔ پھر آپ کی کوششوں سے بھاگنے والے بھی واپس لوٹ آئے۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ایسا زوردار حملہ کیا کہ شکست فتح میں بدل گئی۔ مندرجہ ذیل آیات میں اسی صورت حال کا تذکرہ ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر تمہاری مدد فرمائی، خصوصاً ''حنین'' میں (بھی تمہاری مدد فرمائی۔) جب تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا، لیکن تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور کافروں کو عذاب میں مبتلا کیا۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت غفور رحیم ہے۔'' (التوبۃ: 25/9...... 27)

بنو ہوازن پسپا ہوئے تو ایسے بکھرے کہ جدھر منہ اٹھا، بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ تو طائف کے قلعہ میں پناہ گزین ہوگئے۔ مالک بن عوف بھی ان میں شامل تھا۔ کچھ واپس اوطاس میں چلے گئے اور وہاں مورچہ بند ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعری کی زیر قیادت ایک لشکر ان کی طرف روانہ فرمایا۔ خود آپ ﷺ نے طائف کی طرف رخ کیا اور جا کر ان کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ بیس سے زائد دن تک جاری رہا۔ طائف والے قلعہ کے اندر سے پتھر وغیرہ پھینکتے تھے۔ آپ نے نوفل بن معاویہ سے پوچھا: [مَا تَرٰى فِي الْمَقَامِ عَلَيْهِمْ] (تاریخ الطبری: 187/3) ''کیا خیال ہے؟ ٹھہرنا چاہیے؟'' وہ کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! یوں سمجھیں، لومڑ بل میں داخل ہوگیا ہے۔ آپ صبر سے بیٹھے رہیں گے تو آخر کار پکڑ لیں گے اور اگر چھوڑ کر چل دیں گے تو وہ آپ کا کوئی نقصان نہ کر سکے گا۔'' جناب رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا: [اِنَّا قَافِلُوْنَ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ] (صحیح البخاری، التوحید، حدیث: 7480) ''کل ہم واپس چلیں گے ان شاء اللہ۔''

''ثقیف سمجھ گئے کہ جب سب عرب بیعت کر کے مسلمان ہو چکے ہیں تو ہم اکیلے کیسے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں' لہٰذا انہوں نے اپنا ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا۔ یہ رمضان المبارک 9 ہجری کی بات ہے۔ آپ نے ان سے اس شرط پر مصالحت کر لی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ آپ نے ان پر حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی کو امیر مقرر فرمایا۔ اس طرح عرب کے ساتھ جس جنگ کا آغاز بدر سے ہوا تھا وہ حنین میں ختم ہوگئی۔ یہ دونوں جنگیں بہت اہم ہیں۔ اس لیے عموماً ان کو اکٹھا ذکر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے بدر و حنین۔

❀ ابن خلدون : 45/2
❀ ابن هشام : 64/4
❀ البداية والنهاية : 322/4
❀ الطبري : 72/3
❀ الكامل في التاريخ : 177/2
❀ عيون الأثر : 187/2

غزوۂ حنین (شوال ۸ھ/ فروری ۶۳۰ء)
﴿وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا﴾
"اور دن حنین کے (بھی) جب کہ خوش فہمی میں ڈال دیا تھا تم کو تمہاری کثرت نے، پس نہ کام آئی وہ تمہارے کچھ بھی۔" (التوبة: 25/9)
اردن
عراق
فارس (ایران)
سعودی عرب
جزیرہ نمائے عرب
خلیج فارس
خلیج عمان
عمان
سوڈان
بحیرۂ احمر (قلزم)
اریٹیریا
یمن
بحیرۂ عرب
حبشہ
خلیج عدن
جدہ
جعرانہ
مکہ مکرمہ
طائف
بحیرۂ احمر
100
50
کلومیٹر
طائف کا راستہ
مشرکوں کی حنین کی طرف پیش قدمی
مضیق
زیمہ
مسلمانوں نے بنو ثقیف کا تعاقب کیا
مسلمانوں نے ہوازن کا تعاقب کیا
وادی اوطاس
جعرانہ
مال غنیمت کی منتقلی
شرائع
وادی حنین
اسلامی لشکر کی حنین کی طرف پیش قدمی
وادی حنین میں مشرکوں کی کمین گاہ
بنو ثقیف کی طائف کی طرف واپسی
مکہ مکرمہ

اضافی توضیحات وتشریحات

حنین وطائف

حنین: یہ مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک تنگ اور دشوار گزار گھاٹی تھی۔ جو مؤلف یا جغرافیہ نگار اس کا ذکر کرتے ہیں وہ متضاد روایتیں بیان کرتے ہیں۔ [دراصل یہ گھاٹی مکے سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھی، لیکن] کوئی مکے سے اسے اونٹ کی ایک روزہ مسافت، کوئی دو اور کوئی چار دن کی مسافت قرار دیتا ہے۔ بظاہر یہ محض ایک غیر آباد اور بے آب و گیاہ مقام تھا جو 8ھ کے غزوہ نبوی کے باعث تاریخ اسلام میں شہرت پا گیا اور بعد میں کبھی آباد نہ ہوا۔ چونکہ دشمن نے اپنی عورتوں، بچوں اور ریوڑوں کے ساتھ یہاں پڑاؤ ڈالا تھا، اس لیے یقین کرنا چاہیے کہ یہاں پانی کافی تھا، اور اس بنا پر کچھ سرسبزی اور شاید نخلستان بھی ہو۔

غزوۂ حنین: فتح مکہ کے بعد جب خفیہ اطلاعات اور پھر خصوصی فرستادہ جاسوسوں سے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ قبائل ہوازن مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے پیش قدمی کر کے ان کو شکست دی اور مفروروں کے تعاقب میں پہلے اوطاس آئے اور پھر آپ طائف تشریف لے گئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 696/8)

حنین کے بعد آپ نے طائف کا رخ کیا۔ راستے میں مالک بن عوف نصری کے قلعے سے گزرے، تو اسے ڈھانے کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ طائف پہنچے، تو دشمن ایک سال کی خوراک کا انتظام کر کے قلعہ بند ہو چکا تھا، لہٰذا اس کا محاصرہ کر لیا۔ پہلے مسلمانوں کا پڑاؤ قریب تھا، اس لیے دشمن نے تدبیر بنا کر مسلمانوں کو زخمی کر دیا، لہٰذا وہ اس مقام پر اٹھ آئے جہاں طائف کی مسجد ہے۔ مسلمانوں نے دشمن کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کے لیے کئی تدبیریں اختیار کیں، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔

محاصرے کو تقریباً بیس دن اور ایک روایت کے مطابق پورا مہینہ گزر گیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے نوفل بن معاویہ دیلمی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا: ''لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے، اگر آپ ڈٹ گئے تو پکڑ لیں گے۔ اگر چھوڑ بھی دیں تو یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے کوچ کا اعلان فرما دیا۔ (تجلیات نبوت، ص: 316، 317)

طائف: طائف مکہ مکرمہ سے 96 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ مزید دیکھیے باب ''قریتان'' (دو بستیاں)۔

تبوک (غزوۃ العسرۃ)

(رجب 9 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی کریم اور مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی ہے جو انتہائی تنگی کے وقت میں نبی کریم کے ساتھ (تبوک) گئے جب کہ بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے ہونے لگے تھے۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہت نرمی اور شفقت کرنے والا ہے۔ خصوصاً تین اشخاص کی توبہ قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کر دیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ جب زمین باوجود وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنے آپ سے تنگ آ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں علاوہ اس کے دامنِ عفو کے۔ تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ (التوبۃ: 117/9، 118)

رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا کہ رومیوں نے شام میں لشکر کثیر جمع کر لیا ہے بلکہ انہوں نے کچھ لشکر بلقاء (اردن) میں بھی بھیج دیا ہے۔ اب دو ہی طریقے تھے یا تو ان کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا کھلا موقع دیا جاتا یا شام جا کر ان سے دفاعی جنگ لڑی جاتی۔

رسول اللہ ﷺ نے دوسرا طریقہ پسند کیا کیونکہ یہ قوت وغیرت اور عزت والا راستہ تھا۔ آپ نے تبوک کی طرف نکلنے کا اعلانِ عام فرما دیا۔ صورتِ حال یہ تھی کہ انتہائی تنگدستی کا وقت تھا' گرمی شدید تھی اور قحط سالی بھی تھی۔ مگر تیس ہزار مجاہدین کا لشکر تیار ہو گیا۔ جن کے ساتھ دس ہزار شہسوار تھے۔

رسول اللہ ﷺ رجب 9 ہجری میں چلے اور تبوک میں خیمہ زن ہوئے۔ لیکن اس وقت تک رومی مسلمانوں کی جرأت دیکھ کر واپس جا چکے تھے' اس لیے آپ نے اردگرد کے علاقے میں کارروائی شروع کر دی اور تبوک کو مرکز قرار دیا۔ آپ نے حضرت خالد بن ولید کو دُومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ اَیلہ کا حکمران ”یُوحَنّا بن رُؤبہ“ خود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جزیہ دینا قبول کیا۔ اسی طرح ”جرْبَاء“ اور ”اَذْرح“ کے حکمران بھی خود حاضر ہوئے اور جزیہ پر مصالحت کی۔

غزوۂ تبوک سے چند چیزوں کا گہرا تعلق ہے اور ان کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہوا:

① تنگی کا وقت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿117﴾ وَّعَلَي الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿118﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی کریم اور مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی ہے جنہوں نے انتہائی تنگی کے وقت میں نبی کریم کا ساتھ دیا جب کہ کچھ لوگوں کے دل ٹیڑھے ہونے لگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں توبہ کی توفیق دی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہت شفقت ورحمت رکھتا ہے۔ خصوصاً وہ تین اشخاص جن کا فیصلہ مؤخر کردیا گیا تھا' حتیٰ کہ جب زمین باوجود وسیع ہونے کے ان کے لیے تنگ ہوگئی بلکہ وہ خود اپنے آپ سے بھی تنگ آگئے اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ سے بچنے کی کوئی گنجائش نہیں سوائے اسی کے دامنِ عفو کے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ تاکہ وہ دوبارہ یہ غلطی نہ کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (التوبۃ: 117'118/9)

② رونے والے: رسول اللہ ﷺ نے تبوک کی طرف نکلنے کا اعلان عام فرمایا تو کچھ صحابہ آکر آپ سے کہنے لگے: ''ہمیں سواری مہیا فرمایئے'' آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میرے پاس تمہارے لیے کوئی سواری نہیں۔'' وہ روتے ہوئے واپس چلے گئے کیونکہ ان کے لیے جہاد سے پیچھے رہنا بھی بہت شاق تھا اور ان کے پاس تھا بھی کچھ نہیں تھا کہ اخراجات یا سواری کا انتظام کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی کی بابت یہ آیت نازل فرمائی:

وَّلَا عَلَي الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿92﴾

''ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس آئے تھے کہ آپ انہیں سواری مہیا فرمائیں مگر آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس بھی کوئی گنجائش نہیں کہ میں تمہیں سواری مہیا کرسکوں۔ تو وہ آنکھوں سے آنسو برساتے ہوئے اس غم میں واپس لوٹے کہ ہمارے پاس اخراجات کے لیے کوئی چیز نہیں۔'' (التوبۃ: 92/9)

یہ رونے والے بنوعمرو بن عوف بن عمیر انصاری قبیلہ کے سات آدمی تھے: سالم بن عمیر' ثعلبہ بن زید' عبداللہ بن مغفل

عُلبہ بن زید' عمرو بن حمام بن جموح' ہرمی بن عبداللہ اور عرباض بن ساریہ فزاری۔

بنو واقف قبیلہ سے ایک شخص تھے: حرمی بن عمرو۔

بنو مازن بن نجار سے بھی ایک شخص تھے: عبدالرحمٰن بن کعب۔

بنو معلّٰی میں سے سلمان بن صخر۔

بنو حارثہ میں سے عبدالرحمان بن یزید۔

بنو سلمہ میں سے عمرو بن عَنَمہ اور عبداللہ بن عمرو مُزنی۔

بعض کے نزدیک مُقرّن کے تین بیٹے معقل' سوید اور نعمان اور بعض کے نزدیک ان سے مراد ابو موسیٰ اشعری اور ان کے دوسرے یمنی ساتھی۔

③ **مُخَلَّفُوْن (جھوٹے بہانے تراش کر پیچھے رہنے والے):** رسول اللہ ﷺ نے تبوک کا عزم فرمایا تو کچھ اعرابیوں نے جنگ میں شرکت سے بچنے کے لیے جھوٹے عذر پیش کیے۔ یہ بنو غفار کے بیاسی (82) آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں معذور تسلیم نہیں فرمایا۔ ان کی بابت فرمایا:

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾

''اگر قریبی غنیمت اور معمولی سفر ہوتا تو یہ ضرور بھاگے بھاگے جاتے' لیکن سفر زیادہ تھا اور وہ مشقت برداشت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ آپ کے سامنے قسمیں اٹھائیں گے کہ ''اگر ہم طاقت رکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ جاتے۔'' دراصل یہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا مگر آپ نے ان کو پیچھے رہنے کی اجازت کیوں دی؟ جب کہ آپ کے لیے ابھی ان کا سچ اور جھوٹ واضح نہیں ہوا تھا۔ آپ سے پیچھے رہنے کی اجازت وہ لوگ طلب نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ تو اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ اور متقی لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔'' (التوبۃ: 42/9......44)

انہی کے متعلق مزید فرمان الٰہی ہے:

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

''عذر پیش کرنے والے اعرابی آئے کہ انہیں جنگ میں نہ جانے کی اجازت دی جائے اور اللہ اوراس کے رسول سے جھوٹ بولنے والے گھروں ہی میں بیٹھ رہے۔ عنقریب ان کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔''(سورۃ التوبۃ:90/9)

④ **تین پیچھے رہنے والے:** کچھ مسلمان لوگ مخلص ہونے کے باوجود سستی کر بیٹھے حتیٰ کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے حالانکہ وہ شک اور نفاق سے کوسوں دور تھے۔ یہ تین اشخاص تھے:

- کعب بن مالک بن ابی کعب: ان کا تعلق بنومسلمہ سے تھا۔
- ہلال بن امیہ: ان کا تعلق بنو واقف سے تھا۔
- مرارہ بن ربیع: ان کا تعلق بنوعمرو بن عوف سے تھا۔

ان کے علاوہ ایک چوتھے شخص بھی تھے مگر یہ بعد میں اکیلے چل کر تبوک میں نبی کریم ﷺ سے جا ملے تھے۔ گویا انہوں نے اپنی غلطی کا تدارک کرلیا۔ ان کا نام ابوخیثمہ عبداللہ بن خیثمہ انصاری تھا۔ ان کا تعلق بنوسالم سے تھا۔

یہ مخلص لوگ تھے۔ ان کے اسلام میں کوئی شک نہ تھا۔ واپسی کے بعد ان کو دلچسپ مگر مفید سزا دی گئی۔ کہ ان کا بائیکاٹ کردیا گیا حالانکہ وہ لوگوں میں اور اپنے گھروں میں آزاد پھرتے تھے۔ یہ بائیکاٹ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا بے مثال نمونہ تھا۔ پچاس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ (درج ذیل آیات میں ان کی توبہ کی قبولیت کا بیان ہے۔) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی کریم اور مہاجرین وانصار کی توبہ قبول فرمائی ہے جو انتہائی تنگی کے وقت میں نبی کریم کے ساتھ (تبوک) گئے جب کہ بعض لوگوں کے دل ٹیڑھے ہونے لگے تھے۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہت نرمی اور شفقت کرنے والے ہیں۔ خصوصاً تین اشخاص کی توبہ قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کردیا گیا تھا۔ حتیٰ کہ جب زمین باوجود وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنے آپ سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں علاوہ اس کے دامنِ عفو کے۔ تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تاکہ وہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کریں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔'' (التوبۃ: 117/9، 118)

⑤ **منافقین:** یہ ظاہراً مسلمان تھے اور باطناً کافر۔ ان کا سرخیل عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا جو ہجرت سے قبل یثرب کی سربراہی کے خواب دیکھا کرتا تھا جو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے چکنا چور ہو گئے۔

انہوں نے اپنے مال کی سلامتی کی خاطر اسلامی قوت کے سامنے سر تونگوں کر دیے مگر در پردہ اسلام کے خلاف سازشوں میں لگ گئے۔ ان کا ایمان واعتقاد سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یہ لوگ اپنے ذاتی مفادات کی خاطر مسلمان بن کر رہتے تھے۔ یہ لوگ دوزخ کے اندر سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔ **ارشاد باری تعالیٰ ہے:**

> اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

''بلاشبہ یہ منافقین آگ کے سب سے نچلے گڑھے میں جائیں گے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (النساء: 145/4)

ان منافقین کے بارے میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خصوصی معتمد اور رازدان تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منافقین کی پوری تفصیل بتائی تھی۔ کوئی اور صحابی انہیں معین طور پر نہ جانتا تھا۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو دیکھتے حضرت حذیفہ جنازے میں موجود ہیں؟ اگر وہ موجود ہوتے تو حضرت عمر جنازہ پڑھا دیتے۔ ورنہ واپس تشریف لے آتے۔

ان منافقین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾

''کچھ لوگ اللہ کے رسول سے پیچھے رہ کر مدینہ میں بیٹھ کر بہت خوش ہیں۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنے جان ومال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کریں۔ بلکہ انہوں نے دوسرے لوگوں سے بھی کہا: ''اتنی گرمی میں نہ نکلو'' کہہ دیجیے! جہنم کی آگ کی گرمی اس سے بہت زیادہ ہے۔ کاش انہیں سمجھ ہوتی۔ انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ یہ ان کے بداعمال کا بدلہ ہے۔'' (التوبۃ: 81/9، 82)

⑥ **سابقون اَوّلون:** سورۂ توبہ میں جہاں غزوۂ تبوک کے واقعات کا ذکر ہے وہاں سابقون اولون کا بھی ذکر ہے۔ ان کے بارے میں مفسرین کی آرا مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں: ''ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ رضوان کی تھی۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو بیعتِ رضوان سے پہلے مسلمان ہوئے اور اسلام پر قائم رہے۔ یہ سابقون اولون ہیں اور جو بیعت کے بعد مسلمان ہوئے وہ سابقون اولون میں شامل نہیں۔'' یہ بھی کہا گیا ہے: ''ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے

ساتھ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی اور وہ بدر و اُحد میں شامل ہوئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے مراد وہ صحابہ ہیں جو ہجرت اور نصرت میں آگے رہے۔ ان کے نزدیک جو ہجرت میں آگے ہیں وہ اسلام کے لحاظ سے بھی آگے ہیں۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ جو اسلام لانے میں آگے ہے وہ ہجرت میں بھی آگے ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

"مہاجرین و انصار میں سے سبقت لے جانے والے اوّلین لوگ اور جو صحابہ ان کے بعد ایمان لائے اور نیکی پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا وہ اس سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن میں نہریں اور دریا بہتے ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی عظیم کامیابی ہے۔" (التوبۃ: 100/9)

- ابن خلدون: 44/2
- ابن سعد: 165/2
- ابن هشام: 118/4
- أسد الغابة: 93/5
- البداية والنهاية: 2/5
- تاريخ الطبري: 102/2، 100/3
- تفسير الطبري: 213/6، 6/7
- روح المعاني: 231/6
- فتح القدير: 393/2
- الكامل في التاريخ: 189/2
- عيون الأثر: 216/2
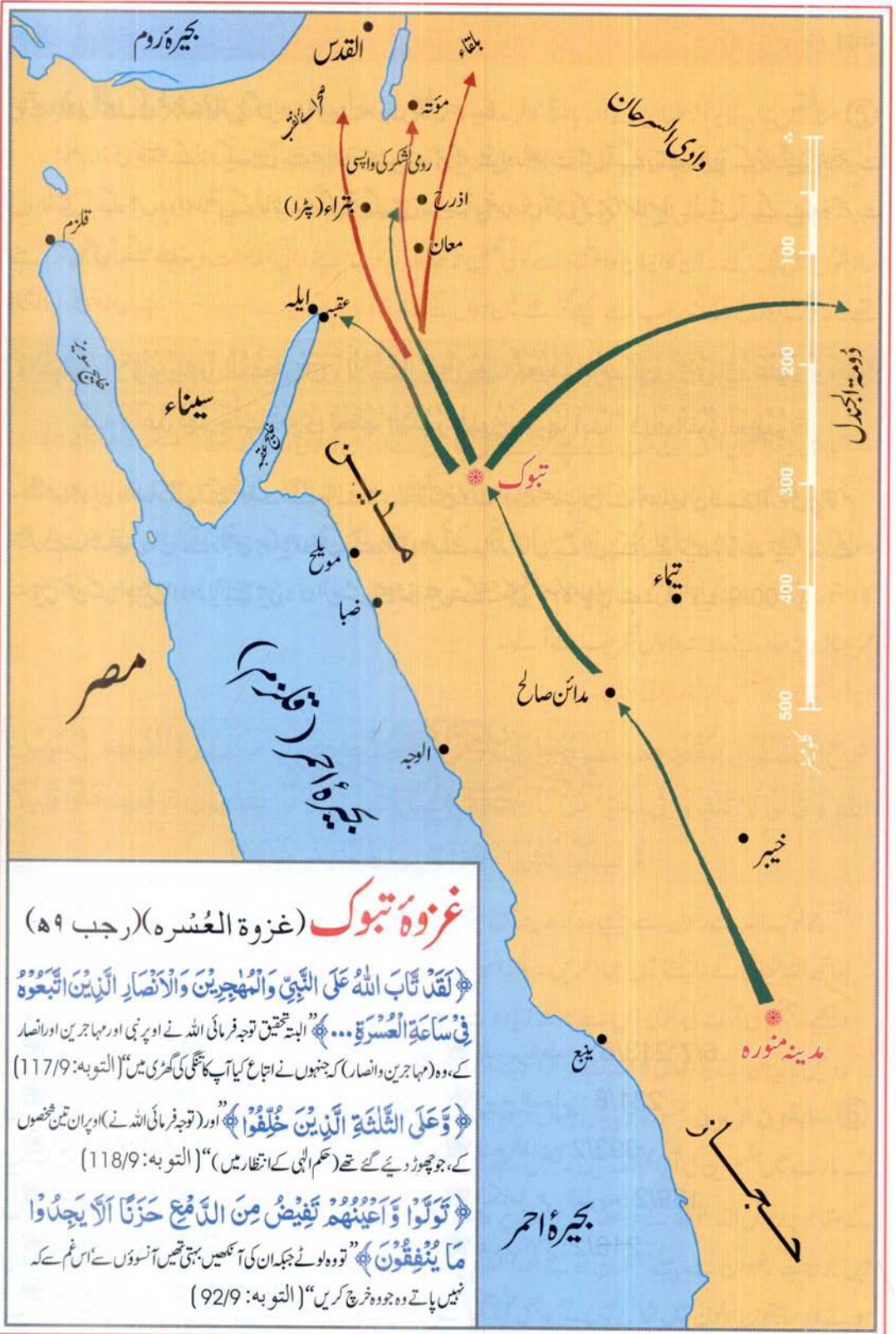
بحیرۂ روم
القدس
بلقاء
مؤتہ
بحر مردار
رومی لشکر کی واپسی
وادی السرحان
اذرح
بتراء (پٹرا)
قلزم
معان
عقبہ
ایلہ
دومۃ الجندل
سیناء
مدین
تبوک
مویلح
تیماء
ضبا
مصر
بحیرۂ احمر (قلزم)
مدائن صالح
الوجہ
خیبر
مدینہ منورہ
ینبع
حجاز
بحیرۂ احمر
100
200
300
400
500
کلومیٹر
غزوۂ تبوک (غزوۃ العُسرہ) (رجب ۹ھ)
﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ ...﴾ "البتہ تحقیق توجہ فرمائی اللہ نے اوپر نبی اور مہاجرین اور انصار کے، وہ (مہاجرین وانصار) کہ جنھوں نے اتباع کیا آپ کا تنگی کی گھڑی میں" (التوبہ: 117/9)
﴿وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ "اور (توجہ فرمائی اللہ نے) اوپر ان تین شخصوں کے، جو چھوڑ دیے گئے تھے (حکم الٰہی کے انتظار میں)" (التوبہ: 118/9)
﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾ "تو وہ لوٹے جبکہ ان کی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے اس غم سے کہ نہیں پاتے وہ جو وہ خرچ کریں" (التوبہ: 92/9)

حطم بن ہند البکری

حطم بن ہند یمامہ سے تجارت کے لیے مدینہ آیا اور یہاں اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر وہ یمامہ پہنچا تو مرتد ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ذی قعدہ کے مہینے میں قافلے کے ساتھ اناج لے کر مکہ روانہ ہوا۔ مسلمانوں کو علم ہوا تو انھوں نے حطم سے غلہ چھین لینے کا ارادہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُحِلُّوا۟ شَعَٰٓئِرَ ٱللَّهِ وَلَا ٱلشَّهْرَ ٱلْحَرَامَ وَلَا ٱلْهَدْىَ وَلَا ٱلْقَلَٰٓئِدَ وَلَآ ءَآمِّينَ ٱلْبَيْتَ ٱلْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَٰنًا ﴾ ”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی بے حرمتی نہ کرو، نہ ادب والے مہینوں کی، نہ حرم میں قربان ہونے والے اور پٹے پہنائے گئے جانوروں کی جو کعبہ کو جا رہے ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے اپنے رب تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا جوئی کی نیت سے جا رہے ہوں۔“ (المائدۃ: 2/5)

غزوۂ تبوک (غزوۃ العسرۃ)

تبوک مدینے سے دمشق کے نصف راستے پر ہے۔ تبوک میں جہاں نبی ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے' وہاں اب ایک مسجد بنی ہوئی ہے' جو 1245ھ میں ایک ترک فوجی افسر نے اپنے خرچ پر بنوائی تھی۔ اسی جگہ پہلے لکڑی کی بنی ہوئی مسجد تھی۔ ان دنوں اس مسجد میں ادارہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مرکز بھی قائم ہے۔ اور اس سے متصل ایک پرانا ترکی قلعہ ہے' جو اب جیل کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ (سفر نامہ ارض القرآن)

چشمے کا معجزہ: مسجد کے قریب ہی ایک چشمہ ہے جس کے گرد وسیع منڈیر بنی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ چشمہ ہے جس کے متعلق صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابھی تبوک کے راستے میں تھے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''کل تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے۔ تمہارے وہاں پہنچتے پہنچتے چاشت کا وقت ہو جائے گا۔ تم میں سے جو شخص وہاں پہلے پہنچ جائے' اس چشمہ کے پانی کو استعمال نہ کرے۔'' جب لشکر اسلام وہاں پہنچا' تو دیکھا کہ دو آدمی پہلے سے وہاں پہنچے ہوئے ہیں اور چشمہ سے قطرہ قطرہ کرکے پانی نکل رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے دریافت فرمایا کہ تم نے اس چشمہ کا پانی استعمال کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ ﷺ نے ان دونوں پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چلوؤں سے ایک برتن میں اس چشمہ کا پانی جمع کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے اپنا چہرہ مبارک اور ہاتھ دھوئے اور اسے چشمہ میں ڈال دیا۔ اس کے گرتے ہی چشمے سے بے تحاشا پانی ابل کر نکلنا شروع ہوا جسے تمام لشکر اسلامی نے استعمال کیا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمایا: ''اے معاذ! اگر تمہاری زندگی رہی تو تم اس علاقہ کو باغوں سے بھرا ہوا پاؤ گے''...... (سفر نامہ ارض القرآن)

مولانا مودودی کہتے ہیں تبوک کے محکمہ شرعیہ کے رئیس شیخ صالح نے بتایا کہ یہ چشمہ دو سال پہلے تک پونے چودہ سو سال سے مسلسل ابلتا رہا۔ بعد میں نشیبی علاقوں میں ٹیوب ویل کھودے گئے تو اس چشمے کا پانی ان ٹیوب ویلز کی طرف منتقل ہو گیا۔ تقریباً پچیس ٹیوب ویلز میں تقسیم ہو جانے کے بعد اب یہ چشمہ خشک ہو گیا ہے۔ اس کے بعد شیخ صالح ہمیں ایک ٹیوب ویل کی طرف بھی لے گئے جہاں ہم نے دیکھا کہ چار انچ کا ایک پائپ لگا ہوا ہے اور کسی مشین کے بغیر اس سے پانی پورے زور سے نکل رہا ہے۔ قریب قریب یہی کیفیت دوسرے ٹیوب ویلز کی بھی ہمیں بتائی گئی۔ یہ نبی ﷺ کے معجزے ہی کی برکت ہے کہ آج تبوک میں اس کثرت سے پانی موجود ہے کہ مدینہ اور خیبر کے سوا ہمیں کہیں اتنا پانی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبوک کا پانی ان دونوں جگہوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس پانی سے فائدہ اٹھا کر اب تبوک میں ہر طرف باغ لگائے جارہے ہیں اور نبی ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق تبوک کا علاقہ باغوں سے بھرا ہوا ہے اور دن بدن بھرتا

جارہا ہے۔(سفرنامہ ارض القرآن)

اس کے بعد مولانا مودودی بیان کرتے ہیں کہ پھر شیخ صالح کے ساتھ تبوک کا شہر دیکھنے کے لیے نکل گئے۔ یہ شہر نہایت تیزی سے ترقی کررہا ہے۔ ہر طرف پختہ اور جدید طرز کی عمارتیں بن رہی ہیں۔کوئی اہم یا غیر اہم چیز ایسی نہیں ہے' جو اس کے بازاروں میں نہ مل سکتی ہو۔ پھل تو یہاں سعودی عرب کے تمام دوسرے مقامات کی بہ نسبت سستے اور وافر ملتے ہیں' کیونکہ لبنان اور فلسطین کی طرف سے پھلوں کے جوٹرک سعودی عرب آتے ہیں سب کے آنے کا راستہ یہی ہے۔اب تبوک سعودی عرب کا بہت بڑا فوجی مرکز ہے۔(سفرنامہ ارض القرآن' ص:220 تا224)

تبوک کی آبادی 75 ہزار سے زیادہ ہے۔

یومِ حج اکبر

(9ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ② وَ اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ
يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ
وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑤ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ
مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ⑥ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ
اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑦ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ
وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ
سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ
تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪
وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ
اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ
وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑬ قَاتِلُوْهُمْ
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ⑭ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ
قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑮ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ
اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ فِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٨﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿٢١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکین کے خلاف اعلان براءت ہے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ (اے مشرکو!) چار ماہ تک تم زمین میں چل پھر لو اور یقین رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں کے سامنے حج اکبر کے دن اعلان عام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری اور بیزار ہیں۔ اگر تم شرک سے توبہ کر لو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ (اے نبی!) آپ ان کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیں۔ البتہ جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور انہوں نے معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی مدد نہیں کی تو ان کے ساتھ تم ان کا معاہدہ مقررہ مدت تک قائم رکھو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقین سے محبت رکھتا ہے۔ پھر جب حرمت والے (چار) مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، گرفتار کرو، محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات میں بیٹھو۔ اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو انہیں چھوڑ دو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیں تاکہ وہ اللہ کا کلام سن سکے، پھر اس کو اس کے گھر تک امن سے پہنچائیے۔ یہ (رعایت) اس لیے ہے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ معاہدہ کیسے (معتبر) ہو سکتا ہے بجز ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا تھا۔ جب تک وہ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ وہ تم سے کیسے مخلص ہو سکتے ہیں حالانکہ اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو وہ تمہارے بارے میں نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ رکھیں گے نہ عہد کا۔ وہ صرف اپنی زبانوں (باتوں ہی) سے تمہیں خوش کرتے ہیں، ورنہ ان کے دل تمہارے سخت خلاف ہیں۔ نیز ان میں سے اکثر لوگ فاسق اور بدعہد ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات تبدیل

کر کے دنیا کا ذلیل مال حاصل کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ یہ انتہائی برے کام کرتے ہیں۔ وہ کسی مومن کے بارے میں رشتہ داری کا لحاظ رکھیں گے نہ عہد کا۔ یہی لوگ زیادتی کرنے والے ہیں۔ اگر یہ لوگ توبہ کرلیں، نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور ہم جاننے والوں (اہل علم) کے لیے اپنے احکام کی تفصیل اور وضاحت بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر وہ پختہ عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو کفر کے ان اماموں سے لڑائی کرو۔ ان کے کسی عہد و پیمان کا کچھ اعتبار نہیں۔ (اس لیے لڑائی کرو کہ) شاید یہ لوگ باز آجائیں۔ کیا تم ان لوگوں سے لڑائی نہیں کرتے؟ جنہوں نے عہد توڑے رسول کو نکالنے کا پختہ عزم کیا اور خود تم سے لڑائی چھیڑی؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم صاحب ایمان ہو۔ ان سے خوب لڑو۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب (سزا) دے گا، انہیں رسوا کرے گا، تمہاری مدد فرمائے گا، مومنین کے دلوں کو خوش کردے گا اور ان کے دلوں کا غصہ دھرے کا دھرارہ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے توبہ قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب علم وحکمت والا ہے۔ کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تمہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی معلوم ہی نہیں کیا کہ تم میں سے کن لوگوں نے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو اپنا راز دان اور دلی دوست نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔

مشرکین کو زیبا نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدیں آباد کریں جبکہ وہ کفر پر قائم ودائم ہیں۔ ایسے لوگوں کے نیک عمل ضائع ہوجایا کرتے ہیں اور یہ آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کی مسجدیں تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر پختہ ایمان رکھتے ہوں، نماز قائم کرتے ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔ بہت ممکن ہے کہ ایسے لوگ ہدایت یافتہ بن جائیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو آباد کرنا اتنی فضیلت رکھتا ہے جو اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر پختہ ایمان رکھتا ہے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ یہ ہرگز اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان ومال سے جہاد کیا اللہ کے نزدیک ان کا درجہ بہت بلند ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب ان کو اپنی رحمت، رضامندی اور جنت کی خوشخبری دیتا ہے جہاں کی نعمتیں ہمیشہ قائم ودائم رہیں گی۔ وہ خود بھی وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم اجر وثواب تیار ہے۔

اے ایمان والو! اپنے آباء واجداد اور بھائی بندوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیتے ہوں۔ جو شخص ان سے گہرا تعلق رکھے گا تو (یقیناً) ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔" (التوبۃ: 9/1......23)

مزید فرمان الٰہی ہے:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ

الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿١٩٨﴾

''کوئی حرج اور گناہ نہیں کہ دورانِ سفر حج میں اللہ کا فضل تلاش کرو (تجارت کرو۔) پھر جب تم عرفات سے واپس آ ؤ تو مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور اس کو اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمھیں ہدایت نصیب فرمائی ہے۔ بلاشبہ تم اس سے پہلے صریح گمراہ تھے۔'' (البقرۃ:198/2)

حج اکبر سے مراد عرفات کا حج ہے جبکہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ حج اکبر کے دن سے مراد یوم نحر ہے اور اس کو اکبر اس لیے کہا گیا کہ یہ حج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ہوا تھا۔

باقی رہا حجۃ الوداع! تو اسے حجۃ البلاغ اور حجۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے۔ یہ 10 ہجری میں ہوا۔ یہ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری حج تھا۔ اس کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں کیا۔ اس حج میں آپ نے عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خصوصی اعلان یہ تھا:

''سب لوگ برابر ہیں وہ کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتے ہوں، کسی علاقے سے متعلق ہوں اور کسی بھی خاندان میں پیدا ہوئے ہوں۔''

اسلام پھیل جانے کے بعد حج کے چند مشہور راستے یہ تھے:

① حج کا شامی راستہ۔ ② حج کا عراقی راستہ۔ ③ حج کا مصری راستہ ④ حج کا یمنی راستہ۔

❀ ابن هشام: 352/2 ❀ صفوة التفاسير: 521/1
❀ البداية والنهاية: 109/5 ❀ الطبري: 148/3
❀ التفسير المنير: 102/10 ❀ الكشاف: 246/2

یوم الحج الاکبر (ذی الحجۃ ۹ ھ)
﴿ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ... ﴾
"اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے لوگوں کی طرف، دن حج اکبر کے، کہ بے شک اللہ دست بردار ہے مشرکین سے اور اس کا رسول (بھی)، پس اگر تم توبہ کرلو تو یہ بہتر ہے تمہارے لیے (التوبہ: 2/9)
وادی ابراہیم
جبل نور
غار حراء
بئر مُغیصر
الحجون
مکہ مکرمہ
بیت الحرام
جبل ثقبہ
محصّب (بطحاء مکہ)
منحر
(قربان گاہ)
منیٰ
جمرات
مسجد خیف
جبل ثبیر
جبل ستار
وادی عرنہ
موقف
مشعر الحرام
مسجد مزدلفہ
مزدلفہ
غار ثور
جبل ثور
وادی
جبل سعد
جبل القصار
عرفات (عرفہ)
جبل الرحمۃ
عرفات کی دو نشانیاں
جبل نمرہ
مسجد نمرہ
عابدیہ
وادی عرنہ
طائف کا راستہ
عین زبیدہ
وادی نعمان
﴿ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ﴾
"پھر جب لوٹو تم عرفات سے، تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر حرام کے" (البقرۃ: 198/2)
★ عرفات مکہ سے ۲۲ کلو میٹر مشرق میں واقع ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:
اَلْحَجُّ عَرَفَةُ (حج عرفات میں وقوف کا نام ہے)

بحیرۂ روم
طرق
اسکندریہ
قاہرہ
شام
دمشق
القدس
عمّان
اردن
صحرائے شام
عراق
بغداد
کوفہ
دریائے دجلہ
دریائے فرات
شط العرب
اصفہان
یزد
فارس (ایران)
زاہدان
شیراز
بوشہر
بندر عباس
خلیج فارس
عقبہ
ایلہ
سیناء
صحرائے نفود
مدین
الاحساء
اسیوط
مصر
اسوان
مدینہ منورہ
نجد
حجاز
مکہ مکرمہ
جدّہ
عیذاب
بحیرۂ احمر
دریائے نیل
صحرائے نوبیہ
بورسودان (پورٹ سوڈان)
سودان
بحیرۂ قلزم
ربع الخالی
ظفار
خلیج عمان
مسقط
عمان
حضر موت
صنعاء
یمن
عدن
بحیرۂ عرب
سقوطرہ (یمن)
بحر ہند
خلیج عدن
حبشہ
قرن افریقہ (صومالیہ)
100
600
400
200
حج
﴿وَ اَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ﴾ ”اور تو اعلان کر دے لوگوں میں حج کا، وہ آئیں گے تیرے پاس پیدل اور (سوار ہو کر) اور پر ہر دبلے (پتلے) اونٹ کے وہ (اونٹ) آئیں گے ہر دور دراز راستے سے“ (الحج: 27/22)

شام
دمشق
کسوہ
خان ذنون
غباغب
صنمین
ازرع
شیخ مسکین
طبریہ
مزیریب
مفرق
فلسطین
القدس
عمّان
خان الزبیب
قلعۃ البلقاء
قطرانہ
حسا
عنیزہ
معان
بطن الغول
عقبہ
ایلہ
مدورہ
سیناء
حالہ عمار
ذات الحاج
بئر ابن ہرماس
تبوک
محطب
وادی الأثلجیّہ
قلعۃ الخضر
قلعۃ المعظم
دار الحمراء
مطیلع
الرحم
حجر
العلا
بدیع
بئر الجدید
مصورہ
زمرد
تصویرہ
مدرج
ہدیہ
جدعہ
ابوالنعم
اصطبل عنتر
بویر
بواطہ
بئر نصیر
مدینہ منورہ
مصر
صحرائے نفود
ترکی
شام
عراق
فارس (ایران)
بحیرہ روم
جزیرہ نمائے عرب
عمان
یمن
بحیرۂ عرب
افریقہ
صومالیہ
200
400
600
800
شام سے آنے والے
حاجیوں کا راستہ
عباسی دور میں اور اس کے بعد

حج کا عراقی راستہ
عباسی عہد میں اور اس کے بعد
الجزیرہ
دریائے فرات
عراق
بغداد
دریائے دجلہ
فارس
سواد
کوفہ
قادسیہ
نجف
عین السید (عذیب)
خان الرحبة
ابوقرون
برکة مغیثة
برکة حمد
برکة الجمام
برکة المسجد
قرعاء
برکة الظلمات
شراف
واقصة
برکة عنا مین
برکة العقبة
قاع
رفا
برکة الجمیمة
قاع
برکة زبالة
برکة العصافیر
شحیات
شقوق (برکة العشاء)
برکة العرائش
عرق اللبید
ثعلبیة
عرق الطہور
عرق لوازم (خزیمة)
زرود الوسط
اجفر
فید
توزی
سمیراء
بعائث (حاجز)
نقرہ (معدن القرشی)
مغیثہ
اخاکیہ
بئر نفازی
ماوان
مدینہ منورہ
برابو مغیر
برکة ابو مغیر
برکة ابو سلیم
السلیلہ
ربذہ
وادی العقیق
بئر عمق
معدن بنی سلیم (مہد الذہب)
حجاز
صغینہ
ملح
غمرہ (ذی کندہ)
بستان
ذات عرق
سولہ
جدہ
مکہ مکرمہ
بحیرۂ احمر
صحرائے نفود
صحرائے دہناء
وادی الرمہ
الرس
بصرہ
کاظمہ
خلیج فارس
الاحساء
800
600
400
200
بحیرہ قزوین
ترکی
عراق
شام
فارس (ایران)
بحیرۂ روم
مصر
جزیرہ نمائے عرب
خلیج فارس
عمان
سوڈان
بحیرۂ احمر
یمن
بحیرۂ عرب
صومالیہ
افریقہ
حبشہ
بحر ہند

حج کے مصری راستے
بری اور بحری
(عباسی دور میں اور اس کے بعد)
بحیرۂ روم
نیل کا ڈیلٹا
فسطاط
(قاہرہ)
القدس
اردن
صحرائے نفود
وادی سرحان
سویس (سویز)
وادی الحاج
جمال الحمراء
عقبہ
ایلہ
سیناء
مصر
تبوک
وادی الاخضر
وادی القاع
وادی جزل
قلعۃ الازلم
برکۃ عنتر
الوجہ
بئر القصیر
حنک
ام لج
بئر نبط
حریرہ
مدینہ منورہ
سوق
بدر
ینبع
الرایس
مستورہ
رابغ
قضیمہ
خلیص
عسفان
جدہ
جموم
مکہ مکرمہ
طائف
لیث
نوبیہ
بحیرۂ احمر (بحر قلزم)
مغایر شعیب
شرقہ
مویلح
ضبا
غردقہ
سفاجہ
قصیر
قنا
قوص
بلبینا
اخمیم
ابوتیج
اسیوط
منفلوط
مینا
فیوم
بنی سویف
اسکر
بئر السلول
بئر الجندی
بئر دنقاش
بئر شمون
بئر ماسوط
بئر ام قبور
بئر ماتویت
بئر الشاذلی
حمیثرا
بئر ابرق
بئر ابوسعط
مرسی شعب
عیذاب
حلایب
حدربہ
دریائے نیل
وادی الغمرہ
وادی الحمض
ترکی
عراق
شام
بحیرۂ روم
فارس (ایران)
جزیرہ نمائے عرب
مصر
خلیج فارس
خلیج عمان
عمان
بحیرۂ عرب
یمن
سوڈان
خلیج عدن
صومالیہ
حبشہ
بحر ہند

مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
نجد
لیث
بیشہ
قنفذہ
خمیس مشیط
ابہا
درب
عرب
نجران
ظہران الیمن
صبیا
جیزان
فرسان
صعدہ
حرض
خمر
عبس
قنادس
قمران
مصوع
دہلک
صنعاء
معبر
ذمار
یریم
حدیدہ
ضحی
مخادر
بیت الفقیہ
اب
زبید
سیانی
زقر
حنیش
یمن
تعز
حیس
کرش
دمنہ خدیر
لحج
(حوط)
عدن
عصب
خلیج عدن
جبشہ
ترکی
شام
عراق
ایران (فارس)
بحیرۂ روم
خلیج فارس
مصر
عمان
بحیرۂ عرب
سودان
صومالیہ
جبشہ
بحرِ ہند
100
200
300
400
حج کے یمنی راستے
جدید ذرائع آمد و رفت رائج ہونے سے پہلے

کعبہ شریف کی چابی

(کعبہ شریف کا دروازہ)

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا منظر

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کا سامنے والا حصہ

یوم الحج الاکبر

یوم حج اکبر سے مراد یوم النحر (دس ذوالحجہ) ہے کیونکہ اس میں حج کے اکثر اعمال سرانجام دیے جاتے ہیں۔اس دن کو حج اکبر اس لیے بھی کہتے ہیں کہ عمرے کے مقابلے میں ہے۔عمرے کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر کہتے ہیں۔عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جو حج جمعہ والے دن آئے وہ حج اکبر ہوتا ہے، یہ بے اصل ہے۔(احسن البیان' ص:468)

مشرکین کو حج کی ممانعت: غزوۂ تبوک کے بعد سن 9 ہجری میں جب سورۂ توبہ نازل ہوئی جس میں مشرکین سے براءت کا ذکر ہے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حکم کی تبلیغ کے لیے امیر الحج مقرر کر کے مکہ مکرمہ سے روانہ کیا۔ آپ ﷺ خود اس لیے نہ گئے کہ وہاں مشرکوں سے اختلاط کا خطرہ تھا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا نائب بنا کر بھیج دیا تاکہ یوم الحج الاکبر (یوم النحر) کو اللہ کا یہ حکم پہنچا دیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا جو منیٰ میں اعلان کر رہے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے اور کوئی ننگا ہوکر بیت اللہ کا طواف بھی نہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ (مشرکوں سے) براءت کا اعلان کرتے رہے۔(صحیح البخاری' التفسیر' باب واذان من اللّٰہ ورسولہ ...... حدیث: 4656 و تفسیر ابن کثیر: 2/1226' 1227)

حجۃ الوداع

فتح مکہ کے بعد یہ فرمان نازل ہوا:

﴿إِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَأَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ أَفۡوَاجاً فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡهُ إِنَّهٗ کَانَ تَوَّابًا﴾

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ گئی اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں، تو آپ اپنے رب کی حمد کی تسبیح پڑھیں اور استغفار کریں۔ یقیناً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

نبی کریم ﷺ سمجھ گئے کہ وقت رحلت قریب آ گیا ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ شریعت اور اخلاق کے تمام اساسی اصول مجمع عام میں پیش کر دیے جائیں۔ ہجرت کے بعد اب تک 9 برس گزر چکے تھے مگر آپ ﷺ نے فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ چنانچہ ذی قعدہ 10 ھ میں اعلان ہوا کہ امام الانبیاء ﷺ حج کے ارادہ سے مکہ مشرفہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر سو پھیل گئی اور شرفِ ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمڈ آیا۔

حج کے لیے روانگی: ہفتہ کے دن 26 ذی قعدہ کو آپ ﷺ نے غسل فرمایا اور احرام کی چادر اور تہبند باندھا۔ نماز ظہر کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی ہوئی۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ساتھ تھیں۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ' جو مدینہ منورہ کی میقات ہے' پہنچ کر شب بھر قیام فرمایا۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے جسم پر عطر افشانی کی۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعت ادا فرمائی۔ احرام کی نیت فرمائی اور قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر بلند آواز سے تلبیہ پکارا:

(لَبَّیۡکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکُ إِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَةَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ)

''ہم حاضر ہیں، اے اللہ! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں' اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ بیشک تمام تعریف اور نعمت اور سلطنت سب تیرے ہی لیے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔''

انسانوں کا ایک تلاطم خیز سمندر آپ ﷺ کے آگے پیچھے' دائیں بائیں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ کم وبیش لاکھ سوا لاکھ کا جم غفیر تھا۔ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ کے قریب سَرِف (وادی فاطمہ) پہنچ کر غسل فرمایا۔ دوسرے دن اتوار 4 ذوالحجہ کو صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا یہ سفر 9 دن میں طے ہوا تھا۔ جب کعبہ شریف پر نظر پڑی تو فرمایا: یا اللہ! اس گھر کے عز وشرف کو دوبالا کر دے۔ پھر کعبہ کا طواف ادا فرمایا۔ پہلے تین چکر رمل (کندھا ہلا کر اور اکڑا کر چلنا) کے ساتھ اور باقی چار چکر عام چال سے پورے فرمائے۔ طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم پر تشریف لائے اور یہ آیت پڑھی: ﴿وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرَاهِیۡمَ مُصَلًّی﴾ ''اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔''

یہاں دو نفل ادا کیے۔ پہلی رکعت میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُون اور دوسری میں قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھی۔ پھر سعی کے لیے صفا و مروہ کی طرف تشریف لائے۔ سات چکر ادا کر لینے کے بعد اعلان فرمایا کہ جن کے پاس قربانی کے جانور ہیں' وہ احرام نہ کھولیں اور باقی آدمی حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جنہیں یمن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربانی کے اونٹ لانے کو بھیجا گیا تھا وہ ایک سو اونٹ اور یمن کے حجاج کا قافلہ لے کر آ پہنچے۔ جمعرات کے روز آٹھ ذوالحجہ کو صبح سورج طلوع ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ پر تشریف لے گئے جہاں ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور نویں تاریخ کی نماز صبح ادا فرمائیں۔ جمعہ کے دن نویں تاریخ کو منیٰ سے عرفات روانہ ہوئے۔ نمرہ میں کمبل کا ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا' وہاں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد ناقہ پر سوار ہو کر میدانِ عرفات میں تشریف لائے اور ناقہ ہی پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا فرمائیں۔ پھر موقف میں تشریف لائے۔ دیر تک قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا میں مصروف رہے۔ جب آفتاب ڈوبنے لگا تو چلنے کی تیاری فرمائی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ ادا فرمائیں۔ رات آرام فرمانے کے بعد صبح نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اونٹنی پر پیچھے بیٹھے تھے۔ وادی محسّر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مجھے کنکریاں چن دیں۔ جمرۂ عقبہ کی رَمیُ سے فارغ ہو کر میدانِ منیٰ میں تشریف لائے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔

منیٰ میں آپ نے ایک سو اونٹ کی قربانی ادا فرمائی۔ 63 اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ اطہر سے ذبح کیے اور 37 کی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قربانی کی۔ قربانی سے فارغ ہو کر سر مبارک معمر بن عبداللہ سے منڈوایا۔ فرطِ محبت سے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا کو اپنے دستِ مبارک سے کچھ بال عنایت فرمائے۔ اور باقی ماندہ بال ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک' دو دو کر کے تقسیم کر دیے۔ بعد ازاں طوافِ زیارت کیا۔ پھر چاہِ زمزم پر تشریف لائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور منیٰ واپس تشریف لے جا کر نماز ظہر ادا فرمائی۔ 13 ذی الحجہ سہ شنبہ تک منیٰ میں قیام فرمایا۔ زوال کے بعد منیٰ سے چل کر وادی محصب (معابدہ) میں قیام کیا۔ رات وہاں بسر فرمائی اور سحری کے وقت مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ کعبہ شریف کا الوداعی طواف ادا فرمایا اور نماز صبح کے بعد مدینہ منورہ کو روانگی فرمائی۔ (صحیح مسلم. باب حجة النبی' ابوداود. باب حجة النبی' الأشهر الحرم وغیرہ)

ارتداد کے خلاف جنگیں
(11'12 ہجری)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

''محمد (ﷺ) اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول گذر چکے ہیں۔ اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا تم دین سے مرتد ہو جاؤ گے؟ جو شخص مرتد ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے گا اور اللہ تعالیٰ (دین پر قائم رہنے والے) شکر گزاروں کو ضرور اجر عطا فرمائے گا۔'' (آلِ عمران:144/3)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسی قوم لے آئے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ وہ مومنین کے لیے بہت نرم اور کافروں پر بڑے سخت ہونگے۔ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا خوب علم والا ہے۔'' (المائدة:54/5)

مفسرین کہتے ہیں: ''اس آیت ﴿فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ﴾ میں مذکورہ قوم سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے مرتدین اور منکرین لوگوں سے لڑائیاں لڑیں۔

رسول اللہ ﷺ جب اللہ کو پیارے ہوگئے تو بہت سے اعرابی قبائل مرتد ہوگئے۔ صرف مکہ اور مدینہ ہی فتنۂ ارتداد سے محفوظ رہے۔ بعض قبائل نماز کے قائل تھے لیکن زکوۃ دینے سے انکاری تھے اور بعض قبائل جھوٹے مدعیانِ نبوت کے پیچھے لگ گئے۔ مثلاً: مسیلمہ کذاب، طلیحہ اسدی اور سجاح وغیرہ۔

خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے استیصال کے لیے گیارہ لشکر بھیجے۔ آپ کے کندھوں پر جو

بھاری اور اہم ذمہ داری آن پڑی تھی اسے پورا کرنے کے لیے آپ نے مسلسل لشکر بھیجے اور مہمات ارسال کیں۔ یوں سمجھیں کہ آپ ہمہ وقت فوجی ہیڈکوارٹر میں بیٹھے رہتے تھے جس میں جزیرۂ عرب کا مجسم نقشہ موجود ہوتا تھا۔ آپ ہر روز ان لشکروں کی حرکات وسکنات اور کارروائیوں سے مطلع رہتے تھے کہ وہ کہاں جمع ہو رہے ہیں؟ کب کارروائیوں کے لیے منتشر ہو رہے ہیں؟ جنگ میں امیر کون ہے؟ کیونکہ ہر وقت جنگی مراسلہ نگار بڑی تیزی کے ساتھ مرتدین کی لڑائی کے مراکز سے مدینہ منورہ کے ہیڈکوارٹر تک تفصیلی خبریں پہنچاتے تھے۔ فیصلہ کن لڑائی یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ ''موت کے باغ'' میں ہوئی۔ جہاں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شجاعت اور شہادت کی گراں قدر مثالیں پیش کیں جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گی۔ مسیلمہ کذاب حضرت عبداللہ بن زید انصاری کی تلوار اور حضرت وحشی کے برچھے سے واصل جہنم ہوا۔ فتنۂ ارتداد کے خاتمے میں سب سے بڑا کردار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سرانجام دیا۔

مرتدین کی سرکوبی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کے علاقے فتح کرنے کے لیے مسلسل لشکر بھیجے۔ اس کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے ذریعے سے عرب کو بھڑکتے جہنم سے نکال کر روح پرور فردوس میں بدل دیا تھا۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابوں کی اصل تعبیر تھی۔

❀ البداية والنهاية: 311/6 ❀ الكامل في التاريخ: 231/2

❀ الطبري: 241/2

فتنۂ ارتداد کی جنگیں
خلافت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں (۱۱ھ)
﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾
”اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول ہی، تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے (بھی) رسول، کیا پس اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں، تو پھر جاؤ گے تم اپنی ایڑیوں پر؟ اور جو پھر جائے اپنی ایڑیوں پر، تو ہرگز نہیں نقصان پہنچائے گا وہ اللہ کو کچھ بھی اور عنقریب جزا دے گا اللہ شکر کرنے والوں کو“ (آل عمران: 144/3)
جزیرہ نمائے عرب
صحرائے نفود
فارس (ایران)
بحیرۂ احمر (قلزم)
بحیرۂ عرب
خلیج عربی (خلیج فارس)
خلیج عمان
خلیج عدن
خلیج القمر
ربع الخالی
صحرائے نوبیہ
دریائے نیل
مصر
سوداں
افریقہ
سیناء
فسطاط
قلزم
ایلہ
عقبہ
معان
دومۃ الجندل
قضاعہ
ودیعہ
تبوک
تیماء
مدائن صالح
خیبر
ینبع
مدینہ منورہ
جدہ
مکہ مکرمہ
طائف
ہوازن
بنو سلیم
بزاخہ
طلیحہ بن خویلد
مالک بن نویرہ
بطاح
سجاح
نجد
یمامہ
مسیلمہ کذاب
بحرین
دارین
دلمون (موجودہ بحرین)
اُبلّہ
بوشہر
شیراز
بندر عباس
قشم
دبا
صحار
عمان
مصیرہ
کوریا موریا
مہرہ
کندہ
حضرموت
نجران
بنو خولان
مأرب
صنعاء
کہف خبان
عک
مخا
تعز
عدن
باب المندب
1000
800
600
400
200
کلومیٹر

حروب الرِّدۃ (ارتداد کی جنگیں)

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں الردہ یا ارتداد سے مراد ہے اسلام سے پھر جانا اور دوبارہ کفر اختیار کر لینا۔ تاریخ اسلام میں خلافت صدیقی کے زمانے میں بعض بدوی قبائل اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ ایک جماعت نے یہ کہہ کر ارتداد اختیار کیا کہ "اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو آپ کو موت نہ آتی۔" دوسری جماعت نے کہا: "آپ (ﷺ) کی وفات سے نبوت ختم ہو گئی، اس لیے ہم اب کسی کی اطاعت نہیں کریں گے۔" بعض نے کہا: "ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں، اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، مگر ہم زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے۔" بعض مدعیان نبوت بھی نمودار ہو گئے تھے۔ اس قسم کے عناصر مل کر قبائل کے ارتداد کا باعث ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انتہائی جرأت وتدبر اور عزیمت کے ساتھ ان فتنوں کا استیصال کیا۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت

مسیلمہ کذّاب: اس کا پورا نام ابوثمامہ مسیلمہ بن ثمامہ تھا۔ یہ بنوحنیفہ (یمامہ) کا جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچایا تھا۔ سن 9 ہجری میں جب مختلف وفود آئے تو یمامہ سے بنوحنیفہ کا وفد بھی آیا جس میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ جب یہ مسلمان ہو کر واپس گئے تو مسیلمہ مرتد ہو گیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور من گھڑت الہامات سنانے لگا۔ اس نے مسجّع و مُقفّع کلام بھی کہا۔ مسیلمہ نے ایک خط کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے نبوت اور حکومت میں شراکت کا سوال کیا مگر آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تو معمولی سی چیز بھی دینے کو تیار نہیں ہوں اور تو نبوت میں حصہ مانگتا ہے!"

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کی سرکوبی کے لیے گیارہ لشکر ترتیب دیے تھے جن میں سے ایک لشکر عکرمہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ان کی پسپائی کے باعث خالد بن ولید اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما کو روانہ کیا جنھوں نے زبردست جنگ میں مسیلمہ کذاب کو جہنم رسید کیا۔

مسیلمہ کذاب کے قتل کے بعد اس کی قوم بنوحنیفہ نے صلح کی خاطر ہتھیار ڈال دیے۔ بنوحنیفہ کا سارا مال اور ہتھیار ضبط کر لیے گئے۔ شرائط صلح طے ہو چکی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حکم پہنچا کہ بنوحنیفہ کے تمام بالغ آدمی قتل کر دیے جائیں، لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صلح نامہ طے پانے کے بعد ایسا کرنے سے معذوری ظاہر کی، کیونکہ یہ بدعہدی کے مترادف تھا۔ مسلمانوں کا یہ طرز عمل دیکھ کر بنوحنیفہ نے اسلام قبول کر لیا۔

جنگ یمامہ میں بڑی خون ریزی ہوئی۔ فریقین کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا۔ چھ سات سو مسلمان شہید ہوئے جن میں بعض اکابر اور نامور قراء اور حفاظ بھی شامل تھے...... جنگ یمامہ کی تاریخ بعض مؤرخوں نے 11ھ اور بعض نے 12ھ لکھی ہے۔ ابن کثیر نے اس کی تطبیق یوں کی ہے کہ 11ھ میں شروع ہوئی اور 12ھ میں ختم ہوئی۔ (تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/138.134)

طُلَیحہ اسدی: رسول اللہ ﷺ کی وفات کی بعد بنو اسد اسلام سے منحرف ہو گئے تھے۔ ان کے لشکر کو' جو طُلَیحہ کذاب کے تحت مسلمانوں سے لڑنے نکلا تھا' حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بئر بزاخہ پر 11ھ میں شکست دی جو بنو اسد یا بنو طے کے علاقہ نجد میں ایک کنواں ہے۔ اس لڑائی میں بنو طے کے ایک ہزار آدمی طلیحہ سے الگ ہو کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے آ ملے تھے۔ طلیحہ کی مدد پر عُیَینہ بن حصن اور غطفان کے قبیلہ فزارہ کے سات سو جوان بھی تھے جو بنو اسد کے پرانے حلیف تھے۔ خونریز لڑائی کے بعد عُیَینہ نے جب دیکھا کہ طلیحہ جن پیغمبری قوتوں کا دعویٰ کیا کرتا تھا وہ مسلمانوں کے مقابلے میں عملاً بیکار ثابت ہو رہی ہیں تو وہ میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ چنانچہ طلیحہ کو بھی بھاگنا پڑا۔ بنو اسد نے خالد رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لی۔ آس پاس کے قبائل' جیسے بنو عامر' جو جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے تھے' اب اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ (معجم البلدان: 1/408' طبری: 2/482)

طلیحہ شکست کھا کر شام کی طرف فرار ہوا اور بنو کلب کے پاس جا ٹھہرا۔ جب پتہ چلا کہ بنو اسد' غطفان اور بنو عامر مسلمان ہو گئے ہیں تو اس نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ طلیحہ بعد میں جنگ نہاوند میں شہید ہوا۔ (المنتظم: 4/25)

سجاح بنت حارث: سجاح بنت حارث عرب کی ایک کاہنہ اور ان چند متنبّیوں میں سے تھی جو عرب میں رِدّہ سے تھوڑی مدت پہلے یا اس کے دوران میں نمودار ہوئے تھے۔ وہ بنو تمیم میں سے تھی۔ ماں کی طرف سے اس کی قرابت داری عیسائی قبیلہ بنو تغلب سے تھی۔ وہ خود بھی عیسائی مذہب رکھتی تھی۔ وہ منبر سے مقفیٰ نثر میں اپنے اعتقادات کا پرچار کیا کرتی اور ایک منادی اور ایک حاجب اس کی خدمت میں حاضر رہا کرتا۔ اس کے نزدیک خدا کا ایک لقب ربُّ السحاب تھا۔

سجاح' نبی ﷺ کی وفات کے بعد منظر عام پر آئی۔ اس نے مسیلمہ کذاب سے شادی کر لی تو اس کی ساری سرگرمیاں پس منظر میں چلی گئیں۔ ابن الکلبی کے مطابق اس نے تائب ہو کر اس وقت مذہب اسلام اختیار کیا جب اس کے خاندان نے بصرے میں آباد ہونے کا فیصلہ کیا' جو بنو امیہ کے تحت بنو تمیم کا صدر مقام بن گیا تھا۔ اس نے وہیں اسلام کی حالت میں وفات پائی۔ (ملخص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 10/739,738)

البُطاح: یہ بنو اسد بن خزیمہ کے علاقے میں پائے جانے والے ایک چشمے کا نام ہے جہاں مسلمانوں کی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مرتدین سے لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں ضرار بن ازور اسدی رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا۔ (معجم البلدان: 1/445)

مَهْرة: یہ عرب کے جنوب میں بحر ہند (بحیرۂ عرب) کے کنارے ایک علاقہ ہے جو حضر موت اور ظفار کے درمیان واقع ہے۔

لیکن عرب جغرافیہ نگار خود ظفار کو بھی مہرہ ہی کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ (معجم البلدان: 5/ 234' اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 21/ 898) آج کل مہرہ، یمن میں شامل ہے اور مشرق میں خلیج قمر تک وسیع ہے۔

تریم: مہرہ کے شمال مغرب میں وادی حضرموت میں تریم کا تاریخی شہر ہے جو صنعاء سے 735 کلو میٹر مشرق میں واقع ہے۔ اسے مسجدوں کا شہر کہتے ہیں جہاں 365 مساجد پائی جاتی ہیں۔ آبادی 70 ہزار ہے۔ اس شہر کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد یمن میں یہی ایک شہر تھا جو ارتداد کا شکار نہیں ہوا تھا۔ تریم کے دروازوں پر مرتدین سے فیصلہ کن معرکہ ہوا تھا اور بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جام شہادت نوش فرمایا تھا اور اہل ایمان کو فتح ہوئی تھی۔ ان اصحاب النبی کے مدفن کو یہاں ''الشہداء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس شہر اور اس کے باسیوں کے لیے دعا بھی فرمائی تھی۔ (ارض الاحقاف کا سفر اور مشاہدات...... سید حامد عبدالرحمٰن الکاف بحوالہ قرآن انسٹی ٹیوٹ)

دُومۃ الجندل: یہ وادی سرحان کے سرے پر ایک نخلستان ہے۔ وادی سرحان سعودی عرب اور اردن میں جنوب مشرق سے شمال مغرب کی طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ایک سرے پر دومۃ الجندل اور دوسرے سرے پر حوران اور شام کا کوہستان ہے۔ دومۃ الجندل کا نخلستان ایک وسیع نشیبی زمین (الجوف) میں ہے جس کا طول تین میل' عرض آدھ میل اور گہرائی پانچ سو فٹ ہے۔ عرب مصنفین نے کہا ہے کہ جب تہامہ اسمٰعیل علیہ السلام کے کثیر التعداد گھرانوں کے لیے کافی چراگاہیں مہیا نہ کر سکا تو ان کا ایک فرزند ''دوم یا دومان یا دوما'' نامی ہجرت کر کے اس علاقے میں چلا آیا اور اسی کے نام پر اس علاقے کا نام دومہ پڑ گیا۔ اس نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا' جس کی وجہ سے اس کا نام دومۃ الجندل ہو گیا۔ قبل اسلام یہاں وَدّ بت کی پرستش ہوتی تھی۔

دومۃ الجندل کے باشندے بنو کلب کی شاخ بنو کنانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے اسے فتح کرنے کے لیے تین غزوات کیے: پہلا غزوہ 5ھ میں ہوا جس میں خود نبی ﷺ قائد الجیش تھے۔ اس کا کچھ نتیجہ نہ نکلا کیونکہ نخلستان کے باشندے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی تتر بتر ہو گئے تھے۔ دوسرا غزوہ 6ھ میں پیش آیا جس کے قائد الجیش حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سردار اَصْبَغ بن عمرو کلبی نے اسلام قبول کر لیا۔ تیسرے غزوے کی آنحضرت ﷺ نے تبوک سے تیاری کی اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس مہم پر بھیجا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل پر قبضہ کر لیا اور وہاں کی آبادی پر تاوان جنگ عائد کیا اور سردار اُکَیدر بن عبدالملک الکندی السکونی پر زور ڈالا کہ مدینہ منورہ جا کر نبی ﷺ سے معاہدہ صلح کرے۔ (فتوح البلدان' طبقات ابن سعد' معجم البلدان)

1855ء میں دومۃ الجندل' حائل کے تحت ایک ریاست بن گیا۔ 1909ء میں قبائل روالہ کے سردار نوری ابن شعلان اور 1920ء میں امیر شمَّر نے اس پر قبضہ کر لیا اور آخر کار عبدالعزیز بن سعود نے اسے اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ نومبر 1925ء میں ابن سعود اور انگریزوں کے درمیان حد بندی کا معاہدہ ہوا تو اس میں سرحدیں معین کر دی گئیں۔ اس وقت سے وادی سرحان مع دومۃ الجندل اور قُرَیّات الملح نجد (سعودی عرب) کا حصہ قرار پا گئے۔ (تلخیص اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/ 473 تا 476)

الحمقتین: یہ شام کی سطح مرتفع میں واقع ہے جہاں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ (معجم البلدان: 2/305)

آٹھ ہجری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے العلاء بن عبداللہ الحضرمی کو اہل بحرین کو دعوت دینے کے لیے بھیجا کہ اسلام قبول کرلو یا جزیہ دینے پر آمادہ ہوجاؤ۔ انہوں نے جزیہ دینا قبول کرلیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل بحرین نے ارتداد اختیار کرلیا۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے ان کی بغاوت کا قلع قمع کیا۔ (معجم البلدان: 1/348)

البحرین: عہد نبوی میں اور اس کے بعد جزیرہ نمائے عرب کا مشرقی ساحل البحرین کہلاتا تھا جسے ان دنوں الاحساء کہتے ہیں۔ معجم البلدان جلد اول میں لکھا ہے: ''یہ اس علاقے کا نام ہے جو بصرہ اور عمان کے درمیان بحر ہند (خلیج فارس) کے ساحل کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔'' آج کل مملکت بحرین خلیج فارس کے چند جزائر پر مشتمل ہے جو قطر اور سعودی عرب کے درمیان واقع ہیں اور ان میں سب سے بڑا جزیرہ بھی بحرین کہلاتا ہے۔

تِهَامَه: الاصمعی کہتے ہیں جب آپ عمان کو پیچھے چھوڑتے ہوئے چڑھائی پر جانا شروع کردیں تو آپ نجد پہنچ جائیں گے یہاں تک کہ ذات عرق سے نیچے اتر جائیں۔ ذات عرق سے سمندر تک تہامہ ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ مکہ سے نکلیں تو تہامہ شروع ہوجاتا ہے یہاں تک کہ آپ مکہ اور مدینہ کے درمیان عسفان نامی جگہ پہنچ جائیں۔ اس کا نام تہامہ شدید گرمی اور ہواؤں کے نہ چلنے کی وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ اس علاقے میں شدید گرمی ہوتی ہے اور ہوائیں بھی ساکن رہتی ہیں۔ (المعجم البلدان: 1/23,24)

گیارہ لشکروں اور جھنڈوں کی تفصیل

نمبر شمار	امیر لشکر	لشکر کی سمت
1	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	ان کو بزاخہ کی طرف بھیجا گیا جہاں طُلَیحہ بن خویلد اسدی موجود تھا۔ پھر وہ بطاح گئے جہاں مالک بن نویرہ کی سرکوبی مقصود تھی۔ پھر یمامہ گئے جہاں مسیلمہ کذاب کا مرکز تھا۔
2	حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ	پہلے یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لیے گئے۔ ان کو احتیاطاً بھیجا گیا تھا تاکہ یمامہ میں بڑی جنگ کے لیے تیاری کی جاسکے۔ اصل معرکہ حضرت خالد بن ولید کے ذمے تھا۔ حضرت عکرمہ کے ساتھ دو ہزار جنگجو تھے۔ پھر وہ عُمان کی طرف گئے جہاں ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی کی سرکوبی مقصود تھی۔
3	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	یہ تبوک اور دومۃ الجندل کی طرف گئے جہاں قضاعہ، ودیعہ اور حارث کے قبائل تھے۔
4	شُرَحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ	یہ حضرت عکرمہ کے بعد احتیاطاً یمامہ بھیجے گئے تاکہ مسیلمہ کذاب سے فیصلہ کن لڑائی لڑی جاسکے۔ پھر وہ حضرموت گئے۔
5	خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہما	انہیں شامی سرحد پر حمقتین کی طرف بھیجا گیا۔
6	طریفہ بن حاجز رضی اللہ عنہ	انہیں مکہ اور مدینہ کے مشرق میں ہوازن اور بنوسلیم کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔
7	علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	انہیں بحرین کی طرف بھیجا گیا جہاں مغرور منذر بن نعمان بن منذر کی سرکوبی مقصود تھی۔
8	حذیفہ بن محصن قَلعانی رضی اللہ عنہ	ان کو عمان میں ذوالتاج لقیط بن مالک ازدی کی طرف بھیجا گیا، پھر وہ مہرہ، حضرموت اور یمن گئے۔
9	عرفجہ بن ہرثمہ بارقی رضی اللہ عنہ	ان کو پہلے عمان، پھر مہرہ، حضرموت اور یمن بھیجا گیا۔

نمبر شمار	امیر لشکر	لشکر کی سمت
10	مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ	ان کو یمن بھیجا گیا جہاں اسود عنسی کے کچھ حامی باقی تھے۔ پھر انہیں کندہ اور حضر موت کی طرف بھیجا گیا۔
11	سُوید بن مقرن مزنی رضی اللہ عنہ	انہیں تہامۂ یمن (مکہ سے باب المندب تک) بحر احمر کے ساحل کی طرف بھیجا گیا۔

ضمیمہ

اس کتاب کو مکمل مفید بنانے کے لیے میں نے نقشے کے ساتھ ایسے مقامات' اقوام اور اشخاص کا ذکر بھی مناسب سمجھا جن کے لیے نقشوں کی ضرورت نہیں۔

﴿وَلَا تُسْرِفُوْا﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖؗ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾

''اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے باغات پیدا فرمائے' قدآور درختوں والے بھی اور بیلوں والے بھی' کھجوریں بنائیں' مختلف ذائقوں والی کھیتیاں اگائیں' زیتون وانار پیدا کیے جو شکل وصورت میں ملتے جلتے ہیں لیکن ذائقے میں مختلف ہیں۔ ان کے پھل کھاؤ جب پھل پک جائیں اور جب پھل کاٹو تو ان کا حق (عشر) ادا کرو۔ لیکن حد سے نہ بڑھو۔ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' (الانعام: 141/6)

یہ آیت حضرت ثابت بن قیس بن شمّاس رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری۔ انہوں نے کھجوروں کا پھل کاٹا اور لوگوں کو دیتے رہے حتیٰ کہ شام ہوئی تو ان کے پاس کچھ بھی نہ بچا تھا۔

﴿الْاَبْتَرُ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴿۳﴾

''بلاشبہ آپ کا دشمن ہی بے نسل رہے گا۔'' (الکوثر: 3/108)

یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا قاسم فوت ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہنے لگا:

''اسے کچھ نہ کہو۔ یہ بے نسل شخص ہے۔ اس کی نسل نہ رہے گی۔ جب یہ مر جائے گا تو اس کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔''

حقیقت یہ ہے کہ عاص ہی بے نسل رہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم۔ کوئی اس کا ذکر بھی پسند نہیں کرتا۔ جب کہ

رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس کائنات میں ہر آن ہو رہا ہے۔

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

''ٹوٹ جائیں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود بھی ہلاک ہو۔ اسے اس کے مال اولاد نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ وہ عنقریب بھڑکتی آگ کا ایندھن بنے گا اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں اکٹھی کرتی پھرتی ہے۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی پھندہ بنے گی۔'' (اللھب: 1/111......5)

ابولہب کا نام عبدالعزّٰی تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا تایا اور سردار عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ یہ سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور اس کی بیوی کا نام اَرْوٰی اور کنیت اُمِ جمیل تھی۔ وہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ تھی۔ اسے ''لکڑیاں اٹھانے والی'' اس لیے کہا گیا کہ وہ بہت چغل خور تھی۔ عرب میں یہ استعارہ مشہور ہے:

[لَمْ يَمْشِ بَيْنَ الْحَيِّ بِالْحَطَبِ الرَّطْبِ] ''میرا محبوب چغل خور نہیں تھا۔''

وہ دونوں (ابولہب اور اس کی بیگم) رسول اللہ ﷺ سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔

﴿مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝٣٦

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سال کے مہینے بارہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا تھا جس دن آسمان وزمین پیدا فرمائے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ صحیح دین ہے' لٰہذا تم ان مہینوں میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ البتہ اگر مشرکین تم سے یکمشت ہو کر لڑیں تو تم بھی ان سے ڈٹ کر لڑو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقین کا ساتھ دیتے ہیں۔'' (التوبۃ: 36/9)

قمری مہینے محرم الحرام سے شروع ہوتے ہیں۔ باقی مہینوں کے نام بالترتیب یہ ہیں: صفر' ربیع الاول' ربیع الثانی' جمادی

الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ۔

حرمت والے مہینے چار ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب۔

ان کو "حُـرُم" اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ معظم ومحترم ہیں۔ ان میں نیکی کا ثواب بڑھ جاتا ہے اور ان میں لڑائی حرام ہے تاکہ حج وعمرہ کے لیے امن وامان والا ماحول پیدا ہو۔ پہلے تین ماہ حج کے لیے اور رجب عمرہ کے لیے۔

امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ط لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨

"فرعون کی بیوی نے کہا: "یہ بچہ میرے اور آپ کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گا۔ اسے قتل نہ کرو۔ ممکن ہے یہ ہمیں کوئی فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ لیکن فرعونیوں کو انجام کا پتہ نہیں تھا۔" (القصص: 9/28)

اس نیک خاتون کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ یہ بہت بلند مرتبہ صاحب ایمان خاتون تھیں۔ جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے شفقت پیدا فرمادی تھی۔ تو انہوں نے مندرجہ بالا الفاظ کہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو سچے ایمان سے سرفراز فرمایا۔

اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةٍ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَانْطَلَقَا وقفة حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ط قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾

"وہ دونوں چلے گئے حتیٰ کہ جب ایک بستی میں پہنچے تو انہوں نے اس بستی والوں سے کھانا طلب کیا لیکن بستی والوں نے ان کی مہمانی سے انکار کردیا۔ اس بستی میں (کچھ آگے جاکر) انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کو تھی۔ خضر نے اسے سیدھا کردیا۔ موسیٰ کہنے لگا: "اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے سکتے تھے۔" (**الکھف**:77/18)

کہا گیا ہے کہ اس بستی سے "**انطاکیہ**" مراد ہے۔ بعض نے "**ایلہ**" یا "**طنجہ**" بھی کہا ہے یا اس سے مراد "**بحیرات مُرَّہ**" کے علاقے کی کوئی بستی ہے۔

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے "**مفتاح دار السعادة**" میں لکھا ہے: "ایک سائل نے اس بستی کا نام پوچھا جس کا ذکر سورۂ کہف میں آیا ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ بستی "**ایلہ**" ہے یا "**انطاکیہ**" یا "**طنجہ**" یا جہاں خلیج عقبہ خلیج سویز سے ملتی ہے۔ یا

''بحیرات مرہ'' کے قریب کوئی بستی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بستی کا نام اس لیے ذکر نہیں کیا کہ ان کی رسوائی نہ ہو کیونکہ بخل اللہ تعالیٰ بھی ناپسند فرماتا ہے اور لوگ بھی۔ اگر اللہ تعالیٰ اس بستی کا ذکر فرما دیتے تو اس بستی والے قیامت تک بخل سے موصوف ہو جاتے اور ان کے لیے یہ لفظ گالی بن جاتا۔''

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں جب قرآن مجید پر نقطے لگائے گئے تو بعض لوگوں نے ''اَبَوْا'' کو اَتَوْا'' لکھنا چاہا تو ولید نے کہا: ''قرآن مجید تو دل سے دل میں اترتا ہے۔ بدلنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾

''اللہ تعالیٰ نے دو سمندر کھلے چھوڑ دیے جو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ لیکن ان کے درمیان نظر نہ آنے والا پردہ ہے۔ وہ ایک دوسرے سے نہیں ملتے۔'' (الرحمن:55/19،20)

کڑوا پانی اور میٹھا پانی زیر زمین ساتھ ساتھ چل رہے ہیں لیکن ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتے گویا ان کے درمیان کوئی معنوی رکاوٹ ہے۔ اسی طرح سمندر کی گرم لہریں اور ٹھنڈی لہریں ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ لیکن ایک دوسرے میں خلط ملط نہیں ہوتیں۔

اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾

''شہر والے بڑے خوش خوش آئے۔'' (الحجر:67/15) شہر والوں سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے جو سدوم بستی میں رہتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کا سن کر بڑے خوش خوش تیز بھاگتے آئے تاکہ ان سے بدکاری کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

''اور موسیٰ ایک ایسے وقت شہر میں آئے جبکہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے۔ یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا' یہ ایک تو اس کے رفیقوں میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے' اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی' جس پر موسیٰ نے اس کے مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسیٰ کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے۔'' (القصص: 15/28)

حضرت موسیٰ علیہ السلام منف (منفیس) یا ہلیو بولیس (جسے آج کل عین الشّمس کہا جاتا ہے) میں داخل ہوئے تھے۔ یہ ملک مصر کا شہر تھا۔

﴿رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ ع

''اور ہم نے (عیسیٰ) ابن مریم کو اور اس کی والدہ کو ایک نشانی بنایا اور ایک ایسے ٹیلے پر جگہ دی جو قابل اطمینان تھی اور وہاں چشمہ بھی موجود تھا۔'' (المؤمنون: 50/23)

یہ جیرون تھا جسے اب دمشق کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیت المقدس کے علاقے میں ایک بلند جگہ تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

''کتنے ہی نبی ہو گذرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے کافروں سے لڑائیاں لڑیں' مگر اللہ کے راستے میں پہنچنے والی مصیبتوں کی بنا پر وہ نہ تو کمزور پڑے' نہ سست ہوئے اور نہ بے حوصلہ و عاجز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (آل عمران: 146/3)

''رِبِّیُّون'' سے مراد ربّانی (اللہ والے) عالم ہیں۔ علامہ طبری لکھتے ہیں: ''رِبِّیون'' سے لشکر مراد ہیں۔ رِبِّیُّون کا معنی اللہ کے نیک بندے' علماء اور دانا لوگ بھی کیا گیا ہے۔

﴿فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذۡ تَقُوۡلُ لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَ تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَ تَخۡشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ ؕ فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡہَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰکَہَا لِکَیۡ لَا یَکُوۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ حَرَجٌ فِیۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِیَآئِہِمۡ اِذَا قَضَوۡا مِنۡہُنَّ وَطَرًا ؕ وَکَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا ﴿۳۷﴾

''جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے، جس پر اللہ تعالیٰ نے احسانات فرمائے اور آپ نے بھی احسان کیے، اپنی بیوی اپنے نکاح میں رکھ۔ اللہ سے ڈر (طلاق نہ دے۔) اس وقت آپ اپنے دل میں ایک بات چھپا رہے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے بہرصورت ظاہر کرنا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی یہ حق رکھتے ہیں کہ آپ ان سے ڈریں۔ جب زید نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی (طلاق کی مدت ختم ہوگئی) تو ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا۔ تاکہ ایمان والوں پر اس بات میں کوئی تنگی نہ رہے کہ وہ اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کر سکیں جب وہ انہیں طلاق دے دیں اور عدت ختم ہو جائے۔ یاد رکھو! اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہتا ہے۔'' (الاحزاب: 37/33)

﴿لِلَّذِیۡۤ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ﴾

''جس پر اللہ نے احسان فرمایا۔'' ''اللہ کے احسان'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام نصیب فرمایا۔ اس سے زید بن حارثہ مراد ہیں۔

﴿وَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِ﴾

''اور آپ نے بھی اس پر احسان فرمایا۔'' آپ کے احسان سے مراد یہ ہے کہ آپ نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور ان کی بہترین تربیت کی تھی۔

﴿اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ﴾

''اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ (اسے طلاق نہ دے)۔'' ان کی بیوی سے مراد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا تھیں جو ام المؤمنین بنیں۔

﴿السَّامِرِیُّ﴾

قرآن مجید میں ہے:

قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَکَ مِنۡۢ بَعۡدِکَ وَ اَضَلَّہُمُ السَّامِرِیُّ ﴿۸۵﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کر دیا۔''

(طٰہٰ: 85/20)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾

''بنو اسرائیل کہنے لگے: ہم نے اپنی مرضی سے آپ کے عہد کی خلاف ورزی نہیں کی۔ مسئلہ یہ بنا کہ فرعونیوں کے جو زیورات ہمارے پاس تھے ہم سب نے مل کر ایک جگہ پھینک دیے۔ اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیے۔''

(طٰہٰ: 87/20)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾

''موسیٰ نے کہا: ''اے سامری! تجھے کیا مار پڑی؟'' (طٰہٰ: 95/20)

سامری اصلاً ''باجرما'' بستی کا رہنے والا تھا۔ یہ بستی دریائے فرات کے کنارے شام کے علاقے میں ''رقہ'' شہر کے قریب واقع تھی۔ وہاں سے وہ مصر گیا' پھر صحرائے سیناء میں بنی اسرائیل کے ساتھ رہا۔ یہ منافق اور جادوگر تھا۔ اس کی قوم کے لوگ گائے کی پوجا کیا کرتے تھے۔ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرنے کے لیے گئے تو ان کی عدم موجودگی میں اس نے تمام زیورات اکٹھے کر کے ایک بچھڑے کا مجسّمہ بنا ڈالا اور بنی اسرائیل کو اس کی عبادت کی دعوت دی۔ وہ بے عقل لوگ اس کے پیچھے لگ گئے اور بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾

''حتی کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان پہنچا تو ان کے پاس ایک ایسی قوم دیکھی جو بات بھی نہ سمجھ سکتے تھے۔'' (الکہف: 93/18)

اس سے مراد ترکی کے انتہا پر دو پہاڑی سلسلے ہیں جو آرمینیا اور آذربائیجان سے متصل ہیں۔ علامہ طبری نے فرمایا: ''سد'' دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے دو پہاڑی سلسلے مراد ہیں جن کے درمیان کھلا میدان تھا۔ ذوالقرنین نے اس میدان میں دونوں پہاڑوں کے درمیان زبردست بلند دیوار کھڑی کر دی تاکہ اس پار بسنے والے یاجوج

و ماجوج اور ادھر بسنے والے لوگوں کے درمیان مضبوط رکاوٹ بن جائے اور لوگ یاجوج و ماجوج کی آفتوں اور شرارتوں سے محفوظ رہ سکیں۔ بعض لوگوں کے مطابق یہ دونوں پہاڑی سلسلے ''باب الابواب'' یعنی دربند کے قریب واقع ہیں۔

مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

''حالانکہ تم ان لوگوں کی بستیوں میں آباد ہوئے تھے جنہوں نے خود پر ظلم کیا تھا اور تم پر واضح تھا کہ ان سے ہم نے کیا کیا تھا اور تمہیں ان کے حالات بھی بتلا دیے تھے۔'' (ابراھیم: 45/14)

راجح قول کے مطابق اس سے مراد مدائن صالح ہیں جو تبوک کے جنوب میں واقع ہیں۔ یعنی جب ہم نے ان ظالم ثمودیوں کو ہلاک کر دیا تو تم ان کے گھروں اور (بستیوں) میں آباد ہوگئے۔ کیا بھلا تم ان (کے مساکن دیکھ کر ان) سے عبرت حاصل نہیں کرتے؟

وَالسَّلْوٰى

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

ہم نے بادلوں کو تم پر سائبان بنا دیا' تم پر من وسلوی اتارا اور فرمایا: ''جو ہم نے تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائی ہیں انہیں کھاؤ۔ انہوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کر کے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔'' (البقرۃ: 57/2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

''ہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا اور جب انہوں نے موسیٰ سے پانی مانگا تو ہم نے اسے وحی کی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔ فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور ہر قبیلے نے اپنے اپنے گھاٹ کو جان لیا۔ نیز ہم نے ان پر بادل کو سائبان بنا دیا' ان پر من وسلوی اتارا اور فرمایا: ''جو پاکیزہ چیزیں ہم نے عطا فرمائی ہیں کھاؤ۔ لیکن انہوں نے ان

نعمتوں کی ناشکری کر کے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔'' (الاعراف: 160/7) نیز فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

''اے بنی اسرائیل! ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے نجات دی اور کوہ طور کی دائیں جانب تمہیں تورات دینے کا وعدہ پورا کیا اور تم پر من وسلوی اتارا۔'' (طٰہٰ: 80/20)

''سَلْوٰی'' بٹیر جیسا ایک پرندہ تھا جو انتہائی لذیذ اور مزے دار تھا۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ اور ''من'' ایک میٹھی چیز تھی جو کہ دھنیے کے بیج جیسی تھی۔

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

''ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔'' (القلم: 16/68)

یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں اتری۔ مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی ناک پر علامت لگا دیں گے جس کے ساتھ موت تک اس کی پہچان ہوتی رہے گی۔ ناک کی بجائے ''خرطوم'' کا لفظ بطور تحقیر استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ ''خرطوم'' ہاتھی کی سونڈ کو کہا جاتا ہے اور انسانوں کے لے جانوروں والے الفاظ استعمال کرنا ان کی تذلیل ہے جیسے انسان کے ہونٹ کو ''مِشْفَر'' کہا جائے۔ جو کہ اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نیز چہرے، پھر ناک پر نشان انتہائی ذِلّت ظاہر کرتا ہے۔

طَآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

''جب تم میں سے دو جماعتیں پھسلنے لگی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ مومنین کو چاہیے کہ اللہ ہی پر توکل کریں۔''

(آل عمران: 122/3)

ان دو جماعتوں سے مراد انصار کے دو قبیلے ہیں: بنو سلمہ اور بنو حارثہ۔ انہوں نے احد سے واپس آنے کا سوچا تھا۔ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول ملعون اپنے ساتھیوں سمیت ایک تہائی لشکر واپس مدینہ لے گیا اور کہنے لگا: ''ہم کس لیے اپنی

جان اور اولاد قربان کریں؟'' تو ان دو مخلص قبیلوں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچالیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔

﴿طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِیْنَ ﴿۱۵۶﴾

''کہیں تم یہ نہ کہہ دینا کہ کتاب تو ہم سے پہلے آنے والی دو جماعتوں پر اتاری گئی اور ہم ان کی زبان سے غافل تھے۔'' (الانعام: 156/6)

ان دو جماعتوں سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔

﴿وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ؕ﴿۸۳﴾

''یہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں کہیے کہ ابھی میں اس کا کچھ حال تمہیں سناؤں گا۔'' (الکہف: 83/18)

اس ذوالقرنین سے اسکندر مقدونی تو قطعاً مراد نہیں۔ ذوالقرنین ایک نیک بادشاہ تھا جس کو بادشاہت کے ساتھ ساتھ علم وحکمت سے بھی نوازا گیا تھا۔ اسے ذوالقرنین اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ زمین کے مشرق ومغرب کا بادشاہ تھا۔ نیز وہ مسلمان عادل بادشاہ تھا۔

﴿اَلَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾

''کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت پا کر ابراہیم (علیہ السلام) سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑ رہا تھا' جب

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے' وہ کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں' ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے اور تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ۔ اب تو وہ کافر ہکا بکا رہ گیا' اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (البقرة: 258/2)

اس سے نمرود بن کنعان مراد ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا۔

﴿اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۵۶﴾

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا' انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست اور حکمت والا ہے۔''

(النساء: 56/4)

اس سے مراد عاص بن وائل بن ہاشم سہمی قریشی ہے جو قرآنی آیات اور آخرت کا مذاق اڑاتا تھا۔

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۵۹﴾

''یا وہ شخص جو ایک بستی سے گزرا تھا اور بستی اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ وہ کہنے لگا: ''اللہ تعالیٰ اس بستی کو اتنی ویرانی کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟'' اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال کے لیے مار دیا۔ پھر اسے زندہ کیا اور پوچھا: ''تو کتنی دیر مرا رہا؟'' اس نے کہا: ''میں ایک دن بلکہ اس سے بھی کم (اس حال میں) رہا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو سو سال مرا رہا ہے۔'' اپنے کھانے اور مشروب کو دیکھ۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ نیز اپنے گدھے کو دیکھ تاکہ ہم تجھے

لوگوں کے لیے نشانی بنا دیں۔ گدھے کی ہڈیوں کو دیکھ ہم کیسے ان کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑتے ہیں اور کیسے ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ جب ساری صورت حال اس کے سامنے واضح ہوگئی تو وہ کہنے لگا: ”مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (البقرة: 259/2)

یہ بستی بیت المقدس (ایلیاء) میں تھی جب بخت نصر نے اسے تباہ کر ڈالا تھا۔

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾

”جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال وفضل کو چھپا چھپا کر رکھتے ہیں۔ ہم نے ایسے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (النساء: 37/4)

یہ آیت یہودیوں کی ایک جماعت کے بارے میں اتری جو انصار سے کہا کرتے تھے: ”جہاد اور صدقات کے سلسلے میں اپنے مال خرچ نہ کیا کرو۔“

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾

”جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے۔“ (النور: 6/24)

یہ آیت اس وقت اتری جب حضرت ہلال بن اُمَیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کا الزام لگایا۔

اَلَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

''جولوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔'' (الحجرات: 4/49)

اس سے مراد عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس ہیں جو دوپہر کے وقت بنوتمیم کے ستر افراد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس بطور وفد آئے تھے۔ آپ اس وقت سوئے ہوئے تھے۔ وہ زور زور سے شور مچانے لگے: ''اے محمد! باہر نکلو ہمارے پاس آؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ط

''اگر یہ لوگ آپ کے باہر آنے کا انتظار کرتے اور صبر سے بیٹھتے تو ان کے لیے بہت بہتر ہوتا۔'' (الحجرات: 5/49)

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ط لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾

''چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا سوائے یونس کی قوم کے۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت (خاص) تک کے لیے زندگی سے فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا۔'' (یونس: 98/10)

اس سے مراد حضرت یونس علیہ السلام کی بستی ''نینویٰ'' ہے جو موصل کے علاقے میں تھی۔

﴿قَارُوْنَ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾

''قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، لیکن اس نے ان پر سرکشی کی۔ ہم نے اسے اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی چابیاں ایک طاقت ور جماعت کو بھی تھکا دیتی تھیں۔ اس کی قوم نے اسے کہا: ''تکبر نہ کر۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' (القصص: 76/28)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۫ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِیْنَ ﴿۳۹﴾

''اور ہم نے قارون' فرعون اور ہامان کو ہلاک کیا۔ موسیٰ ان کے پاس معجزات اور واضح دلائل لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے زمین میں تکبر کیا۔ حالانکہ وہ ہم سے بھاگ نہیں سکتے تھے۔'' (العنکبوت: 39/29)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

''ہم نے موسیٰ کو فرعون' ہامان اور قارون کے پاس بھیجا لیکن انہوں نے کہا: ''یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔''

(المؤمن: 24/40)

فرعون سرکش بادشاہ تھا۔ ہامان اس کا وزیر تھا اور قارون خزانوں کا مالک تھا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور قبیلے سے تھا بلکہ آپ کا چچازاد بھائی تھا۔ یہ اپنی قوم کے خلاف جبار بنا تکبر کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال ومنال کی بنا پر اپنے آپ کو بہت بلند سمجھنے لگا تھا۔ قارون اور ہامان کا خصوصی ذکر اس لیے کیا کہ یہ کفر میں بلند مرتبہ تھے' نیز فرعون کے مشہور خوشامدی تھے۔

اَلْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ﴿۱۸﴾

''اور ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور (آباد کر) رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں مقرر کر دی تھیں۔ ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن وامان چلتے پھرتے رہو۔'' (سبا: 18/34)

ملک سباء اور شام کی بابرکت بستیوں کے درمیان یمن سے شام تک قریب قریب بستیاں تھیں۔ اتنی قریب کہ ایک سے دوسری نظر آتی تھی اور وہ بے شمار تھیں۔

اَلْقَرْيَةِ الَّتِیْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿٤٠﴾

''یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جس پر بری طرح کی بارش برسائی گئی۔ کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مرکر جی اٹھنے کی امید ہی نہیں۔'' (الفرقان: 40/25)

اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستی سدوم اور عمورہ ہیں۔ قریش شام کے تجارتی سفر کے دوران میں یہاں سے اکثر گزرتے تھے۔

الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ڌ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ؕ

''بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان ناتواں مردوں' عورتوں اور ننھے ننھے بچوں کے چھٹکارے کے لیے جہاد نہیں کرتے؟ جو یوں دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ان ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیے خود اپنے پاس سے حمایتی اور کارساز مقرر کردے اور ہمارے لیے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا''

(النساء: 75/4)

اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے کیونکہ فتح مکہ سے پہلے یہ کفر کا مرکز تھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ ظالم باسیوں سے مراد قریش کے بڑے بڑے کافر سردار ہیں جنہوں نے کمزور مسلمانوں کو ہجرت تک سے روک رکھا تھا اور فتح مکہ سے قبل انہوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام پھیلنے نہیں دیا۔

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١١٢﴾

''اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا' تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو ان کے کرتوتوں کا بدلہ تھا۔'' (النحل: 112/16)

اس سے مراد مکہ مکرمہ ہے بعض مفسرین کے مطابق کوئی اور بستی تھی جسے مکے والوں کے لیے بطور مثال بیان فرمایا گیا۔ امام رازی فرماتے ہیں: ''اس مثال میں مکہ والے مراد ہیں کیونکہ وہ امن واطمینان اور خوش حالی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی صورت میں ان پر عظیم احسان فرمایا۔ انہوں نے آپ کا انکار کیا اور بہت تکالیف پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کئی سال کے لیے بھوک اور قحط کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔

﴿هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ أَخْرَجَتْكَ ۚ أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿١٣﴾

''ہم نے کتنی ایک بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا، ہم نے انہیں ہلاک کر دیا پس ان کے لیے مددگار کوئی نہ اٹھا۔'' (محمد: 13/47)

آپ کی بستی سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔ کتنی ہی سرکش اور ظالم بستیاں ایسی گزری ہیں جن میں رہنے والے مکہ مکرمہ کے لوگوں سے بہت زیادہ قوی تھے۔ مگر وہ عذاب کی گرفت میں آ گئے۔ یہ مکہ والے کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ جنہوں نے آپ کو مکہ سے نکالا ہے۔

﴿لِإِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِإِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ﴿١﴾

''قریش کی تالیف قلبی کے لیے'' (قریش: 1/106) ''قرش'' کا معنی جمع کرنا' کمانا' اکٹھا کرنا اور ملانا ہے۔ اسی مناسبت سے قبیلۂ قریش کا نام رکھا گیا۔

﴿وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْإِيْمَانِ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ إِيْمَانِهٖٓ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٦﴾

’’جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو‘ مگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘ (النحل: 106/16)

اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ہیں۔ مشرکین نے ایک دفعہ انہیں پکڑ لیا اور انہیں اس قدر تکلیف دی کہ کافروں نے زبردستی اپنے حسب منشا ان سے کچھ باتیں کہلوالیں۔ لوگوں نے کہا: ’’عمار کافر بن گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ عَمَّارًا مُلِئَ اِيْمَانًا مِّنْ قَرْنِهٖ اِلٰى قَدَمِهٖ وَاخْتَلَطَ الْاِيْمَانُ بِلَحْمِهٖ وَ دَمِهٖ)) [1]

’’عمار تو سر سے پاؤں تک ایمان سے منور ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں شامل ہو گیا ہے وہ کافر نہیں ہوسکتا۔‘‘ اتنے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ((كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ)) ’’عمار! دل کی کیا کیفیت ہے؟‘‘ عرض کیا: ’’اللہ کے رسول! دل تو ایمان سے سرشار ہے۔‘‘ آپ نے فرمایا: ((اِنْ عَادُوْا فَعُدْ)) ’’پھر کوئی بات نہیں۔ وہ دوبارہ یہی سلوک کریں تو ایسے ہی کرنا۔‘‘ (المستدرك على الصحيحين للحاكم: 357/2‘ حدیث: 3362)

﴿قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④

’’اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی باتیں سن لی ہیں جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں بحث و مباحثہ کر رہی تھی اور اللہ کے حضور شکوہ شکایت کر رہی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں (ان کو ماں کہہ دیں) تو وہ ان کی مائیں نہیں بنتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں

---

[1] نوٹ: مذکورہ الفاظ صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔ کما اشار الی هذا الشيخ المجدد ناصر الدين الباني رحمہ اللہ۔ صحیح حدیث اس طرح ہے: ((مُلِئَ عَمَّارٌ اِيْمَانًا اِلٰى مُشَاشِهٖ)) (السلسلة الصحيحة‘ حدیث: 807) معنی اسی طرح ہے جس طرح کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نے ان کو جنا۔ لیکن انہوں نے یہ بہت قبیح اور گناہ والی بات کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیں پھر اپنی بات سے رجوع کرنا چاہیں تو ان کے لیے ضروری ہے کہ آپس میں اکٹھے ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں۔ یہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی باخبر ہے۔ لیکن جس میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنی بیوی کے پاس جانے سے پہلے دو مہینے پے در پے روزے رکھے۔ جو شخص اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ سزا اس لیے ہے کہ تمہارا ایمان اللہ اور اس کے رسول پر پکا ہو جائے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں (ان کا خیال رکھو۔) انکار کرنے والوں کے لیے دردناک عذاب تیار ہے۔'' (المجادلة: 58/1۔4)

شکایت کرنے والی یہ عورت خولہ بنت ثعلبہ تھیں۔ انہیں ان کے خاوند اوس بن صامت نے کسی جھگڑے کی بنا پر ''ماں'' کہہ دیا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا نیز ان کی بدخلقی کی شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: [مُـرِيهِ فَلْيُعْتِقْ رَقَبَةً أَوْيَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ] ''اپنے خاوند سے کہہ غلام آزاد کرے یا دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔'' وہ کہنے لگی: ''وہ تو بوڑھے ہیں ان میں روزے رکھنے کی طاقت نہیں۔'' آپ نے فرمایا: [فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَسْقًا مِّنْ تَمْرٍ] ''پھر وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔'' وہ کہنے لگی: ''ان کے پاس اتنی وسعت نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّا سَنُعِينُهُ بِعَرَقٍ مِّنْ تَمْرٍ] ''ہم کھجوروں کا ایک ٹوکرا اسے بھیج دیں گے۔'' وہ کہنے لگی: ''میں انہیں ایک ٹوکرا کھجور کا اپنی طرف سے دے دوں گی۔'' آپ نے فرمایا: [قَدْ أَصَبْتِ وَ أَحْسَنْتِ فَاذْهَبِيْ فَتَصَدَّقِيْ عَنْهُ ثُمَّ اسْتَوْصِيْ بِابْنِ عَمِّكِ خَيْرًا] ''بہت اچھا' جا اس کی طرف سے کھجوریں صدقہ کر دے۔ نیز اپنے خاوند سے اچھا سلوک رکھنا۔'' (مسند احمد: 411/6) خولہ نے اسی طرح کیا۔

بعد میں ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے۔ آپ اس سے باتیں کرنے لگے اور وہ آپ سے باتیں کرنے لگی۔ ایک آدمی کہنے لگا: ''جناب امیر المومنین! آپ نے ایک بڑھیا کی وجہ سے سب لوگوں کو یہاں روک رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تو مرے! جانتا ہے یہ کون ہے؟ یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

''اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں بحث و مباحثہ کر رہی تھی۔''

اللہ کی قسم! اگر وہ رات تک کھڑی رہے تو میں صرف نماز کے لیے جاؤں گا پھر واپس آ جاؤں گا۔'' (أسد الغابة في معرفة الصحابة: 93/7)

﴿فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾

''کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کیں جو ظالم تھیں۔ پس وہ اپنی چھتوں کے بل اوندھی ہوئی پڑی ہیں اور بہت سے آباد کنوئیں بیکار پڑے ہیں اور بہت سے پکے اور بلند محل ویران پڑے ہیں'' (الحج: 45/22)

اس سے مراد وہ محل ہے جسے شداد بن عاد بن ارم نے تعمیر کروایا تھا۔

﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾

''کتنی ہی بستیاں ہم نے توڑ پھوڑ دیں جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوم کو پیدا کر دیا۔'' (الانبیاء: 11/21)

اس سے مراد ملک یمن میں ''زَبید'' کے علاقے کی ایک بستی ہے جس کا نام ''حَضُور'' تھا۔

﴿وَكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾

''خزانے اور عمدہ رہائش گاہ'' (الشعراء: 58/26)

بعض مفسرین کے نزدیک اس سے مراد مصر میں ''فیوم'' جگہ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ہم نے فرعون اور اس کی قوم کو ان کے باغیچوں، جاری نہروں اور چشموں، جمع شدہ خزانوں اور خوبصورت رہائش گاہوں سے نکال کر سمندر میں پہنچا دیا۔ اور ان کی پر رونق محفلیں قصۂ پارینہ بن گئیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ②

''نبی ترش رو ہوئے اور منہ موڑا اس بنا پر کہ ایک نابینا شخص آ گیا۔'' (عبس: 80/1، 2)

یہ آیات حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتریں۔ وہ نابینا شخص تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر گذارش کی: ''مجھے بھی وہ علم سکھایئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے۔'' انہوں نے یہ الفاظ بار بار کہے۔ انہیں علم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند مشرک قریشی سرداروں کے ساتھ بات چیت میں مصروف تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ قطع کلامی ناگوار گذری جس کا اظہار آپ کے چہرے مبارک پر ہوا اور آپ نے ان کی طرف توجہ نہ دی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

اس کے بعد جب وہ آتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: [مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ] ''خوش آمدید! اس شخص کو جس کے بارے میں میرے رب نے مجھ پر اظہار ناراضی فرمایا۔'' (روح المعانی، الجزء الثلاثون، تفسیر سورہ عبس) پھر آپ ان کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

عَيْنَ الْقِطْرِ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ⑫

''ہم نے سلیمان کے لیے ہوا تابع فرمان کردی جو ایک ماہ کا فاصلہ پہلے پہر طے کرتی تھی اور ایک ماہ کا فاصلہ پچھلے پہر۔ اور ہم نے اس کے لیے سیال تانبے کا چشمہ جاری فرما دیا اور جن اس کے سامنے رب کریم کے حکم سے کام کرتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کوئی جن ہمارے حکم سے کجروی اختیار کرتا تھا تو ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھاتے تھے۔'' (سبا: 34/12)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۹۶

''میرے پاس لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لاؤ۔ پھر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان ان کو برابر کر دیا تو کہا: ''آگ جلاؤ حتیٰ کہ جب وہ ٹکڑے آگ جیسے ہو گئے تو کہا لاؤ میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔''

(الکہف: 18/96)

حضرت ذوالقرنین نے اس مضبوط بند پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا تھا جس کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں ہوا ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ ۸

''یہ غنیمتیں ان فقیر مہاجرین کے لیے ہیں جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے' جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ لوگ (اپنے دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں۔'' (الحشر: 8/59)

اس آیت میں مذکور فقراء و مہاجرین سے اہل صفہ مراد ہیں مدینہ منورہ میں آنے والے نادر لوگ' نہ ان کا گھر بار تھا نہ مال نہ اہل و عیال۔ یہ تقریباً ۴۰۰ چار سو اشخاص تھے۔ مسجد کے ایک کونے میں بنے ہوئے چھپر کے نیچے رہتے تھے۔ ان کی رہائش بھی وہیں تھی اور تعلیم بھی۔ رسول اللہ ﷺ رات کا کھانا کھاتے تو انہیں بانٹ کر مختلف صحابہ کے ساتھ بھیج دیتے اور کچھ آپ ﷺ کے ساتھ ہی کھانا کھا لیتے۔ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے لیے جانے والے ابتدائی بہت سے لشکر انہی سے مرتب کیے گئے۔

﴿مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۲۴۹

''جب طالوت لشکر لے کر چلا تو کہنے لگا: ''اللہ تعالیٰ تمہیں ایک دریا کے ساتھ آزمائے گا۔ جو وہاں سے پانی پیے گا وہ مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور جو نہ پیے گا وہ میرا پیروکار ہے۔ البتہ چلو کے ساتھ کچھ پینے کی اجازت ہے۔ وہ سب منہ لگا کر پینے لگے' صرف چند ہی بچے۔ جب طالوت اپنے ان چند ساتھیوں کے ہمراہ دریا سے پار ہوئے تو وہ کہنے لگے: ''آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں۔'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے

شائق تھے وہ کہنے لگے: ''کتنی ہی دفعہ چھوٹی جماعت نے بڑی جماعت کو اللہ کے حکم سے شکست دی ہے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ مضبوط دل لوگوں کا ساتھ دیتا ہے۔'' (البقرۃ: 249/2)

اس آیت میں مذکور دریا سے دریائے اردن مراد ہے۔ جو فلسطین اور اردن کے درمیان بہتا ہے۔ اسے ''نہر شریعت'' بھی کہا جاتا ہے۔

اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

''کم عقل لوگ کہیں گے کس چیز نے ان کو اس قبلے سے برگشتہ کر دیا جس پر وہ اس سے پہلے کاربند تھے۔ کہہ دیجیے! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں مشرق و مغرب۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔''

(البقرۃ: 142/2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

''نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف متوجہ کر لو، بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ انسان اللہ پر، یوم آخرت، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء پر پختہ ایمان رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور غلاموں پر مال خرچ کرے۔ نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، جب عہد کرے تو ہر قیمت پر عہد پورا کرے نیز تنگی، ترشی اور جنگ کے موقع پر صبر کرے۔ یقیناً ایسے لوگ ہی سچے مومن ہوتے ہیں اور یہی لوگ متقی ہوتے ہیں۔'' (البقرۃ: 177/2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۙ

قَالَ اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ ؕ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الۡمَشۡرِقِ فَاۡتِ بِهَا مِنَ الۡمَغۡرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیۡ کَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵۸﴾

''کیا آپ نے وہ شخص دیکھا (یعنی اس کے معاملے پر غور کیا؟) جس نے ابراہیم سے اس کے رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت و بادشاہی دی تھی۔ ابراہیم نے کہا: ''میرا رب وہ ہے جو زندگی اور موت بانٹتا ہے۔'' اس نے کہا: ''زندگی اور موت تو میں بھی دے سکتا ہوں۔'' ابراہیم نے کہا: ''میرا رب اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا۔'' یہ سن کر کافر لاجواب ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا۔'' (البقرۃ: 258/2)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۸﴾

''موسیٰ نے کہا: ''رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب اور ان کے مابین کا مالک ہے بشرطیکہ تمہیں عقل ہو۔'' (الشعراء: 28/26)

مزید فرمان الٰہی ہے:

رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَکِیۡلًا ﴿۹﴾

''وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس لیے اسی کو اپنا کارساز سمجھو۔'' (المزمل: 9/73)

ارشاد الٰہی ہے:

رَبُّ الۡمَشۡرِقَیۡنِ وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَیۡنِ ﴿۱۷﴾

''وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔'' (الرحمن: 17/55)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیۡتَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکَ بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ ﴿۳۸﴾

''جب کافر ہمارے پاس آئے گا تو (شیطان سے) کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ ہوتا۔ پس یہ شیطان بدترین ساتھی ہے۔'' (الزخرف: 38/43)

﴿مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

''ہم نے ان لوگوں کو، جنہیں کمزور خیال کیا جاتا تھا، اس زمین کے مشرق و مغرب (کے تمام اطراف) کا وارث بنا دیا جہاں ہم نے برکت فرمائی تھی اور تیرے رب تعالیٰ کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے لیے پورا ہو گیا کیونکہ انہوں نے بڑے صبر سے تکلیفیں جھیلی تھیں۔ اور ہم نے ان تمام چیزوں کو تباہ و برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم بناتے تھے خصوصاً جو وہ عمارتیں بناتے تھے۔'' (الاعراف: 137/7)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾

''میں ہر مشرق و مغرب کے رب کی قسم اٹھاتا ہوں کہ ہم بلاشبہ ہر چیز پر قادر ہیں۔'' (المعارج: 40/70)

مندرجہ بالا آیات میں مشرق و مغرب بھی کہا گیا، مشرقین و مغربین بھی اور مشارق و مغارب بھی۔ مشرق اور مغرب سے مراد تو سورج طلوع اور غروب ہونے کی جہت ہے۔ کیونکہ عموماً کرۂ ارض پر سورج مشرق سے نکلتا ہے اور لحاظ سے کہ موسم سرما میں مشرق اور مغرب اور ہوتا ہے موسم گرما میں اور۔ اور ان میں کافی فاصلہ ہوتا ہے۔ کبھی سورج خط استوا سے 23.5 درجے شمال میں (خط سرطان پر) چلا جاتا ہے اس وقت نصف کرۂ شمالی میں موسم گرما ہوتا ہے اور نصف کرۂ جنوبی میں موسم سرما ہوتا ہے۔ اور کبھی سورج خط استوا سے 23.5 درجے جنوب (خط جدی پر) میں چلا جاتا ہے، اس وقت نصف کرۂ شمالی میں سرما ہوتا ہے اور نصف کرہ جنوبی میں گرما ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دو مشرق ہوئے اور دو مغرب اور ان میں 47 درجے کا فاصلہ ہے۔ (نقشہ ملاحظہ کیجیے)
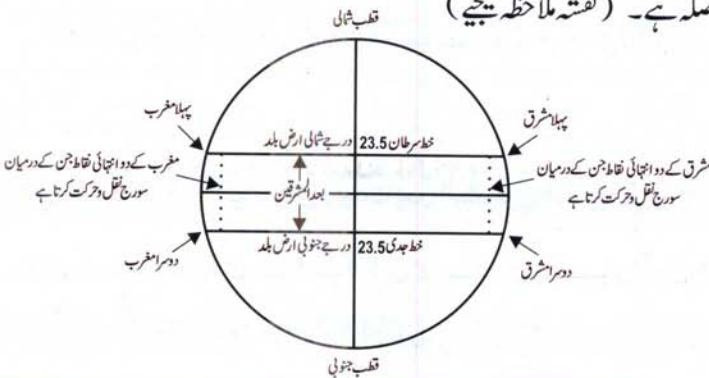
مشارق اور مغارب اس لحاظ سے کہ درحقیقت سورج ہر روز الگ مقام سے طلوع ہوتا ہے اور الگ مقام پر غروب ہوتا ہے۔ گویا ہر روز کا مشرق دوسرے روز سے مختلف ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر روز اس کا احساس نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ سورج چھلانگ مار کر تو سرما کے مشرق و مغرب سے گرما کے مشرق مغرب میں نہیں پہنچ جاتا بلکہ ہر روز آہستہ آہستہ جگہ بدلتا ہے۔ گویا مشرق بھی بہت زیادہ ہیں اور مغرب بھی۔

خلاصہ یہ کہ مطلق جہت کے لحاظ سے ایک مشرق اور ایک مغرب۔ جنوب و شمال میں انتہا کے لحاظ سے یا گرما و سرما کے لحاظ سے دو مشرق اور دو مغرب۔ اور حقیقت کے لحاظ سے بہت سے مشرق اور بہت سے مغرب۔ لہٰذا ان میں کوئی تضاد یا مخالفت نہیں۔

علاوہ ازیں ستاروں کے بھی مشرق و مغرب ہوتے ہیں۔ ہر ستارے کا الگ مشرق اور الگ مغرب۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵

''وہ آسمانوں' زمین' ان کے مابین (اجرام فلکیہ) اور تمام مشرقوں کا رب ہے۔'' (الصافات: 5/37)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' زمین اور اجرام فلکیہ کے ذکر کے بعد مشارق کا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان سب کے الگ الگ مشرق ہیں۔ فَسُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی رَبُّ الْمَشَارِقِ۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝۲۳

''مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے وعدوں کو سچا کر دکھایا۔ کچھ نے تو اپنی دلی مراد پالی اور کچھ ابھی انتظار کر رہے ہیں۔ انہوں نے ذرہ بھر تبدیلی نہیں کی۔'' (الاحزاب: 23/33)

یہ آیت حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جو جنگ احد (شوال 3ھ) میں شہید ہوئے۔ وہ بدر میں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں اس پہلی جنگ سے غائب رہا جو آپ نے مشرکین سے لڑی۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مشرکین کی کسی لڑائی میں حاضری کا موقع عنایت فرمایا تو اللہ تعالیٰ دیکھیں گے میں کیا کرتا ہوں۔'' جب احد کی لڑائی ہوئی تو مسلمان بھگدڑ کا شکار ہو گئے۔ اس وقت یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خوب لڑے حتیٰ کہ شہید

ہو گئے۔ ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے کوئی تلوار کے کوئی نیزے کے اور کوئی تیر کے حتیٰ کہ وہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ آخر ان کی ہمشیرہ ربیع بنت نضر نے ان کو انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ وَ أَرْضَاهُ

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

”کچھ لوگوں کی باتیں آپ کو دنیاوی معاملات میں بہت اچھی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ دراصل وہ بہت جھگڑالو ہے۔“ (البقرۃ: 204/2)

یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ ظاہراً مسلمان ہو گیا۔ پھر ایک دفعہ وہ کسی مسلمان کی کھیتی اور جانوروں کے پاس سے گذرا (تو برداشت نہ کر سکا) اس نے کھیت کو آگ لگا دی اور جانوروں کو قتل کر ڈالا۔

﴿وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

”بلاشبہ صدقات حق ہے فقراء و مساکین کا اور ان کا جو زکوٰۃ کی وصولی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں، نیز ان کا جن کی تالیف قلب مقصود ہو۔ اور مقروض، مجاہدین اور مسافروں کا۔ یہ مصارف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوب علم و حکمت والا ہے۔“ (التوبۃ: 60/9)

یہ عرب کے کچھ معزز سردار لوگ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو بڑے بڑے عطیات دیے تا کہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت جاگزین ہو جائے مثلاً: اقرع بن حابس تمیمی، عباس بن مرداس سُلمی، عُیَینہ بن حصن فزاری، ابو سفیان بن حرب، معاویہ بن ابی سفیان، حارث بن ہشام بن مغیرہ، حکیم بن طلیق، خالد بن اسید بن ابی العیص، سعیدبن یربوع مخزومی، صفوان بن امیہ بن خلف جمحی، سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزّٰی عامری، حکیم بن حزام بن خویلد، ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، مالک بن عوف اور علاء بن جاریہ ثقفی۔

رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ دیے۔ البتہ سعید بن یربوع اور حویطب کو پچاس پچاس اونٹ دیے۔

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾

”بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں اجازت دیجیے اور فتنہ میں نہ ڈالیے' آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں اور یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے“ (التوبۃ: 49/9)

یہ آیت جد بن قیس کے بارے میں اتری۔ یہ منافق شخص تھا۔ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی رومیوں سے لڑائی کے لیے جانے کو کہا تو وہ کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے جنگ سے پیچھے رہنے کی اجازت دے دیجیے اور وہاں لے جا کر مجھے رومی عورتوں کے فتنہ میں نہ ڈالیے وہ بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔

﴿عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاۗءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ۭ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ڰ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ﴿۱﴾ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاۗءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْۗءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾

”اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان سے دوستی کرتے ہو حالانکہ وہ تمہارے پاس آنے والے حق سے انکاری ہیں۔ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس لیے مکہ سے نکالتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے اور میری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے نکلے ہو۔ تم ان سے خفیہ طور پر دوستی رکھتے ہو حالانکہ میں تمہارے پوشیدہ اور ظاہر ہر کام کو بخوبی جانتا ہوں۔ جو شخص ایسا کام کرے گا وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگا۔ اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو تمہارے دشمن ثابت ہونگے اور اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے تمہیں خوب تکلیف پہنچائیں گے۔ ان کی خواہش ہے کہ تم بھی کافر بن جاؤ۔ تمہاری رشتہ داری اور اولاد قیامت کے

دن تمہارے ذرہ بھر کام نہ آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔) (الممتحنة: 60/1-3)

یہ آیات ”حاطب بن ابی بلتعہ“ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب انہوں نے قریش مکہ کو ایک خط بھیجا تھا جس میں فتح مکہ کے لیے مسلمانوں کی تیاری کا ذکر تھا۔

﴿يَشْرِيْ نَفْسَهُ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

”اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔“ (البقرة: 2/207)

یہ آیت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب انہوں نے ہجرت کی تو کچھ قریشی لوگ ان کے پیچھے لگ گئے۔ جب انہوں نے کافروں کو دیکھا تو وہ اپنی اونٹنی سے اتر آئے اور اپنے ترکش کے سارے تیر اپنے سامنے بکھیر لیے۔ پھر کہنے لگے: ”اے قریشیو! واللہ! تم جانتے ہو کہ میں بہترین تیر انداز ہوں۔ اللہ کی قسم! تم اس وقت تک میرے قریب نہیں پھٹک سکو گے جب تک میں تمام تیر چلا چلا کر ختم نہیں کر لیتا۔ تیر ختم ہو گئے تو میں تلوار چلانی شروع کر دوں گا۔ ہاں اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں مکہ میں اپنا سارا مال بتا دیتا ہوں، تم اسے قابو کر لو اور مجھے جانے دو۔“ وہ کہنے لگے: ”ٹھیک ہے۔“ انہوں نے کافروں کو اپنے مال کا ٹھکانا بتا دیا۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا:

”ابو یحییٰ! تیرا سودا بہت فائدے والا ہے۔ بہت فائدے والا ہے۔“

﴿يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ڼ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

”وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلے حشر کے وقت نکالا، تمہارا گمان (بھی) نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ خود (بھی) سمجھ رہے تھے کہ ان کے (مضبوط) قلعے انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچا لیں

گے۔ پس ان پر اللہ (کا عذاب) ایسی جگہ سے آ پڑا کہ انہیں گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں اجاڑ رہے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں (برباد کروا رہے تھے) پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔" (الحشر: 2/59)

یہ آیت بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی جب ان کو مدینہ منورہ میں ان کے گھروں سے جلاوطن کیا گیا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں:

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۵﴾

"اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں۔ نیز میں نیک کام کروں جنہیں تو پسند کرتا ہے اور میری اولاد اور نسل کو نیک وصالح بنا۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں تیرا فرماں بردار اور مطیع ہوں۔" (الاحقاف: 15/46)

صدق اللہ العظیم

اطلس القرآن

قرآنی موضوعات پر ''اطلس القرآن'' ایک فخریہ پیش کش ہے جس میں پہلی بار ان مقامات' اقوام اور واقعات کو نقشوں اور تصاویر کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

قرآن کریم کے مطالعے کے دوران اس اطلس کی مدد سے مذکور شدہ پیغمبروں اور ان کے علاقوں کے علاوہ دیگر مقامات کو بھی سمجھنا نہایت آسان ہے۔

ISBN: 9960-897-42-7

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ